آیاتِ محکمات

بجواب

آیاتِ بینات

آیاتِ محکمات

— بجواب —

آیاتِ بیّنات

آیاتِ محکمات

بجواب

آیاتِ بیّنات

تالیف تصنیف

فاضل جلیل مولوی سیّد امیر حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ

زیر اہتمام

نقوی ٹرسٹ لاہور

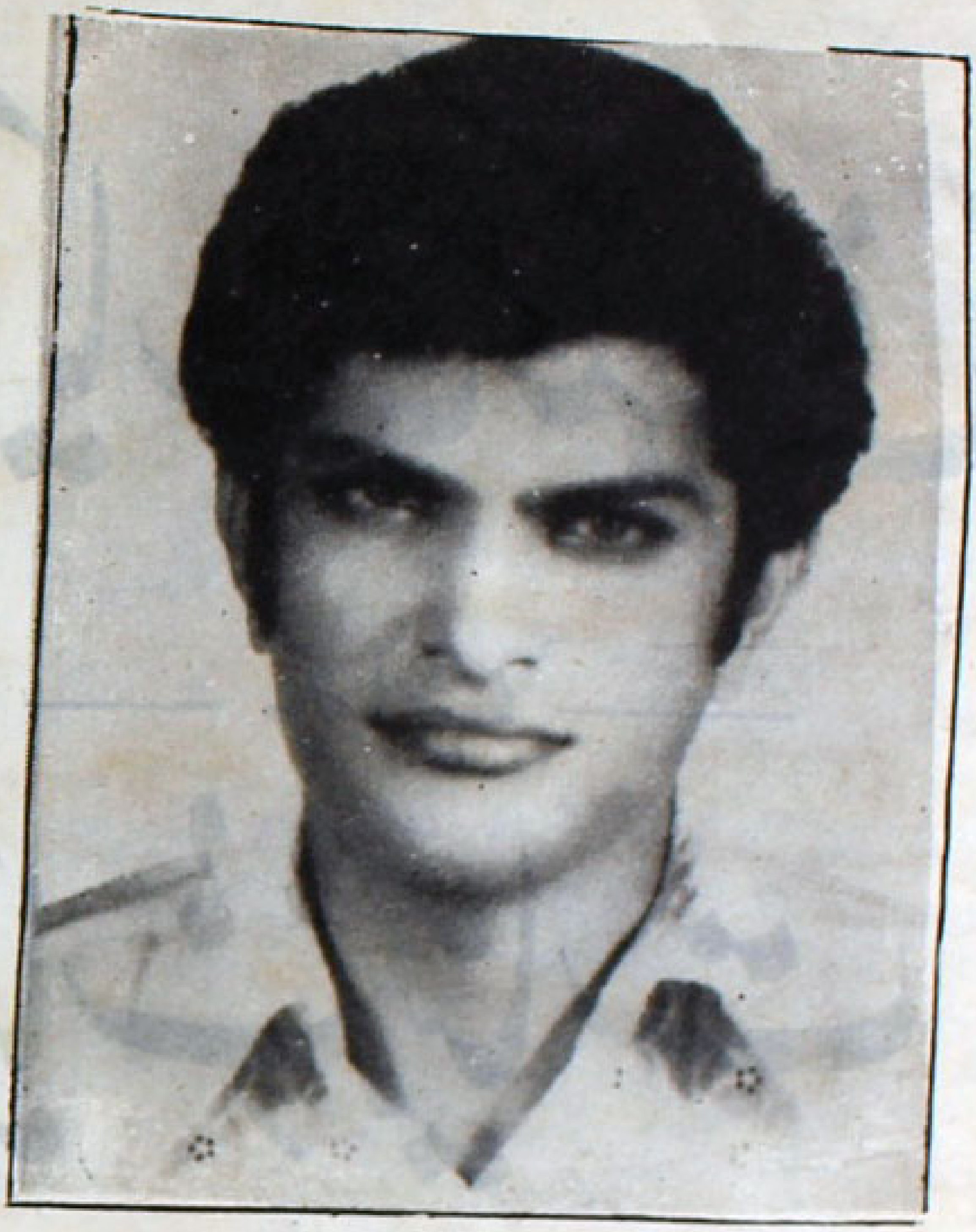
(ناشر)

مکتبہ تعمیر ادب (رجسٹرڈ)

نامی پریس بلڈنگ

پیسہ اخبار

لاہور



سید طاہر حسین نقوی لاہور

بانی نقوی ٹرسٹ

تاریخ اشاعت ________ اگست ۱۹۷۶ء

تعداد اشاعت ________ ایک ہزار

طابع ________ نامی پریس لاہور

قیمت ________ Rs 50 [redacted]/۔ روپے

فہرست

آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیے

عرضِ ناشر

بفضل تعالیٰ ہماری ایک اور گرانقدر پیشکش آیاتِ محکمات بجواب آیاتِ بیّنات آپکے زیرِ نظر ہے جسے ہم تقوی ٹرسٹ لاہور کے پُر خلوص اور بھرپور ایثار کی وجہ سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

قارئین کرام سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ کافی عرصہ سے آیات بیّنات پاکستان میں چھپ کر اس دعویٰ کے ساتھ فروخت کی جا رہی ہے کہ اس کا جواب شیعہ حضرات نہیں دے سکے حالانکہ آیات بیّنات کا جواب خود مؤلف کے حقیقی بھائی نے ان کی زندگی میں ہی دے دیا تھا۔ ہم نے المنتظر کی وساطت سے بارہا حکومت عالیہ کو اس کتاب کی فتنہ انگیزی کی جانب متوجہ کیا۔ لیکن صدائے برنخواست۔ بہر حال قارئین کرام کے پُرزور اصرار پر ہم اتمام حجت کے لیے آیاتِ محکمات کو شائع کر کے ایک اہم فرض سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔

اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ حضرت صدر المحققین جناب ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ کی نظر سے گزر چکی ہے۔
ہمیں توقع ہے کہ قارئین کرام ہماری سرپرستی کا سلسلہ جاری رکھیں گے تاکہ ہم دین حقہ کی ترویج کا فرض بہ حسن و خوبی ادا کرتے رہیں۔ دعا ہے کہ ربّ کریم ہمیں توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

آیات محکمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ه

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین و شفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المنتجبین واصحابہ المکرمین ه

امابعد احقر زمن سید امیر حسن ابن سید ضامن علی صاحب عفراللہ ذنوبہما اپنے برادران اسلامی کی خدمات بابرکات میں عرض پرداز ہے کہ عالی جناب مستغنی عن الالقاب برادر بزرگ جناب مولوی سید مہدی علی صاحب قبلہ المخاطب بہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنا خاندانی اور آبائی مذہب امامیہ اثنا عشریہ ترک کرکے اپنی کسی خاص مصلحت سے مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کر لیا تھا۔ اور بعد تبدیلی مذہب ایک کتاب مسمی بہ آیات بینات تالیف فرمائی تھی۔ جس میں اپنی دانست میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا ابطال اور مذہب اہل سنت کی حقانیت کا اثبات بڑے شد و مد سے کیا ہے۔ جو اشاعت کے بعد ان حضرات کی نظر میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی گئی۔ عوام الناس کی زبان پر یہی کلمہ تھا کہ شیعوں کا مذہب خود انھیں کی کتب سے باطل کر دیا ہے۔ چونکہ جناب ممدوح نے مذہب تبدیل کرنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ

"میں نے دونوں مذاہب کے اصول پر غور کرنے کے بعد مذہب اہل سنت والجماعت کو مطابق کلام الٰہی اور احادیث نبوی کے اور مذہب امامیہ کو اس کے خلاف پاکر سچا مذہب اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا"

لہٰذا میں نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے اور ان دلائل عقلی و شواہد نقلی کو غور سے دیکھا۔ جن کی بنا پر جناب موصوف نے بجائے خود مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی اور احادیث نبوی کے سچا بتایا ہے۔ لیکن دو چار ہی ورق پڑھنے سے یہ امر منکشف ہو گیا کہ جناب ممدوح

"راہ تحقیق" میں "صراط مستقیم" سے کوسوں دور ہیں۔ اور اہل سنت کے متقدمین علماء اور مجتہدین کے کلام اور اقوال پر پردہ ڈال کر متاخرین علما کے ہمرنگ ہو گئے ہیں، اور غیر معتبر روایات و احادیث سے استدلال کر کے اپنی لسانی اور جادو بیانی سے "خار کو گل" اور گل کو خار سے تعبیر کر کے گلشن مضامین کو نئے نئے شگوفوں اور رنگ برنگ پھولوں سے زینت دے کر برادرانِ اہلِ سنت کو ایک سبز باغ دکھا کر نہال کر دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اور سن کر ان کے دل و دماغ ایسے شگفتہ ہوئے کہ پھولوں نہ سمائے۔ حالانکہ "آیات بینات" تحقیق سے یکسر عاری ہے۔ اور ابتدا سے انتہا تک اصل مقصد سے بالکل خالی ہے۔ اس صورت میں ہمارے بھائیوں کا باغ باغ ہونا مثل اس پیاسے کے ہے جس کو سراب (ریت) پر پانی کا دھوکا ہوا ہو۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً ۱۸ ع ۱۱

اور جو لوگ کافر ہو گئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کو کوئی چیز نہیں پاتا۔

معلوم ہوا کہ خوش بیانی اور طلاقت لسانی اور چیز ہے۔ اور دعوی کا ثبوت دینا بڑی بات ہے۔ اس سے تو ارباب نظر کی نگاہوں میں اس کتاب کی وقعت و منزلت جیسی کچھ ہوگی ظاہر ہے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ مبادا اس کے دیکھنے اور سننے سے عوام کالانعام کے عقائد پر برا اثر پڑے گا۔ مشہور ہے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ... دگر خاموش بنشینم گناہ است

لہذا میں نے قصد کیا کہ جناب بھائی مرحوم مغفور نے جو محض اپنی تحریر و تقریر کے زور سے بظاہر مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا اور سچا بنایا ہے اس کی اصل حقیقت کا انکشاف ان کی معتبر کتابوں سے کروں۔ نیز اس لئے بھی کہ خدا و رسولؐ کے احکام کا ناواقف بندوں تک پہونچانا بہترین اعمال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ پ ۴ س آل عمران ع ۱۱۔

اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائے، اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے۔ — ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچیں گے۔

اگر اس ہدایت ونصیحت سے ایک شخص بھی ہدایت پاگیا تو گویا کہ تمام لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے، ارشاد ہوتا ہے۔

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا پ۶ س مائدہ ع ۶۔

(۱) امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ "سب سے افضل عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی نفس کو گمراہی سے راہ راست پر لائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کل آدمیوں کو راہ راست پر لے آیا" مقبول ترجمہ (بحوالہ کافی وتفسیر عیاشی)

(۲) حق سبحانہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کی کہ اے موسیٰؑ اگر تم ایک شخص کو جو بہک گیا ہو سیدھی راہ بتادو گے تو یہ عمل تمہارا سو برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایضاً بحوالہ تفسیر (منسوب بہ) امام حسن عسکری علیہ السّلام۔ اگرچہ اس قابل نہیں تھا کہ اس بارگراں کو اٹھا سکتا مگر خدائے عزوجل کی توفیق وتائید پر بھروسہ ہے اس لئے یقین ہے کہ ساحل مراد کو پہونچوں گا۔

"دریں دریائے بے پایاں، دریں طوفان موج افزاء، دل افگندیم "بسم اللہ مجریھا ومرسھا"۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سے پہلے بہت سے رسالے اور کتابیں علم مناظرہ کی تالیف ہو کر شایع ہو چکی ہیں۔ جن میں اکثر عربی وفارسی میں ہیں۔ اور اس زمانہ میں عربی وفارسی سے بے توجہی کی وجہ سے عوام عموماً اور خصوصاً طلبا سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مضامین اردو میں لکھے جائیں اور ان کی ترتیب اس طرح کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اس تالیف سے میرا مقصود اپنے ناواقف بھائیوں کی رہبری ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگ بھی مذہبی تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے ان روایات واحادیث وتفاسیر کو دیکھیں گے جو کتب اہل سنت سے درج کئے گئے ہیں تو ان حضرات پر آفتاب نصف النہار کی مانند روشن ہو جائے گا کہ جس مذہب کو اپنے نزدیک سچا سمجھے ہوئے ہیں وہ راہ حق سے کوسوں دور ہے۔ اور وہ اب تک جان بوجھ کر غلطی پر ہیں۔ اگر حق وباطل کے امتیاز کے بعد بھی راہ راست اختیار نہ کریں تو سمجھنا چاہئے کہ انھوں نے آیت مندرجہ ذیل سے منہ موڑ لیا ہے۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیا ما قلیلاً ما تذکرون پ۸ س اعراف ۱۷

(اے بندو) جو کچھ تمہارے رب کے پاس سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور خدا کو چھوڑ کر اور یاروں کی پیروی نہ کرو، تم کم نصیحت پکڑتے ہو۔"

اور آیت حسب ذیل کے مصداق ہو گئے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی کورانہ تقلید کرتے ہیں اور انھیں علماء کے کہنے پر چلتے ہیں جو خدا و رسول کے خلاف حکم دیتے ہیں۔

انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا اور انھیں کے نشانات کی پیروی کریں گے۔

"آیات محکمات" کا بہت سا حصہ بھائی مرحوم کے زمانہ حیات ہی میں تالیف ہو چکا تھا۔ اور مرحوم سماعت بھی فرما چکے تھے حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس حقیر اور ناچیز کے عمل کو قبول فرما کر گناہوں کو عفو فرمائیے۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب بحق "محمد وآلہ الامجاد"

قال :- الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے جاننا چاہئے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے، لیکن شیطان نے بعد ایمان اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جس کی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہئے، بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب و عناد کو دخل نہ دے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکے، اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے، ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوائے مجادلے مکابرے کے اسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا ہو اور انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون کہتا ہو، وہ بے شک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا۔ اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے بھی پاک و صاف

نہ کر سکے گا"

اقول:۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ صراط مستقیم پر ہے اور اپنے مذہب کو تحقیقاً حق مانتا ہے۔ تقلیداً نہیں۔ کیونکہ اس مذہب کے اصول دین تحقیق عقلی اور آیات قرآن اور احادیث نبوی پر مبنی ہیں جس کی تشریح آئندہ کی جائے گی۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ناجی سمجھتا ہے لہذا جب اس مذہب کے اصول دین بزرگوں کی کورانہ تقلید پر حصر نہیں تو آیۂ "انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون" کا مصداق بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ خدا کا یہ ارشاد فرقۂ اہل سنت والجماعت پر صادق آتا ہے اس لئے کہ ان کے مذہب کی بنیاد ان حضرات کی پیروی پر ہے جنھوں نے قرآن و حدیث کی بیجا تاویلات پر دین و مذہب قائم کر لیا تھا حالانکہ ایسے لوگوں کی تقلید میں ضلالت ہے نہ کہ ہدایت (اس کی سامنے کی مثال یہ ہے کہ) آپ نے حسب عقیدۂ اہل سنت کل امت کو صلوۃ میں داخل کر لیا حالانکہ نہ تو کل امت خیر امت ہے اور نہ وعدۂ الہٰی میں شامل، اس لئے کہ اس امت میں ناکثین، ضالین، فاسقین، فاجرین، منافقین، ظالمین[1] بھی شامل ہیں۔ بلکہ بیشتر تو ایسے بدترین تھے جن کی مثال امم سابقہ میں بھی نہ مل سکے گی۔ اس صورت میں وہ لوگ حسب احکام خدا و رسول مستوجب شماتت و ملامت ہیں۔ رحمت و مغفرت کے مستحق نہیں۔ ارشاد الہٰی ہے۔

ان الابرار لفی نعیم۔ ان الفجار لفی جحیم — بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں۔

اگر آپ کو تحقیق مطلوب ہوتی تو پہلے اس بات کی طرف توجہ فرماتے کہ جب آفتاب دین اسلام کمال کو پہونچ کر اپنے نور سے عالم کو منور کر چکا اس کی تکمیل کی سند بھی خداوند عالم نے ان الفاظ میں دیدی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ — آج میں نے تمھارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمھارے دین اسلام کو پسند کر لیا"۔

اس کے بعد پھر کیا سبب ہوا کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہی اس دین برحق میں نہ صرف زوال اور انحطاط ہوا بلکہ بقول آپ کے جس کو ہم بھی مانتے ہیں ایسا تفرقہ پڑا کہ اہل اسلام میں بہتر فرقے گمراہ ہوگئے۔ پس جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف نجات کی امید پر کتاب خدا کو دیکھے مگر تعصب کی عینک کو اتار کر تو اسکو حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد الہٰی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم — اور جو ہمارے (دین کے) بارے میں کوشش کریں گے ہم انکو

---

[1] کاذبین۔ حاسدین، مارقین۔ بلکہ وہ عورتیں بھی ہیں جن کو حضرت نوح و لوط کی کافرہ بیویوں کی مانند کہا گیا ہے اور جو فقد صغت قلوبکما کی مصداق ہیں۔ بھلا یہ لوگ صلوۃ و سلام میں کیسے داخل ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ عفا عنہ

سُبلنا و ان اللّٰہ لمع المحسنین۔ پ ۲۱ س عنکبوت ع ۷ — کو ضرور بالضرور راستہ دکھلا دیں گے، اور اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہے"

ہاں جو شخص سچائی کا طالب ہی نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور صرف مجادلہ و مکابرہ کرنا جانتا ہو اور اپنے آبائی مذہب کو تقلید کی بناء پر حق مانتا ہو، اور "انا وجدنا اباءنا" اس کا وظیفہ ہو اور اپنے علماء کے اقوال کو آیت اور حدیث کے برابر سمجھتا ہو، یقیناً وہ جہالت و ضلالت میں پڑا رہے گا۔ اور کبھی اپنے دل کو باطل عقیدوں سے پاک وصاف نہ کر سکے گا۔ چنانچہ ہم انشاء اللہ جلد ہی کتب اہل سنت سے دلیلوں کے ساتھ ثابت کریں گے کہ بہتر فرقوں کی گمراہی کے باعث کون حضرات ہوئے ہیں۔

قال:۔ بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار مہدی علی ابن سید ضامن علی غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں۔ ایک اہل سنت والجماعت۔ اور دوسرا امامیہ، دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں، اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں، ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں۔ اور صدہا رسالے تحریر ہوگئے، مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا۔ جس کا جو عقیدہ تھا وہ اس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا۔ اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو۔ لیکن میں اپنے خدائے عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند آدمیوں میں ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا، اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے اور تمام کنبے و قبیلہ سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا، اور امامیہ مذہب کو جو بمصداق برعکس نہند نام زنگی کافور، کے مخالف عقائد آئمہ کرام علیہم السّلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا، چونکہ میرے عزیز و اقرباء اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں، اس لئے میں ان پر ان دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنھوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے متنفر کیا، اور ان شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں۔ خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ دیں، اللھم آمین "آیات بینات ص"

(قول :۔ (جی ہاں) امامیہ کا اپنے مذہب کو حق اور اپنے آپ کو ناجی سمجھنا بالکل بجا اور درست ہے کیونکہ وہ بہ عنایت ایزدی سفینۂ اہل بیت پر سوار ہیں جس کی سلامتی میں کچھ شک نہیں۔ مخبر صادق فرما گئے ہیں۔

مثل اھلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی۔

میرے اہلبیت کشتی نوح کی مانند ہیں، جو اس پر سوار ہوا سلامت رہا اور جسنے اس سے کنارہ کیا وہ غرق اور ہلاک ہوا۔

چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں

البتہ وہی لوگ غرق ہوئے اور ہوں گے جنھوں نے ناخدائے اسلام کے فرمان کے خلاف سفینۂ نجات سے کنارہ کیا، اور اپنے قصور فہم سے پسر نوح کی طرح کسی پہاڑی کو ذریعہ نجات ٹھہرایا۔

اگر آپ تحقیق کرتے اور دونوں مذاہب کے اصول پر غور فرماتے تو ایسے مذہب کو سچا نہ بتاتے جو سراسر کلام الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے خلاف ہے اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو کسی عقیدہ کی تحقیق منظور تھی اور نہ کسی اعتقادی مسئلہ کی تطبیق بلکہ مصلحتاً اپنے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عقائد کی تقلید۔ اور آیات بینات کی تالیف سے تحفہ اثنا عشریہ کی تائید مقصود تھی (جس کی دلچسپ کہانی یہ ہے کہ وہ خواجہ نصر اللہ کابلی کی صواقع کی سرقہ ہے۔)

سوال از جانب مرزا حسن علی محمد شاگرد شاہ ولی اللہ صاحب (پدر صاحب تحفہ اثنا عشریہ)

کتاب صواقع موبقہ در رد مذہب روافض خذلھم اللہ تعالیٰ کہ تالیف نصر اللہ کابلی است بملاحظہ شریف در آمدہ یا نہ و بعد از انکہ ملحوظ نظر فیض اثر شدہ باشد، فرقے در تصنیف آں و تصنیف جناب افادت مآب کہ تحفہ اثنا عشریہ است چیست و معاندان ایں دیار خصوصاً روافض خذلھم اللہ تعالیٰ بطریق ژاژخائی و بیہودہ گوئی خیلے شور و شغب میکنند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ

صواقع موبقہ جو مذہب روافض کی رد میں نصر اللہ کابل کی تالیف ہے آپ کے ملاحظہ میں آئی ہے یا نہیں، اس میں اور آپ کی تالیف تحفہ اثنا عشریہ میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ معاندین علی الخصوص رافضی تحفہ کی نسبت طنز اور بیہودہ گوئی کے طور بہت کچھ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ صواقع کا ترجمہ ہے اگرچہ ہم مخلصین اور منتسبین کے نزدیک یہ سوال لاطائل ہے۔ ور جو کوئی مایہ علم سے

ترجمہ صواعق موبقہ است، ہر چند سوال ایں معنی ما مخلصان وفدویان را لاطائل وبیہودہ مینماید واز جملہ بدیہی البطلان است وہر کس کہ از مایۂ علم آگہی داشتہ باشد ایں خبر را از محکی عنہ مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان ایں ناکس را بسیار تنگ کردند لہذا ایں امر نامرضی را موجب سمع خراشی جنابعالی انگاشتہ

سے کچھ آگاہی رکھتا ہوگا وہ اس بات کو کبھی نہیں مانے گا۔ مگر چونکہ بعض اشخاص نے مجھے بہت تنگ کیا اس لئے یہ امر حضرت کی سمع خراشی کا باعث ہوا۔

جواب شاہ صاحب

در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے اہل سنت کہ در رد مذہب شیعہ وکتب شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسید ایں سہ قسم کتب در وقت تالیف تحفۂ اثنا عشریہ موجود بودند در آں وقت ترتیب صواقع بسیار پسند خاطر افتاد بہماں ترتیب دریں کتاب کلام واقع شد وچند ابواب مثلاً بحث تولا وتبرا، وحدیث ثقلین ومسئلہ انکار نبوت وباب مطاعن کہ در آں نبود ایں ابواب افزودہ شد پس ایں کتاب را ترجمہ آں کتاب گفتن محض بظاہر ترتیب آں نمی تواند شد، ونیز اگر تامل کنند روافض را ہرگز جائے طعن نیست زیرا کہ ایں کتاب اگر ترجمۂ صواقع است آخر اثبات مذہب اہلسنت ورد مذہب روافض می نماید آنہا را چہ کار از اں کہ تفتیش کنند کہ ایں گویندہ کیست جواب باید نوشت وایں طعن جواب نمی تواند شد ارے بعض اہل سنت کہ نہار الشہرت ایں کتاب نسبت بآں

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے وقت اہل سنت کی وہ کتابیں جو شیعوں کی رد میں ہیں اور شیعوں کی وہ کتابیں جو سنیوں کی رد میں ہیں، میرے پیش نظر تھیں اور وہ سب تینا قسم کی تھیں، چونکہ صواقع کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی لہذا اسی کی ترتیب پر کتاب لکھی، اور چند ابواب مثلاً بحث تولاد تبرا اور حدیث ثقلین ومسئلہ انکار نبوت وباب مطاعن صواقع میں موجود نہیں تھے، تحفہ میں بڑھائے گئے۔ پس اس کو محض ترتیب ظاہری پر صواقع کا ترجمہ کہنا درست نہیں۔ اور اگر تامل اور غور کر لیا ہوتا تو رافضیوں کو طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا کیونکہ تحفہ اثنا عشریہ صواقع کا ترجمہ بھی ہو تو اس سے مذہب اہل سنت کے سچے ہونے اور مذہب شیعہ کے جھوٹے ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ان کو اس بات سے کیا کام جو اس کی جستجو کر رہے ہیں کہ اس کا مصنف کون ہے؟ اس طعن سے تو اس کا جواب نہیں ہو سکتا ہاں اس کتاب سے جو شہرت فقیر کو حاصل ہوئی ہے اس سے بعض اہل

فقیر عرق حسد بجوش آمدہ میخواہند آں نسبت
بایں فقیر درمیان نماند جواب سخن ایشاں نیست کہ
کہ فقیر دعویٰ ایں کتاب نمی کند و فخر خود نمی خواہد
منظور فقیر غرض ازیں مقدمات سلوک طریق
جدید بر اذہان اولی الالباب و طالبان راہ
صواب و الحمد للہ کہ حاصل بود"

اہلسنت حسد سے جل مرے، چاہتے ہیں کہ فقیر کا نام
نہ ہو، اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ فقیر اس کتاب
کی تالیف کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ اس پر فخر کرتا ہے
البتہ فقیر کی غرض ارباب فہم اور طالبان حق کو راہ راست
دکھانا تھی سو الحمد للہ وہ حاصل ہو گئی [1]

بہرحال کسی کی تصنیف و تالیف ہو، ہمارے زمانہ میں تو شاہ صاحب ہی کے نام سے مشہور ہے اور حضرت نے ہی اس کو شائع کیا ہے۔ جس کی اشاعت کا باعث یہ تھا کہ جب دولت مغلیہ کو زوال اور سلطنت برطانیہ کا تسلط ہوا تو شیعہ اپنے ان مذہبی عقائد کو ظاہر کرنے لگے جنھیں مخالفین اور دشمنوں کے جور و ستم کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے۔

اذان میں بالاعلان "اشہد ان امیر المومنین و امام المتقین علیا ولی اللہ و وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل" کے نعرے عام طور پر بلند کرنے لگے، اور محفلوں، مجلسوں میں مناقب و مصائب آل رسول ﷺ بیان کرنے لگے۔ جب ان حالات کو سن کر دوسرے فرقے کے معقول و حق پسند لوگ بھی مائل بہ تشیع ہونے لگے تو جناب شاہ صاحب یہ رنگ اور مذہب حق کی طرف عام رجحان دیکھ کر گھبرائے۔ بالآخر اپنے مذہب کی بقا اور بندگان خدا کو راہ راست سے روکنے کے لئے صواقع مطائے موصوف کو نئے لباس میں آراستہ کر کے شائع کیا اور تالیف کا سبب یہ تحریر کیا کہ

غرض تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آں ست
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم و دریں زماں کہ ما در
آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں بحدے
اتفاق افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس از آں
خانہ بان مذہب متمذہب نہ باشند و راغب ایں
عقیدہ نہ شوند لیکن اکثر از حلیہ علم تاریخ و اخبار عوام
باطل و از احوال اصول اسلاف خود بے خبر و غافل

اس رسالے کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جن شہروں
میں ہم رہتے ہیں، وہاں شیعہ مذہب کا رواج اس قدر
زور پکڑتا جا رہا ہے کہ کوئی گھر ایسا نہ ملے گا جہاں دو
ایک نفر اس مذہب کے معتقد نہ ہوں لیکن وہ زیادہ تر
علم تاریخ اور اپنے اخبار و روایات سے ناواقف اور
اپنے اسلاف کے اصول سے بے خبر ہیں وہ اہلسنت سے
بے جوڑ اور بے تکی باتیں کرتے ہیں لہٰذا خوشنودی

(حاشیہ) [1] تحفہ ص۱ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ دسمبر ۱۸۹۵ء عابد حیدری

می باشند و ہر گاہ کہ در محافل و مجالس با اہلسنت والجماعت گفتگو می نمایند کج مج می گویند و شرمگرہ می آرند جستہ جستہ بہ تحریر ایں رسالہ پرداختہ شد تا در وقت مناظرہ از جادہ خود بیروں نہ روند و اصول خود را منکر نہ شوند تحفہ مطبوعہ فخر المطابع

خدا کے لئے یہ رسالہ لکھا تاکہ مناظرہ کے وقت صحیح راستہ پر رہیں اور اپنے اصول کا انکار نہ کر بیٹھیں۔

اس طرح شاہ صاحب نے کاغذ سیاہ کر کے بلاامتیاز حق و باطل، نور کو ظلمت" اور ظلمت کو نور بتاکر لوگوں کو مذہب امامیہ اختیار کرنے کی بیکار کوشش کی اور کہنے کو تو یہ کہا کہ

دریں رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب شیعہ و بیان اصول ایشاں و الزاماتیکہ عاید بایشاں می شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں منقول عنہ نباشد۔[1]

اس رسالہ میں التزام کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور اس کے اصول اور جو الزامات ان پر عاید ہوتے ہیں ان کے بیان کرتے ہیں انھیں کی مستند کتابوں سے تمسک کیا جائے گا۔

لیکن بطور مجادلہ اور مکابرہ لفظ "گویند" کہہ کر خود ہی مضمون آفریں بنے، اور خود ہی اس کو علمائے شیعہ کی طرف منسوب کیا، پھر خود ہی رد بھی کرنے لگے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ ؎ خود برسر آں کوزہ خریدار برآمد" چنانچہ تحفہ کی ابتداء سے انتہا تک بکو اس کی شاہد ہے کہ شاہ صاحب نے ناحق ہی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز وہ حدیثیں اور تفسیریں، اور روایتیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام خصوصاً امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں انکو غلط ضعیف لکھا ہے، حالانکہ انھیں کے مذہب کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ البتہ جو حدیثیں خلفاء اور حکام وقت کی فضیلت میں جاہ و منصب کی لالچ میں گڑھی گئیں ان کو سچ اور صحیح بتایا ہے۔ اسی طرح وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جنھیں علماء و آئمہ اہلسنت نے درج کیا ہے جس سے مشہور صحابہ کے نقص ایمان پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں کسی کا کھلم کھلا انکار کر دیا، کسی کے راوی کو جھوٹا بتایا، کسی مورخ کو مفتری اور کسی مفسر و محدث کو رافضی کہہ دیا۔ حالانکہ وہ سب ثقات اہل سنت ہیں۔ اور اگر کسی بات سے صریحی انکار نہ کر سکے تو

(حاشیہ) [1] افسوس کہ شاہ صاحب کا یہ عہد و پیمان باقی نہ رہا۔" تاکثین "کی مانند ہماری معتبر کتابوں سے حوالے دینے کے بجائے اپنی بخاری وغیرہ کا سہارا لیا، اس کی نظیر آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ۱۲ عابد۔ حاد

ہے کیونکہ تمام اہل سنت، اہل بیت کے مخالفین اور دشمنوں کو تمام امت سے مرتبے میں اعلیٰ اور افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے اکمل سمجھتے ہیں۔ بھائیو! اگر تم وصیٔ رسولؐ سے مودت و محبت رکھتے ہو تو اس کا تقابل ذرا اپنے خلفاء ثلاثہ کی محبت سے کرو، تم خود سوچو کہ وہ اصحاب کبار جنھوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی، اور ان سے ناراض تھے ان کے بارے میں تمہارے شاہ صاحب کیسا نازیبا جملہ لکھتے ہیں۔

"ہر گاہ کہ ایں قسم مردود از جناب الٰہی اوزخانہ خدا پناہ نہ باشد درخانہ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد"

یا ثلاثہ کی خلافت کے منکر کے لئے یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

حق تعم در قرآن مجید منکر خلافت خلفائے ثلاثہ را در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ"

اور اصحاب شوریٰ میں جو مخالفت کرے وہ قابل گردن زدنی ہوجائے۔ اور ایسے لوگوں کو تمہارے علماء مرتد بے دین، کافر وغیرہ کہیں، اور جناب امیرالمومنین کی خلافت سے جو انکار کرے، نکث بیعت کرے، ان کو تمہارے علماء مجاہد، غازی، کہیں اور ان کو جنت کا پروانہ عطا کریں اور رضی اللہ عنہم کی مالا . . . . . کریں۔ واہ کیا خوب محبت ہے۔ عملاً اور فعلاً تو اظہار کدورت و دشمنی ہو اور زبان سے محبت کا دعویٰ۔ آفریں ہے تمہاری اس مودت و محبت پر۔

اب آپ خود بتائیں کہ مذہبی تعصب میں اہل سنت گرفتار ہیں یا امامیہ اور اپنے آبائی دین کی کورانہ تقلید کون کررہا ہے۔ انا وجدنا آبائنا علیٰ امۃ الخ کا مصداق کون ہے؟ ہم یا تم . . . . ہم خلیفۂ چہارم (تمہارے عقیدے کے مطابق) کی امامت کے منکر کو جنتی بتاتے ہیں یا — تم، اور انصاف سے بتاؤ اگر تمہارے دل میں حضرت علیؑ کی محبت و مودت ہوتی اور ان کو امام مانتے تو تم اپنے فتوئی میں یہ نہیں کہتے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر کافر" بلکہ یہ کہتے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا باتیں پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے مذہب کی بنیاد صرف اصحاب ثلاثہ کی اندھی محبت پر ہے۔ آیات الٰہی اور احادیث نبوی سے اس مذہب کا دور سے بھی لگاؤ نہیں اور اگر ہے تو آیات کی مہمل تاویلوں اور وضعی حدیثوں سے جو شام کی تاریکی سے نکل کر تاریک گھروں تک پہونچی ہیں۔ کیا انھیں خوبیوں سے آپ نے اہل سنت والجماعت کو اچھا

اور مذہب امامیہ کو بُرا سمجھا ہے۔ اگر آپ کی یہی سمجھ ہے تو آپ ہی کو ایسا مذہب مبارک، ہم کو ایسے ناخدا کی ضرورت نہیں جو خود ضلالت کے بھنور میں غرقاب ہو رہا ہے۔ ہم تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سفینۂ نجات (آلِ محمد) کو اپنا راہبر ناخدا بنا چکے ہیں۔ جو عین خوشنودی خدا ہے۔

اب بتائیے آیات مندرجہ ذیل کے مصداق آپ ہیں یا ہم (مگر انصاف سے بتائیے گا)

(۱) افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ
ورضوان خیر امن اسس بنیانہ علی
شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم
واللہ لا یھدی القوم الظلمین،
پ ۱۱ - سورہ توبہ - ع ۱۳

کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور خوشنودی پر اپنی
عمارت کی بنیاد ڈالی ہو وہ زیادہ اچھا ہے یا وہ
شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اس بودے کگراڑے
کے لب پر رکھی ہو جس میں دراڑ پڑ چکی ہو، اور گرا چاہتا ہو یہاں
تک کہ اسے لے دیکر جہنم کی آگ میں پھٹ پڑے اور خدا ظالم لوگوں کو منزل
مقصود تک نہیں پہنچاتا

(۲) فریقا ھدی و فریقا حق علیھم الضلالۃ
انھم اتخذوا الشیطین اولیاء من دون اللہ
ویحسبون انھم مھتدون۔
پ ۸ - سورہ اعراف - ع ۴ -

اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گروہ (کے
سر) پر گمراہی سوار ہو گئی، ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ
کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، اور باوجود
اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

اس پر بھی اگر آپ مطاعن صحابہ کو افشا کرنے پر آمادہ ہیں تو آگے بڑھئے، ہم بھی حضرت عمر کے اس خطبہ سے جس کو انھوں نے جناب ابوبکر کو مسند نشین کرتے ہوئے، مسجد نبوی میں مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا تھا۔ آپ کی خلافت راشدہ کو "خلافت فاسدہ" ثابت کئے دیتے ہیں۔ لیجئے، خلیفہ صاحب کا خطبہ پڑھئے، جو بخاری شریف کی زینت بڑھا رہا ہے۔

الا ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی
اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ"
بخاری

آگاہ ہو جاؤ کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ایک خطرناک
ناگہانی امر ہے اللہ نے اس کے شر سے لوگوں کو بچا لیا۔
اب جو کوئی اس طرح کی بیعت کی کوشش کرے اسکو قتل کر دو۔

اس کے بعد امام غزالی کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے۔

فاجمع الجماھیر علی متن الحدیث من خطبۃ
یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول
من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر
بخ بخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای

جمہور (علماء حدیث) نے حدیث غدیر کی صحت پر اجماع
کیا ہے اور اتفاق کر لیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، جس کا
میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ اور عمر نے اس وقت
یہ کہا کہ مبارک ہو مبارک آپ کو اے علی کہ آپ میرے

وموليٰ كل مومن ومومنة فهذا تسليم ورضا
وتحكيم ثم بعد هذا غلب الهوى لحب
الرياسة وحمل عمود الخلافة وعقود البنود
وخفقان الهوى في قعقعة الرايات واشتباك
ازدحام الخيول وفتح الامصار وسقاهم
كاس الهوى فعادوا الى الخلاف الاول
فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به
ثمنا قليلا فبئس ما يشترون" انتهى"
ولما مات رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم قال قبل وفاته
ايتونى بدواة وبياض لازيل
عنكم اشكال الامر واذكر لكم من المستحق
بها بعدى قال عمر دعوا الرجل فانه ليهجر
فلما بطل تعلقكم بتاويل النصوص فعدتم
الى الاجماع ، سر العالمين ص۱۹"

اور تمام مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہو گئے، پس عمر کا یہ قول (حضرت علیؑ کی خلافت پر) تسلیم و رضا اور فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد حکومت و ریاست کی محبت کی وجہ سے خواہش نفسانی کا غلبہ ہوا، نیز خلافت کے جھنڈوں کا ہر شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریرے کا ہوا میں ہر جگہ اڑنا اور سواروں کا دونوں طرف جلو میں چلنا، اور ملک اور شہروں کا فتح کرنا ان سب باتوں کے تصور نے ان کو خواہش نفسانی کا جام پلا دیا۔ پس وہ لوگ پہلی حالت (جاہلیت) کی طرف لوٹ گئے، اور جو حالت قبل اسلام تھی ویسے ہی ہو گئے عہد مبارک کو پس پشت ڈال دیا۔ اور حکومت کو کوڑی سے قیمت پر خرید، اور جو چیز انھوں نے خرید کی وہ بہت ہی بری ہے ـــ

جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا، آنحضرت نے مرنے سے پہلے کاغذ دوات طلب فرمایا کہ میں تم سے ایک مشکل امر کو دور کر دوں، اور اس کو بتا دوں جو میرے بعد اس خلافت کا مستحق ہے تو اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا کہ رہنے دو یہ شخص ہذیان کہتا ہے، پس جب باطل ہو گیا تمہارا تعلق اس تاویل سے تو پھر اجماع کی طرف پلٹ گئے"۔ سبط ابن جوزی نے اس عبارت کو بحوالہ سر العالمین اپنی کتاب خواص الامہ میں نقل کیا ہے، اور امام ذہبی جو فن حدیث میں امام شمار کئے جاتے ہیں اس کو امام غزالی کی تالیفات میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد اول بذیل ذکر حسن بن صباح صفحہ ۲۳۴ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔

مذکورہ بیانات "فضیلت صحابہ" کے مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قال۔ دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت۔ پہلی دلیل۔

یہ سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت سب لوگ کافر و مشرک تھے

امام غزالی کے نزدیک عمر نے دنیا کی محبت میں دین چھوڑ دیا

اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار بھائی بند اس خبر کے سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے، اور آپ کی تکذیب کرتے تھے، کوئی مجنوں کہتا تھا، اور کوئی دیوانہ بناتا تھا (نعوذ باللہ من ذلک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے، مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی، اور دعوت اسلام علانیہ ہونے لگی۔ اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا، تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا، اور مدینہ کو ہجرت کرنی پڑی اور آہستہ آہستہ دین کی ترقی ہونی شروع ہوئی۔ اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصہ میں سیکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آ گئی، اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی۔

اقول - جناب! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ تو آنحضرت کی بعثت سے متعلق ہے۔ آپ کے اصحاب ثلاثہ کی فضیلت وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، البتہ ان کی خاطر آپ آنحضرت کے عزیزوں کو حضور کا دشمن بتا رہے ہیں، حالانکہ تمام حدیث و سیر کی کتابیں کہتی ہیں کہ جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے اور پوشیدہ طور پر حق کی دعوت دینے لگے۔ تو سب سے پہلے آپ کے عزیزوں ہی نے تصدیق رسالت کی تھی۔ اور جب کھلم کھلا دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور کفار جانی دشمن ہو گئے اس وقت بھی عزیزوں ہی نے ہر طرح نصرت کی، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ہم ذیل میں "روضۃ الاحباب" کی عبارت کا ملخص ترجمہ پیش کرتے ہیں، جس کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے واقعات و حالات کی صداقت کے لحاظ سے بہت معتبر اور مستند قرار دیا ہے۔ اس بیان سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے نازک وقت میں آنحضرت کے معین و مددگار آپ کے عزیز اقارب ہی رہے، "اغیار" نہیں تھے۔ لیجئے ترجمہ حاضر ہے، (اصل عبارت طول کے خوف سے چھوڑ دی گئی ہے)

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس سال کا ہو گیا، تو خداوند عالم نے (لوگوں کی ہدایت کے لئے) تمام مخلوق پر آپ کو رسول بنا کر بھیجا، اور مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے، آثار اور علامات، حضور سے ظاہر ہونے لگے۔ جیسے سچے خواب دیکھنا، درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا، جب تنہا راستہ طے کرتے تھے کسی آدمی کی آواز سنتے تھے کہ آپ کو پکار رہا ہے، اور کہتا ہے کہ اے محمدؐ! جب داہنے بائیں دیکھتے تھے، کوئی نظر نہیں آتا تھا، ہر سال

اسی طرح ہوتا رہا، جب ولادت کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو آنحضرت اٹھے اور قاعدہ معینہ
کے مطابق غار حرا کی طرف چلے گئے، اور وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خود آنحضرتؐ سے
مروی ہے کہ ایک دن میں غار حرا میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہا کہ اے محمدؐ آپ کو خوشخبری
ہو کہ میں جبرئیل ہوں، خداوند عالم نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ اس امت پر خدا کے
رسول ہیں، جبرئیل نے کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبرئیل نے مجھ کو اپنی گود
میں لے کر دبایا۔ اور کہا اب پڑھیے، پس میں نے سورۂ اقرأ آخر تک پڑھا، اس کے بعد جبرئیل
نے اپنا پیر زمین پر مارا جس سے پانی کے چشمے ظاہر ہوئے، خود وضو کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وضو
کیجیے، حضور نے وضو کیا، جبرئیل نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور حضور نے جبرئیل کی اقتدا کی۔ جب
جبرئیل غائب ہو گئے تو آنحضرت اس طرح سہمے ہوئے گھر آئے کہ گردن اور دوش کے درمیان کا
گوشت پھڑک رہا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اڑھا دو پس کوئی چیز اڑھا دی گئی، یہاں تک کہ خوف
جاتا رہا۔ اس وقت، حضرت خدیجہ سے کہا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ نے کہا آپ
ڈریے نہیں، خدائے تعالیٰ آپ کو کسی بلا میں مبتلا نہ کرے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی یہ
حالت اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کر دوں۔ ورقہ وہ شخص ہے کہ زمانہ جاہلیت
میں دین قریش اور نصرانی کو چھوڑ کر موحد ہو گئے تھے، اور انجیل کا اچھی طرح علم تھا۔ پس حضرت
خدیجہ ورقہ کے پاس گئیں۔ اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے مجھ کو جبرئیل کے بارے میں کچھ بتائیے۔
یہ سن کر ورقہ نے کہا قدوس قدوس۔ جبرئیل خدا کے امین ہیں خدا اور اس کے پیغمبروں
کے درمیان، خدیجہ نے کہا، (میرے سرتاج) محمدؐ کہتے ہیں کہ جبرئیل میرے پاس آئے تھے، اور
پوری کیفیت دہرا دی۔ ورقہ نے کہا، محمدؐ کو میرے پاس بھیج دو تا کہ وہ خود مجھ سے اپنا حال
بیان کریں، آنحضرت ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سب حال بیان کیا۔ ورقہ نے سن کر
کہا کہ بشارت ہو تم کو اے محمدؐ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ
علیہ السّلام نے دی تھی، کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔ میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ ہی احمد اور خدا کے رسولؐ ہیں۔ اور آپ جلد ہی کفار سے جہاد کرنے پر مامور
ہوں گے۔ اے کاش میں اس دن زندہ رہتا تو ضرور آپ کی نصرت کرتا۔
جب آنحضرت کو روشن دلیلوں سے معلوم ہو گیا کہ میں رسول برحق ہوں، سب سے پہلے
آپ نے حضرت خدیجہ کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی، وہ بے توقف آپ پر ایمان لائیں

اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسی دن سہ پہر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے، اس لئے آپ آنحضرت کی آغوشِ تربیت میں تھے، جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز زور پکڑتا جارہا ہے۔ اور پیغمبرِ خدا کا کام ترقی کر رہا ہے، تو ان کا حسد اور سرکشی اور دشمنی زیادہ ہوگئی۔ مگر آنحضرت کو کوئی تکلیف نہ پہونچا سکے۔ کیونکہ ابو طالب[۱] آپ کی پُرزور حمایت کرتے تھے۔ اور دوسرے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب، ابو طالب کی حمایت میں کوشش کرتے تھے۔

پس تمام اشراف قریش جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے، اور کہنے لگے ہماری دو باتوں میں کسی ایک کو کیجئے یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اس کو ہلاک کر دیں، یا ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے، اور یقین کیجئے کہ اگر وہ ہمارے بتوں کی برائی اور دشنام دہی سے باز نہ آئیں گے تو ہم ان کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ابو طالب کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، حضرت ابو طالب نے کسی کو بھیج کر آپ کو طلب فرمایا، اور کہا تمہاری قوم کے لوگ آئے تھے اور کچھ باتیں مجھ سے کر گئے۔ اور مجھ کو تمہارے معاملہ میں جدال و قتال کا وعدہ کر گئے ہیں۔ اب تم اپنی جان پر رحم کرو اور اس امر کی تکلیف نہ کرو جس کی طاقت نہ مجھ میں ہے اور نہ تم میں، اور ان پر طعن کرنے اور ان کے معبود (بتوں) کو برا کہنے سے اپنی زبان کو روکو، ورنہ یہ بات ہمارے اور ان کے درمیان جدائی کا سبب ہوگی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید ابو طالب میری حمایت سے دست بردار ہو رہے ہیں، اور مجھ کو کفار کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، فرمانے لگے۔

"اے میرے چچا! اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیں) اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ اس امر حق سے باز آجاؤں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں تک خداوندِ عالم دین کو آشکارا کرے یا میں فنا ہو جاؤں۔ یہ فرما کر مجلس سے اٹھے اور جانے لگے۔ ابو طالب کو آنحضرت کی باتوں سے رقت طاری ہوگئی، اور کہنے لگے جان برادر! پلٹ آؤ۔ پیغمبرِ خدا واپس آئے۔ ابو طالب نے کہا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ اور اس معاملہ میں جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ رہوں گا کفارِ قریش کی مجال نہیں

---

[۱] محسن الملک: ندا ان کے ہوا خواہ بتائیں کہ ابو طالب، بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، جو آنحضرت کی پُرزور حمایت کر رہے تھے دشمن تھے یا دوست؟ کہیں دشمن بھی کسی کی حمایت کرتا ہے؟ عابد حیدری

کہ تمہیں ستا سکیں،، خلاصۃ روضۃ الاحباب جلد اول ص۱۱۱ تا ص۱۲۴

یہ واقعات اسلام کی تاریخ کی تمام کتابوں میں درج ہیں۔ جب کفار کی یہ تجویز بھی ناکام ہوگئی تو طے کیا کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ جب حضرت ابو طالب کو اس کا علم ہوا تو آنحضرت اور دوسرے بنو ہاشم کو لے کر اپنے شعب میں چلے گئے جو شعب ابو طالب کے نام سے مشہور ہے[1]۔ اور وہاں تین سال تک ابو طالب اور دوسرے بنو ہاشم آنحضرت کی دل و جان سے حفاظت کرتے رہے، اس قدر تکلیف اٹھائی کہ ضروریات زندگی کی چیزیں بھی نہیں مل سکتی تھیں کیونکہ قریش نے ان کے ہاتھ خرید و فروخت بالکل بند کر دی تھی۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) وفی المواھب اللدینۃ لما رای قریش عز النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن معہ وعز اصحابہ بالحبشۃ واسلم عمر وفشو الاسلام فی القبائل، اجمعوا علی ان یقتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک ابا طالب فجمع بنی ہاشم وبنی عبد المطلب ودخلوا رسول اللہ شعبھم ومنعوہ ممن اراد قتلہ فاجابوہ لذلک حتی کفارھم فعلوہ ذلک حمیۃ علی عادۃ الجاھلیۃ فلما رات قریش ذلک اجتمعوا وائتمروا ان یکتبوا کتابا یتعاقدون فیہ علی بنی ھاشم وعبد المطلب ان لا ینا کحوھم ولا یبایعوھم ولا یخالطوھم ولا یقبلوا منھم صلحا ابدا حتی یسلموا رسول اللہ للقتل وکتبوا فی صحیفہ بخط منصور بن عکرمہ بن ھشام وقیل بغیض بن عامر

مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی عزت روز بروز بڑھ رہی ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں بھی عزت سے ہیں اور جناب عمر اسلام لا چکے ہیں، اور عرب کے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل رہا ہے تو قریش نے اجماع کیا کہ نبی صلعم کو قتل کر دیا جائے، حضرت ابو طالب کو قریش کے اس ارادہ کی جب خبر پہونچی تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو جمع کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابو طالب میں لے کر چلے گئے، اور تمام لوگوں سے اس بات کی خواہش کی کہ رسول صلعم کو قتل کرنے والوں کے ارادے سے محفوظ رکھیں چنانچہ سب نے آپ کی بات پر لبیک کہا۔ یہاں تک کہ وہ کفار بنی ہاشم جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے جاہلیت کی عادت کے مطابق حمیت وغیرہ کی بنا پر حفاظت کرنے

---

[1] فرزندان اسلام بتائیں کہ اس نازک وقت میں آنحضرت کے مونس و مددگار کون لوگ تھے؟ کیا آپ کی تاریخ بنو ہاشم کے علاوہ کسی اور صحابی کا نام پیش کر سکتی ہے؟ کیا شعب ابو طالب میں محصور ہونے والے عزیز آنحضرت کے دشمن تھے؟ ۱۲ عابد حیدری

فشلت يده وعلقوا الصحيفة في جوف الكعبة هلال المحرم سنة سبع من النبوة فانحاز بنو هاشم وبنو عبد المطلب الى ابي طالب و دخلوا معه شعبه الا ابا لهب فكان مع قريش اقاموا على ذلك سنتين او ثلاثا، وقال ابن سعد سنتين حتى جهدوا وكانت قريش قد قطعت عنهم الميرة والمادة وكان لا يصل اليهم شيء الا سرا وكانوا لا يخرجون الا من موسم الى موسم"

تاریخ خمیس جلد اول ص ۲۹۷

میں شریک ہوئے، قریش نے ابو طالب کا یہ انتظام دیکھا تو دوبارا جماع کیا۔ اور یہ طے کیا کہ ایک معاہدہ لکھا جائے جس میں تاکید ہو کہ کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے شادی بیاہ، خرید و فروخت اور میل جول نہ کرے اور جب تک رسول اللہ کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک صلح نہ کی جائے۔ بالآخر اس مضمون کا عہدنامہ منصور بن عکرمہ بن ہشام کے ہاتھ سے اور ایک قول کے مطابق بغیض بن عامر کے ہاتھ سے لکھوایا، لکھتے ہی اس کا (کاتب کا) ہاتھ شل ہو گیا۔ اس عہدنامہ کو شروع محرم سنہ ۷ بعثت خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب جناب ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے، اور آپ کے ہمراہ شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ مگر ابو لہب نہیں گیا، وہ قریش ہی کے ساتھ رہا۔ یہ حضرات اس میں دو یا تین سال تک رہے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ دو ہی سال محصور رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے سخت زحمتیں اٹھائیں اور قریش نے ان سے رسد وغیرہ بالکل بند کر دی تھی، اور مطلقاً کوئی چیز ان تک نہیں پہونچ سکتی تھی ہاں پوشیدہ طریقے سے کچھ چیزیں پہونچ جاتی تھیں اور وہ حضرات شعب سے سال بسال، زمانہ حج میں نکل پاتے تھے۔"

(۲) شبلی نعمانی کا بیان :۔

"حق ذوی القربیٰ اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ ان لوگوں نے ابتدائے اسلام میں آنحضرت کا ساتھ دیا جب کفار نے زیادہ مجبور کیا تو تمام بنو ہاشم نے جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے آنحضرت کا ساتھ دیا، جب آنحضرت مکہ سے نکل کر پہاڑ کے ایک درے میں پناہ گزیں ہوئے تو سب بنو ہاشم ساتھ تھے"۔ (الفاروق ص ۲۰۱)

(۳) ان قريشا وكنانة تحالفت على بني هاشم وبني عبد المطلب ان لا يناكحوهم ولا يبايعوهم حتى يسلموا اليهم النبي صلعم (بخاری)

قریش اور کنانہ نے باہم حلف لیا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ مناکحت اور خرید و فروخت بند کر دی جائے، جب تک کہ وہ نبی صلعم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔

(۴) اس جگہ تاریخ کامل کے اردو ترجمہ عروج الاسلام سے ایک روایت درج کی جاتی ہے جو ابو طالب کی کمال محبت پر روشن دلیل ہے۔

تاریخ کامل کا اردو ترجمہ ہے "عروج الاسلام"

جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ ابو طالب رسول اللہ سے کنارہ کش نہیں ہوتے، بلکہ وہ آپ کی طرفداری اور قوم کی عداوت کے لئے مضبوط ہیں تو عمارہ بن الولید کو ابو طالب کے پاس لائے اور کہا کہ عمارہ بن الولید قریش کا ایک نوجوان ہے جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور نہایت حسین ہے، اسے تو لے لے۔ اس کی عقل اور قوت بڑے کام آئے گی، اسے تو اپنا بیٹا بنا لے، اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے جس نے ہمیں سفیہ بنایا ہے، ہمارے دین کی مخالفت کرتا ہے اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیتا ہے۔ اسے ہم مار ڈالیں گے۔ آدمی کے بدلے آدمی ہوتا ہے۔

ابو طالب نے کہا، کیا لغو بات تم مجھ سے چاہتے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھانا کھلاؤں اور پرورش کروں۔ اور میرا بیٹا مجھ سے عوض میں لیتے ہو کہ اسے تم قتل کر ڈالو۔ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا کہ اے ابو طالب لوگوں نے یہ بات انصاف کی کہی ہے۔ مگر مجھے تیرا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اسے نہ مانے گا۔ ابو طالب نے کہا انھوں نے یہ بات انصاف کی تو نہیں کہی مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ اور میرے برخلاف قوم کا شریک ہوتا ہے تو تجھے اختیار ہے، جو چاہے کر، اس پر بڑی سخت گفتگو ہوئی اور سب و شتم کی نوبت پہونچی "۔ مروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ آگرہ۔

(۵) دو سال کے بعد جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو عبد المطلب کا بیاسی برس کی عمر میں انتقال ہو گیا، اور آپ اپنے دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے، عبد المطلب کے بعد ابو طالب نے آپ کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری لی اور ہمیشہ نہایت محبت کے ساتھ اپنے بیٹے کی طرح آپ کو رکھا، کبھی بغیر آپ کے کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کو پیغمبری کا منصب ملنے سے پہلے اور اس کے بعد اپنی وفات تک آپ کے حامی رہے "۔

رسالہ ذکرِ مبارک صفحہ ۔، مولفہ جناب میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ نواب زادہ میجر حاجی حمید اللہ صاحب، مطبوعہ علی گڑھ مصححہ جناب مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب صدر الصدور حیدر آباد دکن۔

(۶) وکان ابو طالب فی کل لیلۃ یامر رسول اللہ صلعم ان یاتی فراشہ فیضطجع بہ فاذا نام الناس قاقامہ وامر احد بنیہ او غیرھم من اخوانہ

جناب ابو طالب ہر رات رسول اللہ صلعم کو اپنے بستر پر آرام کرنے کو فرمایا کرتے اور خود آنحضرت کے ساتھ سوتے تھے، لیکن جب لوگ سو جاتے تھے، تو ابو طالب

وابن عمه ان یضطجع مکانه خوفا علیه ان یقتله من یرید به السوء "انسان العیون" مولفہ محدث علی بن برہان بن شافعی ہے۔

آپ کو وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ سلاتے اور بجائے آپ کے اپنے کسی اور بیٹے یا بھائی یا بھتیجے کو سلا دیتے تھے اس خوف سے کہ جو لوگ آنحضرت کو قتل کرنا چاہتے وہ اپنے برے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

مذکورہ بیانات سے معلوم ہوا کہ اس سخت مصیبت میں آپ کے اصحاب ثلاثہ شریک نہیں تھے، جناب عثمان حبشہ چلے گئے تھے اور حضرت ابوبکر وعمر کفار قریش کی پناہ میں رہ کر آرام کر رہے تھے۔ مزید تسلی کے لئے مواہب لدنیہ صفحہ ۵ کی ایک روایت پڑھیئے۔

كان اول من ظهر الاسلام ستة مع رسول الله صلعم ابی بکر وعمار وامه سمیه وصهیب وبلال والمقداد فاما رسول الله فمنعه عمه ابی طالب، واما ابی بکر فمنعه الله بقومه واما سائرهم فاخذهم المشرکون فالبسهم ادراع الحدید وصهرهم فی الشمس

شروع میں چھ آدمی رسول اللہ پر ایمان لائے تھے ابوبکر، عمار، اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صہیب اور بلال اور مقداد رسول اللہؐ حضرت ابوطالب کی حفاظت میں رہے اور ابوبکر اپنی قوم کی پناہ میں رہے۔ باقی لوگوں کو کفار نے پکڑ لیا۔ اور انھیں لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو تپتی دھوپ میں بٹھا دیا۔

ان بیانات کے بعد اب ہم ذیل میں چند وہ روائتیں پیش کرتے ہیں جس سے جناب ابوطالب کا مومن کامل ہونا ثابت ہوگا۔

(۱) جب صحیفہ لکھا گیا اور کعبہ میں لٹکایا گیا، تو ان لوگوں نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو چھوڑ دیا، اور ابوطالب اور ان کے ساتھی اس گھاٹی میں تین سال تک رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا اس نے جو کچھ ظلم اور قطع رحم کی باتیں اس میں لکھی تھیں وہ کھالیں، اور صرف اللہ کے نام اس میں چھوڑ دئے، پھر جبرئیل نبی صلعم کے پاس آئے اور انھیں اس کی خبر دی، نبی صلعم نے اپنے چچا ابوطالب سے یہ بات بیان کی، ابوطالب آپ کی سب باتوں کو سچ مانتے تھے کسی بات میں شک نہیں کرتے تھے اس لئے وہ گھاٹی سے نکل کر حرم میں گئے اور عمائد قریش کو جمع کیا۔ اور کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ کی طرف دیمک بھیجی ہے۔ وہ قطع رحم اور ظلم کی تحریر تو کھا گئی، اور اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑ دیا۔ اسے لاکر دیکھو، اگر وہ سچا نکلے تو جان لو کہ تم ظالم اور قاطع الرحم ہو، اگر وہ جھوٹا نکلے تو تم حق پر۔ اور ہم باطل پر ہیں یہ سنتے ہی وہ جلد اٹھے اور اسے لاکر دیکھا، تو ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا، پھر ابوطالب

راوی کو ضعیف اور مجہول بتا کر بیجا تاویلات اور توجیہات کر کے ان برائیوں اور مذمتوں کا الزام شیعوں پر رکھ دیا۔ مثلاً باب دہم میں لکھتے ہیں:۔

"باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام و ام المومنین عائشہ صدیقہ کہ شیعہ در کتب خود آوردہ اند و ان مطاعن را از کتب اہل سنت بزعم خود ثابت نمودہ" صلا۲۶۲[1]

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون و بدنام کہتے ہیں، کتب اہل سنت میں وہ برائی نہیں۔ حالانکہ اصحاب ممدوحین اور بعض ازواج رسول کی مذمت میں بہت سی روائتیں صحاح ستہ وغیرہ میں درج ہیں۔ اور متقدمین محدثین مفسرین محققین نے ان لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت طعن کئے ہیں۔ اور ان کے اسلام کو داغدار ثابت کیاہے۔ اور ان تمام مطاعن کا منبع، اصح الکتب بعد کلام الباری صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں جن میں صحابہ کی مذمت اور برائی میں حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔

قال عبد اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الیَّ رجال منکم حتی اذا ھویت لاناولہم اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی فیقول لا تدری ما احدثو بعدک[2]۔

دیکھو مظاہر حق شرح مشکوٰۃ باب حشر ۲۳ و باب حوض صلا۳۵

سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا ساقی ہوں گا تم میں سے کچھ لوگ میری طرف بڑھیں گے جب میں ان کو دینے کے لئے جھکوں گا تو وہ میرے سامنے سے ہٹا دئے جائیں گے، میں بارگاہ ایزدی میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، ارشاد ہوگا کہ یہ وہ اصحاب ہیں جنھوں نے تمہارے بعد دین میں بدعتیں کیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی اپنی مسروقہ تحفہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ مگر یہ لکھ کر دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔

ہیچکس از اہل سنت آن جماعت را صحابہ نمیداند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست (تحفہ)

کوئی بھی سنی اس جماعت کو صحابی نہیں مانتا۔ اور ان کی اچھائی اور بزرگی کا معتقد نہیں۔

انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر دوسری جلد میں ہوگا۔ پس یہ تمام جواہر بے بہا اور گوہر گرانمایہ اسی معدن و مخزن سے شیعوں کے ہاتھ لگے ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے بقول حافظ شیرازی۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

(حاشیہ) [1] تحفہ صلا۲۶۲ ۱۲ عابد حیدری [2] بخاری جلد ۴ صلا۱۳۶ سطر ۸ ۱۲ عابد حیدری

شاہ عبدالعزیز نے مانا کہ صحابہ کی ایک جماعت کو صحابی نہیں کہا جا سکتا

زور پر چڑھ گئے، اور ان کی آواز میں شدت آگئی، اور کہنے لگے کہ تم پیغمبر کو ساحر کہتے ہو اور اس پر بہتان باندھتے ہو، بعد ازاں یہ لوگ جن کا ذکر ہوا اٹھ کھڑے ہوئے، اور صحیفے کو رد کر دیا۔ ابو طالب نے اس واقعہ کی نسبت یہ اشعار کہے ہیں۔

وقد کان فی امر الصحیفۃ عبرۃ — متی ما یخبر غائب القوم یعجب

صحیفہ کے معاملہ میں ایک بڑی عبرت کی بات نظر آتی ہے — اس کے حال سے جب کسی غائب شخص کو اطلاع دیجاتی ہے تو تعجب کرتا ہے۔

محی اللہ منہم کفرہم وعقوقہم — وما نقموا من ناطق الحق معرب

جو کچھ انھوں نے کفر اور عقوق کیا تھا خدا نے اسے محو کر دیا — اور حق کے ساتھ انھوں نے خلاف کیا تھا وہ ظاہر ہو گیا ہے

فاصبح ما قالوا من الامر باطلاً — ومن یختلق ما لیس بالحق یکذب

جو جو باتیں انھوں نے کہی تھیں وہ باطل ہو گئیں — بیشک ہے جو شخص حق کے خلاف باتیں بناتا ہے ایسے لوگ

جھوٹا بنایا کرتے ہیں۔ عروج الاسلام جلد ۶ صہ ۱۳۹ ۔ صہ ۱۵۰ وابو الفداء جلد اول صلا

(۲) حضرت ابو طالب نے جو وصیت کی تھی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

ابو طالب بنی عبدالمطلب را در وقت موت خود می طلبید و گفت اگر سخن محمد را بشنوید ہمیشہ بر خیر و نکوئی او خواہید بود و اتباع امر وے کنید و اعانت او نمائید، و نصرت دہید، تا فلاح و رشد، یابید۔ ۔ ۔ باوجود ان میگویند کہ وے ایمان نیاوردہ و مسلمان از عالم نہ رفت، علماء جواب میگویند کہ ابو طالب اقرار کرد بزبان و تصدیق کرد، بدل" مدارج النبوۃ صہ ۱۲ لہ

حضرت ابو طالب نے اپنے انتقال کے وقت بنی عبدالمطلب کو بلا کر وصیت کی کہ محمدؐ جو کچھ فرمائیں اگر اس کو سنو گے اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آؤ گے اور ان کی پیروی کرو گے اور ان کی نصرت اور اعانت کرتے رہو گے، تو ضرور نجات پاؤ گے ..... (ابو طالب کے اس واضح بیان کے) باوجود لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور دنیا سے مسلمان نہیں گئے۔ علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ انھوں نے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کری تھی۔

(۳) ولما اشتد مرضہ قال لہ رسول اللہ صلعم یا عم قلہا استحل لک بہا، شفاعتی، یوم القیامۃ

جب حضرت ابو طالب کا مرض سخت ہو گیا، تو جناب رسول خدا نے فرمایا اے چچا میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ کلمہ پڑھ دیجئے تاکہ

لہ ایضاً صہ ۲۷ ۔ صہ ۱۲ جلد ۲ سطر ۱۲

یعنی الشھادۃ فقال لہ ابو طالب یا ابن اخی لولا مخافۃ السبۃ وان تظن قریش انما قلتھا جزعا من الموت لقلتھا فلما تقارب من ابی طالب الموت جعل یحرک شفتیہ فاصغی الیہ العباس باذنہ وقال واللہ یا ابن اخی لقد قال الکلمۃ التی ان یقولھا فقال رسول اللہ الحمد للہ الذی ھداک یا عم ھکذا اروی عن ابن عباس والمشھور انہ مات کافرا ومن شعر ابی طالب یدل علی انہ کان مصدقا لرسول اللہ قولہ،

قیامت کے دن میری شفاعت کے مستحق ہوں۔ یعنی کلمہ شہادتین کا اقرار فرمائیں۔ ابو طالب نے جواب دیا اے میرے فرزند! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا، وہ کہیں گے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا، تو ضرور کلمہ پڑھ لیتا، لیکن جب موت کا وقت بالکل قریب ہوا، اپنے لبوں کو حرکت دے رہے تھے جناب عباس نے اپنا کان لگا کر غور سے سنا تو آنحضرت سے کہنے لگے، اے فرزند، خدا کی قسم ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ دیا جس کو پڑھنے کے لئے آپ فرما رہے تھے، یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی ھداک یا عم "(اے چچا تمام حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کی ہدایت فرمائی) ابن عباس سے تو یہی روایت ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ وہ کافر مرے مگر خود جناب ابو طالب کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ کی رسالت کے تصدیق کرنے والے تھے۔

چنانچہ ان کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:-

ودعوتنی وعلمت انک صادق		ولقد صدقت وکنت ثم امینا

اے پیغمبر! آپ نے مجھے (دین حق کی) دعوت دی، میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اپنی دعوت میں سچے ہیں، بے شک آپ سچے و امین ہیں۔

ولقد علمت بان دین محمدؐ		من خیر ادیان البریۃ دینا

اور یہ بھی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمدؐ جو دین لائے ہیں، وہ دنیا کے تمام دینوں میں سے بہتر ہے۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم		حتی اوسد فی التراب دفینا

خدا کی قسم، تمام کفار قریش مل کر بھی آپ کو ستا نہیں سکتے، یہاں تک میں خاک میں دفن کر دیا جاؤں گا۔

تاریخ ابو الفداء صـ ۱۲۳ مطبوعہ لندن

(۴) علامہ سید علی حائری طاب ثراہ سے ایمان و اسلام ابو طالب کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا، ممدوح نے جو جواب کتب اہل سنت سے دیا وہ ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے، یہ جواب مشہور اخبار، اثنا عشری دہلی مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۱ء کو شایع ہوا تھا۔

(۱) احسن المطالب فی نجات ابی طالب میں سید احمد بن سید زینی دحلان نے

حضرت ابو طالب کے ایمان سے اشعار

علامہ حائری کو ایمان ابو طالب ثابت کیا —

اور میبذی نے اپنی شرح دیوان میں اور برزنجی و دیگر محققین علماء اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ ابوطالب کی نجات کے متعلق بہت سے علماء محققین اور اولیاء عارفین قائل اور معترف ہیں۔ ان میں قرطبی، شعرانی بھی صریح لفظوں میں ایمان ابوطالب کے معترف ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے فضلاً ہیں جو اس بات کو کہہ گئے ہیں کہ ہمارا بھی اعتقاد ہے اور ہم اسی اعتقاد کے ساتھ خدا کے سامنے جائیں گے، مواہب لدنیہ اور اسنی المطالب میں برزنجی، ابونعیم، اور بیہقی سے منقول ہے۔

ان النبی ﷺ حضر ابا طالب عند الموت و عندہ ابوجهل وعبد الله بن امیة المخزومی، فقال النبی یا عم قل لا اله الا الله کلمة احاج بها لك عند الله فقال ابوجهل وعبد الله ابن امیة یا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب فلم یزالا یردانه حتی قال ابی طالب علی ملة عبد المطلب فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر الیه العباس، فراه یحرک شفتیه فاصغی الیه باذنه فسمع الشهادة فقال للنبی صلی الله یا ابن اخی والله لقد قال الکلمة التی امرته بها و لم یصرح من لفظة لا اله الا الله لکونه لم یکن اسلم،[1]

جناب ابوطالب کی وفات کے وقت پیغمبر اسلام تشریف لائے۔ اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ مخزومی موجود تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھئے تاکہ میں خدا کے سامنے حجت پیش کروں، آپ کے (ایمان واسلام کے) بارے میں یہ سنکر ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ مخزومی بول اٹھے اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر چکے ہو؟ ان کے اصرار پر ابوطالب نے جواب دیا، نہیں، میں عبدالمطلب ہی کے دین پر قائم ہوں، جب موت کا وقت بالکل قریب آیا، عباس نے دیکھا کہ ابوطالب کے دونوں لب ہل رہے ہیں۔ اپنا کان لگا کر غور سے سنا وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے، عباس فوراً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے اے یادگار برادر! خدا کی قسم ابوطالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کے پڑھنے کا آپ حکم فرما رہے تھے۔ اور عباس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصریح نہیں کی اس لئے کہ آپ خود اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔

---

[1] اسنی المطالب مطبوعہ مصر ۱۳۰۸ھ ص ۱۲ منہ

برزنجی، زینی، بنیرہ جوزی، واقدی وغیرہ بروایت ابن سعد، ابن عساکر و محمد بن اسحاق لکھتے ہیں:

(ب) قال لما توفی ابو طالب اخبرت رسول اللہ صلعم فبکی بکاء شدیداً ثم قال صلعم اذہب فغسلہ وکفنہ ودفنہ غفر اللہ لہ ورحمہ

(حضرت امیر المومنین) فرماتے ہیں کہ جب (میرے پدر بزرگوار) جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا، میں نے آنحضرت کو اس کی خبر دی، آنحضرت بہت روئے اور فرمایا اے علیؑ جاؤ انھیں غسل وکفن دو اور دفن کرو، خدا ان کو بخشے اور رحم کرے۔

ابو داؤد، نسائی، ابو الجارود، ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کو جناب امیر سے روایت کیا ہے۔

تذکرۃ الائمہ میں بنیرہ ابن جوزی، ابن سعد اور واقدی سے روایت ہے۔

(ج) قال لہ العباس یا رسول اللہ انک لترجو لہ فقال صلعم ای واللہ لارجو لہ وجعل رسول اللہ صلعم یستغفر لہ ایاماً لا یخرج من بیتہ

(جناب ابو طالب کے دفن ہونے کے بعد) جناب عباس نے آنحضرت سے فرمایا، آپ ابو طالب کی نجات کی امید رکھتے ہیں، آنحضرت نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں، اس کے بعد آنحضرت کئی دن تک جناب ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لائے۔

(د) بنیرہ جوزی نے واقدی، اور ابن عباس سے روایت کی ہے۔

خلما فی رسول اللہ جنازۃ ابی طالب فقال وصلت الرحم جزاک اللہ یا عم خیرا"

پیغمبر اسلام جنازۂ ابو طالب پر تشریف لائے، فرمایا، اے چچا آپ نے صلۂ رحمی "کیا خدا آپ کو جزائے خیر دے"

(ہ) اسی طرح مناقب میں رازی، نے ذخائر العقبیٰ میں محب الدین طبری اور زینی، اور برزنجی، اور ابو نعیم وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلعم اذا کان یوم القیمۃ شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاھلیۃ"

رسول اللہ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اپنے ماں باپ اور چچا ابو طالب، اور زمانہ جاہلیت میں جو میرا بھائی تھا، ان سب کی شفاعت کروں گا۔

ابو نعیم نے توضیح کی ہے کہ وہ بھائی زمانۂ جاہلیت کا رضاعی بھائی تھا۔

خود ابو طالب کے کثرت سے اشعار ہیں جو ان کے مسلمان اور موحد ہونے کی روشنی

دلیل ہیں۔ زینی اور برزنجی نے لکھا ہے کہ شعب ابو طالب کو قریش کے محاصرہ کرنے کے وقت ابو طالب نے ایک طویل خطبہ مخاطبت قریش میں انشاء فرمایا اور حسب ذیل اشعار ان کے عقیدہ حقہ اور اسلام پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

الم تعلموا انا وجدنا محمدًا ۔ رسولاً کموسیٰ صح ذلک فی الکتب

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے محمد صلعم کو رسول پایا، موسیٰ کی طرح جس کی صحت کتب (آسمانی) میں موجود ہے

وخیر بنی ہاشم احمد ۔ رسول الالہ علی فترۃ

بنو ہاشم میں سب سے بہتر احمد ہیں، زمانہ فترت کے بعد خدا کے رسول ہیں

نبی اتاہ الدین من عند ربہ ۔ بصدق وحق لا تکن حمزہ کافرا

(محمدؐ) نبی ہیں جو دین کو سچائی اور حقانیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہیں۔ لہٰذا اے حمزہ تم انکار نہ کرنا۔

اشعار ابو طالب رض

پھر اقرار توحید میں فرمایا ہے۔

ورب الناس لیس لہ شریک ۔ ھو الوھاب والمبدی والمعید

یعنی سب کا پالنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ شروع میں سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی پھر سب کو پلٹائے گا۔

ایک محقق کے لئے میرے خیال میں تسلیم اسلام ابو طالب کے متعلق اسی قدر کافی ہے اور کسی ناقد بصیر کو اس کے بعد اسلام ابو طالب کے متعلق شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے گواہی دی کہ خدا نے ان کو بخش دیا، اور ان پر رحم کیا۔ آنحضرت نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ قرآنی بات ہے کہ مومن کافر کے لئے دعائے خیر نہیں کرتا، چہ جائیکہ رسول اللہؐ۔

(د) حاشیہ شفائے عیاض پر امام احمد بن حسین حنفی موصلی اور علی جمہوری اور تلمسانی سے نقل کیا گیا ہے۔

ان بغض ابی طالب کفر لانہ کان حامی النبیؐ وناصرہ ومربیہ فذمہ ذم النبیؐ وایذائہ ایذاء النبیؐ ومن یذمہ فھو کافر وجب قتلہ عند المالکیۃ وان تاب یجب قتلہ۔

یعنی ابو طالب سے بغض رکھنا کفر ہے، کیونکہ آپ نبی کے حامی، مددگار، مربی ہیں۔ ابو طالب کی مذمت نبیؐ کی مذمت ہے اور ابو طالب کو ستانا پیغمبر اسلام کو ستانا، اور جو نبی کی مذمت کرے وہ

کافر ہے۔ اس کا قتل کر دینا واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ان کی مذمت کرنے والا توبہ بھی کرے تب بھی واجب القتل ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ابوطالب کا اپنے بیٹوں کو پیغمبر کا ساتھ دینے کی تاکید کرنا، اور اپنے بھائیوں، عباس و حمزہ وغیرہ کو اسلام لانے کی بے حد رغبت دلانا یہ سب باتیں نتیجہ ظاہر کر رہی ہیں کہ ابوطالب اسلام کو صرف اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسا حق مانتے تھے کہ لوگوں کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور پیغمبر صلعم و نیز دین اسلام کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے حضور ختمی مآب صلعم کو حقیقی فرزندوں سے زیادہ عزیز اور دوست رکھتے تھے

(۵) شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے، حضرت عباس نے جو اس وقت تک کافر تھے، کان لگا کر سنا تو آنحضرت سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابوطالب وہی کہہ رہے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۶ [1]

ابوطالب نے آنحضرت صلعم کے لئے جو جاں نثاریاں کیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے، آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے، فاقے کئے، شہر سے نکالے گئے، تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ جوش یہ جان نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی" سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ نامی پریس کانپور۔

(۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

چوں ابوطالب وفات یافت سید عالم ہمراہ جنازہ ابوطالب میرفت، ومی گفت اے عم من صلۂ رحم بجا آوردی و درحق من ہیچ تقصیر نہ کردی خدا ترا جزائے خیر دہد" "مدارج النبوۃ"

جب ابوطالب نے انتقال کیا تو آنحضرت جناب ابوطالب کے جنازے کے ہمراہ جا رہے تھے" اور فرماتے تھے اے میرے چچا، آپ نے حق صلۂ رحمی ادا کیا، اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی خدا آپ کو بہترین جزا دے"

معاذ اللہ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو آنحضرت کے سینہ سپر نہ رہتے۔ کہیں اسلام کا دشمن

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۴۳ طبع دوم ۱۲ عابد حیدری

[2] ایضاً " " صفحہ ۱۳۱ " "

اسلام کے بانی کی نصرت کر سکتا ہے۔

اگر آنحضرت کو ابو طالب کی اسلامی حمایت اور ایمانی محبت پر اطمینان نہ ہوتا تو ان کی وفات پر محزون نہ ہوتے اور آیۂ مندرجہ ذیل کے خلاف دعائے مغفرت نہ فرماتے۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔"
پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۴

جبکہ نبی اور مومنین پر ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی ہیں تو اس کے بعد مناسب نہیں کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرے، خواہ وہ مشرکین قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں۔"

ابو طالب کے بارے میں مذکورہ بیانات کو پڑھیئے اور اپنے خلفاء کے سچے اسلام اور آپ کے ایمان سے تقابل کیجئے۔ جو عمر بھر تذبذب میں رہے، شرک خفی میں مبتلا رہے (فی الحال ذیل کے بیانات پڑھیئے آئندہ انشاء اللہ بہت کچھ آئے گا۔)

ان الشیخین ھربا یوم احد، ورجع عمر ولم ینشف دموعہ ولیسئل علیا العفو، فقال الست المنادی قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم فقال انما قالھا ابو بکر۔
(مسند احمد بن حنبل۔)

اس میں شک نہیں کہ حضرات شیخین جنگ احد میں بھاگ گئے، پھر حضرت عمر آنسو پونچھتے ہوئے واپس آئے۔ اور حضرت علیؑ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے ندا نہیں دی تھی کہ محمدؐ قتل ہو گئے لہذا اے لوگو! اپنے سابقہ دین (بت پرستی) کی طرف لوٹ جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے میں نے نہیں کہا تھا بلکہ ابو بکر نے کہا تھا۔

جنگ احد میں عمر یا ابوبکر نے آواز دی کہ محمدؐ قتل ہو گئے اپنے آبائی دین کی طرف لوٹو

اخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی رسول اللہ صلعم فقال یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابو بکر وھل الشرک الا من جعل مع اللہ الٰھا آخر قال النبی صلعم والذی نفسی بیدہ للشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔
تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۵ سطر ۳۰

بخاری نے ادب مفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جناب ابو بکر کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرتؐ نے ابو بکر سے فرمایا تم میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے، پس ابو بکر نے کہا کیا شرک یہی تو ہے کہ آدمی خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود قرار دے، تو آنحضرت نے فرمایا، اسی خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ضرور شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ خفی موجود ہے۔

سبحان اللہ صد آفریں اس سچے مذہب پر اور ہزار تحسین ان عقاید پر، ابو طالب جن کے ایمان و اسلام کی تصدیق قرآن، حدیث علماء کے ارشادات، خود ان کے بیانات سے ہوتی ہے۔ ان کو تو آپ کافر و مشرک کہیں، اور جو حضرات جہاد سے بھاگ جائیں اور شرک خفی میں آلودہ ہوں ان کو آپ تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں، ابریں عقل و دانش بباید گریست شاید آپ ہی ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ہے۔

ھم لا یعلمون، ھم لا یعقلون، ھم لا یتدبرون، ھم لا یتفکرون
وہ لوگ کچھ نہیں جانتے، وہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے، وہ لوگ کچھ غور نہیں کرتے، وہ لوگ کچھ نہیں سوچتے،

ھم لا یتذکرون
وہ لوگ نہیں یاد کرتے! وہ لوگ یہ سب نہیں کرتے تو پھر کیا کرتے ہیں۔ فی طغیانھم یعمھون۔

اسی طرح جناب خدیجہ کی سابق الاسلامی خود بخاری شریف سے ثابت ہے۔

(۱) "جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے میری رسالت سے انکار کیا، میری رسالت کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا، اور اپنا مال مجھ پر اس وقت صرف کیا جب کہ لوگوں نے مجھے نہ دیا۔"

ترجمہ صحیح بخاری مطبع احمدی لاہوری ص۱۸۰ - ۱۹۔ کتاب المناقب،

(۲) ارشاد خداوندی ہے۔

ووجدک عائلا فاغنی۔ یعنی تم کو خدا نے تنگدست پایا پس غنی بنا دیا۔

اس آیۃ کی تفسیر، مفسرین اہلسنت نے حسب ذیل کی ہے۔

خدائے پاک کے اس ارشاد سے وہ مال مراد ہے جو حضرت خدیجۃ الکبری علیہا السلام نے آنحضرت پر صرف کیا تھا، معالم التنزیل ص۹۹۲،

(۳) ولادت کے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب تہی دست رہ گئے، دادا اور چچا نے پرورش کیا وہ بھی ان کا احسان تھا، پیغمبر صاحب کی تونگری جسکی منت خدا ان پر رکھتا ہے اس طرح شروع ہوئی کہ خدیجہ الکبریٰ بڑی مالدار تھیں، ملک شام میں ان کی تجارت ہوا کرتی تھی، انھوں نے پیغمبر صاحب کی راستی اور دیانت داری کا شہرہ سنا اور ان کو سردار قافلہ بنا کر شام بھیجا، تجارت میں خدا نے برکت دی، اور خدیجۃ الکبریٰ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا۔ پیغمبر صاحب کی پہلے سی بے سرو سامانی دور ہو گئی، یہی ان

کی تونگری تھی۔ ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب۔

(۴) ان اللہ تعالیٰ اغناہ بتربیۃ ابی طالب ولما اختلف احوال ابی طالب اغناہ بمال خدیجہ ؓ[1]

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو ابو طالب کی تربیت کرنے سے غنی بنا دیا۔ اور جب ابو طالب کی مالی حالت خراب ہو گئی تو خدیجہ کے مال سے غنی کر دیا۔"

(۵) ویافت ترا درویشے عیالدار پس تونگری ساخت ترا بمال خدیجہ" تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۴۶۶"

خدا نے تم کو تنگ دست عیال دار دیکھا تو جناب خدیجہ کے مال سے غنی بنا دیا۔

اسی طرح جناب حمزہ کے اسلام کا حال "رسالہ ذکر مبارک" میں اس طرح درج ہے۔

حضرت حمزہ کا ایمان لانا

(۱) ایک دن رسول اللہ ؐ کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے، اودھر سے ابو جہل نکلا، آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ اور ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے آپ کا سر زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ آپ صبر کر کے گھر چلے آئے، آپ کے چچا حمزہ شکار سے واپس آرہے تھے، ایک عورت نے ان سے کہا، بڑا افسوس ہے کہ تمہارے بھتیجے کو ابو جہل نے آج زخمی کیا، حضرت حمزہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن آخر چچا تھے، یہ سنکر خون نے جوش کیا، حضرت حمزہ نے غصہ میں آکر کہا خدا کی قسم جبتک اس شخص سے بدلہ نہ لیونگا جس نے محمد ؐ پر ظلم کیا ہے مجھ پر کھانا پینا حرام ہے، اسی حال میں رسول اللہ ؐ کے پاس آئے، اور آپ سے کہا تمہارا چچا تمہارے دشمن سے بدلہ لینے آگیا ہے۔

رسول اللہ ؐ نے فرمایا آپ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، جس کا نہ باپ ہے نہ چچا، نہ ماں، سوائے خدا کے کوئی مددگار نہیں، حضرت حمزہ نے قسم کھا کر کہا میں تمہاری عزت و مدد کروں گا۔ آپ نے جواب دیا، اگر آپ میری مدد میں مشرکوں کو اتنا قتل کریں کہ ان کے خون سے نہا جائیں، تو بھی آپ میرے عزیز نہیں ہو سکتے، جب تک آپ ایمان نہ لائیں، اور اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ نہ کہیں، حضرت حمزہ کے دل پر آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اور ان کو آپ کی سچائی

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۰۳ مطبوعہ مصر ۱۳۸۹ھ عابد حیدری

کا یقین ہو گیا۔ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، رسول اللہ نے خوش ہو کر حضرت حمزہ کی پیشانی چوم لی، حضرت حمزہ کے ایمان لانے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، کیونکہ یہ بڑے بہادر تھے، اور سب پر ان کا رعب چھایا ہوا تھا۔"

(۲) مدارج النبوۃ صفحہ [illegible] پر بھی یہی ہے آخری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

"ابوجہل کی اس حرکت پر حضرت حمزہ غضبناک ہو کر اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور فرمایا کہ تو محمد مصطفےٰ کو اذیت اور دشنام دیتا ہے، حالانکہ میں انھیں کے دین پر ہوں۔"[1]

(۱) جناب جعفر بن ابی طالب کا ایمان لانا بھی علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:۔

فلم یزل علی مع رسول اللہ وجعفر عند العباس حتی بعثہ اللہ نبیا، فاتبعہ علی فامن بہ وصدقہ ولم یزل جعفر حتی اسلم واتبعہ،،

حضرت علیؑ ہمیشہ آنحضرت کے پاس رہے (کیونکہ آنحضرت نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔) اور جعفر ہمیشہ عباس کے پاس رہے، (کیونکہ انھوں نے آپ کو کفالت میں لیا تھا۔) (مگر) خدا نے جب آنحضرت کو نبی بنا کر مبعوث کیا تو حضرت علیؑ نے آپ کی پیروی کی۔ آپ پر ایمان لائے، اور آپ کی تصدیق کی۔ اور جعفر اپنے حال پر رہے۔ یہاں تک کہ اسلام لائے اور آنحضرت کی پیروی کی۔ ازالۃ الخفا مقصد دوم [illegible] مطبع صدیقی۔

(۲) یہی جناب جعفر ہیں جنھوں نے حبشہ میں نجاشی بادشاہ کو اسلام کی حقانیت بتائی اور جب کفار، مسلمان مہاجرین کو وہاں سے واپس لینے گئے تھے اور نجاشی کو تحفے تحائف دیکر چاہا تھا کہ ان مظلوموں کو واپس لاکر پھر ستائیں تو جناب جعفر ہی نے نجاشی کو اصل بات سے آگاہ کیا اور کفار کے مکر و فریب سے خبردار کیا۔" ذکر مبارک کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

نجاشی نے ان سے پوچھا تمھارا کیا دین ہے؟ حضرت جعفر کھڑے ہو گئے، اور فرمایا، اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم سے تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، خدا نے ہم میں ایک نبی پیدا کیا، اس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں، ہم نے اس کی سچائی پر یقین

بادشاہ حبشہ کو جعفرؓ کا قرآن سنانا

---

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ صلا سطر ۱۸ ط نولکشور ۔ ۱۲ عابد حیدری

اپنے امام محمد اسماعیل بخاری و دیگر محدثین کرام کو تو پردہ میں چھپایا اور علماء امامیہ کو نشانۂ تیر ملامت بنایا، جو کچھ میں نے عرض کیا اس کا حال معزز ناظرین پر میری اس تالیف سے روشن ہو جائے گا کہ آیا اصحاب و ازواج رسولؐ کو امامیہ نے بدنام کیا ہے یا خود ہو احقایان اصحاب نے جو ان کی مدح و ثنا میں ہمہ وقت رطب اللسان ہیں۔ غرض شاہ صاحب نے شاہد مضامین کو اس حسن سے آراستہ و پیراستہ کرکے اس امید پر شیعوں کے سامنے پیش کیا کہ اس کے مضامین دل فریب ایک حسین کی طرح دلربائی کریں گے۔ لیکن علمائے کرام و حامیانِ دین اسلام (جو آستانۂ شریعت پر متمکن ہیں) کیا متاثر ہو سکتے تھے۔ آخر اس کے شایع ہوتے ہی ع ایں گریباں گرفت و آں دامن۔

اس کے ایک ایک لفظ کی تردید اہل سنت کی معتبر کتب تفسیر و حدیث وغیرہ سے کر دیا۔ کسی نے باب الہیات و نبوت کا جواب لکھا کسی نے مطاعن کا۔ چونکہ اصل تحفہ بارہ باب میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کے ہر باب کا کافی و شافی جواب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نزہۂ اثنا عشریہ کی بارہ جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جناب علامہ محمد قلی خاں صاحب اعلی اللہ مقامہ نے باب اول کا جواب سیف ناصری میں۔ باب دوم کا تقلیب المکائد میں۔ باب ہفتم کا برہان السعادت میں۔ باب دہم کا تشئید المطاعن کی تین جلدوں میں۔ اور باب یازدہم کا مصارع الافہام میں۔ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے باب ہفتم کا جواب (جو امامت سے متعلق ہے اور ایک اہم مسئلہ ہے منجملہ مسائل اختلافیہ مابین سنی و شیعہ) جواہر عبقریہ میں اور جناب غفرانمآب مولانا سید دلدار علی صاحب طاب ثراہٗ نے باب پنجم کا جواب صوارم الہیات میں۔ باب ششم کا حسام الاسلام میں۔ باب ہفتم کا احیاء السنۃ میں۔ باب یازدہم کا ذوالفقار میں۔ اور جناب سلطان العلماء سید محمد رضوان مآب نے خاص بحث فدک کا جواب طعن الرماح میں بحث متعہ کا بارقۂ ضیغمیہ میں (جس کے کچھ بے سرو پا جواب مولوی رشید الدین صاحب سنی المذہب نے شوکت عمریہ میں لکھا تھا کہ ادھر سے بھی جواب الجواب فوراً ضربت حیدریہ میں دیا گیا۔ اور سب سے آخر میں عالی جناب امام المتکلمین رئیس المناظرین مولانا مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہٗ نے باب امامت کے جواب عبقات الانوار کی تیس جلدوں میں جس میں دس جلدیں شایع ہو چکی ہیں) نہایت مدلل و مفصل تحریر فرمایا۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

کیا، اور جو کچھ اس کے پاس خدا کی طرف سے آیا، اس کی ہم نے پیروی کی ہم ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے، اس تقریر سے نجاشی اور اس کے درباریوں پر اچھا اثر پڑا، نجاشی نے کہا، تمھارے رسول پر جو کچھ خدا کی طرف سے اترا ہے، وہ سناؤ، حضرت جعفر نے بڑی خوش الحانی سے سورۂ مریم کی تلاوت کی، خدا کا کلام سن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور اس نے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا، خدا کی قسم میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ وہی محمد رسول اللہؐ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔" صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۲۹، ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد صفحہ ۱۶ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔

یہ تو آنحضرت کے قرابت داروں کے ایمان و اسلام کی بات تھی۔ اب خصوصیت سے "نفس رسولؐ" حضرت علیؑ کے بارے میں چند احادیث و اقوال مورخین ملاحظہ ہوں۔ جس سے ثابت ہو گا کہ آپ ہی سابق الایمان والاسلام ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر فاروق اعظم" اور سید الصادقین ہیں۔

(۱) عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ، من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم قال علی یا رسول اللہ ھل نقدر علی ان نذورک فی الجنۃ قال یا علیؑ ان لکل نبیؐ رفیقا اول من اسلم من امتہ فنزلت ھذہ الآیۃ اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال لہ ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر۔ (تفسیر ابی الحجام صفحہ ۲۲۲) ارجح المطالب[1]

ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری، روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آیا ہم حضور کو جنت میں دیکھیں گے، سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے، جو اس کی امت میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی اولئک مع الذین الخ۔ کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے۔ یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے اچھے

---

[1] صفحہ ۲۳ باب دوم، مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

رفیق ہوں گے۔ جناب سرورِ عالم نے جناب امیر کو بلایا، اور فرمایا، یا علیؑ خدائے تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا۔ اور تجھے میرا رفیق بنایا، کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے۔ اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۲) عن علی قال، قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القیامۃ رکبان غیرنا اربعۃ فقال رجل من الانصار فداک ابی و امی من ہم یا رسول اللہ قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ التی عقرت وعمی حمزہ علی ناقۃ العضباء واخی علیؑ علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الآدمیون ما ہذا الا ملکا مقربا او نبیا مرسلا او حامل العرش فیجیبہم ملک من بطنان العرش یا معشر الآدمیین لیس ہذا ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا، ولا حامل عرش ہذا الصدیق الاکبر علیؑ بن ابی طالب۔"

(اخرجہ ابو جعفر العقیلی[1])

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں ہم چار شخص کے علاوہ کوئی پانچواں شخص سوار نہ ہوگا۔ انصار میں سے ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک تو میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا۔ اور دوسرے میرے بھائی صالح نبی ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے، جس کے پاؤں کاٹ دئے گئے تھے، تیسرے میرے چچا حمزہ ناقۂ عضباء پر سوار ہوں گے۔ چوتھے میرے بھائی علیؑ، جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ پر سوار ہوں گے، ان کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ پکارتے ہوں گے، تمام آدمی کہیں گے، یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے۔ پس ان کے جواب میں ایک ملک عرش سے کہے گا، کہ یہ نہ کوئی ملک مقرب ہے، اور نہ کوئی نبی مرسل، نہ حامل عرش، بلکہ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

(۳) عن عباد بن عبد اللہ ایضا۔ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین۔

عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا میں خدا کا بندہ، رسول اللہؐ کا بھائی ہوں، اور میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ مگر جھوٹ بولنے والا، میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی

اخرجہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحاکم ابو زید بن عثمان بن ابی شیبہ فی سننہ وابن عاصم فی السنۃ وحافظ ابو نعیم الحلیۃ والعقیلی[2]

---

[1] ارجح المطالب ص۴۶ باب اول مطبوعہ لاہور [2] ایضاً باب اول مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

(۴) عن سلمان الفارسی وابی ذر الغفاری قال اخذ رسول اللہ صلعم بید علیؑ فقال ان ھذا اول من آمن بی، وھذا فاروق ھذہ الامۃ وھذا یعسوب المومنین، وھذا من یصاحبنی یوم القیمۃ وھذا الصدیق الاکبر (اخرجہ الطبری والدیلمی والطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان) ایضاً[1]

جناب سلمان اور حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا بہ تحقیق یہ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور یہ اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ یہی مومنوں کے امیر ہیں۔ یہی قیامت کے دن بھی میری مصاحبت کریں گے۔ یہی صدیق اکبر ہیں۔

(۵) عن ابن عباس وابی لیلی قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار، مومن آل یاسین، الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل فرعون الذی قال أتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم ایضاً صـ۲۲[2]

قاری نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابو لیلی سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں، اول حبیب النجار مومن آل یاسین، جس نے اپنی قوم سے کہا تھا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جنھوں نے کہا تھا، کیا تم لوگ ایسے شخص کو قتل کرو گے جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے اور علی ابن ابی طالب جو ان سے افضل ہیں۔

(۶) عن ابی لیلی قال، قال رسول اللہ صلعم ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علیاؑ فانہ الفاروق بین الحق والباطل" اخرجہ الخوارزمی وابن عبد البر فی الاستیعاب۔

ابو لیلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے بعد فتنہ ہو گا۔ پس جب ایسا ہو تو تم لوگ علیؑ سے جدا نہ ہونا، کیونکہ وہ فاروق ہے جو حق و باطل میں تفرقہ کرے گا۔ ارجح المطالب

(۷) عن ابی رافع قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ آخر یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء من الغد وصلوا مستخفیا قبل الناس سبع سنین ۔۔۔ ایضاً

ابو رافع سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے ابتدائے روز دوشنبہ نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ نے آخر روز دوشنبہ سے نماز پڑھی، اور حضرت علی علیہ السلام نے سہ شنبہ صبح سے نماز پڑھی اور سات برس تک لوگوں سے پہلے مخفی طور پر تینوں بزرگوار نماز پڑھتے رہے

---

[1] ارجح المطالب صـ۲۲ باب اول مطبوعہ لاہور
[2] " " صـ۲۶ " " " "

(۸) عن ابی ایوب الانصاری قال، قال
رسول اللہ صلعم ان الملائکۃ صلت علی و
علی علی سبع سنین قبل ان یسلم بشر۔ ایضاً
(۹) عن انس بن مالک قال رسول اللہ
صلعم صلت الملائکۃ علی وعلی علیؑ سبع سنین
و ذلک انہ لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ
الی السماء الا منی ومن علیؑ۔ ایضاً

ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے
فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ نے
درود بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام
ہو، انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے
فرمایا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ درود
پڑھتے رہے۔ ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت
نے فرمایا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ نے درود
بھیجا قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف باسلام ہو۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ
پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے۔ اور یہ اس لئے کہ سوائے میری اور علیؑ کی آواز اشہد ان
لا الہ الا اللہ کے کسی اور کی آواز آسمان تک نہیں پہونچی۔

(۱۰) عن ابن عباس فی قولہ تعالی السابقون الخ
قال سبق یوشع بن نون الی موسی وسبق صاحب
الیاسین الی عیسی وسبق علی بن ابی طالب
الی محمد بن عبد اللہ صلعم، اخرجہ الثعالبی
والطبرانی وابن مردویہ، ارجح المطالب[۱]
(۱۱) عن عفیف الکندی قال جئت فی الجاہلیۃ
الی مکۃ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب
فلما ارتفعت الشمس وحلقت فی السماء
وانا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرمی
ببصرہ الی السماء ثم استقبل الکعبۃ
فقام مستقبلہا فلم یلبث حتی جاء غلام
فقام عن یمینہ فلم یلبث حتی جاءت امرأۃ
فقامت خلفہما فرکع الشاب فرکع الغلام
والمرأۃ فخر الشاب ساجدا فسجد معہ فقلت

ابن عباس سے مروی ہے کہ آیۃ السابقون الخ سے مراد
یہ ہے کہ یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ کی طرف اور
صاحب الیاسین نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور حضرت
علی بن ابی طالبؑ نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی طرف اسلام لانے اور ان کی تصدیق کرنے میں سبقت کی۔
عفیف کندی کہتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں، میں
مکہ آیا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس
مقیم ہوا، جب آفتاب بلند ہوا اور آسمان کی پوری
بلندی پر پہنچا اس وقت میری نظر کعبہ کی طرف تھی
میں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص آیا اور نظر اٹھا کر
آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد کعبہ کی طرف رخ
کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بھی نہ گذری
تھی کہ ایک صاحبزادہ آیا۔ اور وہ اس جوان کے داہنی
طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ایک

۱۔ ارجح المطالب صفحہ ۴۳ باب دوم۔ مع آیات، صفحہ ۱۴۸ یونتا باب ۱۲ عابد حیدری

يا عباس امر عظيم فقال هل تدري من
هذا الشاب فقلت لا فقال محمد بن
عبد الله بن عبد المطلب هذا ابن اخي
هل تدري من هذا الغلام فقلت لا
فقال هذا علي بن ابي طالب بن عبد المطلب
هذا ابن اخي هل تدري هذه المرأة
التي خلفهما فقلت لا قال هذه خديجة
بنت خويلد زوجة ابن اخي هذا حدثني
ان ربه رب السموات والارض امره
بهذا الدين الذي هو عليه والله ما على
الارض كلها احد على هذا الدين غير
هؤلاء الثلثة اخرجه احمد والنسائي له

خاتون آئیں اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں
اس کے بعد اس جوان نے رکوع کیا تو اس صاحبزادے
اور خاتون نے بھی رکوع کیا، پھر وہ جوان کھڑا ہو گیا۔
تو وہ صاحبزادے اور خاتون بھی کھڑے ہو گئے۔
اس کے بعد اس جوان نے سجدہ کیا۔ میں نے عباس
سے کہا، یہ تو میں ایک بڑی بات دیکھ رہا ہوں،
عباس نے کہا تم جانتے ہو یہ جوان کون ہیں؟ میں
نے کہا نہیں، کہنے لگے، یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب
میرے بھائی کے فرزند ہیں، تم جانتے ہو یہ صاحبزادے
کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ علی بن ابی طالب
میرے برادرزادے ہیں۔ کہا جانتے ہو یہ خاتون کون
ہیں؟ جو ان دونوں کے پیچھے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔
جواب دیا، یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے کی بیوی ہیں۔ میرے بھتیجے کا کہنا ہے کہ اس کا پروردگار تمام
آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ (اسی نے) اسے اس دین کا حکم دیا ہے کہ وہ اس دین پر قائم رہے، اور
خدا کی قسم زمین پر سوائے ان تین کے کوئی چوتھا اس دین پر نہیں۔ احمد

خصائص نسائی ص۲-۳ و کامل ابن اثیر جلد ثانی ص۲۲ میں باختلاف الفاظ و تاریخ
طبری جلد اول حصہ سوم ص۱۱۶۱ میں بھی یہ حدیث درج ہے۔

(۱۳) عن عمر بن الخطاب قال اشهد على رسول
الله سمعته وهو يقول لو ان السموات السبع
والارضين السبع وضعن في كفة ميزان
ووضع ايمان علي بن ابي طالب في
ميزان لرجح ايمان علي۔

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں شہادت
دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اگر
ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک
پلے میں رکھے جائیں اور حضرت علی کا ایمان ایک پلہ
میں تو علی کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔
(مناقب اخطب خوارزمی فصل ۱۲)

له ارجح المطالب ص۴۹۳ مطبوعہ لاہور

(۱۳) عن عمر قال کنت انا وابو عبیدہ وابوبکر وجماعۃ من الصحابۃ اذ ضرب رسول اللہ علی منکب علیؑ فقال یا علیؑ انت اول المومنین واول المسلمین اسلاماً وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰؑ۔

(اخرجہ ابن السمان)

جناب عمر سے روایت ہے کہ میں اور ابوعبیدہ اور ابوبکر اور صحابہ کی ایک جماعت (آنحضرت کی صحبت میں) موجود تھی کہ رسول اللہؐ نے علیؑ کے دوش پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے علیؑ تم سب سے پہلے مومن ہو، اور تمام مسلمانوں میں پہلے مسلمان ہو، اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

(۱۴) تسمیہ کرد او را ابوطالب بہ علی، و تسمیہ نمود پیغمبر خدا بہ صدیق، و لقب کرد بہ امین و شریف و ہادی و مہدی یعسوب الائمہ وغیرہ وغیرہ

مدارج النبوۃ،

جناب ابوطالب نے حضرت علیؑ کا نام علی رکھا، اور پیغمبر خدا نے "صدیق" نام رکھا۔ اور امین، شریف، ہادی، مہدی، یعسوب الائمہ وغیرہ لقب رکھا۔

(۱۵) و تلقیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہ مرتضیٰ در احادیث دیدہ نشد، و نہ در صدر اول ایں لفظ مستعمل بود، در احادیث صحیحہ کنیت شان ابوتراب و ابوالریحانین و تلقیب ایشان بہ ذی القرنین و یعسوب الدین و صدیق، و فاروق، و سابق، و یعسوب الامۃ و یعسوب قریش، و بیضۃ البلد، و امین، و شریف و ہادی و مہدی وغیرہ مروی و ثابت است" فتاوائے عزیزی جلد ۲ ص۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتضیٰ لقب پانا احادیث میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ صدر اول میں یہ لفظ مستعمل تھا۔ البتہ صحیح حدیثوں میں آپ کی کنیت ابوتراب، ابوالریحانین، اور آپ کا لقب ذوالقرنین، یعسوب الدین، صدیق، فاروق، سابق، یعسوب الائمہ، ہادی اور مہدی وغیرہ مروی اور ثابت ہے

(۱۶) فقد ذھب صاحب السیرۃ و کثیر من اھل العلم ان اول الناس اسلاماً علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وعمرہ تسع سنین و قیل احدی عشر سنۃ وکان فی حجر رسول اللہ صلعم قبل الاسلام فلم یزل علیؑ مع النبی حتی

صاحب السیرۃ اور اکثر علماء اس امر پر متفق ہیں کہ علی بن ابی طالب سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی، اور ایک قول کے مطابق گیارہ سال کی تھی، آپ کی پرورش رسولؐ کی آغوش میں ہو رہی تھی۔ آپ ہمیشہ حضور

اصطفاه الله نبیا فصدقه علی"
"تاریخ ابو الفداء ص ۱۱۸"

(۱۷) واخرج ابن مردویہ عن ابی هریرة والذی جاء بالصدق قال رسول الله صلعم وصدق به قال علی بن ابی طالب" در منثور ج ۵ ص ۳۲۸

(۱۸) والذین آمنوا بالله ورسوله اولٓئک هم الصدیقون والشهداء عند ربهم"
پ ۲۷ سورہ حدید وعن ابن عباس قال انها نزلت فی علیؑ (اخرجه احمد فی المسند والثعلبی فی تفسیره والمغازلی فی المناقب)

(۱۹) فی علی بن ابی طالب کرم الله وجهه و اسلامه فذهب کثیر من الناس الی انه لم یشرک بالله شیئا فیستانف الاسلام بل کان تابعا للنبیؐ فی جمیع افعاله مقتدیا به وبلغ وهو علی ذلک ان الله عصمه وسدده ووفقه بالتبعیة علیه السلام لانه کان غیر مضطرین ولا مجبورین علی فعل الطاعات بل مختارین قادرین واجتناب منهیاته
مروج الذهب جلد اول صفحہ ۳۰ طبع مصر۔

کے ساتھ قدر ہے، یہاں تک کہ خدا نے آنحضرتؐ کو نبی بنا کر مبعوث کیا، اور حضرت علیؑ نے آپ کی تصدیق فرمائی۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جاء بالصدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔

جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔
ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اسلام کے بارے میں اکثر لوگوں کا مسلک ہے کہ آپ نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی شرک باللہ نہیں کیا، چنانچہ اسلام کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ بلکہ آپ کی پرورش رسولؐ کی آغوش میں ہوئی۔ اس لئے آپ ہر کام میں حضورؐ کے تابعدار رہتے اور تمام امور میں آپ کی اقتداء کرتے تھے۔ اسی روش پر بالغ ہوئے اور خدا نے آپ کو معصوم اور محفوظ رکھا (گناہوں سے) اور اپنے نبیؐ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا کی، کیونکہ آپ اطاعت کرنے پر مجبور یا مضطر نہیں تھے، بلکہ قادر اور مختار تھے۔ چنانچہ خدا کی اطاعت اختیار کی اور اس کے حکم کے موافق رہے اور اس کی منہیات سے پرہیز کیا۔"

(۲۰) عیسائی مورخین نے بھی حضرت علیؑ کے سابق الاسلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ذیل کا بیان ملاحظہ ہو۔

"مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اس امر کی مدعی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب درحقیقت وہ بہت ہی سابق الاسلام تھے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکم مادر ہی میں

دین اسلام قبول کیا تھا۔ اور جب تک حمل میں رہے اپنی ماں کو بت کے سامنے جھکنے نہ دیا۔ اسی واسطے جب مسلمان علیؑ کا نام لیتے ہیں تو "کرم اللہ وجہ" کہتے ہیں۔ یعنی خدا نے ان کے چہرے کو بزرگی اور عظمت بخشی ہے۔ کہ انھوں نے نہ خود کبھی بتوں کو سجدہ کیا، اور نہ اپنی والدہ کو کرنے دیا۔ حالانکہ اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہوا، جس نے بتوں کو کبھی سجدہ نہ کیا ہو، اس واسطے علیؑ اس دعا کے ساتھ مخصوص کئے گئے، اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں، اور وہ مجھ سے وہی درجہ رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھا۔ میں ایک شہر ہوں جس میں تمام علوم بند ہیں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اگر شجاعت و خوش طبعی، زہد، پارسائی، عقل و دانائی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو علیؑ ہی ایسا شخص تھا کہ اس قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا:" ترجمہ تاریخ الاسلام، مولفہ مسٹر اوگلی صفحہ ۳۳

غیر مذہب والے تو حضرت علیؑ کے لئے اس طرح عقیدت کے گہر پیش کریں مگر افسوس کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے حسب ذیل لفظوں میں زہر اگل کر اپنی سنیت کا ثبوت دیں۔

اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے تو بھی سمجھنا چاہیئے کہ گھر کے ایک نادان بچے کا ایمان لانا اور نہ لانا کیا چیز ہے؟ اور اسلام کو کیا مدد مل سکتی ہے؟"

"عروج الاسلام" ترجمہ تاریخ کامل" مترجم مولوی عبدالغفور خاں صاحب رامپوری۔

یاد رکھئے، اس کمسنی کا اعتراض صرف "نفس رسولؐ" ہی کے بارے میں کیا جاتا ہے، ورنہ اپنے اصحاب کو اس صغر سنی میں اسلام لانے پہ چڑھائے ہیں، عبداللہ ابن عمر کے بارے میں شبلی نعمانی کا بیان پڑھیئے۔

"عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمر ہی کے ساتھ اسلام لائے بہر حال ان کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا۔ اور بالکل ان کو بچپن ہی کے زمانہ میں گنجینۂ مراد ملا۔" "الندوۃ

مگر ان کے گنجینۂ مراد" کو ان کے والد صاحب کا حسب ذیل بیان بے مراد کر دیتا ہے۔

"ایک شخص (حضرت عمر سے مخاطب ہو کر) بولا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا چپ خدا تجھے غارت کرے، تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا، اور نہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے، جو شخص (یعنی عبداللہ بن عمر) اپنی بیوی کو طلاق دینے میں ٹھیک فیصلہ نہ کر سکتا ہو، وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کریگا۔" محرم نامہ صـ۱۴۱، مولفہ خواجہ نظامی۔

یہی ابن عمر تو وہ بزرگوار ہیں، جو اہل بیت کی دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی، اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دینا چاہا تو ایک جھوٹی حدیث بیان کر کے ان لوگوں کو بیعت توڑنے سے روک دیا۔ اسی طرح حجاج بن یوسف ثقفی ایسے ظالم و فاسق کی بیعت کرنے کے لئے آدھی رات کو اس کے گھر پہونچے، اور جب اس نے کہا اتنی جلدی کیا ہے صبح بیعت کر لینا، تو یہ حدیث بیان کر دی کہ جو کسی امام کی بیعت کئے بغیر مرجائے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ اس وقت حجاج ایسے دشمن اسلام نے بھی اعتراض کیا کہ حضرت علی کی بیعت کے وقت تم کو یہ حدیث یاد نہ تھی، پھر کہا کہ میرا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ میرے پاؤں سے بیعت کر لو۔ چنانچہ اس کے قدم چوم کر چلے آئے، یہ واقعات تاریخ بلاذری اعثم کوفی کامل، طبری، روضۃ الصفا وغیرہ میں موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہو گیا کہ نفس رسول حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور آنحضرت نے آپ ہی کو صدیق اکبر، فاروق اعظم فرمایا۔ مگر حضرات ثلاثہ نے خلافت کی طرح ان القاب کو بھی اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور ان کے ہوا خواہوں نے اس سلسلہ میں حدیثیں گڑھ کر ان کو مشہور کر دیا۔ مگر پھر خود ہی حقیقت کو کھول بھی دیا۔ اور ببانگ دہل کہہ دیا، کہ خدا و رسولؐ نے جناب ابوبکر و عمر کا نام صدیق اور فاروق نہیں رکھا، روایات ذیل ملاحظہ کیجئے۔

(۱) "صحابہ نے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق رکھا تھا" صواعق محرقہ۔

(۲) "محمد بن شعبی کاتب واقدی از زہری روایت کردہ گفت بمارسیدہ کہ اہل کتاب اول دیرا فاروق بخواندند، مسلمانان متابعت ایشان کردند واز پیغمبر صلعم چیزے دریں باب بما نرسیدہ" روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ۹۵

محمد بن شعبی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ کہ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے یہودیوں نے جناب عمر کو فاروق کہنا شروع کیا، ان کی پیروی میں مسلمان بھی کہنے لگے، ورنہ اس بارے میں آنحضرت کا کوئی ارشاد ہم تک نہیں پہونچا ہے۔

اب ذیل میں امیر المومنین کے ذاتی و صفاتی حالات کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے جیسے علماء اہل سنت نے تفصیل سے لکھا ہے۔

"خدائے تعالی نے رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ کو ایک نور سے پیدا کیا۔"

حضرت علیؑ کے پہلے اور بعد میں ایمان لانے کی بحث تو اس وقت ہو سکتی تھی جب آپ کا مذہب کسی لمحہ بھی دینِ محمدی کے خلاف ہوتا، مگر جب حضرت علیؑ کی پیدائش ہی آنحضرت کی ایمان پرور آغوش میں ہوئی تو آپ کے ایمان کی بحث کرنا فضول ہے کیونکہ آنحضرت کی تربیت، صحبت، ارشادات کا اثر آپ کے رگ و ریشہ میں اثر کر چکا تھا۔ آپ ایسے موحد تھے کہ عالمِ وجود میں آنے سے پہلے ہی اپنی مادرِ گرامی کو بت کی پوجا سے روکتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال کانت امہ اذا ارادت ان تسجد لہبل وھی حامل بہ علاؑ علی بطنہا فیمنعہا من السجود قسمی علیا"

(تذکرہ خواص الامہ) ارجح المطالب صفحہ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب امیر کی والدہ ماجدہ اپنے ایام حمل میں جب ہبل کو پوجنے جاتی تھیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیر ان کے پہلو کی طرف تیز ہو جاتے تھے اور ان کو سجدہ کرنے سے روکے رہتے تھے، لہٰذا علیؑ نام رکھا گیا۔

کہاں بت پرست اور کہاں بت شکن، ایک دوسرے کا تقابل .... ایں چہ بوالعجبی است۔

اس صورت میں دوسرے حضرات صرف آپ کے کہنے سے نہ صدیق اکبر ہو سکتے ہیں اور نہ فاروقِ اعظم۔

لاکھ اوج ہو پتھے کو ہما ہو نہیں جاتا
بت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا

یہ تو امیر المومنین کی سابق الاسلامی کے متعلق چند احادیث ہیں اب واقعات کی روشنی میں حضرت علیؑ اور آنحضرت کی اعانت، رفاقت، بدر، احد، خیبر، خندق اور حنین وغیرہ میں جاں نثاری، وغیرہ کو دیکھئے اور اسے افضل الصحابہ سے تقابل کیجئے "دن کو ستارے نظر آنے لگیں گے"، دو لفظوں میں فرق کو سمجھ لیجئے، ایک رسولؐ کے ساتھ رہ کر اس قدر گھبرایا، بے چین ہوا کہ زبان زد خاص و عام ہو گیا کہ ؎

بس کن حدیث عار کہ ننگ است نزد عقل
آں حزن و بیقراری شیخ معمر م

مذکورہ تمام کتابیں ایسی لاجواب ہیں کہ شاہ صاحب سے لے کر آج تک کسی سنی عالم کو جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود شاہ صاحب کی زندگی ہی میں کتاب نزہہ اثنا عشریہ تصنیف ہو چکی تھی، اور اسے ملاحظہ بھی کر چکے تھے۔ مگر اس خیال سے کہ "جامہ ندارم دامن از کجا آرم" خاموش ہو گئے۔ کیونکہ حق کا جواب کیا دے سکتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا خط بنام حکیم شریف خاں کتاب مذکور کی طلب میں آج تک کتاب رجال میں درج ہے۔ اردو یہ ہے۔

قد سمعت ان الفاضل الکامل المدقق المحقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ قد کتب علی وجہ الرد البحث علی التحفہ الاثنا عشریہ ان اتفق حرقومات و مطالبہ بو ساطتکم فالما مول ان تبذلی فی ذلک الجھد»

منقول از رد التحفہ ص۱۴

"تحقیق میں نے سنا ہے کہ فاضل کامل مدقق و محقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثنا عشریہ کی رد میں کوئی کتاب لکھی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے وہ کتاب طلب کی جائے۔ امید ہے کہ آپ اس امر میں کوشش بلیغ فرمائیں گے۔"

اس تحریر سے جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ جن علماء امامیہ کو شاہ صاحب نے علم تاریخ اور احوال و اصول اسلاف سے بے خبر و غافل بنایا تھا آخر خود حضرت ہی نے جناب ممدوح کو فاضل، کامل، مدقق، محقق کے خطابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے بعد جناب حیدر علی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں کتاب منتہی الکلام لکھی (جس میں آل رسولؐ علیہم السلام کی عظمت و مرتبت پر حملے کئے ہیں) جس کا (منہ توڑ جواب) استقصار الافحام میں علامہ سید حامد حسین صاحب طاب ثراہ نے دیا۔ پھر اس کا جواب بھی اہل سنت سے کچھ نہ بن پڑا، حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ ہمارے سنی بھائی مناظرہ کر کے سیدھی

(حاشیہ) - اس کے علاوہ تحفہ کے جواب میں اور بھی کتابیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) طرد المعاندین از جناب سلطان العلماءؒ" باب دوازدہم تولا و تبرا کی فصل ہفتم کا جواب۔

(۲) آقا السید احمد بہبہانی عظیم آباد پٹنہ کے زمانۂ قیام میں تحریر فرمایا یہ کتاب کتبخانہ رشیدیہ کو پاگنج میں موجود ہے۔

(۳) تحفہ منقلبہ۔ تحفہ کا جواب تحفہ سے۔ (۴) غیبت۔ امام قائم آل محمد کے وجود و ظہور کی بحث۔

(۵) رد التحفہ۔ مولانا سید محمد حیدر صاحب طاب ثراہ۔ خاص خاص مقامات کے جوابات۔

(۶) ابرام المکائد۔ (۷) شعلۂ جوالہ وغیر ذالک۔ ۱۲ عابد حیدری

اور ایک تلوار کی چھاؤں میں فرش نبی پر اس طرح سویا کہ خداوند عالم جبرئیل و میکائیل کے مقابلے میں فخر و مباہات کرنے لگا۔ اپنی رضا دے دی اور نفس علیؑ کو نفس اللہ بنا دیا۔ آیت آئی "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" چنانچہ اس آیت کے ذیل میں امام رازی لکھتے ہیں۔

بخ بخ من مثلک یا علی بن ابی طالبؑ یباھی اللہ بک الملائکۃ
(تفسیر کبیر جلد دوم ص۲۸۳)

اے علیؑ مبارک ہو مبارک، کون تمہارا مثل ہے کہ خداوند جلیل اپنے ملائکہ کے مقابل میں تم پر فخر و مباہات کرتا ہے۔

یہ حال شب ہجرت کا ہے جو مفصل جلد دوم میں تحریر کیا جائے گا انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا اس مرتبۂ عظمیٰ کے سوا ولی خدا کی یہ منزلت بھی سب پر روشن ہے کہ ؎

کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
علیؑ کو حق نے اتارا تھا عین کعبہ میں

اس مرتبت کو خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دلچسپ رباعی میں کیا خوب نظم فرمایا ہے۔

وقتیکہ بہ کعبہ مرتضیٰ شد پیدا
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبرئیل ز آسماں فرود آمد گفت
فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

علامہ ابن صباغ مالکی جو اعاظم اہل سنت سے ہیں اپنی کتاب فصول المہمہ میں رقمطراز ہیں

ولد علی بمکۃ المشرفۃ داخل البیت الحرام فی یوم الجمعۃ الثالث عشرۃ من شھر اللہ الاصم رجب الفرد ثلاثین من عام الفیل ولم یولد فی البیت الحرام احد سواہ وھی فضیلۃ خصہ اللہ تعالیٰ بھا اجلالا لہ واعلاء لرتبتہ واظھارا لتکرمتہ

یعنی حضرت علیؑ مکہ مشرفہ میں اندرون خانہ کعبہ تیرھویں ماہ رجب ۳۰ عام الفیل بروز جمعہ متولد ہوئے۔ اور آپ کے سوا کوئی خانہ کعبہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ وہ فضیلت ہے کہ خدا نے محض اظہار جلالت قدر و علو مرتبت کے لئے کرامت خاص آپ ہی کو عطا کی تھی۔

اور علامہ بن یوسف گنجی شافعی نے ایک طولانی روایت کتاب کفایۃ الطالب مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ کے صفحہ (۲۶۹) پر جناب علی بن ابی طالبؑ کی ولادت و فضیلت کے بارے میں تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی راوی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسول خداؐ سے جناب امیرؑ کی ولادت کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ تم نے بہترین مولود کے بارے

میں سوال کیا جو بمشابہت حضرت مسیح پیدا ہوا خدا نے علیؑ کو ہمارے نور سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے تھے پھر خدا نے ہم دونوں کو صلب آدم سے طرف اصلاب طاہرہ کے منتقل کیا۔ اور ہر نقل میں علیؑ ہمارے ساتھ تھے یہاں تک کہ ہم بہترین رحم حضرت آمنہ میں آئے اور علیؑ کو اس رحم کے سپرد کیا جو بہترین رحم تھا۔ یعنی رحم فاطمہ بنت اسد۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک مرد زاہد و عابد تھا۔ اس نے ایک سو ستر سال خدا کی عبادت کی تھی اور ایک حاجت بھی خدا سے نہیں چاہی تھی۔ خداوند عالم نے ایک روز ابو طالب کو اس کے پاس پہونچا دیا۔ اس نے اپنے پاس بٹھایا اور بعد استفسار سکونت وحسب ونسب سر پر بوسہ دے کر فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ تم سے ایک فرزند ہوگا جو ولی خدا ہوگا۔ جب جناب امیر پیدا ہوئے تو تمام زمین منور ہو گئی اور ابو طالب کہنے لگے ایہا الناس! آج ولی خدا خانۂ خدا میں پیدا ہوا صبح کو داخل خانۂ کعبہ ہوئے تو کہا۔ اے خداوند عالم اپنے امر خفی کو جو اس طفل کے بارے میں ہے ظاہر فرما۔ اس پر ایک ہاتف کی آواز آئی۔ اے اہل بیت نبی مصطفٰے خدا نے تم کو خاص کیا ہے ولد ذکی سے اس کا نام علیؑ ہے جو مشتق ہے علی اعلیٰ سے۔

اس موقع پر ہم آپ کی والدۂ ماجدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بھی ایک روایت تذکرہ جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدونہ مولوی محمد نظام الدین حسن خاں صاحب سنی المذہب سابق جج مجلس عالیہ عدالت دولت آصفیہ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ کے صفحہ ۲۰ سے نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے منکشف ہوگا کہ وہ خاتون کس مرتبے اور درجے کی تھیں۔

جب حضرت فاطمہ بنت اسد خوشدامن حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا۔ تو رسول اللہ صلعم نے اپنی قمیص ان کو پہنائی اور نماز جنازہ پڑھائی دعائے خیر مانگی۔ اور قبر میں رکھنے کے قبل آپ خود قبر میں لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد نکل کر حضرت فاطمہ بنت اسد کو دفن فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ فعل آپ کا بالکل نیا ہے آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ قمیص اسلئے پہنائی کہ اللہ رحمت کرے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ اسمیں وسعت دے اور فرمایا کہ یہ میری دوسری ماں ہیں۔

ابو طالب کے بعد میرے ساتھ بہت محبت فرماتی تھیں۔ حضرت جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ عورت اہل جنت سے ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے کہ جس ولی خدا نے ایام طفولیت میں رسالت اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی جو بطن مادر میں بھی کفر و شرک سے پاک رہا۔ جس کو اوائل عمر میں ہی وصی اور خلیفۂ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ابتدائے بعثت سے تا وقت رحلت مصیبت و سختی کے وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاون و مددگار رہا۔ جس ضرغام الٰہی نے دین خدا کی اشاعت میں نامی گرامی کفار کو تہ تیغ کیا جس کی ہمت و شجاعت پر بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

"چوں علی کرم اللہ وجہہ بدفع مشرکان مشغول شد رسول اللہ صلعم فرمود اے علیؑ می شنوی مدح خود را کہ ملک رضوان بہ آسمان مے گوید لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

جس کے خدا اور رسولؐ مداح و ثنا خواں ہوں اس کے ایمان اور جان نثاری پر تو اہل سنت پردہ ڈالیں اور جو لوگ اسلام اور ہادی اسلام کے پکے دشمن ہوں اور اسلام لانے کے بعد بھی پیغمبر خدا کی حیات و ممات میں کینہ دیرینہ کا اظہار اپنی رفتار گفتار۔ اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سے رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ کرتے رہے ان کو سابق الاسلام یار وفادار اور جاں نثار رسولؐ بتائیں۔ چنانچہ کتب اہلسنت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نازک وقت میں آپ اصحاب کو جاں نثار رسول صلعم بتاتے ہیں اس وقت میں کوئی شخص اتنا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ تھا جتنے کہ حضرت عمر تھے یہاں تک کہ ایک روز تلوار گلے میں حمائل کر کے آنحضرت کے قتل کرنے کو چلے، چنانچہ اب ہم ان کے اسلام لانے کا حال جس کو جناب شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی نے لکھا ہے، بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

"حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلے میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان

کے دشمن بن گئے لبینہ ان کے خاندان میں ایک کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا
اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے جب تھک جاتے تو کہتے ذرا دم لے لوں
پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا جس جس پر قابو چلتا تھا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے
تھے آخر مجبور ہو کر فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ خود بانیٔ اسلام کا قصہ پاک کردوں۔
تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہؐ کی جانب چلے۔ کارکنانِ قضا نے کہا ع
آمد آں یارے کہ ما میخواستیم راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل
گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے بولے محمدؐ کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں
نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ خود تمہاری بہن بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً
پلٹے اور بہن کے یہاں پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں
اور قرآن کے اجزا چھپا لئے لیکن آواز ان کے کانوں میں پہونچ چکی تھی، بہن سے
پوچھا یہ کیا آواز تھی، بہن نے کہا کچھ نہیں، بولے کہ میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد
ہوگئے، یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سے دست و گریبان ہوگئے اور جب اُن کی بہن بچانے
کو آئیں تو اُن کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہوگیا۔ اسی حالت
میں ان کی زبان سے نکلا کہ عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں
سکتا۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا
لا کر سامنے رکھ دیے۔ جب اس آیت پر پہونچے " اٰمنوا باللہ و رسولہ "
تو بے اختیار پکار اُٹھے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا
رسول اللہ جہاں حضرت پناہ گزیں تھے حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر
پہونچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت
امیر حمزہؓ نے کہا کہ آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اُس کا سر
قلم کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ خود آگے بڑھے اور
اُن کا دامن پکڑ کے فرمایا، کیوں عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر رعب
آواز نے اُن کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ ایمان لانے کے لئے۔
آنحضرت بے ساختہ اللہ اکبر پکار اُٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور
سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے

اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا۔[۱] (الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۴ و ۲۵)

اسی طرح جناب خان صاحب رام پوری اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:-

"ابتدائے اسلام کی تاریخ میں ان (حضرت عمرؓ) کا مسلمان ہونا ایک بہت ہی بڑا واقعہ ہے بلکہ محققین کے نزدیک تو وہ ایسا امر ہے کہ بعثت کے بعد اسلام کی عزت و جلال کے لئے جو دوسرا امر ہے وہ یہی ہے۔ (عروج اسلام جلد ششم صفحہ ۱)

جناب شبلی صاحب کے اس ارشاد سے کہ "حضرت عمرؓ کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا ہے۔ ہم کو بھی اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہی تو وہ دور ہے۔ جس کی نسبت ہم عبد الکریم شہرستانی کا قول حدیث قرطاس کے متعلق مسئلہ فضیلت صحابہ کے جواب میں نقل کر آئے ہیں کہ پہلی مخالفت خدا کی شیطان نے کی تھی اور پہلی نزاع اسلام میں حضرت عمرؓ سے قائم ہوئی" لاریب محققین کے نزدیک اسی دور میں شجر فتنہ و فساد کا تخم سقیفہ میں بویا گیا۔ جو ایسے تلخ اور زہریلے پھل لایا کہ ایک دین حق کے بہتر ٹکڑے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آل نبیؐ اور اولاد علیؑ کی قربانیاں مثل گوسفند کی گئیں، واحسرتاہ وا اسفاہ۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے متعلق آپ نے بھی جو روایت اسی آیات بینات میں درج کی ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بیش بہا انعام کی طمع پر تلوار گلے میں حمائل کر کے آنحضرت صلعم کے قتل کو چلے تھے اُس روایت کی نقل یہ ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوجہل نہایت مغرور و مشہور و نامور تھے اور ان کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی شب و روز اسلام معدوم ہو جانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ابوجہل نے جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور اُن کا سر میرے پاس لائے اُس کو ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار صلہ میں دوں گا چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے جب دولت سرا پر پہونچے کوئی دروازہ کھولنے

---

[۱] الفاروق صفحہ ۲۰

کو نہ اٹھا سکو حضرت امیر حمزہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اُٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے
اگر اطاعت کے ارادہ پر آتا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر۔ چنانچہ
حضرت عمر اندر داخل ہوئے جناب پیغمبر صاحب بنفس نفیس اُٹھے اور ان کو ایسا دبایا
کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں۔

(آیات بینات صفحہ ۸۸ مطبع مصطفائی)

پس جبکہ ان تمام روایتوں سے حضرت عمر کی دشمنی اور عداوت اور طمع و حرص خود محققین اہل سنت کے بیان سے ثابت ہے تو اب مابین ہمارے اور اہل سنت کے اختلاف اس امر میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد وہ ان کی اس عداوت اور طمع کو ان کے کمال ایمان اور جاں نثاری سے مبدل کر کے ان کو تمام اُمت سے ایمان میں اکمل اور مرتبہ میں اعلیٰ اور افضل اور فلک اسلام کا مہرو ماہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کو اسلام لانے کے بعد بھی ویسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام اور آنحضرت صلعم کا مخالف جانتے ہیں۔
اس لئے کہ گو اس وقت ان کو بہ سبب شوکت نبوت و جلالت رسالت آنحضرت صلعم پر تلوار اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن وہ عداوت جو پنہان تھی آخر کار آنحضرت صلعم کے حج آخری کے وقت سے عیاں ہونے لگی۔ چنانچہ بعد برخاست جلسۂ غدیر خم جناب امیر المومنین سے حسد کرنا۔ ہر بات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مخالفت کرنا۔ لشکر اسامہ سے تخلف کرنا۔ فرمان مصحف ناطق کو ہذیان بتانا۔ محبوب خدا کا دفن و کفن چھوڑ کر حصول حکومت کی غرض سے خلافت پر قابض ہو جانا۔ بنی ہاشم سے خاص عداوت و عناد رکھنا۔ شاہ ولایت اور اہلبیت نبوی کے حقوق تلف کرنا۔
بھائی اور وصی رسول اللہ پر بیعت کے لئے جبر کرنا۔ بصورت انکار قتل کی دھمکی دینا۔
ایوان نبوت و رسالت جلانے کے لئے آگ اور لکڑی لے جانا۔ جگر گوشۂ رسول ص کو میراث پدری سے محروم کرنا۔ فدک ضبط کر لینا۔ آل رسول پر خمس کو بند کرنا۔
مجلس شوریٰ قائم کر کے آل رسول ص اور اولاد بتول ع کی حقارت اور ہلاکت کی بنیاد ڈالنا وغیرہ وغیرہ واقعات ان کی اس مخالفت پر مثل آفتاب روز روشن شاہد ہیں۔
بھائیو! یہ جلوے اور ان کے افعال و کردار ایسے نہیں ہیں جو کسی کے چھپائے چھپ سکیں۔

پاس احمد کا بھی ہو ظلم کا اقدام بھی ہو　　شیوۂ کفر بھی ہو دعوئ اسلام بھی ہو

اب ہم حضرت عمر کے اسلام لانے کی روایتوں کی نسبت جن پر اہل سنت کو بہت

پہ کچھ نازہے۔ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر فی الحقیقت بقول شبلی صاحب اپنی بہن سے آیۂ کریمہ "آمنوا باللہ ورسولہ" سن کر صدق دل سے ایمان لائے ہوتے تو جو تلوار گلے میں حمائل کر کے پیغمبر خدا صلعم کے قتل کو چلے تھے اس کو وہیں پھینک دیتے۔ حالانکہ یہ تلوار آستانۂ رسالت تک آپ کی گردن میں حمائل تھی بلکہ یہ امر تو آپ کی بدنیتی پر دلالت کرتا ہے۔

لہ اس واقعہ میں حضرت عمر کی بدنیتی پر دلالت کرنے والے بہت سے روایات ہیں جن میں سے بعض کو ہم انسان العیون حلبی سے نقل کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ اے گروہ قریش محمد نے تمہارے خداؤں کو برا کہا اور تمہارے عقول کی تسفیہ کی اور گمان کیا کہ جو لوگ تمہارے اسلاف سے گذرے ہیں وہ آگ میں گرا دئے جائیں گے۔ آگاہ ہو جو شخص محمد ؐ کو قتل کرے گا اس کو میں سو ناقہ سرخ اور سیاہ رنگ کے دوں گا۔ اور ہزار وقیہ چاندی دوں گا۔ اور بنابر قول دیگر یہ اقرار دیا تھا کہ جو قتل کرے گا اس کو اتنے اتنے وقیہ سونا اور اتنے اتنے وقیہ چاندی اور اتنے اتنے مشک نافہ اور اتنے اتنے حلہ وغیرہ دئے جائیں گے۔ عمر نے کہا میں اس کام کو انجام دوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اے عمر ضرور تم اس کام کے قابل ہو اور اس پر عہد ان سے کر لیا۔ عمر کہتے ہیں کہ میں تلوار حمائل کر کے اور پہلو میں ترکش لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے نکلا تھا کہ گذر میرا ایک گوسالہ کی طرف سے ہوا جو ذبح کیا جارہا تھا۔ میں نے اس گوسالہ کے شکم سے آواز سنی کہ اے آل ذریح ایک پکارنے والا بزبان فصیح پکار رہا ہے۔ دعوت کر رہا ہے شہادت ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کی طرف میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس امر سے سوائے تمہارے اور کوئی مراد نہیں ہے اور ذریح نام تھا اس گوسالہ کا جو ذبح کیا جارہا تھا اور ذریح اس کو خون کے رنگت کے سبب سے کہتے تھے کہ وہ سرخ رنگ کا تھا اور عرب میں احمر ذریحی اس سرخ رنگ کو کہتے ہیں جن میں سرخی تیز ہو راوی کہتا ہے کہ عمر پھر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہو کر گذرے جو اسلام لا چکا تھا۔ اور اپنا اسلام اپنی قوم کی ڈر سے چھپاتا تھا اُس کو نعیم کہتے تھے یعنی عبداللہ نحام کا بیٹا جیسا کہ گذرا اُس نے پوچھا کہ اے ابن خطاب! کہاں چلے؟ عمر نے کہا کہ (معاذ اللہ) اس بے دین کی طرف جاتا ہوں جس نے قریش کے امر کو متفرق کر دیا ہے۔ اور ان کے عقول کی تسفیہ کی ہے اور ان کے خداؤں کا بدگو ہے میں اسے قتل کر دوں گا۔ نعیم نے ان سے کہا کہ تجکو تیرے نفس نے فریب دیا ہے کیا تجھ کو یہ خیال ہے کہ بنی عبد مناف زمین

بہر کیف اگر حضرت عمر صدقِ دل اور خلوصِ ایمان سے جناب رسول مقبول صلعم کی خدمت میں حاضر و موجود ہوئے ہوتے اور ان کا اسلام لانا بسبب برکت دعائے آنحضرت صلعم ہوتا تو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم نبوت سے آپ کے اسلام لانے اور آمد آمد کا علم ہو جاتا اور ان کے حاضر ہونے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو اُن کے اسلام لانے کا مژدہ سنا کر اُن کے استقبال کی ہدایت فرماتے اور فرطِ طرب میں یہ ارشاد فرماتے ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اور حضرت عمر کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اور کل اصحاب خوش ہو ہو کر ان سے بغلگیر ہوتے مگر برعکس اس کے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

پر چلتا ہوا تجھ کو چھوڑ دیں گے۔ درانحالیکہ تو نے محمدؐ کو قتل کیا ہو۔ بہتر ہے کہ تو اپنے گھر والوں میں جا تا کہ ان کے امر کا سرپرست ہو۔ عمر نے کہا کہ میرے اہلبیت کون؟ اُس نے کہا کہ تیرے بہنوئی اور ابن عم سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور تیری بہن کہ یہ دونوں اسلام لا چکے ہیں۔ تجکو لازم ہے کہ جا کر اُن کا حال دریافت کر۔ نعیم نے یہ جو کچھ کہا تھا اس غرض سے کہا تھا کہ عمر کو رسول اللہؐ کے قتل سے باز رکھے اور بقولے جو عمر کو ملا تھا وہ سعد بن ابی وقاص تھا اس نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اے عمر! جواب دیا کہ "میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ کو قتل کروں" سعد نے کہا کہ تمہاری یہ طاقت نہیں ہے، چاہتے ہو کہ محمدؐ کو قتل کرو، بنی عبد مناف تم کو زمین پر چلتا ہوا چھوڑ دیں۔ عمر نے کہا کہ تو اسلام کی طرف مائل ہو گیا ہے میں تجھی سے پہل کرتا ہوں اور تجھے قتل کرتا ہوں سعد نے کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہؐ عمر نے اپنی تلوار کھینچی اور سعد نے اپنی تلوار کھینچی اور قریب تھا کہ چل جائے پھر سعد نے عمر سے کہا کہ کیا ہو گیا ہے تجکو اے عمر اپنی بہن اور بہنوئی کو پہلے تجھے قتل کرنا چاہیے تھا۔ عمر نے کہا کہ کیا وہ دونوں بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے، سعد نے کہا ہاں، عمر نے سعد کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی بہن کے مکان پہ آئے خباب بن ارت بھی ان لوگوں کے پاس پائے گئے۔ ان کے ساتھ ایک صحیفہ تھا اوس میں سورہ طٰہٰ لکھا تھا، ان لوگوں کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ عمر نے ان لوگوں کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب آہٹ عمر کی سُنی اُن لوگوں نے تو خباب تو غائب ہو گئے اور وہ صحیفہ چھوڑ گئے۔ جب مکان میں عمر آئے تو اپنی بہن سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی

کو ان کا آنا گراں گذرا۔ چنانچہ جب حضرت عمر نے دق الباب کیا اور ایک صحابی نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور اُن کا حال حضور میں عرض کیا تو کل اصحاب اُن کے آنے سے متردد ہوئے کہ کوئی دروازہ کھولنے کو بھی نہ اُٹھا آخر بقول شبلی صاحب یہ

"چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہ نے کہا آنے دو۔ اگر مخلصانہ طور پہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردیا جائے گا" (الفاروق۔ حصہ اول صـ ۷۹)

غرض جب حضرت عمر حضور کے سامنے حاضر کئے گئے تو اس وقت تک آپ اُن کی طرف سے ویسے ہی بدگمان تھے اور اُن کو اپنا اور اسلام کا دشمن جانتے تھے جیسا کہ ابن اثیر جزری کا قول ہے کہ :۔

حضرت نبی صلعم خود ہی حضرت عمر کی طرف تشریف لائے اور اُن کے پاس آکر چادر کے کنارے سب طرف سے پکڑ لئے اور نہایت زور سے اسے کھینچکر پوچھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) میں سُن رہا تھا۔ بہن نے اُن کی کہا کہ کچھ نہیں ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہی تم نے سنی ہوں گی عمر نے کہا کہ قسم بخدا مجھے خبر ملی ہے کہ تم دونوں (اپنے بہن بہنوئی کو کہا) نے محمد سے بیعت کرلی ہے ان کے دین پر آ۔ اور اپنے بہنوئی پر حملہ کیا اور زمین پر پچھاڑ دیا اور اُن کے سینہ پر بیٹھ کر انکی ڈاڑھی پکڑ لی۔ بہن اُن کی اپنے شوہر کو چھڑانے کی غرض سے اُٹھیں انکیں بھی مارا کہ پیشانی اُن کی زخمی ہوگئی۔ جب خون بہتے دیکھا کہنے لگیں اے دشمن خدا! تو مجکو اس پہ مارتا ہے کہ میں خدا کی توحید کرتی ہوں میں ضرور تیری ناک زمین پر گھسنے کے لئے اسلام لائی۔ تجکو جو کرنا ہو کر۔ جب بہن کی یہ حالت دیکھی اپنے بہنوئی پر جو ظلم کیا تھا اس پر نادم ہوئے بہن سے کہا کہ یہ صحیفہ مجھے دو دیکھوں تو کیا لائے ہیں محمدؐ اور عمر لکھنا جانتے تھے بہن نے ان کی کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم ضائع نہ کردو عمر نے قسم کھائی کہ ضرور پڑھنے کے بعد پھیر دیں گے۔ بہن نے ان کی کہا کہ تو نجس ہے اور اس کو سوائے طاہر کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ اور حلبی نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب شب میں کیا حضرت نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا کہ عمر! حضرت نے فرمایا تو مجھ کو نہ شب میں چین لینے دیتا ہے نہ دن میں۔ پس مجھے خوف ہوا کہ مجھ پر بد دعا نہ کریں۔ لہذا میں نے کلمہ اپنی زبان پر جاری کیا۔ علاوہ اس کے حلبی نے بہت سے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں جن کو دیکھ کر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ دل کا عمر کے کیا حال تھا۔ ۱۲ منہ

تو کیوں آیا ہے؟ ابھی تک تو اپنی شرارت سے باز نہیں آیا کیا خدائے تعالیٰ کا عذاب نازل ہونا چاہتا ہے۔ (دیکھو عروج الاسلام جلد ششم ۱۴۳)

اور بقول صاحب ابو الفداء مندرجہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ چھاپہ مصر:-

آنحضرت صلعم نے نہایت خشمناک ہو کر فرمایا:-

ما تزال حتی تنزل بك القارعة	کہ جب تک تو رسوا اور ذلیل نہ ہوگا ہمیشہ تو اپنے کفر و نفاق ہی پر جما رہے گا۔

آخر کار جب حضرت عمر نے جناب حمزہ کا کلام سنا اور ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غیظ و جلال میں دیکھا تو گھبرائے اور سوچے کہ میں تو رسول اللہ کا سر لینے آیا تھا مگر یہاں تو میرا ہی سر کٹتا ہے۔ پس ہیبت نبوت و جلالت رسالت نے بقول شبلی صاحب (نبوت کی پر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا) اور حسب بیان آپ کے (اُن کی آنکھیں نکل پڑیں) لہٰذا اس کشمکش نے ایسا اثر کیا کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا اور مجبور ہو کر کلمہ پڑھ لینے ہی میں اپنی جان کی امان ان کو نظر آئی چنانچہ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۲۹۶ میں آپ کے اسلام لانے کا یہی سبب لکھا ہے۔ اس روایت کی نقل یہ ہے:-

فخرج الیہ فاخذ رسول اللہ بمجامع ثیابہ ثم نثرہ نثرۃ فما تمالك عمر ان وقع علی رکبتیہ فقال ما انت بمنتہ یا عمر فقال اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔	پس جب حضرت عمر کی آمد آنحضرت نے سنی تو آپ باہر آئے اور ان کا کپڑا پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بل گر پڑے اور فرمایا کہ اے عمر! تو باز نہ آئے گا، جس پر عمر نے کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔

اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۵۵ پر تو پیغمبر کی ایک ایسی دھمکی مذکور ہے جس کے پس منظر کی تشریح ہم نہیں کریں گے صرف عبارت معہ ترجمہ لکھے دیتے ہیں:-

فقال ما انت بمنتہ یا عمر حتی ینزل اللہ بك من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن المغیرۃ فقال	(حضرت عمر کے آتے ہی) آپ نے فرمایا کہ اے عمر تم باز نہیں آؤ گے؟ جب تک کہ رسوائی اور عذاب خدا کی طرف سے تمہارے بارے

ا کو بالعکس ثابت کرنے کی سعی لا حاصل نہ کرتا۔ مگر افسوس کہ ان سے چپ چاپ بیٹھا نہیں جاتا۔ اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں تالیفات و تصنیفات بے سروپا سے شیعوں کے مذہب پر بے نتیجہ حملے کرتے ہیں۔ اور جب شیعوں کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب پاتے ہیں تو برا بھلا کہنے لگتے ہیں اور عدالتوں میں استغاثہ دائر کرتے پھرتے ہیں، لیکن الحمد للہ کہ اس دور میں ہر فرقہ اپنے مذہب میں آزاد ہے اس لئے وہ استغاثے خارج کر دیئے جاتے ہیں۔ پس ہمارے علمائے اعلام کے معقول و منقول جوابات پر علماء اہل سنت کا سکوت اور جمود ہمارے علماء کے تبحر علم اور عبور و تحقیق مذہب پر بخوبی دلالت کرتا ہے، اس صورت میں ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے متکلمین امامیہ کی لاعلمی و بیخبری کی نسبت ارشاد فرمایا وہ کہاں تک درست ہے۔ ہاں شاہ صاحب جو چاہیں کہیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اگر علمائے کرام صراط مستقیم اور شریعت رسول کریم کو خارزار ضلالت سے پاک و صاف نہ کرتے تو زمانہ غیبت جناب صاحب الزمان علیہ السلام میں بقائے ملت حقہ اثنا عشریہ محال تھی۔ جیسا کہ جناب تقدس مآب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

در احتجاج طبرسی از جناب امام نقی علیہ السلام منقول است کہ آنجناب فرمودہ علمائے کہ بحضرت صاحب الزمان علیہ السلام راہ می نمایند و بحجج الہی دین متین را نگاہ میدارند و ضعفائے بندگان خدا را از دام شیاطین میرہانند در زمانہ غیبت صاحب الزمان علیہ السلام اگر باقی نمی ماندند ہر آئینہ ہمگی مردم ز دین ہدیٰ برہم زن گشتند و راہ ارتداد پیش می گرفتند و لیکن علماء در زمان دلہائے شیعہ را بدست می گرفتند شاید کہ کشتی بانان سکان کشتی را بگردانند آنہا نزد خدا صاحب فضل و شرف اند۔

کتاب احتجاج طبرسی میں امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے علماء جو ہمارے شیعوں کو معرفت امام زماں علیہ السلام کی حاصل کراتے ہیں اور براہین روشن سے دین متین کی حفاظت کرتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد بندگان خدا کے دلوں کو دام شیاطین سے بچاتے ہیں، اگر غیبت امام علیہ السلام میں موجود نہ ہوتے تو تمام لوگ ضرور دین خدا سے پھر جاتے اور گمراہی اختیار کرتے لیکن علماء وقت ضعیف شیعوں کے دلوں پر اس طرح حاوی ہوگئے ہیں جس طرح ناخدا کے قبضہ میں کشتی کا سکان ہوتا ہے کہ جس طرف چاہتا ہے اس کو چلائے پھرائے پس یہ علماء پیش خدا فضل و شرف رکھتے ہیں۔

غرض تحفہ کی تالیف سے خدا کے فضل سے مذہب امامیہ کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ البتہ اہلسنت

عمر اشھد ان لا الہ الا اللہ وانت عبد اللہ ورسولہ

میں اسی طرح نہ نازل ہو جو اس نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل فرمایا ہے

ولید کے اوصاف کو سورۂ نون میں خدا نے بیان فرمایا ہے) پس فوراً ہی عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا۔

پس یہ ایمان وہ ایمان ہے جس کی مذمت حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قالوا آمنّا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم (سورہ المائدۃ)

منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن اُن کے دل ایمان نہیں لائے۔

اور اسی وجہ سے شیعوں کا ان حضرات کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ (اصحاب ثلثہ از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند)۔

افسوس! کہ ہمارے سُنّی بھائی بفحوائے ع چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد۔ محض اصحاب ثلثہ کی خاطر حالات اور واقعات پر کیسا پردہ ڈالتے ہیں کہ حضرت ابو طالب سے جاں نثار جنھوں نے آنحضرت کی پرورش کی۔ اور دشمنوں سے دس سال تک حفاظت رسالت و نبوت کی تصدیق اور اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر طرح کی حمایت و اعانت کی اسلام کی خاطر کل بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب میں تین سال تک آب و دانہ بلکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور حضرت خدیجہؓ سی خاتون جنھوں نے اپنا مال آپ پر نثار کیا اور مژدۂ بعثت سنتے ہی آنحضرت پر ایمان لائیں۔ حضرت جعفرؓ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے وفادار تھے باوجود ہمہ وقت آپ کے سینے سپر رہے اور راہِ خدا میں ہجرت کی اور یہاں تک جہاد کیا کہ خدا و رسولؐ پر اپنی جانیں نثار کردیں۔ جس کی شہادت میں خود خدائے عزوجل فرماتا ہے:۔

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب

جن لوگوں نے ہمارے لئے وطن چھوڑے اور اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو ان سے ضرور محو کریں گے اور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اللہ کے یہاں سے یہ بدلہ ہے

پ ۴- ع- آل عمران ع ۱۹ اور اچھا بدلہ اللہ ہی کے نزدیک ہے۔

ایسے وفادار اور جاں نثار ایمان والوں کو تو اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن بتائیں اور جن حضرات نے دنیا حاصل ہونے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا اور جو اس نازک وقت میں اپنی قوم کی پناہ میں رہ کر امن و امان میں رہے۔ جو ہمیشہ جہاد میں فرار اور رسالت و نبوت میں شک و شبہہ کرتے رہے۔ تا زیست خدا و رسولؐ کی عدول حکمی کو اپنا شعار سمجھتے رہے۔ دنیا کے پیچھے اپنے پیغمبر کے دفن و کفن اور نماز جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے اُن کو اسلام اور ہادئ اسلام کا سچا فدائی اور حقیقی جاں نثار سمجھیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق بتائیں۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ شعر

جفا کی تم نے اور ہم نے وفا کی
تم اچھے ہم بُرے قدرت خدا کی

قال

پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا۔ اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول اول ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بلا توقف اور بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بلا صلاح ومشورہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر آپ کا دامن پکڑا اور اپنے دوست اور آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیۂ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوئے ہوں کوئی نہایت قوی سبب ہوگا۔ ورنہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور اپنے عیش وآرام کو ترک کرنا اور مصیبت وایذائیں اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔

(آیات بینات)

فی الواقع ابتدائے نبوت میں اصحاب کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہوگا

اقُولُ

جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا تھا اور سب سے پہلے پیغمبر خدا کے کہنے کو سچ جانا تھا اُن میں اگر صحابہ ثلثہ شامل ہیں تو آپ کو یہ امر کتب امامیہ سے ثابت کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کا ایمان شیعوں کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا جیسا کہ جناب غفراں مآب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ "تحفہ اثنا عشریہ" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

که اول ایمان اصحاب ثلثه باثبات	پہلے اصحاب ثلثہ کا ایمان ثابت کرنا چاہیے
باید رسانید بعد ازیں بایں افسانه	بعد اس کے یہ بیہودہ افسانہ گانا چاہیئے کیا
بیهوده ترنم باید نمود زیراکه دانستی که مسلک	سئے کہ ان کے ایمان کے بارے میں امامیہ کا
امامیه دریں باب آنست که اصحاب ثلثه	یہ مقولہ ہے کہ اصحاب ثلثہ اول ہی سے
ازاول از ایمان بهره نداشتند۔	ایمان سے بہرہ نہ رکھتے تھے۔

البتہ ان کے اسلام لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اور یہ تفریق کچھ شیعوں ہی نے نہیں کی ہے بلکہ اس کا فرق قول باری تعالیٰ سے روشن ہے۔

وقالت الاعراب امنا قل لم	اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے رسولؐ
تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما	ان سے کہو کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یہ
یدخل الایمان فی قلوبکم	کہو کہ اسلام لائے ایمان تو تمہارے دلوں میں بیٹھا ہی نہیں۔

اور اصحاب ثلثہ کا تو ابتدائے دعوت میں اسلام لانا کتب اہل سنت سے بھی ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر کا مسلمان ہونا تو خود حسب روایات اہلسنت بعثت نبوی سے چھ برس کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک متعدد اشخاص دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ جن کی تعداد خود آپ نے قریب چالیس آدمیوں کے بتائی ہے۔ پس اس زمانہ کو ابتدائی زمانہ کون کہتا ہے۔ ہاں اگر اہلسنت نے انھیں کے اسلام لانے کی تاریخ سے یہ حساب لگایا ہو اور اس تاریخ سے دعوت اسلام کی ابتدا قرار دی ہو تو یہ اور بات ہے۔

اسی طرح ابو بکر کی سابق الاسلامی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی۔ اس لئے کہ خود محققین اہل سنت کو اس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ دس پانچ آدمیوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور کسی کا بیان ہے کہ پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور نہ روائتیں یہ ہیں۔

(۱) اخرج ابن عساکر بسند جید عن محمد بن ابی وقاص انہ قال لابیہ سعد کان ابو بکر الصدیق اولکم اسلاما قال ولکنہ اسلم قبلہ اکثر من خمسۃ ولکن کان خیرنا اسلاما (تاریخ الخلفا)

بسند معتبر ابن عساکر نے محمد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سعد سے پوچھا کہ کیا ابو بکر سابق الاسلام تھے؟ تو اُس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے پہلے پانچ آدمیوں سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن اسلام اُن کا بہتر تھا۔

(۲) حدثنا ابن حمید کنانہ بن جبلہ عن ابراھیم بن طھمان عن الحجاج بن الحجاج عن قتادہ عن ثعالب بن الجعد عن محمد بن موسیٰ قال قلت لابی کان ابو بکر اولکم اسلاما فقال لا واسلم قبلہ اکثر من خمسین و لکن کان افضلنا اسلاما

ابن حمید نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا ابو بکر تم لوگوں سے پہلے اسلام لائے تھے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے قبل پچاس آدمی سے زیادہ اسلام لا چکے تھے مگر ابو بکر کا اسلام لانا ہم سے افضل تھا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ مصر)

ان روایتوں سے ان کی سابق الاسلامی باطل ہو گئی۔ اب رہا یہ کہ "جو لوگ نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوں تو ان کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو اصحاب متقین اور صالحین تھے اُن کے ایمان لانے کا قوی سبب پرہیزگاری آخرت تھی ان لوگوں میں سے بعض تو آنحضرت صلعم کے عزیز تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اکثر مومنین صالحین مثل حضرت عمار و حضرت یاسر و حضرت بلال و غیرہ وغیرہ کے جو مثل عزیزوں کے تھے اُن کے ایمان کا یہ حال تھا کہ نہ کبھی انھوں نے بعد لانے ایمان کے آنحضرت صلعم کی نبوت اور رسالت میں شبہہ

الحاصل متقین و صالحین و منافقین کے اسلام لانے کے اسباب

کیا اور نہ کسی امر میں اپنے پیغمبر کی مخالفت کی۔ اور بعض تو اسی نازک زمانے میں اپنی جانیں خدا اور رسولؐ پر نثار کر گئے جیسا کہ حضرت عمارؓ کے والدین یعنی حضرت یاسرؓ و حضرت سمیہ کا کفار مشرکین کے ہاتھوں سے اذیت اٹھانا اور شہید ہو جانا کتب اہل سنّت سے معلوم ہوتا ہے ہم بعض روایات کی نقل اس جگہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) عمار بن یاسرؓ۔ اور ان کے باپ اور ماں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ قدیمی مسلمانوں میں ہیں۔ بنی مخزوم۔ عمار اور اُن کے ماں باپ کو مکہ کی گھاٹیوں میں اس وقت لیجاتے تھے جب کہ پتھر نہایت گرم ہو جاتے تھے اور وہاں انھیں گرمی کی شدت سے ایذا دیتے تھے ایک مرتبہ نبی صلعم ان پر سے ہو کر گذرے اور فرمایا آلِ یاسر تمہارا اور ہمارا موعد جنت ہے۔ اس کے بعد یاسر اُسی عذاب سے مر گئے۔ عمار کی ماں سمیہ کو ابوجہل نے نیزہ مارا اس سے وہ مر گئی۔ یہی عورت اسلام میں سب سے اول شہید ہوئی۔

عمار کو بھی بڑا عذاب دیتے تھے کبھی تو ان کو گرمی کی سختی سے ستاتے تھے۔ اور کبھی سُرخ گرم پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیتے تھے اور کبھی پانی میں غرق کر دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب تک محمدؐ کو گالیاں نہ دے گا اور لات و عزے کی تعریف نہ کرے گا تب تک تجھے ہم نہ چھوڑیں گے۔

ایک بار عمار نبی صلعم کے پاس روتے ہوئے آئے آپ نے پوچھا خیر تو ہے؟ عمار نے کہا یا رسول اللہؐ بُری حالت ہے اس طرح لوگ مجھ سے پیش آتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ عمار نے کہا میرے دل کو اپنے ایمان سے اطمینان ہے آپ نے فرمایا اگر اب وہ لوگ تمھیں ایذا دیں تو تم سے جو کچھ وہ کہلائیں کہہ دینا۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

من کفر باللہ من بعد	جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے مگر اُس کا
ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ	دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اُس سے
مطمئن بالایمان ولکن	کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ لیکن جو ایمان لانے کے
من شرح بالکفر صدرا	بعد خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے
فعلیہم غضب من اللہ ولہم	تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا

آیات وردیا
نسبت جواز

عمار کو نبیؐ کی تقیہ کی تعلیم -

عذاب عظیم ط (سورہ نحل آیت ۱۰۶) غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

یہ عمار رسول اللہ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں صفین میں حضرت علیؑ کی طرفداری میں شہید ہوئے اور ان کی عمر ترانوے پورا نوے سال سے متجاوز تھی۔ (عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مفید عام آگرہ)

(۲) اخرج ابن مسعود عن محمد بن سیرین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی عمار وھو یبکی فجعل یمسح عینہ یقول اخذتک الکفار فغطوک فی الماء فقلت کذا وکذا فان عادوا فقل ذلک لھم۔ (تفسیر درمنثور جلد چہارم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

ابن مسعود نے محمد بن سیرین سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے عمار سے ملاقات کی وہ حضرت کو دیکھ کر رونے لگے حضرت اپنے دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم کو کفار نے پکڑ کے پانی میں غوطہ دیا اور ڈبویا اس وقت تم نے بحالت مجبوری یہ باتیں کہی تھیں اگر دوبارہ کہلائیں تو بھی کہہ دو۔

(۳) ایک دفعہ کافروں نے حضرت عمار اور اُن کے ماں باپ کو جو مسلمان ہوگئے تھے اور دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا کہیں اُدھر سے رسول اللہ صلعم تشریف لا رہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا اے یاسر کے خاندان کے لوگو! صبر کرو تمھاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر کا اس سختی میں انتقال ہوا اور اُن کی بیوی سمیہ نے ابوجہل سے سختی کے ساتھ گفتگو کی ابوجہل نے اُن کو اُسی وقت شہید کر دیا۔ اسلام میں سب سے قبل حضرت سمیہ ہی نے شہادت کا درجہ پایا۔

(رسالہ ذکر مبارک ص۲۵)

تاریخ کامل (جس کا ترجمہ عروج الاسلام ہے) کی جو روایت اوپر نقل ہو چکی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیۂ کریمہ "من کفر باللہ" الخ حضرت عمار ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی بیان دیگر مفسرین اہل سنت کا بھی ہے جیسا کہ صاحب تفسیر حسینی تفسیر کرتے ہیں۔

در اخبار آمدہ کہ قریش بعد از تعرض حضرت بالسنہ باطلہ ایشاں بایذا و آزار در ویشاں صحابہ کہ حمایتے نداشتند چوں

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم بتوں کی برائی علانیہ کرنے لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

بلال و خباب و عمار و پدر او یاسر و مادر او
سمیہ مشغول شدند و ایشان را در رجوع
کفر اکراہ کردند آنجماعت در طریق خود
ثبات قدم ورزیدہ بر جفائے قوم شکیبائی
نمودند تا حدیکہ والدین عمار شربت شہادت
چشیدند و عمار از بے طاقتی و ضعف
بدن کہ تحمل ایذا نداشت کلمہ کہ رضائے
قوم در آں بود گفت "بل امنت بالجبت
والطاغوت" خبر بحضرت پیغمبر
رسید کہ عمار کیش کفر اختیار کردہ از
دین خود بیزار شد حضرت فرمود نہ
چنین ست از سر تا قدم عمار از ایمان
پرست و ایمان بگوشت و خون او
بر آمیختہ است یعنی ایمان در باطن
او چنان متمکن شدہ کہ بہ گفتگوے
ہرزہ گوئی تفاوت پذیرد۔ عمار گریہ
کناں بجناب نبوت مآب آمد آنحضرت
بدست مبارک اشک او پاک میکرد
وی فرمود ترا چیست ان عادوا لک
فعد لھم یعنی اگر باز گردانند
بتو اکراہ باز گردید ایشان ہماں کلمہ
وحق سبحانہ این آیہ فرستاد کہ من
کفر باللہ من بعد ایمانہ
ہر کہ کافر شود بخدائے پس از ایمان
خویش مرتد گردد چوں ابن خطل و

جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا مثل بلال و
عمار یاسر وغیرہ کے ایذائیں دینے لگے اور
ان کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے۔
مگر وہ لوگ اپنے دین و ایمان پہ مستقل
اور ثابت قدم رہے اور مصائب جھیلتے
اور صبر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت
عمار کے والد حضرت یاسر اور ان کی ماں
سمیہ نے ان مظالم سے شربت شہادت
نوش کیا اور حضرت عمار بوجہ ضعف اور
کم طاقتی کے ان مصائب کے متحمل نہ ہو سکے
تو مجبور ہو کر حسب خواہش کفار یہ کلمہ زبان
پہ لائے آمنت بالجبت والطاغوت
یہ خبر نبی صلعم کو پہونچی کہ عمار نے کفر اختیار
کر لیا اور دین اسلام سے پھر گئے یہ سنکر
حضرت نے فرمایا کہ میں اس امر کو ہرگز باور
نہیں کرتا کہ عمار اپنے ایمان سے پھر گیا ہو
اس لئے کہ وہ سر سے پاؤں تک ایمان
میں ڈوبا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت
اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے یعنی
ایمان اس کے قلب و جگر میں اس قدر
سرایت کر گیا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ہر کس و
ناکس جاہل و احمق کے بہکانے پہ پھر جائے
اسی اثنا میں عمار بھی روتے ہوئے آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت اپنے
دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھتے

وطعمہ ومقیس وامثال ایشان در معرض سخط الٰہی باشد الا من اکرہ مگر کسیکہ اکراہ کردہ شود و قلب او مطمئن باشد بالایمان ارسیدہ باشد بایمان وعقیدہ او متغیر نہ گردد چون عمار بن یاسر۔

(تفسیر حسینی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نولکشور)

تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہوا اگر کفار کفر کی باتیں تم سے کہلائیں تو تم زبان سے کہہ دو اس پر خدائے پاک نے یہ آیت نازل فرمائی من کفر الخ یعنی جو کوئی ایمان لانیکے بعد پھر جی سے کفر اختیار کرے جیسا کہ ابن خنظل اور طعمہ و مقیس وغیرہ نے کفر اختیار کیا تو وہ مستوجب غضب الٰہی ہوگا لیکن جو کوئی کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دل سے اپنے ایمان پر ثابت قدم ہو مثل عمار یاسر کے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے

پس مومنین کے ایمان لانے کا قوی سبب تو نجات آخرت تھا۔ ہاں جو لوگ منافق تھے وہ اسلام لانے کے بعد زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے لیکن دل میں آمنت بالجبت والطاغوت کے قائل تھے۔ جس پر آیۂ کریمہ من کفر باللہ الخ شاہد ہے اور اصحاب ممدوحین اہل سنت کے ایمان لانے کا قوی سبب محض طلب دنیا تھی۔ چنانچہ اس نازک زمانہ جاہلیت میں لوگ کاہنوں اور نجومیوں کے بہت معتقد تھے اور اُن کی بات پر فوراً یقین لے آتے تھے انھوں نے حکم لگایا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہوں گے جن کو بہت قوت اور غلبہ حاصل ہوگا اور تمام ملک ان کے تسلط میں آئے گا۔ اس نبی کے اصحاب حکومت اور سلطنت سے بہت متمتع ہوں گے۔ چنانچہ علماء اکابر اہل سنت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو کاہن اور نجومیوں نے خبر دی تھی کہ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث ہوں گے ان کی حیات میں تم اُن کے مصاحب ہوگے اور بعد وفات اُن کے خلیفہ بن بیٹھو گے"۔ چنانچہ ان کی پیشین گوئی راست آئی۔ کہ حضرت ابوبکر کو وزارت بھی ملی اور خلافت بھی۔

اور حضرت عمر کے اسلام لانے کا قوی سبب خود آپ ہی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہزار شتر سُرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار کی طمع پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار گلے میں حمائل کرکے چلے تھے مگر جب امیر حمزہؓ کا یہ کلام سُنا۔ اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اُس کا سر۔ نیز حضرت امیر حمزہؓ کو تیغ بکف اپنے سر پر دیکھا اور آنحضرت صلعم کو نہایت غیظ و جلال میں پایا تو خوف زدہ ہوکر بمجبوری کلمۂ شہادت پڑھا۔

اور حضرت عثمان کے اسلام لانے کا سبب علامہ سیوطی خصائص الکبریٰ کے صفحہ ۱۲ جلد اول میں خود حضرت عثمان کی زبانی جو تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن
عفان قال کنت رجلا مستهترا
بالنساء فانی ذات لیلة بفناء الکعبة
قاعد فی رھط من قریش اذا تینا
احد فقیل لنا ان محمدا قد انکح عتبة
بن ابی لھب من رقیة ابنته وکانت
رقیة ذات جمال رائع فدخلتنی
الحسرة لما لا اکون سبقت الی
ذلک فلم البث الی ان انصرفت
الی منزلی فاصبت خالة لی قاعدة
وکانت قد تکھنت عند قومها
فلما راتنی قالت ابشر وحییت ثلاثا
تترا ثم ثلاثا وثلاثا اخری ثم
باخری کی تتم عشرا اتاک خیر و
وقیت شرا انکحت والله حصانا زھرا
وانت بکر لقیت بکرا وافیتھا بنت
عظیم قدرا۔ قال عثمان فعجبت
من قولھا وقلت یا خالة ما تقولین
فقالت عثمان لک الجمال ولک
اللسان وھذا النبی معه البرھان
ارسله بحقه الدیان وجاءه
التنزیل والفرقان فاتبعه لا

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ ہم نسواں کو محبوب رکھتے
تھے ایک روز ہم خانۂ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ
کسی نے کہا محمدؐ نے اپنی بیٹی (رقیہ) کا عقد عتبہ بن
ابولہب سے کردیا یہ سن کر ہمارے دل میں حسرت ہوئی
کہ کیوں ہم نے سبقت نہ کی تاکہ یہ ہم کو مل جاتی
جب ہم وہاں سے گھر آئے تو خالہ کو موجود پایا جو کاہنہ
تھی اس نے کہا کہ بشارت ہو اور مبارک ہو تین
مسلسل پھر تین اور پھر ایک تاکہ دس پوری کرے قسم
خدا کی تو نے نکاح کیا حصان درخشاں سے
تو بھی بکر ہے اور ملاقات کی بکر سے
تو اس کو ایک عظیم القدر بیبی پائے گا۔
. . . . عثمان کہتے ہیں
کہ ہم کو اس قول سے تعجب ہوا۔ میں
نے کہا اے خالہ کیا کہتی ہو تو جواب
دیا کہ اے عثمان! یہ نبی ہیں جن کے ساتھ
برہان ہے جس کو خدا نے حق کے ساتھ
بھیجا ہے اور اس کے پاس تنزیل
فرقان آیا ہے تو اس کی پیروی
کر ایسا نہ ہو کہ بت تجھے دھوکا دیں۔
عثمان نے کہا اے خالہ تم وہ بات
کہتی ہو جس کا ذکر ہمارے شہر میں
نہیں ہے صاف بیان کرو تو کہا کہ

…ثمان کو عورتوں
…دلچسپی تھی

والجماعت کی پوری قلعی کھل گئی۔ اور ان کے پیشواؤں کی جو حالتیں پوشیدہ تھیں وہ طشت از بام ہوگئیں۔ چنانچہ میں اپنی ہی حالت عرض کرتا ہوں کہ خاص اصحاب نے جو بدسلوکیاں اپنے پیغمبر کی رحلت فرماتے ہی آنحضرت کی پارۂ جگر اور نفس رسولؐ کے ساتھ کی تھیں۔ مثلاً احراق بیت الشرف بنت رسول جبر و تعدی بیعت طلب کرنے کے لئے ضبطی فدک و میراث اور حق خمس وغیرہ، مجھے ان کے باور کرنے میں بہت پس و پیش تھا اور خیال کرتا تھا کہ وہ اصحاب کرام جنھوں نے حسب اعتقاد اہل سنت سب سے پہلے جناب رسول خداؐ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی آنحضرت کے سفر و حضر میں ساتھ رہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امیرالمومنینؑ کے مراتب و مدارج سے اچھی طرح واقف تھے۔ اپنے پیغمبرؐ کی بیٹی کا گھر آگ اور لکڑی لے کر جلانے کیونکر آئے ہوں گے۔ اور ان بدعتوں کے مرتکب کس طرح ہوئے ہوں گے۔ لیکن جب تحقیق کی نظر سے اہلسنت والجماعت کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت واقع ہوئی اور ان میں کتاب تحفہ اثنا عشریہ بھی نظروں سے گذری اور اس میں جناب رسول خداؐ کی لخت جگر کا گھر جلانے کی توجیہہ میں شاہ صاحب کا یہ کلام دیکھا کہ :-

"ایں تخویف و تہدید کسانے را بود کہ در خانۂ حضرت زہرا الملجا و پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ دریں جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور می داشتند و برہم زدن خلافت خلیفۂ اول بجنگہا و مشورہ ہائے فساد انگیز قصد می کردند"

تحفہ صفحہ ۳ مطبوعہ فخر المطابع[1]

یہ ڈرانا اور دھمکانا ان اشخاص کو تھا جو دولت سرائے جناب فاطمہؑ کو اپنی جائے پناہ سمجھ کر جمع ہوئے تھے اور فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے تھے، اور اپنے فتنہ انگیز مشوروں سے خلیفہ اول کی خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے تھے۔

اس وقت حضرت شاہ صاحب کے ایمان و عقاید کے جوہر کھلے۔ نیز سے خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم اپنی غلطی کی بھی صحت ہوئی اور یقین آگیا کہ جو مطاعن اصحاب ممدوح اہل سنت کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ جن کو اکابر علمائے اہل سنت تسلیم کرتے ہیں، خود شاہ صاحب کو بھی جب اس واقعہ کو جھٹلانے کا کوئی بہانہ نہ ملا تو ان کی محبت اور اپنے مذہب کی بقا کی خاطر اس پر پردہ ڈال دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ تہدید و تخویف بنت رسولؐ کو نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو تھی جو خلیفۂ اول سے باغی ہو کر فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہوئے تھے۔ اور خلافت برہم کرنے کے مشورے کرتے تھے۔ مگر شاہ

---

[1] تحفہ صفحہ ۱۴۶۰ میکٹ دسمبر ۱۸۹۶ء

تعبد الاوثان قلت یا خالة انك لتذكرين
شيئاً ما وقع ذكره ببلادنا فابينه لي
فقالت محمد بن عبد الله رسول من
عند الله جاء بتنزيل الله يدعو به الى الله
ثم قالت مصباحه مصباح ودينه فلاح
وامره نجاح وقرنه نكاح ذلت له البطاح
ما ينفع الصياح لو وقع الذباح وسلت
الصفاح ومدت الرماح قال ثم انصرفت و
وقع كلامها في قلبي وجعلت افكر فيه وكان
لي مجلس عند ابي بكر فاتيته فاخبرته بما
سمعت من خالتي فقال ويحك يا عثمان انك
رجل حازم ما يخفى عليك الحق من الباطل
ما هذه الاوثان التي يعبدها قومنا أليست
من حجارة صم لا تسمع ولا تبصر ولا تضر
ولا تنفع قلت بلى والله انها كذلك فقال فقد
والله صدقتك خالتك هذا رسول الله محمد
بن عبد الله قد بعثه الله تعالى برسالته الى
خلقه فهل لك ان تاتيه فتسمع منه فقلت بلى
فاتيته فقال يا عثمان اجب الى الله الى جنته
فاني رسول الله اليك والى خلقه قال فو الله
. . . .
. . . .
ما تمالكت حين سمعت قوله ان اسلمت
ثم لم البث ان تزوجت رقية فكان
يقال احسن زوج رقية وعثمان .

(محمد بن عبد اللہ) خدا کے رسول ہیں جن کے
پاس تنزیل خدا آیا ہے اور خدا کی طرف دعوت
کرتے ہیں۔ ان کا مصباح مصباح ہے اور ان
کا دین فلاح ان کا امر رستگاری اور شاخ اُن
کی نکاح ہے تمام بطحی ان کا تابع ہوگا جب ذبح
شروع ہوگا اور تلوار کھینچ جائے گی اور نیزے
دراز کئے جائیں گے تو چیخنا اور چلانا کوئی فائدہ
نہ دے گا۔ خالہ تو چلی گئیں مگر ان کا کلام دل
میں گھر کر گیا چونکہ ابو بکر کے پاس ہم آیا جایا کرتے
تھے اس لئے ہم نے اس قصہ کو ان سے بیان
کیا۔ ابو بکر نے کہا تو مرد عاقل ہے حق و باطل تجھ
پر مخفی نہیں ہے یہ بت کیا چیز ہے جن کو ہماری
قوم پوجتی ہے کیا یہ پتھر نہیں ہیں جو نہ کچھ فائدہ
پہونچا سکتے ہیں نہ ضرر، تو جاکر حضرت سے
باتیں سن۔ عثمان حضرت کی خدمت میں آئے۔
تو آپ نے فرمایا اے عثمان خدا کی اجابت کر اس
کی جنت کی طرف آ۔ کہ ہم تیری طرف اور تمام خلق
کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ عثمان کہتے ہیں
کہ اس وقت ہم کو اپنے دل پر قابو نہ رہا اور فوراً
اسلام لائے جس کے چند روز بعد رقیہ کا
ہم سے نکاح ہوا جس پر لوگ کہتے تھے کہ عثمان
اور رقیہ کا اچھا جوڑا ہے۔

(منقول تنقید البخاری حصہ سوم صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

ہم اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضروری و لازمی سمجھتے ہیں کہ حضرت رقیہ و

ام کلثوم اور زینب، دختران آنحضرت صلعم سے نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبری کے شوہر اول سے یا اُن کی ہمشیر کی بیٹیاں تھیں آنحضرت صلعم نے حضرت رقیہ کا عقد عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عتیبہ فرزندان ابولہب سے کر دیا تھا ان دونوں کو اُن کے شوہروں نے بحکم ابولہب طلاق دیدی تھی پھر دونوں یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان میں آئیں۔ یہ وجہ تسمیہ آپ کے ذوالنورین ہونے کی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما	اعمال کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے
لکل امری مانوی فمن کانت	جو بغرض دنیا ہجرت کرتا ہے اس کو
ھجرتہ الی الدنیا یصیبھا او	دنیا ملتی ہے اور جو بغرض کسی عورت
امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر	کے ہجرت کرتا ہے تو جس غرض سے وہ
الیہ (بخاری جلد اول صفحہ ۲)	ہجرت کرتا ہے وہی اس کا نتیجہ ہے۔

پس یہ اسباب قوی ان حضرات کے اسلام لانے کے ہیں آخر جس نیت سے اسلام لائے تھے اس میں کامیاب ہوئے۔ غرض جب خاص خلفاء ثلثہ کے اسلام لانے کے یہ قوی اسباب تھے تو ان کے ہواخواہوں کے اسلام لانے کے وجوہ کس شمار و قطار میں ہیں۔

قال

اگر ہم اس بات کو سوچیں جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تھا تو ہم کو اُس کے صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ یا دین کی خواہش اور نجات کی اُمید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ۔ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کریں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انھوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان و اسلام کے ساتھ تھی نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں گوارا کیا ہوگا اور برسوں اُس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہوں گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر دل سے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے۔

اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا بھی ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا وہ اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر۔ جو کچھ مال و دولت کی غرض تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی اُمید پر تھا اور جب اس امید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اس سے ان کا پھرنا غیر ممکن تھا۔

(آیات بینات صفحہ پنجم)

اَقُولُ

مذکورہ بالا بیان کی تردید

اصحاب کے اسلام لانے کے وجوہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلام لانے کے بعد پھر اس سے نہ پھرے اس لئے کہ ایمان بہت ہی نازک امر ہے جب تک کہ خاتمہ بخیر نہ ہو اس پہ فخر و ناز کرنا بیجا ہے۔ انسان کا تو کیا ذکر ہے ابلیس جو معلم الملکوت تھا گمراہ ہو گیا جس نے ہزارہا سال عبادت الہیٰ کی تھی اور اسی طاعت و عبادت کی وجہ سے معلم الملکوت ہوا تھا۔ چنانچہ اس کی عبادت کا یہ حال تھا کہ تفسیر قمیؔ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ :-

"اُس نے دو رکعت نماز اس قدر طویل دے کر پڑھی کہ چار ہزار برس کی مدت اس میں صرف ہو گئی۔ لیکن جب خدائے پاک نے تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے فوراً فرمان الہیٰ کی تعمیل کی مگر اس نے براہ تکبر و غرور سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں کیوں کر اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری خلقت آگ سے ہے آخرکار اس نا فرمانی پر صدہا سال کی عبادت خاک میں مل گئی اور مقبول بارگاہ الہیٰ ہو کر مردود ہو گیا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں　　اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اب فرمائیے کہ جس نے محض خوشنودی و رضائے معبود کے لئے سالہا سال اس قدر عبادت کی ہو کہ کوئی جگہ سجدہ کرنے سے نہ بچی ہو۔ جس نے دو رکعت نماز چار ہزار برس میں ادا کی ہو۔ جس نے درگاہ باری تعالیٰ (بنا بر شہرت) معلم الملکوت کا خطاب پایا ہو، وہی یک بیک نافرمانی کر کے کیوں مردود ہو گیا۔ اسی طرح بڑے بڑے طماع و حریص جو مدتوں گمراہ رہے یک بیک مومن صادق بن گئے۔ مثلاً حضرت حُر بن ریاحی کے حال پر نظر ڈالئے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو باظہار ضرورت بیعت کے

لئے دعوت دی اور آپ ان کے اصرار پر مکہ معظمہ سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو حُر ابن ریاحی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے محض بطمع منصب دوجاگیر ایک ہزار سوار کے سپہ سالار بن کر اس کام پر مامور ہوئے تھے کہ جناب سید الشہداء علیہ السّلام کو کسی اور طرف جانے نہ دیں۔ چنانچہ جب وہ راہ میں سلطان کربلا سے مشرف ہوئے تو حضرت نے استفسار فرمایا کہ تم ہماری مدد کے واسطے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کو، حُر نے کہا کہ میں حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور کسی دوسری جانب جانے نہ دوں حضرت نے فرمایا کہ اس طرح سے میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ حُر نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں تو آپ کو ضرور لے جاؤں گا چنانچہ جب آپ کوفہ کی راہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوئے تو حُر بھی اپنے لشکر کو لے کر آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آخر جب حضرت بحکم قضا و قدر داخل ارض کربلا ہوئے اور بروز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام مع اپنے عزیز و انصار کے میدان کارزار میں رونق افروز ہوئے اور عمر سعد آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا تو حضرت حُر خوف خدا سے لرزنے لگے اور فوراً لشکر عمر سعد سے نکل کر مع اپنے بھائی اور فرزند و غلام کے سبط رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا ابن رسول اللہ میں نے بڑی خطا کی کہ راہ میں حضرت کا حائل ہوا۔ للہ میری تقصیر عفو فرمائیے اور قدم میمنت لزوم پر نثار ہونے کی مجھے اجازت دیجئے تاکہ سب سے پہلے میں ہی درجۂ شہادت سے شرف حاصل کروں حضرت نے اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور روضۂ رضوان کی بشارت دی اب حُر فوج خدا کی طرف سے میدان جنگ میں آئے اور لشکر شام سے خوب لڑے آخر کار امام پر نثار ہوئے جن کی رفاقت میں یہ درجہ پایا کہ جب زخمی ہو کر زمین پر گرے تو خود سبط رسول اللہؐ لشکر میں جا کر اُن کو خیمہ گاہ میں اٹھالائے اور نعش کو لٹا کر زانوئے مبارک پر اُن کا سر رکھا ہنوز جان باقی تھی کہ حُر نے آنکھیں کھول کر ثواب زیارت حاصل کیا اور سبط رسول اللہؐ کے قدم پر اپنی جان نثار کی ؎

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے ۔ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

یہاں بھی حضرت عمر اور حضرت حُر کے مآل کار پر غور فرمائیں کہ حضرت حُر کو تو وقت

آخر، مرتبہ اور درجہ ملا اور جناب عمر کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت رحلت ناراض ہو کر اپنے پاس سے ہٹا دیا تھا۔ دیکھو بخاری شریف میں تو موا عنی"

اب آپ حضرت حُر کے آغاز اور انجام پر غور فرمائیں کہ جو شخص صرف مال و دولت کے لالچ سے نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بن کر چلے وہی اُسی دولت واموال سے اور اہل وعیال سے متنفر ہو کر دفعتہً محض نجات آخرت کی غرض سے سب کے اول راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے ۔

کبھی اس حسن سے نبتا نہیں بگڑا ہوا کام صبح دوزخ میں ہوئی گلشن فردوس میں شام

اگر ہم آپ کی خاطر سے مان بھی لیں کہ صحابہ نے صرف اپنی نجات آخرت ہی کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا تب بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جن اصحاب کا آپ محض نجات آخرت کی وجہ سے ایمان لانا بیان فرما رہے ہیں انھیں سچے اسلام اور پکے ایمان والوں میں سے اکثر اصحاب اسی نازک وقت میں اسلام و ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے جیسا کہ محققین اور مورخین اہل سنت کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلعم معراج سے مشرف ہو کر واپس آئے اور معراج کا ذکر اصحاب سے فرمایا تو اس کو سن کر اکثر اصحاب نے معراج کی تکذیب کی اور اُسی وقت ایمان اور اسلام سے پھر گئے۔ دیکھو عروج الاسلام" جلد ششم صفحہ ۵۳ جو علامہ ابن اثیر جزری کے بیان کا ترجمہ ہے اس کی نقل یہ ہے :۔

" جب حضرت مکہ کو لوٹ آئے تو آپ نے خیال کیا کہ اگر میں اس بات کو لوگوں سے کہوں گا تو وہ اسے سچ نہیں مانیں گے اس لئے آپ مسجد میں مغموم بیٹھ گئے اتفاقاً ابو جہل ادھر سے گذرا اُس نے پوچھا کہ آج رات میں کوئی نئی بات حاصل کی ہے فرمایا ہاں آج رات کو مجھے خدائے تعالیٰ بیت المقدس لے گیا تھا۔ ابو جہل نے کہا تو پھر آج ہی صبح کو ہمارے پاس آ گئے کہا ہاں آ تو گیا ابو جہل نے دل میں یہ اندیشہ کیا کہ اگر میں لوگوں سے جا کر کہوں کہ محمدؐ ایسا کہہ رہے ہیں اور جب لوگ اُن سے پوچھیں تو کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے تو ایسا نہیں کہا ہے اس واسطے اس نے حضرت سے پوچھا کیا تم اپنے لوگوں سے بیان کرو گے حضرت نے فرمایا ہاں، ابو جہل نے کہا یا معشر بنی کعب بن لوی! ادھر آؤ، وہ سب آئے اور نبی صلعم نے ان لوگوں

معراج کا حال سُنکر حضورؐ پر شک کر کے صحابہ حضورت سے پھر گئے

سے اپنی معراج کا حال بیان کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے تو سُن کر اُسے سچ جانا اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ بنایا اور کتنے لوگ جو ایمان لائے تھے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکے تھے حضرت سے پھر گئے۔

(عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۵۳)

صحابہ کے ارتداد کو شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

چوں باز آمد آں حضرت از اسرا	جب آنحضرت معراج سے واپس ہوئے
صبح کرد و حدیث کرد مردم را بداں مرتد	اور صبح ہوئی تو آنحضرت نے لوگوں سے
شدند جماعت از ضعیف الایمان	اس واقعہ کو بیان فرمایا۔ اس کو سُن کر
(مدارج النبوة)	بہت سے لوگ جو ضعیف الایمان تھے
(جلد اول صفحہ ۱۶۵)	پھر گمراہ اور مرتد ہو گئے۔

اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ وہی اصحاب تو تھے جو بقول آپ کے اس نازک وقت میں محض نجات آخرت کی اُمید پر ایمان لائے تھے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ چکے تھے لیکن پھر اس دین سے پھر گئے اور ایمان و اسلام کی محبت کو دفعۃً دل سے نکال دیا۔ ہرچند کہ اس نازک وقت میں مال و دولت نہ تھا مگر کاہنوں کے بیانات سے آئندہ اس کے حاصل ہونے پر یقین تو تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر محض انعام کے وعدہ ہی پر تلوار گلے میں حمائل کر کے آنحضرت صلعم کا فرق مبارک لانے کو چل دئے تھے اور حضرت ابوبکر کاہن سے سُن کر بامید خلافت اسلام لے آئے تھے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

یہ حال تو اس نازک زمانے کے وقت کا تھا کہ صرف معراج کی تکذیب کر کے اسلام سے پھر گئے تھے اور جب دین اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور جہاد میں مال غنیمت ملنے لگا تو اس وقت سچے اسلام اور پکے ایمان لانے والوں کے اسلام و ایمان کا یہ رنگ تھا کہ صبح ایمان لاتے تھے اور شام کو مرتد ہو جاتے تھے۔ سامنے آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتے تھے اور پیچھے تکذیب۔ جس کا اہل سنت کسی طرح انکار ہی نہیں کر سکتے کیونکہ خود اللہ جل شانہٗ نے متعدد آیات میں اُن کے کفر و ارتداد کا اظہار فرمایا ہے از انجملہ بعض یہ ہیں ؎

(۱) ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرًا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ٥

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے اور کفر میں ترقی کرنے لگے اللہ ان کو نہ بخشے گا اور نہ ان کو ہدایت کی راہ ملے گی۔

(۲) یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ٥

(پ ۴۔ س آل عمران ۔ ع ۱۱)

جس دن بہت سے لوگوں کے منہ سفید ہوں گے اور بہتوں کے سیاہ اور سیاہ رویوں سے کہا جائے گا کہ کیا تم وہ بخت نہیں ہو کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے اس کفر کے بدلے عذاب کے مزے چکھو۔

(۳) کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات واللہ لا یھدی القوم الظالمین ٥

(پ ۳۔ س آل عمران ۔ ع ۹)

خدا ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں اور ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور خدا ظالم لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

قصہ مختصر جو کوئی ان سچے اسلام لانے والوں اور پکے ایمان والوں کے کفر و ارتداد کا قائل نہ ہو وہ درحقیقت خدا کی کتاب کا منکر ہے ابھی تو اس کفر و ارتداد کا آغاز ہے۔ آگے چل کر ان سچے اسلام اور پکے ایمان والوں کے اسلام اور ایمان کے حالات قابل ملاحظہ ہوں گے۔

قَالَ

دوسری دلیل

جب کہ ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کے حالات پر نظر کرتے ہیں اور ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس کے رسول صلعم کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے۔ ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر نثار کیا۔ کون سی مصیبت رہ گئی جو کفار نے ان کو نہیں دی اور کون سی تکلیف باقی رہ گئی جو مشرکین نے ان کو نہیں پہونچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی۔ جب عرب عامۃً اور قریش خاصۃً حضرت صلعم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت

"یاراں وی خود را سپر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہا کہ نخوردند و چہ ستیہا کہ نہ کردند و ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شد اصحاب وے در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چشیدند"

پس اگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے۔ سوچنا چاہئے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخر۔

رنگیں کہ کرد پنجۂ مژگانم ایں چنیں
لعل و گہر کہ ریخت بدامانم ایں چنیں

اَقُولُ

خلفائے راشدین اور مہاجرین اور انصار کا قدم بقدم پیغمبر کی مخالفت کرنا اور آیات واحادیث اصحاب کی حرص وہوا کے بارے میں

باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کیجئے ہمیں معلوم ہے سب ہم پہ کی جو کہیں گے تو خجالت ہوگی

اصحاب کے کسی کام میں حرص وہوا کو دخل نہ دینے اور جان و مال نثار کرنے کی بابت جو تحریر فرمایا ہے کاش بفحوائے آیۂ کریمہ۔

فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین — اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کی ہوتی۔

اس کا کچھ ثبوت بھی دیا ہوتا۔ یہ تو آپ نے صرف ہمارے سنی بھائیوں کے عقائد کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپ تو اس شدومد سے اصحاب کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے اور حرص وہوا سے پاک بتاتے ہیں۔ مگر خدا اور رسول کی شہادتوں اور کتب صحاح وحدیث واخبار اہل سنت کے دیکھنے سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ قدم قدم پر اپنے پیغمبر کی مخالفت ہی کیا کرتے تھے اور ہر ایک کام میں حرص وہوا ہی کو دخل دیا کرتے تھے جیسا کہ کتب صحاح کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا خود اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ جس وقت میرے بعد ابواب دنیا تم پر مفتوح ہوں گے تو تم حرص وہوا میں پھنس جاؤ گے وہ حدیث یہ ہے:۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی قال انکم لتحرصون علی الامارۃ وسیکون ندامۃ یوم القیامۃ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸) — ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ امارت کی حرص کرو گے اور یہی امر روز حشر تمہاری خجالت کا باعث ہوگا۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔ اب آیت ملاحظہ فرمائیے جو خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا — قریب ہے کہ تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد

شبلی نعمانی اس زمانہ کے بیہقی کہے جاتے ہیں

صاحب کے اس پردہ کو شبلی نعمانی نے چاک کر دیا۔ (جن کو اہل سنت اس زمانہ کا بیہقی کہتے ہیں) چنانچہ وہ اپنی کتاب الفاروق میں بحوالہ امام مالک تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجمع خاص بنو ہاشم کا تھا۔ اور حضرت علیؑ اس گروہ کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ ملاحظہ ہو۔

"آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ کے گھر ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے اتباع شریک تھے اور حضرت علیؑ ان کے پیشوا (پیشرو) تھے۔[1] حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہؐ۔ خدا کی قسم اگر آپ کے یہاں اس طرح لوگ مجمع کرتے رہے تو میں گھر میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا۔"[2] حصہ اول صفحہ و صفحہ

اس سے بڑھ کر اصحاب کی حمایت اور کیا ہو گی کہ شاہ صاحب کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ وہ مقدس گھر تھا جس میں حضرت جبرئیل و میکائیل بھی بغیر اجازت قدم نہیں رکھتے تھے۔ جس گھر میں پیغمبر خدا کی پیاری بیٹی فاطمہ زہراؑ نفس رسول علی مرتضیٰؑ قرۃ العینین حضرات حسنین علیہم السلام تھے۔ جو اپنے ولی اور آقا کے سوگ میں صف ماتم پر بیٹھے ہوئے نوحہ و بکا میں مشغول تھے۔ جناب خلیفہ آگ اور لکڑی لے کر اس گھر کو جلانے کے لئے آئے تھے۔ بلکہ کتب اہلسنت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کسی نے کہا کہ گھر میں بنت رسولؐ اللہ اور آنحضرت کے صاحبزادے ہیں۔ جناب عمر نے کہا ہوا کریں۔ حالانکہ یہ وہ بیت الشرف ہے۔ جس کی عظمت و جلالت کے لئے ارشاد الٰہی ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال۔ پ ۱۸ نور

(یہ چراغ) ایسے گھروں میں ہے جس کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کیجائے اور اس کا نام لیا جائے جن میں صبح و شام وہ لوگ اسکی تسبیح کہتے ہیں تا آخر۔

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد انبیاء کے گھرانے ہیں، اور جناب علی مرتضیٰؑ کا گھر انھیں میں داخل ہے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ قتادہ نے انھیں حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھا مگر کسی کے سامنے میرا قلب اس طرح مضطرب نہیں ہوا جس طرح حضور کے سامنے ہوتا ہے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے تو ان گھروں کے سامنے ہے جن کی تعظیم کئے جانے کا خود خدا نے حکم دیا ہے۔ پس تو وہاں ہے اور ہم وہ ہیں قتادہ نے عرض کی، قربان ہو جاؤں، واللہ آپ نے سچ فرمایا بے شک ان

---

[1] الفاروق حصہ اول صفحہ ١٢١ ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ٣٠٥ کراچی۔

[2] الفاروق جلد اول ص ١٢٣۔ ۔ الفاروق۔

فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم (پ ۲۶۔ س محمد ع ۳)

اور قطع رحم کرو۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔

آیت و حدیث شریف کے بعد اقوال محدثین و مفسرین پر نظر ڈالئے کہ وہ اصحاب کی حرص و ہوا کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں۔ منجملہ ان کے امام فخرالدین رازی کا قول ملاحظہ ہو جو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ ولو انفقت ما فی الارض الخ کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ:۔

"جب رسول اللہؐ نے وفات پائی اور ابواب دنیا اصحاب پہ مفتوح ہوئے اور اُس کے خواہاں و جویاں ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پہ عود کر گئے"۔ جلد ۴ ص ۵۶۳

اس تفسیر کی پوری نقل پانچویں دلیل کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے جو اسی جلد میں ہے۔ اور جناب امام غزالی کا جو قول ہم مسئلہ فضیلت صحابہؓ میں نقل کر آئے ہیں اس پہ غور فرمائیے جو صاف صاف فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی خلافت کو روز غدیر مان لیا۔ مگر بعد اس کے عہد غدیر کو توڑ کر راہ مخالفت اختیار کی اور غایت ہوا پرستی اور نفسانیت سے اپنی حالت قدیم پہ عود کر گئے۔ اور رسول اللہؐ کے مخالف بن گئے جیسے کہ پہلے تھے اور تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر اپنا جوہر ایمان نہایت ارزاں اور کم قیمت شے پہ بیچ ڈالا"۔ [1]

اور جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رحلت کے وقت مسجد میں مہاجرین اور انصار کے سامنے ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں منجملہ دیگر ہدایتوں اور نصیحتوں کے اصحاب سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد تم لوگ دنیا کی حرص کرو گے اور آپس میں جدال و قتال کرو گے اس عبارت کی نقل یہ ہے:۔

آنحضرت صلعم ایں چنیں وعظ و پند کرد بجای آورد و در حق اصحاب گفت کہ نزدیک

اسی طرح آنحضرت صلعم وعظ و نصیحت فرماتے رہے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسکا

---

[1] پوری عبارت سرالعالمین کے حوالے کے ساتھ پہلے لکھی جا چکی ہے۔

من بر شما از شرک ولیکن می ترسم کہ از دنیا رغبت بکنید و تقاتل کنید ہمدیگر	تو مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم لوگ شرک کرو گے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ دنیا کی خواہش کرو گے اور اس کے پیچھے آپس میں کٹ مرو گے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۸۸۴ مطبع مظہر العجائب)

(جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ سطر ۷)

آخر کار بموجب ارشاد مخبر صادق صلعم اصحاب کی حرص و ہوا یہ رنگ لائی کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دنیا کی طرف ایسے جھک پڑے کہ بقول مشہور ؎

چوں صحابہ حُبِ دنیا داشتند　　مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

اپنے پیغمبر کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا۔ افسوس کہ ادھر تو آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کی فکر ہو رہی تھی۔ اور ادھر سقیفہ میں مابین مہاجرین و انصار خلافت کے پیچھے ع

"ایں گریباں گرفت واں دامن"

کی نوبت پہونچ گئی تھی۔ پس یہ حرص و ہوا ایسی ویسی نہیں ہے کہ کسی کے چھپائے چھپ سکے۔ چنانچہ خود ہواخواہان صحابہ اپنے خلفاء کی حرص و ہوا پر طعنہ زن ہیں۔ جیسا کہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب بحث خلافت کی چھڑی تو آپ موجود نہ تھے۔ اس کا جواب حضرت علیؑ نے کتنا معقول دیا جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر کا جنازہ چھوڑ کر گھر سے خلیفہ بننے کو چلا آتا۔ کتنی پرتاثیر تقریر تھی۔"

(تاریخ اسلام احسان اللہ عباسی صفحہ ۲۰۱ باب چہارم فصل اول)

سقیفہ میں حضرت علی کے نہ پہونچنے کا سبب حضرت کو خلافت چھوڑنا گوارہ تھا۔ رسول کا جنازہ چھوڑنا گوارہ نہ تھا۔

ہم اصحاب کی حرص و ہوا کی تصویر انشاء اللہ ایک خاص جلد میں کھینچیں گے جس کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر ہو گا کہ اُن کی حرص و ہوا نے تو دین خدا اور آلِ رسولؐ کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اس جگہ ہم رفقا کی رفاقت اور جان و مال نثار کرنے کا کچھ حال مجملاً عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

واضح ہو کہ اصحاب رسولؐ کلہم اجمعین مومن نہ تھے۔ بلکہ ان میں بہت سے منافق

تھے چنانچہ مومنین ہر لحظہ و ہر ساعت خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کے طالب رہے ایمان اور اسلام کے پیچھے انھوں نے ہر طرح کی تکلیفیں جھیلیں جیسا کہ ہم پہلی دلیل میں حضرت عمار اور ان کے والدین کا حال بیان کر آئے ہیں کہ باوجودیکہ کفار و مشرکین ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تمازت آفتاب میں پہاڑ کی چٹان پر لٹاکر ایذائیں دیتے تھے۔ مگر وہ عاشقان خدا و رسولؐ اپنے دین سے نہ پھرے، آخر کفار کی ایذا ہی سے جام شہادت پی کر داخل روضۂ رضوان ہوئے اور اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی سند حاصل کی۔ اسی طرح دیگر مومنین بھی ہمیشہ خدا و رسول کی رضا کے طالب رہے اور جب جہاد کے لئے اُن کو دعوت دی گئی تو اس خوش خبری کو سنتے ہی سے

یوں جاتے تھے میدانِ شہادت میں وہ ابرار جس طرح کے بچھڑی ہوئی بلبل سوئے گلزار
خود روکتے تھے فرق پہ جب آتی تھی تلوار بارانِ کرم جانتے تھے تیروں کی بوچھار
برچھی جو لگی نخلِ شہادت میں کہل آیا
جان آ گئی جس وقت پیام اجل آیا

یہی تو ہیں خدا کے خالص بندے جن کی صفت و ثنا اور اپنی خوشنودی کا اظہار خود خدائے پاک اس طرح فرماتا ہے:۔

لکن الرسول والذین امنوا	لیکن رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ
معہ جاھدوا باموالھم	اللہ پر ایمان لائے ہیں (ان سب نے)
وانفسھم واولئک لھم الخیرات	اپنے مالوں اور جانوں سے (خدا کی راہ میں)
واولئک ھم المفلحون ط اعد	جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا و
اللہ لھم جنت تجری من تحتھا	آخرت کی) سب خوبیاں ہیں اور وہی لوگ
الانھار خلدین فیھا ذلک	(آخر کار) فلاح پانے والے ہیں اللہ نے
الفوز العظیم ۵	ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں جنکے نیچے نہریں
	بہتی ہیں اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یہی تو بڑی
پ ۱۰ س توبہ	کامیابی ہے۔
ع ۱۰	

لیکن جو اصحاب کہ نفاق کی صفت کے ساتھ متصف تھے وہ ہمیشہ جہاد سے جی چرایا کرتے

تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

(۱) واذا انزلت سورة ان آمنوا بالله وجاهدوا مع رسوله استاذنك اولوا الطول منهم وقالوا ذرنا نكن مع القعدين ۝ رضوا بان يكونوا مع الخوالف وطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون ۝
پ ۱۰ - س توبہ
ع ۱۱

اور جب کوئی سورۃ اس حکم کے ساتھ نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے جو صاحبان مقدرت ہیں وہ تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں وہ اس پر راضی ہیں کہ عورتوں کے ساتھ رہیں۔ اور ان کے دلوں پر چھاپہ لگا دیا گیا ہے۔ پس وہ کچھ سمجھتے نہیں۔

(۲) یا ایها الذین آمنوا مالكم اذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم الى الارض ارضيتم بالحيوة الدنيا من الاخرة فما متاع الحيوة الدنيا في الاخرة الا قليل ۝ الا تنفروا يعذبكم عذابا اليما ويستبدل قوما غيركم ولا تضروه شيئا والله على كل شيء قدير ۝
پ ۱۰ - س توبہ ع ۶

اے ایمان لانے والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم لدھڑ ہو کے زمین کی طرف جھکے پڑتے ہو تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو تو (سمجھو) کہ دنیوی زندگی کا سازوسامان آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا (خدا) کچھ مجبور تو ہے نہیں تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) ان منافقوں پر یہاں تک عتاب فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کیا ہے۔ وہ آیات پاک یہ ہیں:-

فرح المخلفون بمقعدهم خلف رسول الله وكرهوا

(جنگ تبوک میں) رسول خدا کے پیچھے رہ جانے والے اپنی جگہ بیٹھ رہنے اور (جہاد میں نہ جانے)

خدا نے آپ نے
آنحضرت کو منافقین
کے جنازہ کی نماز پڑھنے
سے منع فرمایا

جہاد سے جی چرانے والوں کا حال

ان یجاہدوا باموالہم
وانفسہم فی سبیل اللہ و
قالوا لا تنفروا فی الحر
قل نار جہنم اشد حرا
لو کانوا یفقہون فلیضحکوا
قلیلا ولیبکوا کثیرا
جزاء بما کانوا یکسبون فان
رجعک اللہ الی طائفۃ منہم
فاستاذنوک للخروج فقل
لن تخرجوا معی ابدا ولن
تقاتلوا معی عدوا انکم
رضیتم بالقعود اول مرۃ
فاقعدوا مع الخالفین ولا
تصل علی احد منہم مات
ابدا ولا تقم علی قبرہ
انہم کفروا باللہ ورسولہ
وماتوا وہم فاسقون ۝
پ ۱۰ س توبہ ع ۱۱

سے خوش ہوئے اور اپنے مال اور اپنی جانوں
سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان کو مکروہ
معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اس گرمی میں گھر
سے نہ نکلو (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ جہنم کی
آگ جس میں تم جلوگے اس سے کہیں زیادہ
گرم ہے اگر وہ کچھ سمجھیں جو کچھ وہ کیا کرتے
تھے اس کے بدلے انھیں چاہئے کہ وہ
کم ہنسیں اور بہت روئیں تو (اے رسول)
اگر خدا تم کو ان منافقین کے کسی گروہ کی طرف
جہاد سے صحیح او سالم واپس لائے اور پھر تم سے
جہاد کے واسطے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم
صاف کہہ دو کہ تم ساتھ لڑنے نہ پاؤگے تم نے
پہلی مرتبہ گھر میں بیٹھ رہنا پسند کیا تو اب بھی پیچھے
رہ جانے والوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے رہو اور
(اے رسولؐ) ان منافقین سے جو مر جائے تو نہ
کسی پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر جا کر
کھڑے ہونا ان لوگوں نے یقیناً خدا اور اُسکے
رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور بدکرداری ہی کی حالت
میں مر گئے۔

اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن سے اصحاب منافقین کا احکام خدا و رسولؐ سے انحراف ثابت ہے۔ چنانچہ آیہ دوم مندرجہ بالا کا اطلاق تو خود آپ نے صحابہ اور مہاجرین و انصار پہ کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

"جب پیغمبر خدا صلعم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینہ میں قیام فرما کر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور و دراز تھا خرموں کے پکنے کی فصل تھی اور روم

اصحاب کا وقت جان نثاری اپنی جان بچانا

کا خوف بھی غالب تھا۔ تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ تم جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا و آخرت میں عذاب دے گا۔ اور تمھارے بدلے غیر قوم کو پیدا کر دے گا۔

الغرض اصحاب کے جو صفات آپ نے تحریر فرمائے ان سے متصف وہی اصحاب ہو سکتے ہیں کہ جو صدق دل سے ایمان لائے تھے اور خاتمہ ان کا ایمان پر ہوا تھا۔ اگر ان صفات کو آپ اصحاب ثلاثہ سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کا ایمان تو ثابت کیجئے جس سے علماء امامیہ کو انکار ہے جیسا کہ جناب غفران مآب فرماتے ہیں۔

"اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات باید رسانید بعد ازیں باین ترنم باید سرائید زیراکہ دانستی کہ مسلک امامیہ دریں باب آنست کہ اصحاب ثلاثہ از امر اول از ایمان بہرہ نداشتند"

یوں تو ہمارے سنی بھائی اپنی خوش اعتقادی سے جو چاہیں فرمائیں۔ لیکن اگر ان کے حالات کو منصفانہ نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو وہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے نہ تو حضرت کی رفاقت کا حق ادا کیا اور نہ اپنی جانوں اور مالوں کو آنحضرت پر نثار کیا۔ جیسا کہ پہلی دلیل کے جواب میں ہم اس کا اظہار کر آئے ہیں کہ جب کفار و مشرکین کی سختی اور ایذا دہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابو طالب میں لے آئے جہاں آپ تین سال تک محصور رہے اور عزیزوں کے سوا ان رفقا میں سے کسی نے بھی اس نازک وقت میں آپ کی رفاقت نہیں کی بلکہ کفار و مشرکین سے مل جل کر امن و امان میں رہے۔ وہاں پیغمبر خدا پر تو فاقے پر فاقے گذرتے تھے۔ اور یہاں یہ رفقا اپنی قوم کے ساتھ عیش و آرام میں تھے ان کی رفاقت کی یہ کیفیت تو اس نازک وقت میں تھی اور جب آنحضرت صلعم جہاد پر مامور ہوئے تو اس وقت بھی ان جان نثاروں نے نہ تو اپنی جانیں اپنے پیغمبر پر نثار کیں اور نہ وقت جانفشانی اعانت و حمایت آپ کی یاری و مددگاری کی ہاں تعلیاں بہت کچھ کیا کرتے تھے اور وقت جان نثاری صاف جی چراتے تھے۔ چنانچہ ان پکے مخلصوں کی وفاداری اور ان سچے جان نثاروں کی جان نثاری ایک غزوۂ احد ہی میں ملاحظہ فرمائی جائے کہ جب مشرکین و کفار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے اور حضرت مجروح ہو گئے تو یہ سب سچے جان نثار و یاران

وفاشعار اپنے محبوب کو دشمنوں کی تلواروں کے سایہ میں تنہا چھوڑ کر ہوا ہو گئے ؎

دگر کس نہ بد زاں دلیراں بجا — رسول خدا ماند و شیر خدا
نہ کس از مہاجر نہ انصار ماند — علی ماند یا تیغ خونخوار ماند
چہ بکر و چہ عمرو چہ زید و ولید — شدند آن زماں از نظر ناپدید
یکے زد بعرض و دگر زد بطول — نہ بیم از خدا و نہ خوف از رسول

اس کلام کی تائید میں مدارج النبوۃ ملاحظہ فرمائیے کہ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان جان نثاروں اور وفاداروں کے فرار کو کفر سے تعبیر کیا ہے اس کی نقل یہ ہے:۔

چون مسلمانان رو بہ ہزیمت آوردند و رسول خدا را تنہا گذاشتند حضرت صلعم در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت و مثال مروارید از جبیں فیض بخشش فرو ریختند در آں حالت نظر کرد علی ابن ابی طالب را دید کہ در پہلوے وے استادہ است فرمود اے علی چوں ست کہ تو با برادران خود لحق نہ گشتی علی گفت أأکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ آیا کافر شوم بعد از ایمان بدرستی کہ مرا بتو اقتدا است یعنی مرا بتو کار است با یاران و برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ سطر ۱۶)

جب مسلمان آنحضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس وقت آنحضرت اس قدر خشمناک ہوئے کہ پسینہ پیشانی اقدس سے مثل موتیوں کے ٹپکنے لگا۔ اس حالت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علی ابن ابی طالب آپ کے پہلو میں کھڑے ہیں آپ نے فرمایا اے علی تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہیں چلے گئے۔ علی نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ایمان لانے کے بعد میں کافر ہو جاؤں مجھے تو ہر امر میں آپ کی پیروی مقصود ہے اور ان بھائیوں اور دوستوں سے جو کہ لوٹ مار کے پیچھے پڑ گئے اور جان چرا کر بھاگ گئے کچھ سروکار نہیں ہے

اگرچہ ان رفقاء اور جان نثاروں کا جہاد سے جی چرانا اور غزوات بدر حنین۔ خندق و خیبر وغیرہ سے فرار کرنا جلد دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ مگر چونکہ جناب محدث صاحب موصوف اس روایت میں مصلحتاً

صرف یہ جملہ (مسلمانان رد ہزیمت آوردند) لکھ کر گریز کر گئے ہیں اس لئے ہم اس جگہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کا قول نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ وہ کون مسلمان تھے وہ یہ ہے :-

تمام روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ لوگ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ انھوں نے مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا اور کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہ کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے بعضوں نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ میں تھے۔ علامہ طبری نے بسند متصل روایت کی ہے کہ اس موقع پر جب انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور چند مہاجرین اور انصار کو دیکھا کہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو انھوں نے پوچھا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو توان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔ انس بولے رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے تم بھی انھیں کی طرح لڑ کر مر جاؤ۔ یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ انس بن نضر میرے پاس سے گذرے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ پر کیا گذری؟ میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوئے۔ انس نے کہا کہ رسول اللہؐ شہید ہوئے تو ہوئے۔ خدا تو زندہ ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ شہادت حاصل کی۔ علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں حضرت عمر کا یہ حال لکھا ہے کہ حضرت عمر اُن لوگوں میں تھے جو احد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے اُن کو معاف کر دیا۔ علامہ بلاذری نے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت عمر نے جو اپنی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے روزینے مقرر کئے تو ایک شخص کے روزینہ کی نسبت لوگوں نے کہا کہ ان سے زیادہ مستحق آپ کے فرزند عبداللہ ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ نہیں، کیونکہ اس کا باپ احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہا تھا اور عبداللہ کا باپ (یعنی خود حضرت عمر) نہیں رہا تھا۔[1] (الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۵ تا ۲۷)

سبحان اللہ جو رفقا کفار و مشرکین کی ایذا دہی کے وقت اپنے پیغمبر کی مطلق حمایت

[1] صفحہ ۹۳ تا ۹۵

نہ کریں، جو جاں نثاری وقت جاں نثاری اپنی جان بچا کر فرار ہو جائیں۔ جو خود اپنی زبان سے اپنے فرار کا اقرار کریں اور کل مورخین و محدثین اہل سنت اپنی اپنی کتابوں میں ان حالات و واقعات کی تصدیق کریں اور شاہ صاحب ان کے فرار کو کفر بتلائیں، وا عجبا؟ کہ آپ تمام ان باتوں پر پردہ ڈال کر یہ فرمائیں :-

یاران وے خود اسپر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہا کہ نخوردند و چہ سمہا کہ نہ کردند ہرگاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شدند اصحاب وے بمقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ چشیدند و چہ غمہا کہ نہ کشیدند۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رفقائے آنحضرت نے اپنے کو حضرت کی سپر بنا کر مشرب عشق سے کیا کیا جام نہیں پئے اور کیا کیا ولولے نہیں کئے جبکہ وہ جناب ہجرت و جہاد پہ مامور ہوئے تو آپ کے اصحاب نے بمقابلہ کفار کون سے رنج تھے جو نہیں پائے اور کون سے غم تھے جو نہیں اٹھائے۔

پس علی العموم مہاجرین و انصار کا حق رفاقت ادا کرنا اور اپنی جانوں اور مالوں کو فدا کرنا تو سراسر باطل اور بے اصل ہے۔ البتہ ان کا طامع اور حریص ہونا۔ مال غنیمت پر جھگڑنا۔ ہر ایک گروہ کا اپنے آپ کو تنہا اس کا مستحق سمجھنا۔ بلکہ اپنے پیغمبر پہ خیانت اور تقسیم مال غنیمت میں عدل نہ کرنے کا اتہام لگانا (نعوذ باللہ) بلاشبہ ثابت ہے چنانچہ ان کی اس حرص و طمع کا اظہار مورخین اور محدثین و مفسرین نے بہت ہی وضاحت و صراحت سے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے اور خدائے پاک نے بھی صاف صاف فرما دیا ہے جو کہ ہوا خواہان اصحاب کے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا منجملہ ان کے ہم چند روایات اور آیات اس جگہ نقل کرتے ہیں :-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا جو کچھ مال و اسباب کفار غنیمت بدر کے لشکر میں تھا وہ سب جمع کیا گیا مگر اس کی نسبت مسلمانوں میں اختلاف ہوا جنہوں نے جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے اور جو لوگ دشمنوں سے لڑتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم اگر ان سے نہ لڑتے اور انہیں نہ روکتے تو تم کو یہ مال کیسے ملتا۔ اور جو لوگ عریش کے پاس رسول اللہ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے کہنے لگے کہ تم لوگ ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو ہم دیکھ رہے تھے کہ یہ مال ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا تھا اور کوئی

مال کے لئے رسول سے اصحاب کی گستاخیاں

ان کا حفاظت کرنے والا نہ تھا ہم چاہتے تو اسی وقت اُسے لے سکتے تھے مگر ہم نے دیکھا کہ کہیں دشمن رسول اللہ ؐ پر حملہ نہ کریں اس لئے ہم آپ کی حراست پر کھڑے رہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انفال (یعنی مال غنیمت) کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا اختیار عطا فرمایا۔

(عروج الاسلام جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ آگرہ)

(۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سبایائے ہوازن سے فارغ ہو گئے تو آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے لوگ آپ کے پیچھے روانہ ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ ! ہماری غنیمت ہم کو تقسیم کیجئے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہوئی تو ایک درخت کے پاس آپ سے جا پہنچے اور چادر مبارک آپ کی کھینچ لی آپ نے فرمایا اے صاحبو ! میری چادر تو مجھے دے دو میں کیا تم کو دینے میں بخل کرتا ہوں (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

(۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش اور دیگر قبائل عرب پر ان غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ حصہ نہ دیا تو وہ اپنے دلوں میں طرح طرح کے خیالات کرنے لگے چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ! آپ اپنی قوم میں مل گئے (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴)

(۴) عباس بن مرداس کو تین اونٹ دئے جس سے وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا یہ اونٹ اسی لوٹ کے ہیں جسے میں نے اپنے گھوڑے پر چڑھ کر اور ریت میں حملہ کر کے حاصل کئے ہیں۔ اور لوگ جب سو جاتے تھے تو میں ان کو جگاتا تھا اور جب نیند میں مدہوش ہوتے رہتے تو اس وقت بھی میں کبھی غافل نہیں رہتا تھا۔ اب میری لوٹ اور میرے غلاموں کی لوٹ کا مال عتبہ اور اقرع کو دیا جا رہا ہے حالانکہ میں نے تو دلاوری اور جوانمردی کے کام کئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ (ایضاً صفحہ ۲۰۷)

جب مال غنیمت کے لئے مہاجرین اور انصار نے اس طرح حجت و تکرار کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یسئلونک عن الانفال ط قل الانفال للہ والرسول ج فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم ص	اے رسول مسلمان سپاہی تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں تم کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ و رسول ؐ کا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو

ان بیوت سے مراد مٹی اور پتھر کے مکان نہیں ہیں قول مترجم یہ قتادہ اہل سنت کے مفسرین میں اول درجہ کا مفسر ہے۔ مفسرین اہل سنت نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے ملاحظہ ہو۔

عن انس و بریدۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذہ یا رسول اللہ، قال بیوت الانبیاء فقال ابو بکر ھذا البیت منھا و اشار الی بیت علی و فاطمۃ قال نعم من افاضلہا[۱] (اخرجہ ابن مردویہ والسیوطی فی در المنثور) ارجح المطالب ص۷۵

انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جناب سرور کائنات نے مذکورہ بالا آیت پڑھی، ایک شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہ یہ کن گھروں سے مراد ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء کے گھروں سے، حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گھر یعنی جناب علیؑ اور فاطمہؑ کا انھیں گھروں میں ہے حضرت نے فرمایا ہاں بلکہ ان سے افضل ہے۔

بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں کہ شاہ صاحب کی توجیہ کے مطابق جناب خلافت مآب کا مقصود صرف دھمکانا اور ڈرانا ہی تھا تاہم اس تہدید و تخویف کا یہ اثر ہوا کہ ان کے خلیفہ اور جانشین کو یہ جرأت ہوئی کہ کربلا میں خانۂ زہرا کو بے خوف و خطر جلوا دیا۔

مگر افسوس تو اس کا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت عمر کی حمایت میں اس پر اکتفاء نہیں کی بلکہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے اس فعل کو مستحسن سمجھ کر جگر گوشہ ہائے رسولؐ اور نفس رسولؐ کو ایک کافر سے مثال دے کر ان خاصان خدا کی شان میں وہ الفاظ لکھے ہیں کہ جس کو ذرا بھی ایمان و اسلام کا درد ہوگا وہ ان الفاظ کو دیکھ کر اور سن کر الامان الامان پکارے گا۔ ملاحظہ ہو شاہ صاحب کا ایمان سوز کلام۔

چوں روز فتح مکہ بحضور آں حضرت عرض نمودند کہ ابن خنظل کہ یکے از شعراء کفار بود و بارہا از ہجو حضرت پیغمبر در اشعار خود روی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانۂ خدا یعنی کعبۂ معظمہ بردہ در پردہ ہائے آنخانۂ تجلی اشیانہ خود را پنہاں ساختہ، در باب وے چہ حکم ست

جب فتح مکہ کے دن آن حضرتؐ کے حضور میں عرض کیا کہ ابن خنظل جو ایک کافر شعراء کفار سے تھا اور بارہا حضرت کی ہجو اپنے اشعار میں کہہ کر اپنا منہ کالا کیا خانۂ خدا یعنی کعبۂ معظمہ میں پناہ لیکر چھپا بیٹھا ہے، اس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ حرم کا کچھ لحاظ نہ کرو وہیں ہلاک

---

[۱] ارجح المطالب ص۹۵

اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین ۝ (پ ۹ س انفال ع ۱)

اور آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرتے رہو اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

امام فخر الدین رازی اس آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر کرتے ہیں :۔

ان یوم بدر الشبان قتلوا و اسروا والاشیاخ وقفوا مع رسول اللہ صلعم فی المصاف فقال الشبان الغنائم لنا لانا قتلنا وھزمنا وقال الاشیاخ کنا ردءا لکم ولو انھزمتم لانحزتم الینا فلا تذھبوا بالغنائم دوننا فوقعت المخاصمۃ بھذا السبب فنزلت الایۃ۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۰۹ سطر ۱۱)

بروز جنگ بدر جوانوں نے قتال کیا اور قید کیا اور جو بوڑھے تھے وہ لڑائی میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے۔ جوانوں نے کہا مال غنیمت ہم کو ملنا چاہئے کیونکہ ہم نے جنگ کی اور کفار کو بھگایا بوڑھوں نے کہا ہم تمہاری پشتی پر تھے اگر تم ہزیمت پاتے تو ہمارے ہی پاس آتے اسلئے تم تنہا اسکے مستحق نہیں ہوسکتے جب دونوں فریق میں نزاع ہوئی آیۂ انفال نازل ہوا۔

یہی تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۰۸ میں بھی ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب اپنے قرآن شریف مترجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہوگئی ہر ایک اپنے کو زیادہ ہی مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اس نے اپنے زعم میں زیادہ کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض خدا کا فضل ہے اور مال غنیمت سارے کا سارا اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا جس کو جتنا دیا جائے وہ خوش دلی سے لے لے اور اس کو خدا اور اس کے رسول کا انعام سمجھے۔

اسی طرح شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا بیان ہے کہ :۔

"جنگ بدر میں جب فتح حاصل ہوچکی تو کچھ لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے اور کچھ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ تعاقب کرنے والے جب واپس ہوئے تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ غنیمت ہمارا حق ہے کیونکہ ہم نے دشمنوں

سے لڑ کر آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے اس لئے ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الانفال (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۰)

شبلی صاحب نے جن مہاجرین و انصار کو حاضر خدمت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتایا ہے ہیں مورخین نے حضرت ابو بکر صدیق کا اسم مبارک خاص طور پر درج کیا ہے اور یہ پتہ دیا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم بارگاہ ایزدی میں فتحیابی کی دعا میں محو تھے تو اس وقت حضرت ابو بکر نے آن حضرت صلعم کو بقول صاحب روضۃ الصفا (صدیق آن سرور را بیدار ساخت و عرض کرد یا رسول اللہ مشرکین بما نزدیک رسیدند) یہ کہکر بیدار کر دیا تھا کہ دشمن ہمارے پاس پہنچ گئے۔ پس جبکہ بقول شبلی صاحب وغیرہ اصحاب محافظین آنحضرت نے اپنے آپ کو مال غنیمت کا مستحق بتایا اور اس کے لئے باہم جھگڑے جس پر آیہ انفال نازل کی تو وہ سب حضرات آیہ وانی ہدایہ۔

تحبون المال حبا جما (پ ۳۰ع ۱۰ فجر) تم مال کو جی بھر کے دوست رکھتے ہو۔

کے مصداق ہوئے۔

واضح ہو کہ مہاجرین و انصار نے صرف طلب مال غنیمت ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے اپنے پیغمبر سے اس طرح کے گستاخانہ کلام بھی کئے کہ :۔

"آپ جنگ پر تو ہمیں بھیجتے ہیں لیکن مال غنیمت جو ہمارا حق ہے اس کو اپنے عزیزوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور اس تقسیم میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کرتے۔"

چنانچہ بخاری شریف میں ایک طولانی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

اخبرنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ناس من الانصار حین افاء اللہ علی رسولہ صلعم ما افاء من اموال ھوازن فطفق النبی صلعم یعطی رجالا المائۃ من الابل فقالوا یغفر اللہ لرسولہ یعطی قریشا و یترکنا و	انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فتح خیبر کے بعد جب غنیمت کا مال ہوازن تقسیم کیا گیا تو آن حضرت صلعم نے اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو دئے اس پر انصار نے کہا خدا رسول کی مغفرت کرے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش

سیوفنا تقطر من دمائہم۔ کے خون ٹپک رہے ہیں۔
(صحیح بخاری جلد دوم مصحح مولوی خلیل الرحمٰن سہارنپوری صفحہ)

اُسی میں دوسری روایت اس عنوان سے منقول ہے:۔

عن عبد اللہ قال لما قسم النبی صلعم قسمۃ حنین قال رجل من الانصار ما اراد بہا وجہ اللہ فاتیت النبی صلعم فاخبرتہ فتغیر وجہہ ثم قال رحمۃ اللہ علی موسیٰ لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)

عبداللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے غنیمت حنین تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم میں خوشنودی خدا منظور نہیں ہے اس پر میں نے رسول خدا کو اس سے مطلع کیا یہ سن کر چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ موسیٰ پر خدا کی رحمت ہو ان کو تو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئی تھیں پھر صبر کیا۔

صد حیف کہ مہاجرین و انصار نے مال غنیمت کے متعلق اپنے پیغمبر پر خیانت اور عدل نہ کرنے کا بھی اتہام لگایا۔ جس پر خدائے پاک نے اپنے حبیب اور رسول صلعم کی عصمت پر یہ آیت نازل فرمائی۔

ماکان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ۔ پ ۴

کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا تو جس چیز کی خیانت کی ہے قیامت کے دن وہی چیز خدا کے سامنے لانی ہوگی۔

چنانچہ مفسرین اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ:۔

"مسلمانوں کو یہ سمجھانا ہے حضرت پر یہ گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھا۔ بدر کی لڑائی میں ایک چیز غنیمت کے مال سے گم ہو گئی تھی سو کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہو گی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"

(ترجمہ قرآن مجید شاہ عبدالقادر صاحب مطبوعہ میرٹھ)

اسی طرح مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ میں ہے:۔

"جنگ بدر میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آیا تھا اور وہ جمع کیا جا رہا تھا کہ آخر کار فوج میں تقسیم کیا جائے گا اس میں سے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک لنگی گم ہو گئی کسی بد باطن نے

نے پیغمبر کی نسبت شبہہ کیا۔

نیز تفسیر حسینی میں ہے :-

بناشد سزاوار مر پیغمبرے را کہ خیانت کند در غنیمت بعضے آورد یا صحابہ از پیغمبر در خواست می نمودند کہ مارا از بہر غنیمت کرمی افتد زیادہ از حصۂ ضعفا چیزے بدہ۔ آیت آمد کہ خیانت پیغمبر در قسمت غنائم روا نیست۔
گویند از غنائم بدر گلیمے سرخ گم شد وجمعے سیاہ دلان از روئے نفاق نسبت آں بہ سید عالم صلعم علے الاطلاق کردند حق تعالیٰ ذمہ حبیب خود را خصوصاً وذمہ جمیع انبیاء عموماً ازیں خیانت بری گردانید وفرمود کہ ہیچ پیغمبر در غنیمت خیانت نہ کرد ونہ کند

(تفسیر حسینی صفحہ ۸۷، ۸۸)

بعض صحابہ جو قوی تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ جو غنیمت حاصل ہوتی ہے اس میں سے بہ نسبت ضعیف صحابہ کے ہمیں کچھ زیادہ دیا کیجئے۔ آیت آئی کہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ خیانت کرے بعض کہتے ہیں کہ بدر کی غنیمت سے ایک کملی سرخ رنگ کی گم ہوگئی بعض سیاہ دلوں نے نفاق کی را سے سید عالم کی طرف بدگمانی کی تب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی نے بھی غنیمت میں خیانت نہیں کی تھی اور نہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں۔

جب مہاجرین و انصار نے آنحضرت سے یہ گستاخیاں کیں اور آپ پر خیانت اور عدل نہ کرنے کی تہمت کی اور تقسیم غنیمت پر خلاف شان آنحضرت یہ کلام کئے تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ٥

(پ ۱۰۔ س توبہ ع ۷)

ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں (اے رسول) جو لوگوں کے مال کی خیرات کی تقسیم میں بے انصافی کا تم کو الزام دیتے ہیں۔ پھر اگر ان میں سے انھیں حسب خواہش دیا جائے تو خوش ہو گئے اور اگر ان کی مرضی کے موافق نہیں دیا گیا تو بس فوراً ہی بگڑ جاتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب، مال دنیا پر بڑے حریص تھے اور وہ یہ ہے :-

قال اھل المعانی ھذہ الآیۃ تدل

اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کی

علی رکاکۃ اخلاق اولئک المنافقین
ودنائۃ طباعھم وذلک لانہ لشدۃ
شرھھم الی اخذ الصدقات عابوا
الرسول فنسبوہ الی الجور فی القسمۃ مع
انہ کان ابعد خلق اللہ تعالیٰ عن
المیل الی الدنیا قال الضحاک کان
رسول اللہ یقسم بینھم ما اٰتاہ
اللہ من قلیل المال وکثیرہ وکان
المومنون یرضون بما اعطوا و
یحمدون اللہ علیہ واما المنافقون
فان اعطوا کثیرا فرحوا وان اعطوا
قلیلا سخطوا وذلک یدل علی
ان رضاھم وسخطھم لطلب
النصیب لا لاجل الدین

رکاکت اخلاق اور ان کی دنائت طبع پر دلالت
کرتی ہے کیونکہ وہ صدقات کے لینے پر بڑے
حریص تھے۔ لہٰذا انھوں نے رسول اللہؐ پر عیب
لگایا اور حضرت کی تقسیم پر ناانصافی کے مدعی
ہوئے حالانکہ آنحضرت تمام مخلوقات میں اس
سے بری تھے کہ دنیا کی طرف میل کریں ضحاک
کہتے کہ جو کچھ قلیل وکثیر مال آتا تھا حضرت اس
کو تقسیم کر دیتے تھے مومنین تو اس تقسیم سے راضی
ہو جاتے اور شکر خدا بجا لاتے تھے۔ مگر منافقین
کو اگر زیادہ ملتا تو خوش ہوتے اور کم ملتا تو
ناخوش ہوتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان
کی رضا ورغبت بطلب مال دنیا ہے
نہ بغرض دین۔

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۶ وصفحہ ۷۰)

امام بخاری [illegible]

امام محمد اسمٰعیل بخاریؒ نے جب دیکھا کہ ان آیتوں سے تو اپنے اصحاب کے ایمان
اور طمع وحرص کی قلعی کھلتی ہے تو ان جملہ ذمایم کا سہرا ایک شخص ذوالخویصرہ تمیمی کے سر پہ
باندھ دیا تاکہ اپنے اصحاب کے دامن عصمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ چنانچہ وہ روایت بخاری
شریف سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

ان ابا سعید الخدری قال بینما
نحن عند رسول اللہ وھو یقسم
قسما اذ اتاہ ذوالخویصرۃ وھو
رجل من بنی تمیم فقال یا رسول
اعدل فقال ویلک ومن یعدل
اذا لم اعدل قد خبت وخسرت

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہؐ
کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کچھ تقسیم
فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے
تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ انصاف کیجیے
حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اگر میں انصاف
نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا اگر میں انصاف

ان لم اعدل فقال عمر یا رسول اللہ
ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال
دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم
صلاتہ مع صلاتہم وصیامہ
مع صیامہم یقرؤن القرآن لا
یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین
کما یمرق السہم من الرمیۃ ینظر
الی نصلہ فلا یوجد فیہ شئ ثم
ینظر الی رصافہ فلا یوجد فیہ شئ
ثم ینظر الی نضیہ وہو قدحہ
فلا یوجد فیہ شئ ثم ینظر الی
قذذہ فلا یوجد فیہ شئ قد سبق
الفرث والدم اٰیتہم رجل اسود
احدی عضدیہ مثل ثدی المرءۃ
او مثل البضعۃ تدردر یخرجون علی
حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید
فاشہد انی سمعت ہذا الحدیث من
رسول اللہ واشہد ان علی بن ابی
طالب قاتلہم وانا معہ فامر بذلک
الرجل فالتمس فاتی بہ حتی نظرت الیہ
علی نعت النبی صلعم الذی نعتہ۔

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳ مطبوعہ مصر)

نہ کروں گا تو خائب و خاسر ہوں گا عمر نے
کہا یا حضرت اجازت دیجئے کہ میں اس کو
قتل کروں حضرت نے فرمایا جانے دو کہ اسکے
ایسے اصحاب ہیں جن کے نماز روزہ کے سامنے
تم اپنی نماز کو حقیر جانو گے یہ قرآن کو پڑھتے ہوں گے
مگر ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور ایسی تاویل کریں گے
جو خلاف مقصود ہو گی یہ دین سے اس طرح نکل
جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے پھر
جو اس کے لوہے میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں لگا
رہتا ہے تو کچھ اس میں نہیں ملتا مطلب یہ ہے
کہ جس طرح تیر جب اپنی تیزی سے شکار کو چھید
کر نکل جاتا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اس
میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے
نکل جائیں گے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا ان میں
نہ رہے گا۔ سردار اس کا ایک سیاہ مرد ہو گا
جس کا ایک بازو مثل پستان زن ہو گا یا گوشت
کا ایک ٹکڑا جو حرکت کرتا ہو گا۔ جب کہ لوگوں
میں اختلاف ہو گا اس وقت یہ لوگ ظاہر
ہوں گے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ خود میں نے اس حدیث کو
رسول اللہ سے سنا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ
حضرت علیؑ نے ان سے قتال کیا اور آپ نے
حکم دیا اس کو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو
اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اس روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کمال جوش ایمان کی وجہ سے

ذوالخویصرہ تمیمی کی گستاخی و بے ادبی کی تاب نہ لاسکے اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے لیکن امام بخاری کی یہ محبت ان کے کچھ کام نہ آئی اس لئے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ خود حضرت عمر تقسیم غنیمت میں آنحضرت پر معترض ہوئے تھے اور کہا تھا کہ یہ تقسیم درست نہیں ہے وہ روایت یہ ہے۔

عن سلمان بن ربیعة قال قال عمر بن الخطاب قسم رسول الله قسما فقلت والله یا رسول الله لغیر هؤلاء کان احق به منهم قال انهم خیرونی بین ان یسئلونی بالفحش او یبخلونی ولست بباخل (صحیح مسلم صفحہ ۳۳۰)

یعنی سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ خود حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا بخدا یا رسول اللہ جن لوگوں کو آپ نے دیا ہے دوسرے لوگ ان سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے مخیر کیا ہے اس میں کہ وہ سوال کریں ہم سے فحش و بدگوئی سے یا ہمکو بخل سے نسبت دیں حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں۔

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر جو اعتراض ذوالخویصرہ کا رسول اللہؐ پر تھا وہی حضرت عمر کا بھی ہے پس کون سی وجہ اس امر کی داعی ہے کہ اہلسنت و الجماعت ذوالخویصرہ کو تو صاف منافق کہیں اور واجب القتل ٹھہرائیں اور حضرت عمر کو مہر د[illegible] فلک اسلام کا خطاب عطا کریں۔ حالانکہ اس کا تو صرف یہی ایک اعتراض تھا اور حضرت [illegible]ر کے ایک نہیں بلکہ بیسوں ہیں جو آئندہ اپنے موقعوں پر مذکور ہوں گے۔

اس موقع پر ہم دو چار روایات کا خلاصہ سیرۃ النبی مولفہ جناب شمس العلما شبلی نعمانی سے بھی نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جس میں صاحب موصوف نے اصحاب رسول کی حرص و طمع پر کافی روشنی ڈالی ہے ملاحظہ ہوں۔

"چونکہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں لڑائیوں کی اصلی بنیاد ضرورت معاش سے شروع ہوتی تھی۔ اس لئے عرب کے نزدیک مال غنیمت سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ تھی اور ذریعۂ معاش میں سب سے زیادہ حلال اور طیب اسی کو سمجھتے تھے یہ خیال اس قدر دلوں میں راسخ اور رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا کہ اسلام کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔

یسئلونک عن الانفال قل جو لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں

الانفال للہ والرسول — کہہ دو کہ مال غنیمت خدا اور رسول کا ہے۔

اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ مجاہدین مال غنیمت کا خود دعویٰ نہیں کر سکتے اس کی تقسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اختیار میں ہے جس طرح آپ چاہیں تقسیم فرمائیں۔ اس سے اتنا ہوا کہ لڑائیوں میں جو ہر شخص لوٹ کر جو چیز چاہتا تھا لیتا تھا بند ہو گیا لیکن میدانِ جنگ کے علاوہ اور موقعوں پہ لوٹنا مدتوں موقوف نہیں ہوا، سنن ابی داؤد میں ایک انصاری سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے، بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو اتفاقاً سامنے بکریاں نظر پڑیں۔ ان کو لوٹ لائے اور ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور کمان جو ہاتھ میں تھی اس سے دیگچیاں الٹ دیں اور فرمایا کہ لوٹ کی چیز مردہ سے بڑھ کر حلال نہیں، خیبر کی لڑائی ۷ھ میں ہوئی اس وقت تک یہ حال تھا کہ امن کے بعد لوگوں نے یہودیوں کے جانور اور پھل لوٹ لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو نہایت غصہ آیا آپ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان	خدا نے تم لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کیا ہے
تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا	کہ اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ اور نہ یہ
باذن ولا ضرب نساءھم ولا	اجازت دی ہے کہ ان کی عورتوں کو مارو، ان
اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی	کے پھل کھاؤ جبکہ وہ تم کو وہ ادا کریں جو ان
علیھم (سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۳)	پر فرض ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم چاہتے تھے کہ غنیمت کے ساتھ لوگوں کو جو شغف ہے کم ہو جائے لیکن مدت تک غنیمت کی محبت اور وارفتگی نہ گئی۔ ..... (صفحہ ۵۲) غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ بعض صاحبوں کو کسی کافر کے مسلمان ہونے پر اس بنا پر رنج ہوا کہ اسلام لانے کی وجہ سے اس کا مال نہ لے گا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک سریہ میں حملہ کرنا چاہا، قبیلہ والے روتے ہوئے آئے انھوں نے کہا لا الہ الا اللہ کہو تو

تمہاری جان اور مال بچ جائے گا۔ انھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کو امن دے دیا گیا جب یہ اپنے ساتھیوں میں آئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی احرمتنا الغنیمۃ (تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا)۔[۵۱] ۵۱ صفحہ ۵۲۸

(صفحہ ۴۲۴)

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مال غنیمت کے ساتھ لوگوں کو اس قدر شغف تھا کہ لڑائیوں کا بہت بڑا سبب یہی ہوتا تھا اس کی اصلاح میں نہایت تدریج سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت میں تو غنیمت محبوب ترین چیز تھی تعجب یہ ہے کہ اسلام میں بھی ایک مدت تک اس کو ثواب کی چیز سمجھتے تھے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

رجل یرید الجہاد فی سبیل	ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا
اللہ و لہ غرض من اغراض	ہے لیکن کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے
الدنیا فقال النبی لا اجر لہ	آپ نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں ملنے
فاعظم ذلک الناس و قالوا	کا۔ یہ امر لوگوں کو بہت گراں معلوم ہوا اور
للرجل عد الی رسول اللہ	لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھو
فلعلک لم تفہمہ	غالباً تم نے آنحضرت صلعم کا مطلب نہیں سمجھا۔

بار بار لوگ دریافت کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بالاخر جب آپ نے تیسری دفعہ بھی فرمایا کہ لا اجر لہ (یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا) تب لوگوں کو یقین آیا۔ (قدرے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے)[۵۲]

قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت متاع دنیوی کا لفظ آتا تھا اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی تھی۔ جنگ احد میں جب اس بناء پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی ہے

منکم من یرید الدنیا و منکم	تم سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور
من یرید الاخرۃ	کچھ آخرت کے

جنگ بدر میں لوگوں نے جب اجازت سے پہلے غنیمت لوٹنی شروع کر دی یا بقول بعض مفسرین فدیہ کی خواہش سے لوگوں کو گرفتار کیا تو یہ آیت اتری

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ | تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور خدا آخرت کی۔

باوجود ان تمام تصریحات اور بار بار تاکیدات کے غزوہ حنین میں جو شبہ میں واقع ہوا تھا اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بخاری غزوہ حنین کے ذکر میں ہے۔

فاقبلوا المسلمون علی الغنائم واستقبلنا بالسهام | مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

اس بناء پر موقع بہ موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو زیادہ تصریح سے بیان فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی شخص غنیمت کے لئے کوئی نام کے لئے، کوئی اظہار شجاعت کے لئے جہاد کرتا ہے کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ هی العلیا۔ | جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کا بول بالا ہو۔

بالآخر آپ نے فرمایا کہ گو جہاد کسی نیت سے کیا جائے لیکن جب مجاہد مال غنیمت قبول کرتا ہے تو دو تہائی ثواب کم ہو جاتا ہے پورا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب غنیمت کو مطلق ہاتھ نہ لگائے۔ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں:۔

ما من غازیۃ تغزو فی سبیل اللہ فیصیبون الغنیمۃ الا تعجلوا ثلثی اجرهم من الاخرۃ ویبقی لهم الثلث وان لم یصیبوا غنیمۃ تم لهم اجرهم۔

(ایضاً صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶) | جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور مال غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب کا یہیں دو ثلث لے لیتا ہے اور آخرت میں اس کا حصہ صرف ایک تہائی رہ جاتا ہے البتہ اگر غنیمت مطلق نہ لے تو اس کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

یعنی فتح کے وقت جب کہ مجاہدین فتح کے نشہ میں چور ہیں مال غنیمت

فرمود کہ او را ہمانجا بکشید و پاس حرم نہ کنید ہرگاہ کہ ایں قسم مردودان الٰہی را درخانۂ خدا پناہ نباشد ، درخانۂ حضرت زہراؑ چرا پناہ باید داد ”۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ؟

کردو پس جب ایسے مردودان خدا کو خاص خدا کے گھر میں پناہ نہ ملے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر میں کیوں پناہ دینا چاہیئے ۔

اسی طرح جناب امیر المومنین و جناب فاطمہ زہرا علیہما السلام کو نماز شب نہ پڑھنے میں متہم کرتے ہیں اور اپنے اس معاہدہ کو توڑ کر اس رسالہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ ، ان کے اصول کے بیان کرنے میں جو الزامات ان پر عائد ہوتے ہیں وہ انھیں کی کتابوں سے نقل کئے جائیں گے ۔ بجائے کتب شیعہ کے بخاری کی یہ بکواس پیش کی ہے ۔

در بخاری بطریق متعددہ مروی است کہ آنحضرت ہنگام شب بخانۂ امیر و زہرا تشریف بردہ ایشاں را از خواب گاہ برداشت و بوائے نماز تہجد تقید بسیار فرمودہ گفت قوما صلیا حضرت امیر گفت واللہ لا نصلی الا ما کتب اللہ لنا قسم بخدا ما ہرگز نماز نخواہیم خواند الا آنچہ مقرر کردہ است خدائے تعالیٰ برائے ما انما انفسنا بید اللہ یعنی دلہائے ما در دست خدا است اگر او توفیق نماز تہجد میداد میخواندیم پس آنحضرت از خانۂ ایشاں باز گشت
تحفہ ص ۲۹۵ مطبوعہ فخر المطابع[۲]

بخاری میں متعدد روائتیں ہیں کہ آنحضرت علیؑ و فاطمہؑ کے گھر بوقت شب تشریف لے گئے اور ان کو سونے سے جگا کر نماز تہجد کی سخت تاکید کی ۔ اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو ۔ علیؑ نے کہا کہ واللہ ہم ہرگز نماز نہ پڑھیں گے بجز اس کے جو خدا نے مقرر کی ہے اور ہمارے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ ہم کو نماز تہجد کی توفیق دیتا تو ہم پڑھتے آخر آنحضرت صلعم ان کے مکان سے چلے آئے

حالانکہ بخاری کے اکثر و بیشتر راوی ، خارجی اور ناصبی ہیں ۔ خود اکابر علمائے اہلسنت بخاری اور ان کی روایتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ اور امام صاحب پر جرح و قدح کرتے ہیں ۔ نیز ایسے اسناد فریق مخالف کے سامنے پیش کرنا اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے ۔ جیسا کہ خود شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

۱؎ تحفہ ص ۔ اصل عبارت اس سے پہلے درج ہو چکی ہے اس لئے ترجمہ پر اکتفا کی گئی ۔ ۱۱ عابد حیدری
۲؎ تحفہ ص ۳۵۲ و ص ۳۵۵ جلیہ نولکشور لکھنؤ ۔

فروخت ہو رہا ہے ایک ایک کو ہزاروں کی رقمیں وصول ہو رہی ہیں ایک ایک صحابی خوش خوش آتے ہیں اور جوشِ مسرت میں کہتے ہیں یا رسول اللہ آج میں نے مالِ غنیمت سے جس قدر نفع اٹھایا کبھی نہیں اٹھایا۔ پورے تین سو اوقیہ آئے (ایک اوقیہ دس روپے کے برابر ہوتا ہے) آپ فرماتے ہیں کہ میں اس سے زیادہ نفع بتاؤں تو بڑے شوق سے پوچھتے ہیں کیا، ارشاد فرمائیے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ نماز فرض کے بعد دو رکعت۔

(خلاصہ سیرۃ النبی صفحہ ۴۴۵ تا ۴۵۱)

بھائیو! ذرا اپنے علماء کے مرتبہ روایات کو علی العموم اور ان روایات کو علی الخصوص جن میں شمس العلماء شبلی نعمانی نے مہاجرین و انصار کی طمع و حرص کی پوری تصویر کھینچی ہے بنظرِ تعمق و غور ملاحظہ کرو۔ اور خود ہی فیصلہ کر لو کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا۔ اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا۔

اب ذرا جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ حیدر کرار غیر فرار کے زہد و اعراض عن الدنیا پر بھی نگاہ کرو جس کے معترف خود تمہارے علماء ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید و دیگر علماء کی دو ایک روائتیں نقل کی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) وذکر الشعبی قال دخلت الرحبة بالکوفة وانا غلام فی غلمان فاذا انا بعلی علیہ السلام قائما علی صبرتین من ذھب و فضة ومعہ مخفقة وھو یطرد الناس بمخفقة ثم یرجع الی المال فیقسمہ بین الناس حتی لم یبق منہ شئ ثم انصرف ولم یحمل الی بیتہ قلیلا و کثیرا فرجعت الی ابی فقلت لہ لقد رأیت الیوم خیر الناس او احمق الناس

شعبی کہتا ہے کہ بچپن میں شہر کوفہ رحبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام سونے اور چاندی کے دو انباروں کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک دُرّہ بھی ہے جس سے لوگوں کو ہٹا رہے ہیں۔ پھر ان انباروں کے پاس آکر ان کو آدمیوں میں تقسیم کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں انبار بانٹ دئے اور ان میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھی اس کے بعد واپس چلے آئے اس شان سے کہ اپنے گھر ایک حبہ بھی نہ لائے یہ دیکھ کر میں نے اپنے باپ سے آکر کہا کہ آج میں نے

قال من هو یا بنی قلت علی
بن ابی طالب امیر المؤمنین
رأیته یصنع کذا فقصصت
علیه فبکی وقال یا بنی بل رأیت
خیر الناس

(راد التحفہ)

(۲) روی محمد بن فضیل عن هارون
بن عنترة عن زاذان قال انطلقت
مع قنبر غلام علی علیه السلام فاذا
هو یقول قم یا امیر المؤمنین
فقد خبئت لک خبیئا قال وما
هو ویحک قال قم فقام
فانطلق به الی بیته بغرارة
مملوة من جامات ذهبا وفضة
فقال یا امیر المؤمنین رأیتک
لا تترک شیئا الا قسمته
فادخرت لک هذا من بیت المال
فقال علی علیه السلام ویحک یا
قنبر لقد احببت ان تدخل بیتی نارا
عظیمة ثم سل سیفه وضربه ضربات
کثیرة فانتثرت من بین اناء
مقطوع نصفه واخر ثلثه ونحو ذلک
ثم دعا بالناس فقال اقسموا بالحصص
ثم قام الی بیت المال فقسم ما وجد
فیه ثم رأی فی البیت ابرة ومسالا

ایسے شخص کو دیکھا ہے جو سب سے بہتر ہے یا سب سے
زیادہ بیوقوف، انھوں نے پوچھا وہ کون ہے میں
نے کہا امیر المومنین علی بن ابی طالب پھر میں نے جو کچھ دیکھا
تھا وہ سب اُن سے بیان کیا یہ سنکر وہ رونے لگے اور
کہا یا بنی بل رأیت خیر الناس (بیٹا وہ تو بہترین
ناس ہیں)

زاذان راوی ہیں کہ میں حضرت علی
علیہ السلام کے غلام قنبر کے ہمراہ ایک دفعہ ہو لیا
تو حضرت علی سے آکر کہنے لگے کہ یا حضرت تشریف
لے چلئے یہ سن کر حضرت اٹھے اور قنبر کیساتھ گھر آئے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بورہ میں بہت سے پیالے
سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے رکھے ہیں
قنبر نے عرض کی مولا میں نے دیکھا کہ آپ کچھ بچاتے
نہیں اور سب کا سب تقسیم کئے دیتے ہیں میں نے
بیت المال سے آپ کیلئے اس مال کو بچا لیا ہے
حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا قنبر تم پر وائے ہو کیا
تم کو میرے گھر میں اتنی بڑی آگ جمع کرنا اچھا معلوم
ہوا یہ کہہ کر حضرت نے تلوار کھینچ لی اور اس بورے
پر کئی وار لگائے جس سے اس کے ظروف ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئے پھر لوگوں کو فرمایا اس مال کے
حصوں کو تقسیم کرو اس کے بعد بیت المال کے
پاس تشریف لائے اور جو کچھ پایا اس کو تقسیم
کر دیا بلکہ اس میں ایک سوئی اور سوا دیکھا تو
فرمایا اس کو بھی تقسیم کر دو ان لوگوں نے کہا
کہ ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے اور حضرت کا معمول

فقال لتقسموا هذا فقالوا لا حاجة لنا فيه وقد كان على عليه السلام ياخذ من كل عامل ما يعمل فضحك وقال ليو خذن شره مع خيره (ازروالتحفہ ۲۶۸)

تھا کہ جو شخص جو چیز بناتا وہی چیز اس سے بطور خراج یا ٹیکس لیتے (پس یہ سوئی اور سوا بھی اس طرح بیت المال میں آئے تھے) تو ان کا جواب سن کر حضرت ہنسے اور فرمایا اچھی چیزوں کے ساتھ بری چیزیں بھی لینی پڑیں گی۔

اسی طرح روضۃ الاحباب میں ہے:۔

(۳) مرویست کہ چوں امیرالمومنین کرم اللہ وجہ عمرو ابن عبدود را بکشت التفات بجامہ وسلاح وے نکرد خواہر عمرو بیامد بربالین وے بنشست و دید کہ جامہ وسلاح او بحال خود است گفت ما قتلہ الا کفو کریم نہ کشتہ است او را الا مسر گرامی آنگاہ پرسید کہ قاتل وے کیست گفتند علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب پس این دو بیت گفت

جب حضرت امیرالمومنین نے عمرو بن عبد ود کو قتل کیا تو اس کے ہتھیار اور زرہ وجامہ وغیرہ کو ویسا ہی چھوڑ دیا اور اس پر مطلق التفات نہیں کیا جب اس کی بہن نعش پر آئی اور اس نے زرہ جوشن بحالہ اس کے جسم پر دیکھی تو اس نے کہا کہ اسکا قاتل کوئی بڑا عالی خاندان شخص ہے پھر اس نے لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب ہیں یہ سن کر اس نے دو شعر پڑھے۔

ولو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ — لکنت ابکی علیہ آخر الابد

اگر اس کا قاتل غیر علیؑ ہوتا تو میں اپنے بھائی کے مارے جانے پر مدت العمر گریہ و بکا کرتی

لکن قاتلہ من لا یعاب بہ — من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد

لیکن اس کا قاتل وہ شخص ہے جو رئیس القوم پکارا جاتا ہے جس کو کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔

اے بھائیو! تم اپنے اصحاب کرام اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ایمان و اعراض عن الدنیا کا تقابل کر کے انصاف سے کہو کہ آیۂ کریمہ:۔

منکم من یرید الدنیا — (اے اصحاب رسول) تم میں سے اکثر طالب دنیا ہیں

کے مصداق کون اصحاب ہیں اور:۔

ومنکم من یرید الآخرۃ — بعض تم میں سے طالب آخرت ہیں

کس پر صادق آتا ہے۔ کن لوگوں پر مال دنیا کی محبت میں آیۂ کریمہ

ان الانسان لحب الخیر لشدید — اور وہ دولت مال کی محبت پر بہت مضبوط ہے۔

کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس نے اپنے مالک کی ہدایت

فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل	متاع زندگانی دنیا بمقابلہ آخرت کے بہت ہی قلیل ہے۔

پر دنیا کو طلاق بائن دے کر خوشنودی رب جلیل حاصل کی۔

اگر آپ بفرط محبت اصحاب مومن و منافق اور نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتے تو نہ کریں خالق ارض وسما تو کر چکا اور ان کو خوب پہچان چکا ہے قولہ تعالیٰ

ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین	اور ضرور اللہ ان کو بھی جانتا ہے جو ایمان لائے اور ان کو بھی جو منافق ہیں۔

(پ ۲۰ - س عنکبوت - ع ۱)

اصحاب کی حرص اور لوٹ مار کے حالات تو سن چکے اب ان مخالفتوں کا بھی حال سنئے جو انھوں نے آنحضرت صلعم سے کی تھیں۔

(۱) کتب سیر و تواریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواج کو حکم دیا تھا کہ یہ تمھارا آخری حج ہے اس کے بعد اب کوئی حج کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے مگر حضرت عمر نے خلاف حکم آنحضرتؐ ان کو حج کی اجازت دی اور نامحرموں کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ جیسا کہ ازالۃ الخفا میں ہے:۔

روی ان عمر اذن ازواج النبی فی آخر حجۃ حجہا فبعث معہن عثمان بن عفان وعبد الرحمٰن۔	یعنی حضرت عمر نے ازواج نبی کے ہمراہ حضرت عثمان اور عبد الرحمٰن کو حج کے لئے بھیجا۔
(ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۵)	
ان رسول اللہ قال یا اباھریرۃ واعطانی نعلیہ فقال اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیت من وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ فکان اول من لقیت عمر فقال ما ھاتان	ابوہریرہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے بلوایا اور اپنے دونوں نعلین دیکر فرمایا یہ میری نعلین بطور تصدیق کے لیجاؤ پھر جس کسی سے اس دیوار کے باہر ملاقات ہو اور وہ توحید کی شہادت صدق دل سے دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دو پس سب سے پہلے عمر ملے کہنے لگے ابوہریرہ یہ دونوں کیا ہیں میں نے کہا رسولؐ کی نعلین ہیں مجھے ان کو دیکر

ذکر روایات جن میں اصحاب نے آنحضرت کی مخالفت کی

پیغمبر نے ... کے بعد ازواج کو حج سے بھی منع فرمایا تھا مگر عمر نے ازواج رسول کو حج کی ترغیب دی

عمر نے ابوہریرہ کو بحکم رسول توحید کی بات کرنے پر مارا۔

النعلان یا اباھریرۃ قلت نعلا
رسول بعثنی بھما من لقیت یشھد
ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا
قلبہ البشرہ بالجنۃ فضرب عمر
ثدیی فخررت لاستی

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۵ سطر ۴)

بھیجا ہے کہ جسے توحید کا اقرار کرتے ہوئے
دیکھوں اُسے جنت کی بشارت دوں یہ سنتے
ہی عمر نے میرے سینے پر ایسی ضرب ماری کہ
میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا۔

(۴) اخرج الفریابی و ابن عساکر عن ابراھیم
التیمی عن ابیہ قال قال رجل لو ادرکت
رسول اللہ صلعم لحملت و لفعلت
فقال حذیفہ رایتنی لیلۃ الاحزاب
و نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی من اللیل فی لیلۃ باردۃ ما قبلہ
و ما بعدہ برداً کان اشد منہا
منی التفاتہ فقال الا رجل یذھب
الی ھولاء فیاتینا بخبرھم جعلہ
اللہ معی یوم القیمہ قال فما قام منا
انسان قال فسکتوا ثم عاد فسکتوا
ثم قال یا ابا بکر فقال استغفر اللہ و رسولہ
فقال ان شئت ذھبت فقال (صلعم)
یا عمر فقال استغفر اللہ و رسولہ
ثم قال یا حذیفہ فقلت لبیک
فقمت حتی اتیت و ان جنبی لیضربان
من البرد فمسح راسی و وجھی ثم
قال اذھب ائت ھولاء القوم
حتی تاتینا بخبرھم لا تحدثن حدثا

امام فریابی و ابن عساکر راوی ہیں کہ ایک
شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر میں رسول
اللہ کو پاتا تو آپ کی خدمت کرتا حذیفہ نے
کہا کہ میں شب احزاب رسول اللہ کے ساتھ
تھا حضرت نماز شب نہایت سخت جاڑے
میں پڑھ رہے تھے ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہو کر
فرمایا کوئی ایسا ہے جو جا کر مخالفین کے لشکر کی
خبر لائے خدا اسکو ہمارے ساتھ جنت میں داخل
کرے گا۔ آپ نے ابوبکر کا نام لیا وہ استغفار
یعنی معاف فرمائیے کہہ کر رہ گئے حضرت نے
فرمایا اگر چاہو تو جا سکتے ہو پھر آپ نے عمر کا نام لیا وہ
بھی استغفر اللہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے پھر مجھ سے
فرمایا میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اسوقت
سردی اس شدت کی تھی کہ میرے دونوں پہلو جاڑے
سے لرز رہے تھے حضرت نے میرے سر اور چہرے پر
اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا اس قوم کی
طرف جاؤ اور ان کی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیا نہ
کرنا جب میں روانہ ہوا تو معلوم ہوتا تھا کہ میں حمام
میں جا رہا ہوں کہاں تو وہ سردی تھی اور اب یہ

حتی توجع ثم قال اللهم احفظه من
بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن
شماله ومن فوقه ومن تحته حتی یرجع
قال فلان یکون ارسلها کان احب
الی من الدنیا وما فیها قال فانطلقت
فاخذت امشی نحوهم کانی امشی
فی حمام قال فوجدتهم ریحا فقطعت
اطنابهم وابنیتهم ذهبت بخیولهم
ولم تدع شیئا الا اهلکته وابو
سفیان قاعد یصطلی عند نار له
قال فنظرت الیه فاخذت سهما
فوضعته فی کبد قوسی قال وکان
حذیفة رامیا فذکرت قول رسول
الله صلعم لا تحدثن حدثا حتی توجع
قال فرددت سهمی فی کنانتی قال فقال
رجل من القوم الا فیکم عین للقوم فلیاخذ کل
بید جلیسه فاخذت بید جلیسی فقلت
من انت قال سبحان الله اما تعرفنی انا فلان
بن فلان فاذا رجل من هوازن فرجعت
الی رسول الله صلعم فاخبرته الخبر فلما
اخبرته ضحک حتی بدت انیابه فی سواد
اللیل وذهب عنی الدفاء قال فادنانی رسول
الله فانامنی عند رجلیه والقی علی طرف ثوبه
فان کنت لالزق بطنی وصدری ببطن قدمیه
فلما اصبحوا هزم الله الاحزاب وهو قوله فارسلنا
علیهم ریحا وجنودا (تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

دعا کی اس قدر گرمی ہے جب میں وہاں پہونچا تو
معلوم ہوا کہ ان پر ایسی آندھی آئی ہے کہ اُن کے
خیموں کی کل طنابیں اور میخیں اکھڑ گئیں اور اُن
کے مویشی اور کل چیزیں برباد ہو گئیں اور ابو
سفیان آگ سے تاپ رہا ہے حذیفہ
بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیر کمان میں جوڑ
کر نشانہ پر ماریں مگر ارشاد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر کے رک
گئے۔ لوگوں نے کسی جاسوس کی موجودگی
کا شبہہ کیا۔ مگر ایک تدبیر سے میں محفوظ رہا
جب وہاں سے آکر آنحضرتؐ سے کل واقعہ
عرض کیا تو حضرتؐ فرط مسرت سے ہنس پڑے
کہ اس تاریکی شب میں آپ کے دندان مبارک
نمایاں ہوئے حضرت نے اپنے پائے مبارک
کے پاس مجھے بٹھا لیا اور اپنی چادر کا ایک
گوشہ مجھ پر ڈال دیا میں سردی کے مارے
اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرت کے قدم مبارک
سے ملا دیتا تھا جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ
گیا اسی کی طرف آیہ کریمہ فارسلنا علیہم
ریحا وجنودا لم تروها (اور ہم نے
ان پر ہوائے تند اور لشکر بھیجا جس کو وہ
دیکھ نہ سکے) میں اشارہ ہے۔

(۴) جاء بلال بن الحارث المزنی الی رسول الله فاستقطعہ ارضا طویلۃ فلما ولی عمر قال لبلال انک استقطعت رسول الله ارضا عریضۃ طویلۃ قطعها لک رسول الله لم یکن یمنع شیئا یسالہ فانک لا تطیق مافی یدیک فقال اجل قال فانظر ماقویت علیہ منها فامسکہ ومالم تطق علیہ فادفعہ الینا نقسمہ بین المسلمین فقال لا افعل والله شیئ اقطعنیہ رسول الله فقال عمر والله لتفعلن فاخذ ماعجز عن عمارتہ فقسمہ بین المسلمین۔ (کنز العمال)	یعنی بلال بن حارث مزنی نے آن حضرت ؐ سے ایک طویل و عریض زمین کی خواہش کی۔ اس کو حضرت نے اس کی معافی میں دے دیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو بلال سے کہا تم نے آنحضرت ؐ سے ایک طویل و عریض زمین حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ جو کوئی کچھ مانگتا تھا تو آپ انکار نہیں فرماتے تھے۔ تیری یہ حالت ہے کہ پوری زمین آباد نہیں کر سکتا لہذا جس قدر آباد کر سکتا ہے اتنی رکھ لے اور باقی ہم کو دیدے کہ ہم مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اس نے کہا واللہ میں اس میں سے کچھ نہ دونگا۔ کیونکہ وہ مجھے آنحضرت ؐ سے معافی میں ملی ہے عمر نے کہا دینی پڑیگی چنانچہ جسے آباد نہیں کر سکتا تھا وہ سب لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔

جناب شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروق میں تحریر فرماتے ہیں:۔

آنحضرت سے حضرت عمر کا مخالفت کرنا

کتب سیر و احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے موقع پیش آئے کہ رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبد اللہ بن اُبی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں۔

قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرت کی تجویز سے الگ تھی۔

صلح حدیبیہ میں انھوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۱)

آنحضرت نے جنگ تبوک میں جزیہ کی تعداد فی کس ایک دینار مقرر کی تھی حضرت عمر نے مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں (ایضاً صفحہ ۵۸)

آنحضرت نے حسان کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی اجازت دی تھی حضرت عمر نے

وہابیت کے اصول عمر کے خیالات کا عکس

آیات محکمات

اپنے عہد خلافت میں حکم دے دیا کہ وہ پڑھے پڑھائے نہ جائیں کیونکہ ان سے پرانی رنجشیں تازہ ہوتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۵۰) (یعنی اشعار حسان ۱۲ منہ)

حج کے ارکان میں (رمل) ایک رکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلے دو تین دروں میں آہستہ آہستہ دوڑتے ہیں اس کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلعم جب مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو کافروں نے مشورہ کیا کہ مسلمان ایسے نحیف اور کمزور ہوگئے ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کر سکتے آنحضرت صلعم نے سن کر رمل کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد یہ معمول ہوگیا۔ چنانچہ آئمہ اربعہ اس کو حج کی ایک ضروری سنت سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر نے صاف کہا کہ اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکوں کو رعب دلانا مقصود تھا سوان کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۴ تا ۵۴۵)

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی۔ اس بنا پر وہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ حضرت عمر نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔

ایک دفعہ سفر حج سے واپس آرہے تھے راستہ میں ایک مسجد تھی جس میں ایک دفعہ آنحضرت نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اس کی طرف دوڑے حضرت عمر نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انھیں باتوں کی بدولت تباہ ہوئے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۶۹)

آیات محکمات میں اپنے مقام پر جناب شمس العلماء کا وہ کلام نقل ہو چکا ہے جس میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال میں تفریق کی ہے یعنی ایک منصب رسالت سے اور دوسرا انسانی حیثیت سے جناب موصوف اس کی تصریح اس طرح کرتے ہیں کہ:

نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمر نے صاف اور واضح کر دیا کسی نے نہیں کیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۴) اس میں بڑا نکتہ یہ تھا کہ آنحضرت کے۔

رمل کا حکم [illegible] منع [illegible]

عمر نے وہ درخت کٹوا دیا جس کے نیچے حضور نے بیعت لی تھی

شبلی نعمانی نے پیغمبر کے کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک بحیثیت رسول اور ایک بحیثیت ذاتی۔ حضرت عمر کو اسی خیال کا بانی بتایا ہے۔

آنحضرت صلعم کے اقوال میں حضرت عمر [illegible] تفریق [illegible]

اقوال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ جو بشری حیثیت سے ہیں باہم مختلط نہ ہونے پائیں ۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۸)

اس بنا پر جناب ممدوح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کو منصب رسالت سے خارج کر کے حضرت عمر کو مخالفت کے الزام سے یہ فرما کر بری کرتے ہیں :-

ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر رسول اللہ کی ان باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے ! (ایضاً حصہ دوم صفحہ ۱۸۱)

جناب شمس العلماء کے اس بیان پر دو امر قابل توجہ ناظرین ہیں :-

اول یہ کہ صاحب وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی کے کلام پاک میں جو تفریق کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں ۔

دوم نماز جنازہ عبداللہ بن ابی صلح حدیبیہ ۔ فدیہ قیدیان بدر یہ امور منصب رسالت سے متعلق ہیں یا انسانی حیثیت سے یہ امر تو اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے جا بجا قرآن مجید میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے دیکھو آیہ کریمہ

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول اور ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

اسی طرح متعدد آیات ہیں ۔ ان آیات پاک کا مطلب یہ ہے ، اے لوگو ! خدا اور رسول کی اطاعت کرو ۔ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۔

اس جگہ دو چار آیات کی تفسیریں جناب امام فخر الدین رازی کی مشہور و مستند تفسیر کبیر سے نقل کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و متابعت کا اطلاق کس صورت میں ہو سکتا ہے ۔

(۱) تفسیر آیہ شریفہ :-

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ	خدا کا دربارہ متابعت رسول حکم دینا ۔
من اقوی الدلیل ان الرسول معصوم	اس امر پر قوی دلیل ہے کہ آنحضرت
فی جمیع الاوامر والنواھی کل ما	کل اوامر و نواہی میں معصوم ہیں کیونکہ
یبلغہ لانہ لو اخطاء فی شئے منھا	جو کچھ خدا آپ پر تبلیغ فرماتا ہے اگر آں
لم یکن طاعتہ طاعۃ اللہ ایضاً و	ہیں آنحضرت کچھ خطا کریں تو طاعت

وجب ان یکون معصوما فی جمیع اقواله وافعاله واحواله

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۹۶ سطر ۱۴)

رسول طاعت خدا نہیں ہے۔ اور واجب ہے کہ رسول اپنے کل افعال و اقوال و احوال میں معصوم ہو۔

پس ثابت ہوا کہ کل افعال و اقوال میں رسولؐ کی فرماں برداری خدائے پاک کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔

(۲) وقوله اطیعوا الله واطیعوا الرسول یوجب الاقتداء بالرسول فی کل افعاله وقوله اطیعوا الرسول یوجب الاقتداء به فی جمیع اقواله ولا شك انهما اصلان معتبران فی الشرع لیعتبر ان کنتم تحبون الله وبالجملة فکل احد من فرق العقلاء یدعی انه یحب الله ویطلب رضاه وطاعته فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قل ان کنتم صادقین فی ادعاء محبة الله فکونوا منقادین لاوامره محترزین عن مخالفته وتقدیر الکلام ان من کان محبا الله تعالی لابد ان یکون فی غایة الحذر مما یوجب سخطه واذ قامت الدلائل القاطعة علی نبوة محمد صلی الله علیه وسلم وجبت متابعته فان لم تحصل هذه المتابعة دل ذلك علی

اطاعت کرو خدا اور رسولؐ کی یعنی تمام اقوال و افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اور بلاشبہ یہی اصل شریعت ہے۔ آیہ ان کنتم تحبون اللہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ غرض جتنے عقلا تھے وہ اس امر کے مدعی تھے کہ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں تو خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان سے کہو اگر دعوائے محبت خدا میں صادق ہو تو ہمارے امر و نواہی کا امتثال کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو۔ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ پورے طور پر ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے اس کی مخالفت لازم آئے اور چونکہ دلائل قاطعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی۔ لہذا حضرت کی متابعت واجب ہوئی اگر یہ متابعت نہ ہو سمجھنا چاہیئے کہ

مقدمات و مبادی آن: لائل می باید کہ مسلم الثبوت اہل سنت ہم باشد زیرا کہ غرض از اقامت دلائل الزام بر اہل سنت است والا ہر سگے کہ عوعو کند در کوچہ خود چو شیر غران ست در روایات شیعہ و اصول آنہا را کہ در ابواب سابقہ مفصل گذشت اہل سنت بجوئے نمی خرند"۔ تحفہ[1]

یہ ضرور ہے کہ جو دلائل امامیہ کی طرف سے پیش کئے جائیں وہ ایسے ہوں جن کو اہل سنت بھی قبول کریں اس لئے کہ غرض دلائل قائم کرنے سے اہل سنت پر الزام رکھنا ہے ورنہ ہر کتا اپنی گلی میں شیر غراں ہوتا ہے لہذا شیعوں کے اصول اور ان کی روایتوں کو اہل سنت ایک جو سے بھی مول نہیں لیتے

ہم شاہ کے اس لعن و طعن سے در گذر کر کے "قالوا سلاما" کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ اسی طرح شیعہ بھی مقام الزام میں بخاری شریف اور جمیع کتب اہل سنت کی سندوں کو "بجوئے می خرند" سبحان اللہ اس عابد شب زندہ دار کو نماز شب نہ پڑھنے میں متہم کرتے ہیں جس کے نماز شب پڑھنے کی تصدیق قرآن نے کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون ڈ سورہ ذاریات

(عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے۔ اور پچھلے کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(۲) تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا"

حاصل یہ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے وہی لوگ ہیں جو راتوں میں اپنے بستروں سے اٹھتے اور خدا سے خوف اور طمع کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔

تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر معصوم سے اس طرح نقل کی گئی ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے تابعین کی مدح میں نازل ہوئی ہے چونکہ یہ بزرگوار اول شب میں آرام کرتے تھے جب دو تہائی رات گذر جاتی تھی تو پروردگار عالم کی جناب میں حاضر ہونے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت اور اس کے عذاب سے خوف اس کی بخشش کی طمع رکھتے ہوئے مناجات و دعا میں مصروف ہوتے تھے اس امر کو پروردگار عالم خبر کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ اس کے سوا جنہوں نے اس نے ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں ساکن کیا اپنی جنت میں داخل کیا، خوف سے امن دیا اور

---

[1] تحفہ ص۳۱۲ باب ہفتم امامت ۱۲ عابد حیدری

ان تلک المحبۃ ما حصلت ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (جلد دوم صفحہ ۹۴۶ سطر ۱۸) پ ۱۲ ۔ سورہ یونس) معناہ الا یوحیٰ اتبع الیّ فھذا یدل علی انہ لا یحکم الا بالوحی وھذا یدل علی انہ لا یحکم قط بالاجتہاد

(جلد ۴ صفحہ ۸۱۶ سطر ۲۰)

خدا کی محبت ہی نہیں ہے میں تو اسی کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت نے کوئی حکم بغیر وحی نہیں دیا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ کوئی حکم آپ کا اجتہاد سے نہ تھا۔ یہ آیت اس مزید دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت نے کوئی عمل نہیں کیا مگر وحی سے۔

اس آیہ شریفہ کی توثیق آیہ کریمہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ سے ہوتی ہے۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ رسول اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتے بلکہ جو وحی کی جاتی ہے وہی کہتے ہیں۔

ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال وافعال و اعمال مطابق وحی تھے۔

جناب شمس العلماء اس تفریق مراتب کی بابت یہ تحریر کرتے ہیں کہ خود رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ

"میں بشر ہوں اس لئے جب دین کی بابت کوئی حکم دوں تو اس کو لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں۔" (حصہ دوم صفحہ ۵۷۹)

لہذا ممدوح حضرت عمرؓ کے ولولۂ محبت میں جناب محمد مصطفےٰ اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عامۃ الناس میں شامل کرکے حضرت کے اقوال وافعال کی قدر ومنزلت عوام الناس کے اقوال وافعال کے برابر سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ نے ایک بشر کو بھی دوسرے بشر پر افضلیت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے فضلنا بعضکم علی بعض۔ اسی طرح طبقہ انبیاء ومرسلین میں بھی حسب آیہ کریمہ

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعضٍ منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات

(پ ۳ ۔ ر ۱ ۔ ع ۱۴)

ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے خدا نے کلام کیا اور ان میں سے بعضوں کے درجات بلند کئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی افضل و اشرف ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام عاشقان خدا تھے۔ لیکن خاتم الانبیاء شاہ دوسرا محبوب خدا ہیں۔

آپ کے اقوال کی عظمت و منزلت میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی	اے رسولؐ ان سے کہہ دو اگرچہ میں بھی مثل تمہارے بشر ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت عمر کو بحیثیت البشر برابر جاننا آپ کے اقوال و افعال کو ان کے اقوال و افعال کے مساوی سمجھنا۔ یا اُن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رائے اور تجویز پر ان کی رائے کو فوقیت دینا جیسا کہ شبلی صاحب فرماتے ہیں:۔

"بعض امور میں وحی الٰہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی یا ان کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی"۔

کمال بے ادبی و گستاخی بلکہ در پردہ انکار نبوت و عصمت ہے ع

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

قال اللہ تعالیٰ

یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (پ ۲۶ س حجرات)	اے ایمان والو خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے کسی بات میں آگے نہ بڑھ جایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ہم اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حبیب خدا بشر ہیں۔ لیکن معمولی البشر نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ ہم ان کو افضل البشر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے جملہ افعال و اقوال وغیرہ کی تقلید کرنے کی بابت حکم فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا	اے لوگو بے شک تمہارے پیروی کرنے کو اچھا نمونہ خود رسول اللہ موجود ہیں یعنی اس شخص کے

اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیرا۔ لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا
ہو اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہو۔

یہ آیہ وافی ہدایہ بطلان تفریق اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے۔ پس اس نور کبریا اور حجت خدا کو عام اشخاص سے نسبت دینا مساوات قرار دینا نقص ایمان کی بین دلیل ہے۔

غرض جو آیات الٰہیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و متابعت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور مفسرین نے جو تفسیر کی ہے ان کا مفہوم یہی ہے کہ محبت و اطاعت خدائے پاک کی یہی ہے کہ کل افعال و اقوال و احوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اطاعت کی جائے اور ان باتوں سے جن سے آپ کی مخالفت ہو اجتناب کیا جائے مگر حضرت عمر آنحضرت صلعم کی آخری وقت تک مخالفت ہی کرتے رہے اور اس تفریق کلام کی بنیاد بھی انھیں حضرت نے ڈالی ہے۔ اس صورت میں جو تفریق جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک میں کی گئی ہے وہ بروئے آیات الٰہیہ اور تفاسیر مفسرین اہل سنت باطل و نامعتبر ثابت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ جناب خلافت مآب جو اس فرق مراتب کے موجد ہیں رسالت و نبوت کی ان کے نزدیک کوئی شان و منزلت ہی نہیں تھی اور نہ عدم اطاعت و مخالفت رسول اللہ کی وجہ سے مومنین کے مرتبے و درجے کو پہونچے نیز جناب شمس العلماء بھی جنھوں نے اس تفریق کلام پہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے ہم رنگ ہو کر الفاروق کو اس جملہ سے۔

"نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں"

زینت دے کر اپنے اہل مذہب کو یہ ہدایت کی ہے کہ رسول اللہ بھی مثل تمہارے ایک بشر ہیں۔ لہذا حضرت کے کل افعال و اقوال کو مذہبی و تشریعی نہ سمجھو۔

اب ہم عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ جب مسئلہ تفریق اقوال باطل ثابت ہوا تو پھر ان امور کو منصب رسالت سے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر بہ لحاظ رفع حجت ان کو بھی ثابت کرتے ہیں کتب صحاح وغیرہ میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپ کا دامن مبارک پکڑ کر کھینچا اور کہا آپ منافق کے جنازے پہ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہم ہو کر فرمایا" ہٹو اے عمر! خداوند متعال نے مجھے مختار کیا ہے کہ میں منافقوں کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں۔ آخر آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور حسب خواہش فرزند عبداللہ بن ابی کو اپنا قمیص بھی کفن کے لئے عطا فرمایا۔ نماز جنازہ اور قمیص مبارک کا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم کے ہزار آدمی اسلام لے آئے اور حضرت عمر اپنی حرکت پر نادم و خجل ہوئے بلکہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر نے خود اپنی زبان سے فرمایا کہ

"مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جو اس وقت ہوئی۔"

چونکہ جناب شبلی صاحب نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈالا ہے۔ لہذا ہم ان کے ثبوت میں خاص بخاری شریف کی روائتیں ترجمہ بخاری شریف سے جس کے مترجم مولوی وحید الزمان المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ہیں نقل کرتے ہیں:۔

حدثنا عبید بن اسمٰعیل عن ابی اسامہ عن عبد اللہ عن نافع عن عمر قال لما توفی عبد اللہ جاء ابنہ عبد اللہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ ان یعطیہ قمیصہ یکفن فیہ اباہ فاعطاہ ثم سالہ یصلی علیہ فقام رسول اللہ لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ صلعم فقال یارسول اللہ تصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ فقال رسول اللہ انما خیرنی اللہ فقال استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ وساذیدہ علی السبعین قال انہ منافق قال فصلی علیہ رسول اللہ صلعم فانزل ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ (بخاری۔ کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۹)

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۰ طبع مصر کتاب التفسیر سورہ براۃ۔ باب قولہ استغفر لھم او لا تستغفر لھم)

عبید بن اسمٰعیل نے بسلسلۂ عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ ابن ابی بن سلول منافق مرگیا اس کے فرزند عبداللہ ابن عبداللہ نے جو سچا مسلمان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا کرتا عنایت فرمائیے کہ میں اپنے باپ کو اس سے کفن دوں آپ نے کرتا دے دیا پھر اس نے درخواست کی کہ نماز جنازہ بھی پڑھئے، آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر آپ کا دامن کھینچا اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی نے ایسے منافق لوگوں پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مجھ کو منع نہیں کیا بلکہ مجھ کو اختیار دیا ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے تو ان کے لئے دعا کرے یا نہ کرے اگر تو ستر بار ان کے لئے دعا کرے گا جب بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ میں ستر بار سے زیادہ دعا کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا

یا رسول اللہ وہ تو منافق تھا۔ جبرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا کہنا نہ سنا۔ اس پر نماز پڑھی اس وقت یہ آیت اتری کہ ان منافقین سے کوئی مرجائے تو اس پہ نماز نہ پڑھو اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہو۔

اس حال کی مسلسل تین حدیثیں ہیں:۔

حضرت عمر کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو خود تعجب ہوا کہ تونے اللہ کے رسول پر ایسی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔

قال عمر یعجب بعدی جراتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ترجمہ بخاری شریف پارہ ۱۹ صفحہ ۱۱۹)

مولوی صاحب موصوف ان روایتوں کی نسبت صفحہ ۱۰ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرا کرتا کچھ اس کے کام آنے والا نہیں مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہوجائیں گے ایسا ہی ہوا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم کے لوگ یہ حال دیکھ کر بہت سے مسلمان ہوگئے ایک روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ابھی زندہ تھا اس نے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا اور آپ سے کرتا مانگا اور دعا کی درخواست کی کنز العمال کی جس روایت کا ذکر ہم نے کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

عن الشعبی ان عمر بن الخطاب قال لقد اصبت فی اسلام ھفوۃ ما اصبت مثلھا قط اذا اراد رسول اللہ صلعم ان یصلی علی عبد اللہ بن ابی فاخذت بثوبہ فقلت واللہ ما امرک اللہ بھذا لقد استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم فقال رسول اللہ قد خیرنی ربی فقال استغفر لھم او لا تستغفر لھم الخ (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد اول صفحہ ۲۴۴)

شعبی سے منقول ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ مجھے اسلام میں کبھی لغزش نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ صلعم نے ارادہ فرمایا کہ عبداللہ بن ابی کعب کے جنازے کی نماز پڑھیں میں نے آپ کا کپڑا کھینچ لیا اور عرض کی خدا نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے دعا کروں یا نہ کروں تا آخر۔

اس روایت کو خود جناب شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی میں اس طرح لکھا ہے:۔

سنہ۵ھ قریش نے مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگادی اور مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں آنحضرت صلعم مدینہ سے چار سو صحابی کو لے کر نکلے اور ذات الرقاع تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد سن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ (صفحہ۳) اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے لالچ سے منافقین بھی داخل ہو گئے تھے اور فتنہ گری کی کوشش کر رہے تھے ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے مگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے جو رئیس المنافقین تھا انصار سے کہا تم نے یہ بلا خود مول لی مہاجرین کو تم نے بلا کر اتنا کر دیا کہ اب وہ خود تم سے برابری کا مقابلہ کرتے ہیں اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا تم ہاتھ اٹھا لو تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ واقعہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر کہا حضرت عمرؓ بھی موجود تھے غصہ سے بیتاب ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ چرچا کریں کہ محمد اپنے ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ عبداللہ ابن ابی جیسا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے کہ ان کا نام بھی عبداللہ تھا اسی قدر اسلام کے جان نثار تھے آنحضرت صلعم کی ناراضی کی بناء پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گذار ہوں لیکن یہ مرضی ہے تو مجھے حکم ہو میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت اور محبت کے جوش میں آکر قاتل کو قتل کروں آپ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کے لئے آپ نے خود پیراہن مبارک عنایت فرمایا۔ جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے دامن تھام لیا

ﻟﮧ یہ ایجاد شمس العلماء کی ہے حدیث میں تو لفظ اصحاب ہے ۱۲

کہ آپ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔

(صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳)

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اس معاملے کو منصب رسالت سے سمجھتے تھے چنانچہ ان کا عبداللہ بن ابی کے نفاق پر غصہ سے بیتاب ہونا۔ آنحضرت صلعم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہنا۔ آنحضرت صلعم کا حالت نماز میں دامن پکڑ کر کھینچنا۔ اس کا اعتراف کرنا کہ تونے اللہ کے رسول پر اتنی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔ اس کا بھی اقبال کرنا کہ مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ عبداللہ کے جنازے کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے یہ باتیں ان کے علم پر شاہد ہیں اور یہ عین مخالفت ہے اور مخالفت رسول کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیف یھدی اللّٰہ قوما کفروا بعد ایمانھم و شھدوا ان الرسول حق و جاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین ۵	خدا ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچے ہیں اور انکے پاس کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔
(پ ۴۔ س۔ آل عمران ع ۹)	
ان الذین یحادون اللہ و رسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا اٰیٰت بینٰت ط وللکافرین عذاب مھین۔	بیشک جو اللہ اور رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلی نشانیاں اتاری ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت دینے والا عذاب
(پ ۲۸۔ س۔ مجادلہ)	

-۴-

جناب شمس العلماء نے صلح حدیبیہ کو بھی منصب رسالت سے جدا بتایا ہے حالانکہ یہ صلح بموجب حکم خداوند متعال کے ہوئی تھی اس صلح سے اصحاب مومنین تو خوش ہوئے مگر اصحاب منافقین ناراض ہوئے اور خدا و رسولؐ سے بدظن ہو گئے حضرت عمر فاروق اننے بگڑے کہ خود اُن کا قول ہے کہ مجھے کبھی رسول کی رسالت میں ایسا شبہہ نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ صلح حدیبیہ کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے اور سورہ انا فتحنا

شبلی نے صلح حدیبیہ کو بھی ... علم کا ... کا کام مانا ہے

اس بارہ میں نازل فرمایا ہے جس میں مومنین پر اظہار خوشنودی اور جنت کی بشارت۔ اور اصحاب منافقین پر عتاب فرمایا ہے بلکہ اور کچھ بھی۔ دیکھو آیۂ

والمنفقین والمنافقات والمشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعدلھم جھنم وساءت مصیرا ۵ (پ ۲۶۔ س فتح۔ ع ۱)	اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر جو خدا کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب نازل کرے ان پر مصیبت کی بری گردش ہے اور خدا ان پر غضبناک ہے۔

یہ واقعہ اسلام میں مہتم بالشان ہے اس سے بیعت رضواں کا تعلق ہے اس صلح میں اصحاب نے بہت کچھ خدا اور رسول پر بدگمانیاں کی ہیں یہ صلح اصحاب مومنین کے ایمان اور منافقین کے نفاق پر بیّن دلیل ہے چونکہ آیات بینات میں آیۂ کریمہ :-

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۵

سے اصحاب ثلثہ کی فضیلت کا استدلال کیا ہے اور بہت کچھ خدائے پاک کی طرف سے ان کی مدح وثنا کی ہے جو قرآن اور واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا اس جگہ ہم نے اس کا ذکر صرف اشارۃً کر دیا ہے اور مفصل حال جلد سوم میں لکھا ہے جو انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا۔

جناب شمس العلماء ان مخالفتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ توجیہ کرتے ہیں۔

"حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت صلعم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

سبحان اللہ! ایں گل دیگر شگفت حالانکہ انھیں کے مذہب کی کتابوں سے منکشف ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مخالفتوں پر برہم ہوا کرتے تھے چنانچہ تقسیم غنیمت کے بارے میں یہ روائتیں نقل ہو چکی ہیں۔ جن میں یہ جملہ ہے کہ آنحضرت نے برہم ہو کر فرمایا۔

"اے عمر اس بارہ میں ہم سے فحش اور بدگوئی نہ کرو"

جب حضرت عمر توریت سنانے لگے تو آنحضرت کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا۔ نماز جنازہ عبداللہ بن ابی کے معاملہ میں فرمایا۔

"ہٹو اے عمر!"

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"عمر بن الخطاب از جائے برجست وگفت نماز می گذاری بر وے حالانکہ وے منافق بود۔ حضرت گفت دست از من بدار۔" (صفحہ ۸۳۶)

لشکر اسامہ سے تخلف کیا تو حسب مندرجہ ملل ونحل شہرستانی مجمع اصحاب میں بالائے ممبر "لعن اللہ من تخلف عنها" فرمایا۔ قلم دوات کی مخالفت پر آزردہ و برہم ہو کر حسب بیان امام بخاری صاحب حجرۂ مبارک سے اٹھوا دیا۔ دیکھو بخاری شریف میں یہ ارشاد ہے۔

"قوموا لا ینبغی عندی التنازع"

قصہ مختصر اصحاب ثلثہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیات وممات میں اختلاف وانحراف ہی کرتے رہے اور جب خود زیب دہ مسند خلافت ہوئے تو اپنی سلطنت وحکومت کے استحکام کی غرض سے بقول اے آیۂ کریمہ۔

و یفسدون فی الارض اولئک هم الخسرون (پ ۱۔ ع ۲۵)

وہ دنیا میں فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

مفسدین کو تقویت دی اور ظالموں کی رعایت کی مظلوموں پر انواع واقسام کے ظلم کیے جن مسلمانوں نے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی اور زکوٰۃ نہ دی ان کو مرتد ٹھہرا کر قتل کرا دیا۔ مسائل میراث خمس اور نبی متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں احکام خدا ورسول سے انحراف کر کے اپنی رائے اور مصلحت ملکی پر عمل کیا۔ بیت المال کی تقسیم میں خلاف عمل اپنے پیغمبر کے اقویا واقربا کو زیادہ اور ضعفا کو تھوڑا حصہ دیا۔ سنت رسول اللہ ص کو بالائے طاق رکھ کر امور شریعت میں اپنی رائے اور مرضی سے احکام دئے جیسا کہ ماہ رمضان میں تراویح اور اذان فجر میں کلمہ "حی علی خیر العمل" کے بجائے الصلوٰۃ خیر من النوم۔ متعۃ النساء ومتعۃ الحج کا حرام ٹھہرانا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمر نے مخالفت رسول م پر صرف اپنی حیات ہی تک قناعت نہیں کی بلکہ اپنے بعد بھی تا حشر اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ یعنی مجلس شوریٰ جو آپ نے اپنی وفات کے وقت انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کی تھی اور اپنے رفیق خاص عبدالرحمن بن عوف کو اس

ا۔ یہ جلد شرح مواقف اور جلد سادس ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔

مجلس کا میر مجلس کیا تھا چنانچہ جب ان کے دفن و کفن کے بعد وہ مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک رکن جناب امیر علیہ السّلام بھی تھے تو خلیفہ کے انتخاب میں منجملہ دیگر شرائط کے سیرت شیخین کی بھی شرط لگائی گئی۔ چنانچہ میر مجلس نے جناب امیر علیہ السّلام سے کہا کہ

"میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول اور سیرت شیخین پر چلنے کا اقرار کریں۔"

آپ نے سیرت شیخین کی شرط قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمن نے آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمان سے کہا گیا تو انھوں نے بہ طیب خاطر یہ سب شرطیں منظور فرمالیں اور تاج خلافت حضرت ذوی النورین کے فرق مبارک پر رکھا گیا۔

آخر یہ نتیجہ ہوا کہ کتاب خدا و سنت رسولؐ کو تو پس پشت ڈال دیا اور سیرت شیخین کے مطابق خلافت سرانجام پاتی رہی۔

حضرت عثمان کی مخالفت اور اصحاب پر تشدد

حضرت عثمان ذی النورین تو اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنے میں اپنے بڑے بھائیوں سے بھی دس قدم آگے ہی رہے آپ کی بدعتوں اور مخالفت رسول کی وجہ سے جو حشر ہوا اس سے سب کتب خانہ اہل سنت کے بھرے ہوئے ہیں۔ اس جگہ چند سطریں رسالہ محرم نامہ سے جس کے مولف کر دسنی یعنی جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

"رسول اللہ صلعم کا دستور تھا کہ حج کو جاتے تو منا کے مقام میں قصر کر دیتے۔ حضرت عثمان حج کو گئے اور منا میں اقامت اختیار کی تو چار رکعت نماز پڑھی اس پر اصحاب برہم ہو کر بولے یہ کیا بدعت ہے رسول اللہ نے تو یہاں چار رکعتیں نہیں پڑھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف تو اس قدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا تیرا کیا اقرار تھا کیا تو بھول گیا کیا یہ عہد نہیں کیا تھا۔ کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلعم پر عمل کروں گا اب تو سنت پیغمبر سے انحراف کرتا ہے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ خفا کیوں ہوتے ہو حضرت صلعم مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے میں مقیم ہوں۔ مجھے قصر نماز جائز نہیں ہے۔ صحابہ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ اور چند روز میں سارے ملکوں میں دھوم مچ گئی کہ امیرالمومنین سنت رسول اللہ کے خلاف کام کرتے ہیں۔"

ان کے دلوں سے دہشت کو زائل فرمایا۔

افسوس اس تہجد گذار پر الزام رکھتے ہیں جس نے سجدہ خالق میں اپنی جان دی اور کبھی بتوں کو نہ خود سجدہ کیا اور نہ اپنی ماں کو کرنے دیا۔[لہ] ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال کانت امہ اذا دخلت علی ھبل لتسجد لہ وھی حامل بہ عز علی بطنہا فیمنعہا من السجود فسمی علیا (تذکرہ خواص الامۃ) ارجح المطالب ص۲۷

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ والدۂ جناب امیرؑ اپنے ایام حمل میں جس وقت ہبل کے پوجنے کے لئے جاتیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیرؑ ان کے پہلو کی طرف چڑھ جاتے اور سجدہ کرنے سے ان کو روکے رہتے تھے۔ لہذا علیؑ نام رکھا گیا۔

اور روایات اہل ایمان میں تو یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد قصداً بھی سجدہ اصنام کا نہ کرتی تھیں لیکن جناب امیر بتوں کے قریب جانے سے بھی روکتے تھے۔ اس عابد کے نماز نوافل کی حالت باعتبار تعداد رکعات یہ تھی کہ لوگ ہر شب ایک ہزار تکبیروں سے زیادہ کی آواز سنا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بیان کی تردید خود انھیں کے علماء کے اقوال سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تو ھم رکعا سجدا شرح حال مرتضیٰ علی است کرم اللہ وجہہ کہ اکثر و اغلب اوقات او بوظائف و عبادات میگذشت تا حدیکہ ہر شب آواز ہزار تکبیرۃ الاحرام از خلوت او باستماع خادمان میرسید۔ تفسیر حسینی جلد ۲ ص۲۳۷ طبع نولکشور پریس لکھنؤ۔

"ترھم رکعا سجدا" حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ کی حال کی ایک شرح ہے، اس لئے کہ آپ کے اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں گذرتے تھے، یہاں تک کہ ہر رات میں آپ کے حجرۂ شریف سے ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام کی آواز آپ کے خادموں کے گوش گذار ہوتی تھی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام ایسے عابد تھے کہ بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب نے نماز میں بھی تغیر و تبدل کر دیا تھا تو حضرت ہی ان کو یاد دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں لکھتے ہیں۔

بعد از رسول خدا تغیر و تبدل در نماز کہ ستون دین

پیغمبر خدا کے بعد نماز جو ستون دین ہے اس میں

لہ خاصنا اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ وجہہ بھی کہتے ہیں آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص۲ ۵۲ صنا باب اول۔ عابد حیدری۔

اپنے چچا حکم بن عاص کو جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے خارج البلد کیا تھا۔ باحترام واکرام پھر مدینہ میں بلالیا اور ایک لاکھ درہم بیت المال سے عطا کئے۔ مروان بن حکم جو آپ کا چچازاد بھائی تھا۔ جس پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوادیا تھا اس کو اپنا وزیر و مشیر بنایا اور افریقہ کا پورا خمس بخش دیا۔ اپنے بھانجے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ حالانکہ یہ وہ مرتد تھا جس کے قتل کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا حضرت ابوذر غفاری حضرت عمار بن یاسر۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود وغیرہ جو جلیل القدر اصحاب رسول اللہ سے تھے جن کے فضائل میں خود بخاری وغیرہ میں متعدد حدیثیں ہیں ان کو اس بنا پر کہ یہ لوگ آپ کے نائبوں کے احکام میں بوجہ مخالفت سنت رسول معترض ہوا کرتے تھے اور سنت نبوی پر چلنے کی نصیحتیں کرتے تھے خارج البلد کیا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا۔

اب فرمائیے کیا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے معنی یہی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں جاؤ اور خدا کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرکے کفار و مشرکین سے لڑو یہ مجاہد و غازی بجائے قاتلوا وقتلوا کے میدان جنگ سے ایسے فرار ہوتے ہیں کہ مدینہ سے ادھر دم نہیں لیتے اور بعض تو تین تین دن تک غائب رہتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلعم حکم صادر فرماتے ہیں کہ اسامہ کے ساتھ جہاد کو جاؤ اطاعت گذار مشورہ کرتے ہیں کہ ہم غلام کے ماتحت نہ جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو مکہ جانے کا حکم دیتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کفار و مشرکین میرے دشمن ہیں مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ محبوب خدا اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہے کوئی خدا کا دوست عمرو بن عبدوُد سے مقابلہ کو میدان جنگ میں جائے (اشداء علی الکفار (حضرت عمر) کہتے ہیں کہ وہ ایسا شجاع اور بہادر ہے جس نے ایک شتر کے بچے کو بجائے سپر ہاتھ میں لے کر ہزار ڈاکو بھگا دیا فوج اسلام سے کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین میں اصحاب مفرورین کو بایں الفاظ مبارک پکارتے ہیں۔

انا رسول اللہ انا نبی اللہ فارجعوا

لیکن وہ جاں نثار پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ جناب رسالت مآب قرآن مجید اور اپنی عترت

کہ اُمت کا ہادی اور امام بنا کر ان کی اطاعت اور پیروی کا حکم دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ یہ فرمان بردار اہلبیت کی اطاعت سے منحرف ہو کر خود ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابتدائے بعثت کے وقت اپنی رسالت و نبوت کے اعلان کے ساتھ اپنے بھائی علیؑ کی امامت کا بھی بایں الفاظ مبارک

ھذا اخی و وصی و وارثی وخلیفتی فیکم فاسمعوا واطیعوا۔	یہ میرا بھائی میرا وارث میرا وزیر اور میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے اس کا حکم سنو اس کی اطاعت کرو۔

اظہار کرتے ہیں یہ ان کی اخوت اور اطاعت سے منہ موڑتے ہیں۔ رسول الثقلین حسب ارشاد ربّ العزت حضرت علیؑ کو بالائے منبر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر

من کنت مولاہ فعلی مولاہ	میں جس کا سردار ہوں علی بھی اُس کا سردار ہے

فرما کر اپنا جانشین کرتے ہیں۔ یہ جان نثار و اطاعت گذار اس پر ایسے برہم ہوتے ہیں کہ خود محبوبِ خدا کو ہلاک[1] کرنے کا سامان کرتے ہیں۔

جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت رحلت ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے دوات و کاغذ دو تاکہ میں تم کو ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ بلکہ اس حکم کو ہذیان بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے"

المختصر ان خلفاء کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلنے اور حرص و ہوا کو دخل نہ دینے کے حالات اور واقعات ہم نے جلد سوم میں مفصل لکھے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے ان کی حرص و ہوا بخوبی منکشف ہو گی کہ اپنے پیغمبر کے جنازہ کو بے غسل و کفن و بے تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ میں پہونچے اور انصار سے بحث و تکرار کر کے مسند خلافت پر متمکن ہو گئے اور اپنے پیغمبر کی وصایا کو عموماً اور انی تارک فیکم الثقلین کو خصوصاً فراموش کر گئے۔

یوم غدیر جس ولی خدا کو خلافت کی مبارکباد دے چکے تھے اس سے اپنے

---

[1] یہ واقعہ لیلۃ العقبہ کا ہے جو دوسری جلد میں درج ہوا ہے۔

عہد کو توڑ کر منحرف ہو گئے۔ بلکہ اس ولی خدا اور وصی رسول اللہ کو اپنی بیعت کے لئے طلب کیا جب نفس رسول نے آنے سے انکار کیا تو بیت الشرف بنت رسول اللہ کو آگ لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس نفس رسولؐ کو بجبر و تشدد دربار خلافت میں لے گئے اور کہنے لگے اگر ہماری بیعت نہ کرو گے تو تمہاری گردن کاٹیں گے۔ جب وہ جناب ان کی بیعت سے انکار کر کے دولت سرا پر واپس تشریف لے گئے تو آل رسول کی تباہی کے مشورے کرنے لگے۔ آخر کار بنت رسول اللہؐ سے فدک جس کی آمدنی ایک لاکھ چالیس ہزار تھی ضبط کر لیا اور بنی ہاشم پر خمس بند کر دیا۔ بعد ضبطی فدک جب بنت رسول اللہؐ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے خلیفہ اول صاحب سے ناجائز حکم کی شکایت کی تو خلیفہ صاحب نے ہبہ فدک کے متعلق شہادت طلب کی۔ جناب امیر المومنینؑ اور حسنین علیہم السلام اور ام ایمن نے ان معصومہ کے قابض و متصرف ہونے کی شہادت دی اس شہادت کو یہ فرما کر

"ام ایمن زن عجمیہ ہے اور حسنینؑ کم سن ہیں رہے علیؑ وہ خود فریق مقدمہ ہیں ان کی شہادت قابل قبول نہیں"

دعویٰ خارج کر دیا۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ وراثتاً بھی مجھے فدک ملنا چاہئے اس لئے کہ وہ میرے باپ کی ملک ہے اس پر باوجود دعوائے حسبنا کتاب اللہ آیہ شریفہ (یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ) کو پس پشت ڈال کر فرمایا کہ

"آنحضرت سے ہم نے یہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ سنی ہے ہم انبیا کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے اور جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے"

نیز خمس کا حصہ بھی اقربائے رسولؐ سے ساقط کر لیا جس کی نسبت قرآن شریف میں صاف حکم ہے کہ جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں ہاتھ آئے اس میں پانچواں حصہ خدا اور پیغمبر اور اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اسی طرح ذوی القربیٰ کو حصہ تقسیم فرمایا کرتے تھے آخر کار جناب سیدہ علیہا السلام بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھتر دن زندہ رہ کر ان صدمات سے رحلت فرما گئیں اور تا دم وفات ان حضرات سے ناراض رہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے یہ حیلہ خوں بہانے حضرت عثمان اپنی شفقت مادرانہ کا اظہار علی روس الاشہاد اس طرح کیا کہ نفس رسول پر جس

کی شان میں رسول اللہ ؐ نے "لحمک لحمی و دمک دمی" ارشاد فرمایا تھا ایک لشکر بغاوت اثر و ضلالت نشان کی سپہ سالار بن کر چڑھائی کی اور بہ نفس نفیس خاص معرکہ جنگ کے وقت ایک شاندار شتر پر سوار اور قلب لشکر میں رونق افروز ہو کر اہل لشکر کو جوش دلا رہی تھیں۔ حالانکہ حضرت عثمان کی ہلاکت کا باعث آپ ہی تھیں اور ان پر اس قدر غیظ و غضب کیا کرتی تھیں کہ ایک یہودی سے تشبیہہ دے کر طعن فرمایا کرتی تھیں جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۵ میں ہے۔

"عائشہ تا در مدینہ بود در شان عثمان می گفت لعن اللہ نعثلا و قتل نعثلا"

اسی طرح نواسہ رسول زمن جناب امام حسن علیہ السلام کی نعش مبارک اُن کے نانا کے حجرے میں دفن نہ ہونے دی بلکہ ایک جمعیت ہمراہ لے کر اور خچر پر سوار ہو کر جنازہ پر تیروں کا مینہ برسوایا۔ اصحاب ثلثہ نے اپنے استحکام خلافت کے لئے خاندان بنی امیہ کو ہر طرح کی تقویت اور عروج دیا حالانکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں شجرۂ ملعونہ جو فرمایا ہے اس سے مراد بنی اُمیہ ہیں اور اپنے حبیب کو رویائے صادقہ میں دکھا دیا کہ بنی امیہ منبر رسالت پر مثل بندروں کے کود رہے ہیں اس خواب سے آنحضرت پر اس قدر غم و ملال طاری ہوا کہ پھر اس کے بعد آپ نے تبسم نہیں فرمایا۔ ہر چند کہ آیہ شریفہ اصحاب کے سامنے نازل ہو چکی تھی۔ اس خواب سے آپ نے انھیں آگاہ بھی کر دیا تھا۔ بایں ہمہ اپنے عہد خلافت میں محض خاندان رسالت کے مٹانے اور برباد کرنے کی غرض سے نہ صرف اس قوم کو عروج دیا بلکہ خلیفہ دوم صاحب اپنے جیتے جی خلافت بھی بنی امیہ میں منتقل کر گئے آخر ان کا مقصد حاصل ہوا کہ جناب امیر المومنین ؑ کے مسند نشین خلافت ہوتے ہی امیر معاویہ نے علانیہ جنگ و جدل کی اور اپنے عہد خلافت میں ان جناب پر سب و شتم کے بارے میں احکام صادر کئے جن پر اسی سال تک علانیہ خاص مسجد الحرام و دیگر کل مساجد میں بالائے منبر جناب امیر ؑ و جناب حسنین علیہم السلام پر تبرا ہوتا رہا۔ یہ تبرا خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کو عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ سے خارج کر دیا اور بجائے اس کے آیت قرآنی شامل کی۔

ان کے فرزند رشید یزید جب تخت نشین ہوئے ان کے دست خزاں سے تو گلستان مصطفوی و بوستان مرتضوی ایسا پامال ہوا کہ پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا تاراج ہو گیا۔

غرضکہ آل رسول ؐ کی تباہی و بربادی کا وہ مستحکم سنگ بنیاد رکھا کہ ان کے جانشین

یکے بعد دیگرے بمصداق شعر " خشت اول چون نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج "
اپنے پیشواؤں اولا بار کے نقش قدم پر چل کر آل نبیؐ و اولاد علیؑ کا استیصال کرتے رہے ؎

رسولؐ و فاطمہؑ زہرا کا گھر تباہ کیا
نہ پاس حرمت پیغمبرؐ الٰہ کیا
خدا کا خوف نہ سنگین دلوں نے آہ کیا
شہید گیارہ اماموں کو بے گناہ کیا
نبیؐ کے باغ کا اک اک ہرا شجر کاٹا
کسی کو زہر سے مارا، کسی کا سر کاٹا

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ؂

چونکہ یہ حالات اور واقعات مزید توضیح و تصریح طلب ہیں اور علماء اہلسنت نے ان واقعات کی طرح طرح سے پردہ پوشی کی ہے اور جناب شاہ صاحب نے تو ان بدعتوں کو اصحاب ثلثہ کی خاطر مفتریات شیعہ اور شیاطین کوفہ سے بتایا ہے۔ لہذا یہ سب واقعات مفصل آگے بیان کئے جائیں گے اس کے ملاحظہ سے ناظرین با تمکین پر روشن ہو گا کہ حسب روایات مندرجہ کتب معتبرہ اہل سنت رسول اللہؐ کی دولتؐ اسی خلافت کی بدولت تاراج ہوئی جس کو اہل سنت خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ ان حادثات درد انگیز اور سانحات رستخیز کا سنگ بنیاد انھیں لوگوں کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا جن کو وہ مہر و ماہ فلک اسلام بتاتے ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے ؎

نہ گھبراؤ بتو کل حشر میں کھل جائیں گے عقدے
تمھارے ظلم سب اللہ کے آگے بیاں ہوں گے

قولہ تعالیٰ

یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیہ
اس دن تم پیش کردئے جاؤ گے اور کوئی بھید تمہارا چھپا نہ رہے گا۔

قال

قولہ صحابہ نے اسلام کے پھیلانے میں تکالیف اٹھائیں اور اپنا مال نثار کیا

میں حضرات شیعہ سے پوچھتا ہوں کہ صحابۂ کرام و مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کے وقت میں شریک آنحضرت ہوئے یا نہیں اور مال و جان و عزت و آبرو آپ پر نثار کیا یا نہیں۔ اسلام کے پھیلانے میں انھوں نے تکلیفیں اور ایذائیں پائیں یا نہیں پس ایسے بدیہیات سے انکار کیجئے یا اقرار چونکہ انکار تو کر ہی نہیں سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور ان کی محنتوں اور کوششوں کا اقرار کریں تو پھر ذرا انصاف کریں کہ جس کے پیچھے انھوں نے تکلیفیں گوارا کی ہوں گی اس کی نگاہ میں کیا کچھ قدر و منزلت ان کی نہ ہوگی اور جس کی خاطر انھوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اس کے دل میں کیا کچھ ان کی محبت نہ ہوگی۔ اے یارو تم کو علی مرتضیٰ ہی کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت میں کوئی تمہارا شریک ہو اور درد و دکھ کی حالت میں کوئی تمہارا ساتھ دے اور بھائی بندوں کو چھوڑ کر تمہارے ہمراہ ہو اور اپنی جان و مال کو تمہارے پیچھے ضائع کرے تو تمہاری نگاہ میں اس کی کچھ عزت اور تمہارے دل میں اس کی کچھ محبت ہوگی یا نہیں اگر ہو تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت آنحضرت صلعم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جس وقت لوگ چاروں طرف سے یا ساحر یا مجنوں کہہ کر آپ کا دل دکھاتے ہوں گے اس وقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر کے حضرت کو بچاتے ہوں گے ان کی اس اعانت کی کیا کچھ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہوگی۔

اقول

بلاشبہ صحابۂ کرام اور مہاجرین و انصار جو مومنین سے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شریک حال رہے ان بزرگوں کے صدق ایمان اور اسلام میں کس کو کلام ہے ان خالص مخلصوں کی وفاداری اور جاں نثاری کی جس قدر ثنا کی جائے کم ہے ؎ ردِ قول بالا

از وطنہا ہجرت کردند ٭ بہ الٰہا مصابرت کردند
در سفر ہم رکاب او بودند ٭ در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار وحی دیدہ ازو ٭ ہمہ اسرار دیں شنیدہ ازو
بانبی در شدائد و اہوال ٭ بذل ارواح کردہ و اموال
پایۂ دیں بلند از ایشاں شد ٭ کار شرع ارجمند از ایشاں شد
رضی اللہ عنہم از سوئے حق ٭ بہر ایشاں بشارت مطلق

یہ حالات تو اصحاب مومنین کے ہم نے بیان کئے اور اصحاب ممدوحین اہل سنت کے حالات تو جناب شاہ عبد الحق دہلوی سے پوچھئے جو صاف الفاظ میں اصحاب مفرورین کی شان میں فرماتے ہیں کہ :-

"علی گفت آیا کافر شوم بعد از ایمان مرا بجو کار است با یاران و برادران کہ در پی غنیمت رفتند و ہزیمت خوردند چہ کار دارم"

ان جاں نثاروں کا اپنے پیغمبر پر جان نثار کرنے اور سینہ سپر رہنے کا حال جناب شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی سے پوچھئے جو ان الفاظ میں رقم طراز ہیں کہ

ان کو مال غنیمت سے زیادہ کوئی شے عزیز نہ تھی۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۵۲۳)

غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ ان کو کفار کے مسلمان ہو جانے پر رنج ہوتا تھا کہ اس کا مال نہ ملے گا۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۵۲۸) آنحضرت کی خبر شہادت سن کر اصحاب ایسے بھاگے کہ بعضوں نے تو مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا حضرت عمر و طلحہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے مایوس

ہوکر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ اور علیحدہ جاکر بیٹھ گئے۔

اب فرمایئے کیا دفادار اور جاں نثار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پس یہ اقوال اسی پر شاہد ہیں کہ فدائی بظاہر اپنے کو جاں نثار بتاتے تھے اور باطناً اپنے مطلب کی غرض سے سفر اور حضر میں آنحضرت کے ساتھ ساتھ لگے رہتے تھے۔

اہل دغل دوستان کہ می بینی　　　مگسانند گرد شیرینی

افسوس کہ اس پر آپ انھیں لوگوں کی نسبت یہ ارشاد فرمائیں کہ

"یاران وے در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ چشیدند و چہ غمہا کہ نہ کشیدند"

[illegible]

اگرچہ خلفائے ثلثہ کا آنحضرت پر مال نثار کرنا بڑھ بڑھ کر بیان کیا جاتا ہے مگر جب ان باتوں کی تصدیق خود ان کی کتابوں سے کی جاتی ہے تو اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریغ کرتے تھے جیسا کہ کتب سیر وغیرہ مذہب اہلسنت میں ہے کہ اصحاب جناب رسول اللہ صلعم سے بہت دیر تک تخلیہ کیا کرتے تھے۔ جس سے آپ کو تکلیف وزحمت ہوتی تھی مگر آپ بسبب اپنے حسن اخلاق ان لوگوں سے کچھ نہ فرماتے تھے آخر خود حق سبحانہ تعالیٰ نے اصحاب کے ایمان و خلوص کا امتحان لینے کی غرض سے حکم دیا۔

"ہمارے پیغمبر سے تخلیہ میں راز کی باتیں کرنا چاہیں تو تخلیہ سے پہلے صدقہ دیا کریں"

جب یہ حکم سنایا گیا تو بجز جناب امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کے ان جاں نثاروں میں سے کسی نے بھی صدقہ نہ دیا وہ آیۂ شریفہ یہ ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ　　اے گروہ مومنین! جس وقت تم خدا کے رسولؐ سے راز کہو تو کہنے سے پہلے کچھ تصدق کرو۔ (پ ۲۸ - س مجادلہ - ع۲)

تفسیر بیضاوی اور دیگر تفاسیر میں ہے کہ اصحاب نے اس آیت کو سن کر دس دن تک بجز حضرت علیؑ کے کسی نے آنحضرتؐ سے راز کی باتیں نہ کیں یہاں تک کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور سیوطی جلد ششم صفحہ ۱۸۵ میں ہے۔

واخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل　　مقاتل سے روایت ہے کہ اغنیاء یعنی مالدار صحابہ
قال ان الاغنیاء کانوا یاتون النبیؐ　　آنحضرتؐ کے پاس آیا کرتے تھے اور دیر تک

يكثرون مناجاتهم ويغلبون
الفقراء على المجالس حتى كره النبي
طول جلوسهم ومناجاتهم
فامر الله بالصدقة عند المناجاة
فاما اهل العسرة فلم يجدوا شيئا
وكان ذلك عشر ليال واما اهل الميسرة
فمنع بعضهم ماله وحبس نفسه الا
طوائف منهم جعلوا يقدمون
الصدقة بين يدي نجوى ويزعمون
انه لم يفعل ذلك غير رجل من
المهاجرين من اهل بدر فانزل الله ءاشفقتم الآية

مشورہ کیا کرتے تھے جس سے غربا تنگ آجاتے
تھے۔ حضرت کو ان کی یہ حالت اور دیر تک
بیٹھنا نہایت ناگوار گذرتا تھا۔ اس پر یہ آیت
نازل ہوئی کہ جس میں یہ حکم ہوا کہ راز کی باتیں
سننے کے قبل ان سے کچھ صدقہ لیا جائے
نادار فقراء کو کچھ نہ ملا اور دس شب تک
اس سے محروم رہے لیکن جو مالدار تھے
انھوں نے اپنا مال روکا اور بعض نے اپنے
نفس کو مگر کچھ صدقہ پیش کرتے رہے ونیز لوگوں
کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک ہی شخص تھا مہاجرین اور اہل
بدر سے جس پر آیہ ءاشفقتم نازل ہوئی۔

اس ایک شخص کی تصریح جس کو راوی نے مہاجرین و اہل بدر سے بتلایا ہے دوسری
روایت میں اسم مبارک مولائے کونین علی مرتضیٰؑ سے کی گئی ہے۔ اس عبارت کی نقل یہ ہے۔

واخرج سعيد بن منصور وابن راهويه
وابن شيبة وعبد بن حميد وابن المنذر
وابن ابي حاتم وابن مردويه والحاكم
صححه عن علي ان في كتاب الله لآية ما عمل
بها احد قبلي ولا يعمل بها احد بعدي
آية النجوى يا ايها الذين آمنوا اذا
ناجيتم الرسول فقدموا بين يدي نجواكم
صدقة كان عندي دينار فبعته بعشرة دراهم
فكنت كلما ناجيت النبي قدمت بين يدي
درهما ثم نسخت فلم يعمل بها احد فنزلت
ءاشفقتم ان تقدموا بين يدي نجواكم
صدقات الآية (درمنثور ج ۶ ص ۱۸۵)

سعید بن منصور، ابن راہویہ، ابن ابی شیبہ
عبد بن حمید المنذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ
امام حاکم نے بصحت حضرت علیؑ سے روایت
کی ہے کہ کتاب اللہ میں ایک ایسی آیت ہے
کہ مجھ سے قبل کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے
بعد کرے گا۔ اور وہ آیہ نجویٰ ہے کہ میرے
پاس ایک دینار تھا جس کو خوردہ کر کے دس
درہم کئے اور جب مجھے رسول اللہؐ سے
مشورہ کرنا ہوتا تو ایک درہم پیش کرتا تھا
اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی اور کسی
نے اس پر عمل نہیں کیا۔

یہی حال تفسیر حسینی میں بھی ہے۔

در خبر ست کہ ایں منع دہ شبانہ روز بود و ابست مرتضیٰ علی را دینارے از زر بود۔ آنرا بدہ درہم صرف کرد و ہر روز یکدرم صدقہ دادی و بار سول اللہؐ راز گفتی۔ امام زاہد فرمود کہ حکمے نازل شد و جز مرتضیٰ علیؑ کسے بداں کار نہ کرد ایں ہم از جملہ مناقب او ست دگویند ایں حکم یک ساعت از روز بیش نبود مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ دراں یک ساعت ایں کار کرد بس آیت ۱۶ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ الخ نازل شد۔ (تفسیر حسینی جلد ثانی صفحہ ۳۸۸)

حدیث میں ہے کہ یہ حکم نسخ دس روز تک قائم رہا حضرت علی مرتضےٰؑ کے پاس ایک دینار تھا اس کو خوردہ کر کے ایک درہم صدقہ دیا کرتے تھے اور رسول اللہؐ سے راز کہتے تھے امام زاہد کا قول ہے کہ ایک حکم ایسا نازل ہوا کہ اس کی تعمیل بجز علی مرتضےٰؑ کے کسی نے نہیں کی اور یہ امر حضرت علیؑ کے خاص مناقب میں سے ہے۔ منقول ہے کہ یہ حکم ایک دن میں ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہا اور علی مرتضےٰؑ نے اس گھنٹہ میں اُس پر عمل کیا پس آیت ۱۶ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ نازل ہوئی۔

غرض مصیبت و رنج کے وقت اول تو آپ کے عزیز و اقربا ہی نے آپ کا ساتھ دیا جن کے سردار ابو طالب تھے اور جب آپ نے دعوت اسلام دینی شروع کی تو حضرت علیؑ، عقیلؓ، جعفرؓ، حمزہؓ اور ابوذر غفاریؓ۔ عمار یاسرؓ وغیرہ وغیرہ نے آپ کی تصدیق کی اور راہ خدا میں نہ صرف مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں بلکہ اپنی جانیں اپنے پیغمبر کے قدم میمنت لزوم پر نثار کیں۔ ان انصار خدا کے سردار صاحب ذو الفقار، قاتل کفار، حیدر کرار غیر فرار تھے جن کا راہ خدا میں مصائب جھیلنا خلق خدا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ شعر

گر نہ بودے دست حیدر و ذوالفقار
کے شدی اللہ اکبر آشکار

افسوس کہ جناب بھائی صاحب رحلت فرما گئے ورنہ میں دست بستہ پوچھتا کہ وہ اصحاب جن کو آپ خون لگا کے شہیدوں میں داخل کرتے ہیں اور زبردستی اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ کا مصداق بنانا چاہتے ہیں، احد، بدر، حنین، خندق اور خیبر وغیرہ سے ہمیشہ فرار ہوتے رہے یا نہیں؟ بیعت رضوان میں جب ان سے اس امر پر بیعت لی گئی تھی کہ آئندہ جہاد سے نہ بھاگیں اور اس بیعت کے بعد ہی جنگ خیبر پیش آئی تو یہ حضرات نکث بیعت کر کے فرار ہوئے تھے یا نہیں؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو کہ

اصحاب ثلاثہ نے رسولؐ کی مخالفت کی یا نہیں

است راہ یافت۔ ... حضرت علی علیہ السلام از نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ را یاد میدہانید۔[1]

بھی تغیر اور تبدیلی ہو گئی تھی، مگر حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے صحابہ کو نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد دلاتے تھے۔"

اس کی تائید بخاری کی حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال ما اعرف شیئاً مما کان علی عہد رسول اللہ صلعم قیل الصلوٰۃ قال الیس ضعتم ما ضعتم فیہا اخرجہ البخاری والترمذی تلخیص الصحاح۔ جلد اول۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۳۵

حضرت انس سے مروی ہے کہ جو امور رسول اللہ صلعم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں کچھ بھی نہیں پاتا۔ صحابہ نے کہا نماز تو ہے۔ انس نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے نماز میں بھی کیا کچھ تغیرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

محققین اہل سنت معترف ہیں کہ جناب رسالت مآب کے بعد کوئی، حضرت علی کی مانند متہجد، زاہد، ساجد، عابد، متورع، خاشع نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ

ھو البکاء فی المحراب لیلا   ھو الضحاک فی یوم الحراب

(یعنی آپ راتوں کو خوف خدا سے محراب عبادت میں روتے تھے، اور میدان جنگ میں (راہ خدا میں جہاد کرنے کی وجہ سے) ہنستے تھے

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی، جناب امیرالمومنین ؑ کی عبادت کا حال اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"قیل قد بسط نطع بین الصفین لیلۃ الھریر فصلی علیہ والسھام وقعت بین یدیہ ومرت علی صماخیہ یمیناً وشمالا فلا یرتاع لذلک ولا قام حتی فرغ من وظیفۃ۔ شرح نہج البلاغہ) روایت ہے کہ صفین کی لیلۃ الہریر میں درمیان دونوں صفوں کے آپ کے لئے نطع (فرش چرمی) بچھائی گئی تھی۔ آپ اس پر نماز پڑھنے لگے اور تیر آپ کے سامنے سے آتے تھے آپ کے کانوں کے پاس ہو کر داہنے بائیں نکل جاتے۔ مگر جناب امیر علیہ السلام ان سے خوف نہیں فرماتے تھے اپنے مقام سے نہ کھڑے ہوتے تھے جب تک کہ اپنے وظائف سے فارغ نہ ہو جاتے۔

---

[1] ص۲۲ مطبوعہ مطبع گلشن لکھنؤ۔ ۱۲ عابد حیدری

جانے کا حکم دیا تھا تو اُن اشداء علی الکفار نے یہ عذر کہ

"کفار و مشرکین میرے دشمن ہیں مجھے مار ڈالیں گے۔"

پیش کیا تھا یا نہیں۔ اور مہر و ماہ فلک اسلام (حضرت عمر) نے صلح حدیبیہ پر اپنے پیغمبر کی رسالت ونبوت میں شبہہ عظیم کیا تھا یا نہیں۔ جناب رسول اللہؐ کو ابی بن کعب کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے دامن پکڑ کر کھینچا تھا یا نہیں؟

اے بھائیو! سچ کہو کہ پیغمبر خدا نے اعلان نبوت کے ساتھ ہی استخلاف شاہ ولایت کا بھی اظہار ان الفاظ پاک میں کہ

"یہی میرا خلیفہ اور میرا وزیر اور میرا بھی ہے اس کی اطاعت کرو۔"

کیا تھا یا نہیں؟ اور قریب زمانۂ رحلت بمقام غدیر خم حسب فرمان الٰہی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرما کر امیر المومنین کی خلافت اور اطاعت و پیروی کا حکم دیا تھا یا نہیں؟

اور اس امامت پر آیۂ کریمہ

"الیوم اکملت لکم دینکم" نازل ہوئی ہے یا نہیں؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے یہ ارشاد

"تم لوگوں کی طرف سے مجھے اس امر کا خوف نہیں ہے کہ بعد میرے شرک اختیار کرو گے۔

لیکن اس کا اندیشہ ضرور ہے کہ دنیا کی رغبت کرو گے اور اس کے پیچھے باہم جدال و قتال کرو گے۔"

فرمایا تھا یا نہیں؟ آنحضرت صلعم نے شہدائے احد کے لئے مغفرت کی دعا کی تو حضرت ابوبکر اس التماس پر کہ یا رسول اللہ جس طرح یہ لوگ ایمان لائے تھے اسی طرح ہم بھی ایمان لائے جہاں یہ لوگ گئے وہیں ہم کو بھی جانا ہے، پھر ان کو ہم پر کیا فضیلت ہے۔" تو آنحضرت صلعم نے یہ جواب (یہ لوگ میرے سامنے با ایمان دنیا سے اُٹھ گئے تم لوگ میرے بعد احداث کرو گے") دیا تھا یا نہیں؟ آنحضرت صلعم نے اپنی وفات سے تین چار دن قبل اصحاب ثلثہ وغیرہ کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو ان حضرات نے تعمیل امر میں یہ کہہ کر کہ

"ایک غلام کو ہم پر سردار بنا دیا۔"

اپنے پیغمبر کی عدول حکمی کی تھی یا نہیں؟ جب رسول مقبولؐ نے وقت رحلت اپنی عزیز امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے ایک وصیت نامہ لکھنے کو دوات و قلم طلب کیا تو حضرت عمر گستاخانہ هذا الرجل لیہجر کہہ کر مانع و مزاحم ہوئے تھے یا نہیں؟ اور بخلاف وصیت رسول صلعم صرف

حسبنا کتاب اللہ کہہ کر عترت رسول کو چھوڑ چکے تھے یا نہیں جب نور الٰہی کی روپوشی سے دنیا تاریک ہوگئی تو اصحاب وفادار و جاں نثار دفن و کفن چھوڑ کے خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے سقیفہ چلے گئے تھے یا نہیں؟

اے یارو! سچ کہو کہ خانۂ زہرا کو جلانے کے لئے آگ اور لکڑیاں لے جانا۔ وصی رسول کو دربار خلافت میں لے جاکر کھڑا کرنا۔ بنت رسول اللہؐ کو میراث سے محروم کرنا۔ فدک ضبط کرنا۔ اپنے بیٹوں کو بارہ بارہ ہزار دینار دینا اور اقربائے پیغمبر خداؐ پر خمس بند کرنا وغیرہ وغیرہ مظالم آل رسول پر انھیں لوگوں کے ہاتھ سے جن کو تم مہر و ماہ فلک اسلام سمجھتے ہو پہونچے تھے یا نہیں۔ حضرت عثمان جامع القرآن نے اصحاب رسول اللہؐ سے قرآن مجید کے نسخے لے کر جلوا دئے تھے یا نہیں؟ ام المومنین حضرت عائشہ بخلاف فرمان الٰہی "وقرن فی بیوتکن" بنفس نفیس سپہ سالاری اہل بغاوت و شقاوت کر کے نفس رسولؐ سے لڑی تھیں یا نہیں؟ اور جناب امام حسن علیہ السلام کی لاش پر تیر چلائے گئے یا نہیں؟ سورۂ احزاب و سورۂ تحریم میں جو آیات دربارۂ افشاء راز رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ وحفصہ کی مذمت و عتاب میں ہیں ان میں اللہ جل شانہ نے ان کی نسبت یہ ارشاد (اے پیغمبر کی دونوں بیبیو! اس حرکت سے خدا کی جناب میں توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کج رائی اختیار کی ہے اور اگر پیغمبر کے خلاف سازشیں کروگی تو ان کا حامی و مددگار اللہ و جبرئیل اور صالح المومنین ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے پیغمبر کے حامی و مددگار ہیں) فرمایا ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلعم نے بالائے منبر حضرت عائشہ کے مسکن کی طرف اشارہ کرکے

"الا ان الفتنۃ ھھنا ثلثا من حیث یطلع قرن الشیطان"

اس کو جائے فتنہ بتایا ہے یا نہیں۔

مجلس شوریٰ سے جب امیر المومنینؑ وصی ختم المرسلین اٹھ کر چلے تو عبد الرحمن بن عوف نے

"کہاں چلے آئیے عثمان کی بیعت کیجئے ورنہ حسب وصیت عمر تم قتل کئے جاؤ گے"

کہا تھا یا نہیں؟

پس ایسی بدیہیات سے انکار کیجئے یا اقرار۔ چونکہ انکار تو کر ہی نہیں سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور اگر ان کے ظلم و جور اور کفر و نفاق کا اقرار کریں تو پھر ذرا انصاف بھی کریں، کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم کو یہ تکلیفیں اور اذیتیں پہونچائیں اور آپ کی آل پاک کا قطع و

تمع گیا اس سے آنحضرت صلعم کو کیسا صدمہ و غم ہوا ہوگا۔

اے بھائیو! تم کو اپنے حضرت عمرؓ ہی کی قسم ہے کہ اگر کوئی تمہارے رفقا سے تم کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر فرار کر جائے اور جب تم اپنے دشمنوں سے بچنے کی غرض سے کسی غار تنگ و تار میں جاکر اپنے یار غار کے ساتھ مخفی ہو جاؤ اور تمہارے دشمن تلوار تولے ہوئے تمہارے سر پہ آکھڑے ہوں تو ان کو دیکھ کر وہ یار غار زور زور سے چلانا اور رونا شروع کرے تو تم اس کو اپنا دوست سمجھو گے یا دشمن؟

اے یارو: جن لوگوں پر تمہارے انعامات و احسانات کثیر ہوں وہی لوگ تمہاری آل و اولاد کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دیں اور ان کے قتل و ہلاکت کا سامان کریں تو تم کو ان یاران وفا شعار سے عداوت و نفرت ہوگی یا نہیں، اگر ہو تو ذرا تم اپنے اصحاب کبار اور مہاجرین و انصار کی نسبت جناب رسول مقبول صلعم کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جب اصحاب مانع تحریر وصیت نامہ ہوئے ہوں گے اور حضرت عمرؓ نے "ھذا الرجل لیھجر" کہا ہوگا اور آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی آپ کی دختر کو محروم کیا ہوگا اور جب آپ کی دختر کا گھر جلانے آئے ہوں گے اور دربار خلافت سے پہلے پہل ضبطی فدک اور منع خمس و میراث کے فرمان جاری کئے ہوں گے۔ اور جب بنت رسولؐ ان کے جور و ستم سے متاذی ہو کر اپنے باپ کی لحد مبارک پہ سر رکھ کر بصد نالہ و آہ با چشم گریاں و سینہ بریاں اس طرح نوحہ خواں ہوئی ہوں گی۔

چو زہرا بہ نزدیک مرقد رسید	شد از آب دیدہ رخش ناپدید
بیفتاد در پائے قبر پدر	ہمی گفت گریاں ز سوز جگر
کجائی تو اے دین و ایمان ما	کجائی ز اعدا نگہبان ما
کجائی تو اے شمع شبہائے تار	کجائی بروز سیہ غمگسار
تو در شان ما گفتہ از کرم	بود فاطمہ بضعۂ از تنم
کسے کو اذیت رساند باو	در ایذائے ما کرد باشد غلو
کہ حق را رسد جور و ایذائے او	جہنم بود جائے ماوائے او
کنو دارد ایں بضعت اے پدر	دل پارہ پارہ ز دست عمر
پسر عم تو آں کہ با تیغ کیں	جہاں را بپیرداخت از مشرکین
تو دستش گرفتی بہ خم غدیر	بحکم خدائے علیم و قدیر

نمودی اسیرش بر امت تمام | کہ دانند بعد از تو او را امام
کنو امت دشمنانِ وے اند | ہمہ تشنۂ خون و جانِ وے اند
نہ رحمے بر احوال سبطین تو | کہ بودند انوارِ عینین تو
نظر کن بر احوال ریحانتین | بحالِ حسن ہیں و حال حسین
ہمین ست منظور این پیروان | کہ از ما نماند بہ گیتی نشان
بعالم نماند ز آلِ تو کس | باصحاب امت شناسد و بس
بجز ما ہمہ وارثِ حق شوند | چہ وارث کہ مختار مطلق شوند
نمودند ہم خمس بر ما حرام | کہ نہ چاشت یابند اینان و شام
بگفتند دعوائے تو بہر چیست | حقِ مسلمیں ست حق تو نیست
الم ریخت بر جان ما تا حدے | کہ بر روز اگر ریختے شب شدے
یکے اے پدر از فراقت دگر | ز جورِ ابو بکر و ظلم عمر
طلب کن مرا نزدِ خود اے پدر | کہ طاقت نہ دارم ازیں بیشتر
چوں در پیش قبرِ رسول خدا | بایں درد نالید خیر النسا
دراں دم شدہ وحشتے آشکار | کہ دارد ز شرحش قلم اعتذار
چہ محراب و منبر چہ مسجد تمام | چہ آں مرقدِ پاک خیر الانام
چہ دیوار و چہ صحن و چہ آستاں | بلرزید آمد ز دورش چناں
کہ از پائے دیوار برخاست گرد | ز بس ہول شد رنگ خورشید زرد
بر آں حال سلماں نظر چوں فگند | خروشے کشید از دل دردمند
کہ اے بضعۂ مصطفیٰ الحذر | کنوں می شود دہر زیر و زبر
بدانساں کہ فرمود خیر البشر | بجز صبر نبود علاج دگر
چو زہرا نمود آں سخن استماع | چناں خستہ دل از پدر شد وداع

تو اس وقت روح اقدس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا کچھ صدمہ گذرا ہوگا اور جب کہ اس نوحہ جان گداز کی صدا گوش مبارک میں پہنچی ہوگی تو کیسا رنج وملال آپ پر طاری ہوا ہوگا اور قدسیان ملاء اعلےٰ میں شور مچا ہوگا اور عرش وکرسی کو کیسا زلزلہ ہوا ہوگا۔ شعر

گذر کنی چو صبا بر بنفشہ زار ببیں ‌‌ ‌ ‌ کہ از تطاول زلفت چہ سوگوار انند

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

قال

اے یارو! اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو صحابہ کرام کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب ان کے مرتبوں پر پہونچے اور ان کا سا درجہ پا سکے۔ کہاں ہیں اب رسول خدا کہ وہ دعوت کریں اور ان کے قبیلے کے لوگ ان کو جھٹلا دیں اور ہم میں سے کوئی سامنے آکر صدقت یا رسول اللہ کہہ کر آپ کے دل کو خوش کرے کہاں ہے وہ وقت جو پیغمبر خدا ہجرت کریں اور غار میں جا کر چھپیں اور کوئی ہم میں سے اس وقت ساتھ ہوے اور یار غار کہلا دے۔ کہاں ہے وہ زمانہ کہ فقرا مہاجرین کو لے کر حضرت مدینہ کو پہونچیں اور مدینہ والے اپنے اوپر مصیبت کو گوارا کر کے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرائیں اور انصار کہلائیں۔

کیا وہ دن پھر آ سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاویں اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہوویں اور ہماری مدد کے لئے خدائے تعالیٰ ملائکہ کو بھیجے اور لقد رضی اللہ کہہ کر اپنی رضامندی ظاہر فرمائے۔

اے بھائیو! وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہیں رہا جن کو یہ نعمت ملنے والی تھی۔ ان کو مل گئی جن کو یہ دولت حاصل ہونے والی تھی ہو چکی جو مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ مہاجرین میں داخل ہو گئے جو انصار میں شامل ہونے والے تھے وہ انصار میں شامل ہو چکے۔ اب ہزار جان و مال کوئی نثار کرے "السابقون الاولون من المهاجرين والانصار" کی فضیلت پا نہیں سکتا۔ تمام جہان کی دولت کوئی لٹا دے مگر اصحاب بدر و یاران بیعت الرضوان میں داخل نہیں ہو سکتا ان دولتوں کو لینے والے لے گئے ان نعمتوں کو لوٹنے والے لوٹ لے گئے۔ شعر

حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

اَقُوْلُ

پہلی دلیل کے جواب میں ہم بخوبی ثابت کر آئے ہیں کہ اس نازک وقت میں سچے دوست اور حقیقی جان نثار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز و اقربا ہی تھے نہ کہ وہ حضرات جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرق مبارک تن سے جدا کرنے کے لئے تلوار گلے میں حمائل کر کے چلے تھے۔ اگر حضرت ابوبکر حقیقۃً صدق یار رسول اللہ تھے تو غزوۂ احد سے فرار کرتے ہوئے

قد قتل محمدؐ فارجعوا الی ادیانکم — اے قوم! محمد قتل ہو گئے تم اپنے دین پر پلٹ جاؤ

کیوں فرماتے جاتے۔ پس ان کا صدقت یارسول اللہ کہنا یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم میں داخل ہے اصحاب منافقین جناب رسول اللہ کے سامنے تو بہت کچھ اپنے ایمان اور خلوص کا اظہار کرتے تھے لیکن پیچھے آنحضرت صلعم کے خلاف سازشیں کرتے تھے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو ان کی چالوں سے آگاہ فرماتا ہے۔

ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک بیت طائفۃ منھم غیر الذی تقول ط واللہ یکتب ما یبیتون ط فاعرض عنھم وتوکل علی اللہ ط وکفی باللہ وکیلا

پ ۵ س نساء (قریب نصف)

یہ لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ آپ کا ارشاد قبول ہے لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بعض لوگ راتوں کو تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ خدا ان کے نامۂ اعمال میں لکھ لیتا ہے، تم اس کا کچھ خیال نہ کرو بلکہ خدا پر توکل کرو خدا ہی تمہارا وکیل ہے۔

اور یار غار کی رفاقت اور ایمان تو اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود علامات نصرت الٰہی یعنی خشک درخت کے سرسبز ہو جانے درخت کا غار کے منہ کو گھیر لینے۔ کبوتر کے جوڑے کا آشیانہ بنانے۔ اسی وقت انڈا دینے۔ اور مکڑی کا در غار پر جالا تننے پر بھی ان یار غار نے خدائے پاک کی اعانت و حفاظت پر بھروسہ نہ کیا۔ بلکہ جب اعدائے دین بر سر غار آ پہونچے تو ان کو دیکھ کر غار کے اندر زور زور سے رونے اور چلانے لگے۔ یہ وہ نفیلت

ہے جو نقل بکتب تک کی زبان پر ہے۔ اور اصحاب بدر میں شریک ہونے سے بھی ان کو کچھ فضیلت نہیں ملی اس لئے کہ اصحاب بدر سے مراد وہ غازی ہیں کہ جو کفار و مشرکین سے لڑ کر قاتلوا و قتلوا کے مصداق اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارت سے مستفیض ہوئے۔ حضرات ثلثہ میں سے حضرت عثمان ذو النورین تو اس جہاد میں اپنی بیوی کی علالت کا عذر کر کے غیر حاضر تھے۔ اب رہے شیخین ان کی شجاعت و مردانگی کا یہ حال تھا کہ جب یلان مشرکین و کفار نے میدان جنگ میں آکر آواز دی کہ یا محمد! ہمارے بھائی بندوں کو ہمارے مقابلہ میں بھیجو تو ایسے شجاعوں نے قدم بھی آگے نہ بڑھایا اور طعن آمیز باتیں کیں۔ پس یہ حضرات بوجہ اس شورے کے جو اس سفر میں انھوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیا تھا خدا اور رسول کے عتاب میں داخل ہیں۔ (یہ واقعہ تیسری جلد میں ہم نے لکھا ہے جو مفصلہ قابل ملاحظہ ہے) اور بیعت الرضوان کی شرکت تو ان کی عدم فضیلت کی دلیل بیّن ہے۔ اس لیے کہ یہ بیعت کل اصحاب سے اس اقرار پر لی گئی تھی کہ آئندہ لڑائی سے نہ بھاگیں مگر اس کے بعد جنگ خیبر و حنین پیش آئی تو وہاں بھی میدان جنگ میں نہ ٹکے بلکہ حنین کے جہاد سے ایسے ہوا ہوئے کہ آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس یہ فرما کر (یا انصار اللہ یا انصار رسول اللہ انا عبد اللہ و انا النبی) پکارتے تھے۔ لیکن بقول صاحب روضۃ الصفا بھاگنے والوں کا یہ حال تھا۔

ہر چند حضرت اشارت بصبر و ثبات میفرمود مگر از غایت وحشت کہ بر مسلمانان استیلا یافتہ بود ہیچکس روئے باز پس نمیکرد۔

اور یہی صورت والسابقون کی فضیلت میں ہے اس لئے کہ ہجرت کے لئے ایمان کی شرط ہے جس کی ان حضرات کو ہوا بھی نہیں لگی تھی اور نہ پہلے ایمان لانے والوں اور پہلے ہجرت کرنے والوں میں ان کا شمار ہے۔ اس لئے کہ حضرت افضل الصحابہ تو پچاس اشخاص کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے تھے اور حضرت عمر چھ برس کے بعد جیسا کہ دلیل اول کے جواب میں بخوبی ثابت کر آئے ہیں۔ چونکہ آپ نے پانچ آیات الٰہی سے استدلال فضیلت صحابہ ثلاثہ کیا ہے اس لئے ہم نے بھی دوسری اور چوتھی جلد آیات محکمات میں ان فضیلتوں

لہ ترا الشوہ کرید دیار خانہ ؛ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار (سعدی)

اور علمائے اہلِ سنت کی تحریفات اور توجیہات کی قلعی کھولی ہے وہ مجلدات انشاء اللہ نظر سے گذریں گی۔

اے بھائیو! اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو اصحاب مومنین کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب ان کے مرتبوں کو پہنچے اور ان کا سا درجہ پا سکے۔ کہاں ہیں اب رسول خداؐ کہ وہ دعوت کریں اور مشرکین و کفار ان کو ستائیں اور ایذا دیں اور ہم میں سے کوئی حضرت ابو طالب جیسا مربی و شفیق چچا کی طرح آپ کی اعانت اور حفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ میں آپ کی حمایت و نصرت کرے۔ کہاں ہیں رسول خداؐ کہ کوئی دشمن ابو جہل سا آپ کو دشنام دے اور ہم میں سے کوئی مثل حضرت حمزہؓ اس کے سر پر اس زور سے کمان مارے کہ اس کا سر پھٹ جائے۔ کہاں ہیں محبوب خدا کہ کوئی عدو حضرت عمر کی طرح تلوار گلے میں حمائل کر کے آپ کا فرق مبارک کاٹنے کو چلے اور ہم میں سے کوئی حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ کی طرح یہ کہہ کر اٹھے کہ

"اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر"

کیا وہ دن پھر اب مل سکتے ہیں کہ جب اعدائے دین رسول اللہ صلعم کو آپ کے فرش پر قتل کرنے کے ارادے سے آئیں تو ہم میں سے کوئی علی مرتضیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے فرش مبارک پر سو کر اپنی جان آنحضرتؐ پر نثار کرے اور خداوند تعالیٰ آیہ کریمہ:۔

"مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ"

نازل فرما کر خاص توقیر و منزلت عطا فرمائے۔ کیا وہ وقت پھر آ سکتا ہے کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی میں جائیں اور ہم لوگ مثل حضرات مقدادؓ و عمار یاسر وغیرہ وغیرہ ہمراہ رکاب ہوں اور ہماری مدد کے لئے خدا ملائکہ بھیجے اور لقد رضی اللہ کہہ کر اپنی رضامندی ظاہر فرمائے۔

اے بھائیو! وہ مبارک زمانہ گذر گیا۔ وہ وقت باقی نہ رہا جن کو وہ نعمتیں ملنے والی تھیں مل گئیں جن کو یہ وہ نعمتیں حاصل ہونے والی تھیں حاصل ہو چکیں جو لوگ سچے مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ خدا کی راہ میں ہجرت کر کے اور اپنے ایمان پر قائم رہ کر داخل مہاجرین ہو گئے۔ اور جو لوگ انصار میں شامل ہونے والے تھے خدا کی خوشنودی کے لئے رسول اللہؐ کی نصرت کر کے اور اعدل یا محمد کہنے والوں کے گروہ کو چھوڑ کر انصار میں شامل ہو گئے اب ہزار جان و مال کوئی نثار کرے مگر مثل نفس رسول علی مرتضیٰ

و دیگر اصحاب حضرت جعفرؓ عمارؓ مقدادؓ وغیرہ کی طرح والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار کی فضیلت نہیں پا سکتا۔ تمام جہان کی دولت کوئی لٹا دے لیکن اصحاب مومنین بدر اور مومنین بیعت الرضوان میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اپنے خدا سے لقد رضی اللہ عن المومنین کی سند پا نہیں سکتا۔ جو شا نصیب کہ ان دو دولتوں کو لینے والے لے گئے اور ان نعمتوں کو لوٹنے والے لوٹ لے گئے ؎

حریفاں بادہا خوردند و رفتند — تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

مرحبا ان اصحاب مومنین پر جو خدا و رسولؐ کی اطاعت اور حمایت کر کے ایمان کے ساتھ اس دار فانی سے اٹھ گئے اور وائے ان اصحاب منافقین پر جو بحالت کفر و نفاق خدا کے سامنے گئے اور جس روز یہ دونوں خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے تو اصحاب مومنین کے چہرے بفحوائے آیہ شریفہ۔

وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ — اور بہت سے چہرے اس دن خنداں و شاداں و درخشاں ہوں گے۔

رشک قمر ہوں گے۔ اور منافقین کے چہرے حسب آیہ کریمہ۔

ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ ترهقها قترۃ اولئک هم الکفرۃ الفجرۃ — اور کتنے لوگوں کے منہ اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہوگی اور گرد کے علاوہ سیاہی چھائی ہوگی وہی لوگ بدکار منکرین ہیں۔

سیاہ اور گرد آلود ہوں گے۔ انجام کار حسب فرمان ذوالجلال والاکرام

فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر — ایک گروہ اس دن جنت میں اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں ہوگا۔

مومنین بہشت میں داخل ہوں گے اور منافقین دوزخ میں جھونکے جائیں گے اور مومنین اپنی کامیابی پر منافقین سے یہ سوال کریں گے

ونادی اصحب الجنۃ اصحب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا قالوا نعم فاذن مؤذن بینهم — اور جنتی لوگ جہنم والوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا ہم نے ٹھیک ٹھیک پا لیا۔ کیا تم نے بھی جو تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا وہ پالیا وہ جواب دیں گے

فاد صحابہ کی نسبت سے وہ ظاہر ہے ۔

جناب امیر علیہ السّلام کی کثرت نوافل کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ وکانت جبینہ کثفنۃ البعیر لطول سجودہ۔ یعنی جناب امیر علیہ السّلام کی پیشانی مبارک طول سجود سے مثل زانوے شتر کے ہوگئی تھی۔ نماز کے وقت آپ کو ایسا استغراق ہوتا کہ مطلق ماسویٰ کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنے جسد عنصری سے بےخبری ہو جاتی تھی۔

مولوی جامی "تحفۃ الاحرار" میں نماز کے وقت آپ کی محویت کے متعلق ایک روایت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ارجح المطالب باب سوم ص۲۲ سے صرف ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔)

حضرت علی شیر خدا اور شاہ ولایت ہیں۔ ظاہری اور باطنی شرک کے صیقل کرنے والے ہیں۔ احد کی لڑائی کے دن جب آپ گھمسان کی لڑائی میں مصروف تھے۔ لشکر مخالف کے تیر آپ کے جسم اطہر میں پیوست ہوگئے۔ تیر کی انی (بھال) کا غنچہ آپ کے گل جسم میں چھپا سیکڑوں زخموں کے پھول آپ کے گل سے جسم پر کھلے۔ عبادت کے واسطے محراب کی طرف رخ کیا پشت مبارک تکلیف کی حالت میں اصحاب کی جانب کی۔ زہر آلود تیر کو مثل تیغ کے کھینچا۔ آپ کے تن اطہر میں چاک گل کی طرح زخم کھل گئے۔ آپ کا جسم خون سے سرخ مثل غنچہ زنگار گوں ہو رہا تھا۔ اس سے احسان کی شاخ بر آمد ہوئی۔ گل خون سے ان کے کچھ گل (قطرہ خون) آپ کی جانماز پر ٹپکے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا یہ پھول میرے پاؤں کے نیچے کیسے بکھرے ہوئے ہیں کہ جس سے میری جانماز گلزار بن گئی ہے۔ جب صورت حال اصحاب نے عرض کی تو فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ کو تیغ کی تکلیف سے متعلق خبر نہیں۔ اگرچہ مجھ سے زیادہ خبردار کوئی نہیں۔

شاہ صاحب نے تحفہ میں اہلبیت علیہم السّلام کی توہین، اور مذہب اثنا عشریہ کی تذلیل کی ہے اس وجہ سے اکثر اہل سنت اس کو پسند کرتے ہیں، اور درجہ میں اس کو بخاری شریف سے کم نہیں سمجھتے، یہی رنگ شاہ صاحب کے مقلدین کا ہے کہ اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چل کر اپنی تالیفات و تصنیفات میں آل رسولؐ اور اقربا رسولؐ کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اپنا ایمانی شعار سمجھتے ہیں، جیسا کہ شبلی نعمانی نے الفاروق و المامون وغیرہ میں بہت کچھ اہل بیت کی شان میں سوء ادبی کی ہے، چنانچہ الفاروق حصہ اول بضمن خلافت حضرت ابوبکر لکھتے ہیں اگر بنی ہاشم کی سازشیں قائم رہتیں تو اسی وقت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا[1]

(۲) اس طرح المامون کے صفحہ ۵ پر رقم طراز ہیں:-

---

(۱) الفاروق حصہ اول ص ۳۵

شبلی نعمانی کی اہلبیت اور بنو ہاشم کی گستاخیاں

ان لعنۃ اللہ علی الظٰلمین الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونہا عوجا وھم بالاخرۃ کافرون

کہ ہاں (پالیا) تب ایک منادی ان کے درمیان ندا کرے گا کہ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہو جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور روزِ آخرت کے منکر تھے۔

قَالَ

اے یارو! جن لوگوں نے پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصوں نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکر تمہارے دل میں ان کی محبت اور تمہاری نظر میں ان کی قدر و منزلت نہیں ہے کیا تمہاری عقل اس کو قبول کرتی ہے کہ ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں سے جو برسوں پیغمبر صاحب کی صحبت میں رہے کسی کے دل پر ایمان کا اثر نہ ہوا اور ان ہزاروں آدمیوں میں جو نمازوں میں حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت نہ رہا باوجودیکہ حضر و سفر میں آپ کے ہمراہ رہے شب و روز اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے لیکن اپنے کفر و نفاق سے عیاذاً باللہ باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے ان کو دکھلائے اور انواع و اقسام کی دعائیں ان کے حق میں فرمائیں لیکن نہ معجزے کا اثر ان پر ہوا نہ کوئی دعا ان کے حق میں مقبول ہوئی۔ بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان میں داغ لگائے گا اور اس کے شاگردوں اور کل مریدوں کو کافر و مرتد کہے گا۔ ذرا تو سوچو اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہیں اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلن ہوں اور کسی ولی کے مرید کل اجمعین فاسق و فاجر ہوں تو کیا اس سے کچھ بدظنی اس عالم اور اس امیر اور اس ولی کی نسبت لوگوں کو نہ ہوگی بے شک ضرور ہوگی پس تمام صحابہ کے کفر و ارتداد پر اعتقاد رکھنا در پردہ حضرت کی نبوت میں داغ لگانا ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

اقوال

جو اصحاب کبار صدق دل سے ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھ گئے ان کی منزلت و مرتبت ہماری آنکھوں میں اور ان کی محبت و مودت ہمارے دل میں بہت کچھ ہے جیسا کہ علمائے کرام امامیہ کے اقوال اوپر نقل کر آئے ہیں کہ (امامیہ جمیع اصحاب را مجروح و مقدوح نمی دانند بلکہ بسیارے را از اولیائے کرام و مستحق رضوان الٰہی می پندارند) البتہ ان اصحاب کی محبت شیعوں کے دلوں میں نہیں ہے جو رسول اللہ اور آل رسول اللہ کے مخالف و دشمن تھے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے بظاہر اسلام لائے تھے اور اپنے مقاصد حاصل ہونے کی غرض سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے انھوں نے نہ تو پیغمبر خدا سے تعلیم حاصل کی اور نہ صاحب شریعت سے ہدایت ہی پائی بلکہ حرص دنیا اور لہو لعب میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اور اسی سبب سے وہ علم قرآن اور علم حدیث سے کورے رہے چنانچہ خلفائے ثلثہ کے علم و فضل کی نسبت دو چار روایات کتب اہل سنت سے اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں :-

عمر و دیگر خلفاء کی نسبت روایات اہل سنت بابت علم قرآن و حدیث

(اول) عن ابی جریج عن عمرو بن دینار قال سمعت بجالۃ التمیمی قال وجد عمر ابن الخطاب مصحفاً فی حجر غلام فیہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وھو ابوھم فقال حکھا یا غلام فقال واللہ لا احکھا وھی فی مصحف ابی ابن کعب فانطلق الی ابی ابن کعب فقال ابی شغلنی القرآن و شغلک الصفق بالاسواق اذا تعرض رداءک علی عنقک بباب ابن العجماء

(کنز العمال صفحہ ۱۰۰)

راوی کہتا ہے کہ ایک لڑکے کو عمر ابن الخطاب نے دیکھا کہ اس کی گود میں قرآن ہے اور اس میں یہ آیت لکھی ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم وھو ابوھم (یعنی نقدا بجم قرآن متداول سے زیادہ ہے) عمر نے اس لڑکے سے کہا کہ اس لفظ کو چھیل ڈال اس نے جواب دیا واللہ میں نہ چھیلوں گا۔ اس لئے کہ یہ آیت ابی بن کعب کے قرآن میں اسی طرح سے ہے پس عمر وغیرہ ابی ابن کعب کے پاس آئے تو اس نے کہا کہ میں تو قرآن کے پڑھنے میں مصروف رہتا تھا اور تم بازار کی سیر کیا کرتے تھے اور چادر کاندھے پر رکھ کر ابن عجماء کے دروازے پر جایا کرتے تھے اس وجہ سے تم قرآن سے ناواقف ہو۔

(دوم) قال اراد عمر بن الخطاب ان یجمع القرآن فقام فی الناس فقال من تلقی من رسول اللہ شیئا من القرآن فلیاتنا بہ (الی ان قال) وکان لا یقبل من احد شیئا حتی یشہد شہیدان فقتل

روایت ہے کہ جب عمر ابن خطاب نے جمع قرآن کا قصد کیا تو کھڑے ہو کر تمام لوگوں میں اعلان کیا کہ جس کسی نے رسول اللہ ص سے جس قدر قرآن لیا ہے وہ ہمارے پاس لے کر آئے اور جب تک دو گواہ گواہی نہ دیتے تھے تو وہ آیت نہ لی جاتی تھی اتنے میں حضرت عمر قتل ہو گئے۔

(تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۹۶)

(سوم) اس روایت کو شمس العلماء شبلی صاحب نے بھی الفاروق حصہ دوم میں تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے:-

عمر نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ جس نے قرآن کا کوئی حصہ رسول اللہ ص سے سیکھا ہو میرے پاس لے کر آئے اس بات کا التزام کیا گیا کہ جو شخص کوئی آیت پیش کرتا تھا اس پر دو شخصوں کی شہادت لی جاتی تھی کہ ہم نے اس کو آنحضرت کے عہد میں قلم بند کیا تھا غرض اس طرح جب تمام سورتیں جمع ہو گئیں تو چند آدمی مامور ہوئے کہ ان کی نگرانی میں پورا قرآن ایک مجموعہ میں لکھا جائے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۴۴)

ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر علم قرآن کے فیض سے محروم تھے۔ اور اس پر ان کو حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ بھی تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کی یاد سے کوئی آیت قرآن میں نہیں لکھی گئی۔

(چہارم) علم قرآن کے بعد علم حدیث کا مرتبہ اور درجہ ہے اس میں بھی آپ اور آپ کے احباب کورے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان اخی اخوانا من المھاجرین یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخی اخوانا من الانصار کان یشغلھم العمل فی اموالھم وان ابا ھریرۃ کان یلزم رسول اللہ لیشبع بطنہ ویحضر ما لا یحضرون ویحفظ ما لا یحفظون

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ہمارے برادر مہاجرین بازار کے کاروبار میں مشغول رہا کرتے تھے اور انصار اپنے مال میں پھنسے رہتے تھے اور ابو ہریرہ صحبت رسول ص کو ایکدم نہ چھوڑتے تھے اور اپنے پیٹ کو بھرتے تھے جو حدیثیں مہاجرین و انصار کو معلوم نہ ہوتی تھیں وہ سب ابو ہریرہ کے پاس محفوظ رہتی تھیں

(بخاری جلد الاذ و الفضائل صفحہ ۱۰۲)

(پنجم) اسی طرح شبلی صاحب الفاروق حصہ دوم صفحہ (۲۲۶) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حدیث استیذان کی لاعلمی کا حضرت عمر نے بھی عذر کیا کہ میں خرید و فروخت میں مشغول رہنے کی وجہ سے آنحضرت کی خدمت میں کم حاضر ہوتا تھا۔

(ششم) علامہ جلال الدین سیوطی (اتقان فی علم القرآن) میں تحریر فرماتے ہیں۔

فاما الخلفاء فاکثر من روی عنہ منھم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ والروایۃ عن الثلثۃ نزرۃ ولا احفظ عن ابی بکر فی التفسیر الا آثار اقلیلۃ جداً لا تکاد تجاوز العشرۃ	خلفاء میں سب سے زیادہ روایات دربارہ تفسیر علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں اور اصحاب ثلثہ سے تو بہت ہی کم ہیں اور ابو بکر سے تو ہمارے خیال میں دس حدیثوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۴)

چنانچہ ان حضرات کا قرآن و حدیث سے لاعلم رہنا اسی سے ثابت ہے کہ بقول شبلی صاحب:۔

حضرت ابو بکر نے پانسو حدیثیں قلم بند کیں لیکن پھر ان کو آگ میں جلا دیا اور کہا ممکن ہے کہ میں نے ایک شخص کو ثقہ سمجھ کر اس کے ذریعہ سے روایت کی ہو اور وہ درحقیقت ثقہ نہ ہو۔ (حصہ دوم صفحہ ۵۶۵) اور حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ حدیث کے روایت کرنے میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں حدیث بیان کرتا۔ (حصہ دوم صفحہ ۵۶۲)

(دیکھو الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۸۱)

اس پر شبلی صاحب الفاروق حصہ دوم صفحہ (۱۸۲) میں یہ تحریر فرما کر ان کو عرش پر چڑھاتے ہیں کہ:۔

عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ میں رکھا جائے اور عمر کا علم دوسرے پلہ میں تو عمر کا پلہ بھاری رہے گا۔ (حصہ دوم صفحہ ۵۶۸)

ع "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا"

اور پھر اپنی بگڑی بات یوں بناتے ہیں کہ:۔

اس موقع پر ایک دقیق نکتہ خیال رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ عام خیال یہ ہے کہ

حضرت عمرؓ نے حدیث کی اشاعت میں گو بہت کچھ اہتمام کیا لیکن خود بہت کم حدیثیں روایت کیں چنانچہ کل احادیث جو ان سے بروایت صحیح مروی ہیں ستر سے زیادہ نہیں ہیں یہ خیال بظاہر صحیح ہے لیکن واقع میں یہاں ایک غلط فہمی ہے محدثین کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ صحابی جب کوئی ایسا مسئلہ بیان کرے جس میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں تو گو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہ لے لیکن مطلب یہی ہوگا کہ اس نے رسول اللہؐ سے سنا ہے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶)

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

مضمون احادیث در خطبہ خود ارشاد فرمایند تا اصل حدیث بآن موقوف خلیفہ قوت یابد یا اینکہ بغور سخن بغیر سند نہ بندد آنکہ نہ متفق علیہ از حضرت صدیق جمیع نشد مگر شش حدیث و از فاروق اعظم بصحت نرسید مگر قریب ہفتاد حدیث این را اہل فہمند ولی دانند کہ حضرت فاروق تمام علم حدیث را اجمالاً تقویت دادہ و اعلان نمودہ

مضمون احادیث اپنے خطبہ میں بیان فرمایا ہے تاکہ اصل حدیث جو کہ موقوف خلیفہ ہیں ان کو تقویت حاصل ہو جو ابوبکر سے احادیث مروی ہیں وہ چھ سے زیادہ نہیں ہیں اور فاروق اعظم سے ستر سے زیادہ نہیں ہیں لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ حضرت فاروق نے تمام علم حدیث کو تقویت دی ہے اور اعلان کیا ہے۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۷۰) ص۵۵

ہر چند کہ روایات مذکورہ اور نیز شمس العلماء شبلی صاحب کے بیان سے حضرت عمر کا علم قرآن و حدیث سے لاعلم ناواقف ہونا بخوبی ثابت ہے لیکن اس پر بھی شبلی صاحب حضرت عمر کو علم قرآن و حدیث میں سارے عرب پر جو ترجیح و فوقیت دیتے ہیں تو اس سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ پس اس مدح و ثنا سے ممدوح کی فضیلت و قابلیت تو مطلقاً ظاہر نہیں ہوئی۔ البتہ مداح کا راسخ الاعتقاد ہونا منکشف ہوتا ہے۔

غرض اصحاب ثلثہ کا صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کرنے اور تعلیم پانے کا یہ حال ہے کہ گو ہمیشہ سفر و حضر میں رسول مقبول صلعم کے ہمراہ رہے اور شب و روز اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سنتے رہے۔ لیکن جیسے کتے ویسے ہی رہے اور جب اپنے مطلب حاصل ہونے کا وقت دیکھا تو وحی الٰہی کو صاف ہذیان کہہ کر ٹھکرا دیا اور بقول امام غزالی صاحب اپنی

حالت سابقہ پر عود کر گئے۔ پس اگر یہ بھی مثل دیگر مومنین صدق دل سے ایمان لائے ہوتے تو ایسے گستاخانہ اور بے ادبانہ کلام زبان سے نہ نکالتے اور ان مظالم کے مرتکب نہ ہوتے جو آنحضرت صلعم کی وفات کے ساتھ ہی آل رسول پر کئے اس لئے کہ تعلیم و ہدایت کے یہ اثرات نہیں ہوتے کہ جس کی بدولت عزت و توقیر پائیں جس کی بدولت سلطنت پائیں اسی کی آل پر ہاتھ صاف کریں۔

اگر یہ حضرات سزاوار عزت و منزلت ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت پر مخالفت نہ کرتے اور انصار آمادہ جدال و قتال نہ ہوتے۔ اگر حضرت عمرؓ کی عزت اصحاب کرام کی نظر میں ہوتی تو وہ حضرت ابوبکر سے حضرت عمر کو خلیفہ کرتے وقت ان کے منہ پر یہ نہ کہتے کہ:۔

"آپ خدا کے پاس جا رہے ہیں اتنا سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا" (حصہ اول صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح حضرت عثمان کی توقیر اصحاب رسول اللہ کی نظروں میں یہ تھی کہ جب منبر نبوی پر خطبہ پڑھنے کو بیٹھے تو لوگ کہنے لگے کہ (عثمان) تو یہ کہ سب لوگ عثمان ہی عثمان کہتے تھے۔ امیر المومنین کوئی بھی نہ کہتا تھا۔

اور جناب ام المومنین عائشہؓ نے تو خاص خطاب (نعثل) دیا تھا۔

پس آپ پہلے کتب صحاح و دیگر کتب اہل سنت سے وہ تمام روائتیں اور حدیثیں جو ان حضرات کے ایمان اور منزلت کے خلاف ہیں نکال ڈالیں تب شیعوں سے ان کے اچھا نہ سمجھنے کا گلہ کریں۔ بہرحال شاگرد وہی رشید اور مرید وہی سعید تسلیم کیا جا سکتا ہے جو اپنے استاد اور پیر کے قدم بقدم چلے اور ان کی جانشینی کے لئے اپنے کو اس کا اہل ثابت کر دے۔

شعر

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

"مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

پس جن لوگوں نے پیغمبر خدا صلعم سے تعلیم پائی اور جن شخصوں نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی وہ خاص لوگ تھے جن کے سردار غالب کل غالب علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے جن کے حق میں خود صاحب شریعت نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

انا مدینۃ العلم و علی بابہا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

اور جس کی شان میں

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ — علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے

فرمایا۔ پس اس کی اور دیگر صحابہ مومنین کی عزت و منزلت اور ان کی الفت و محبت جو شیعوں کو ہے وہ اہل سنت سے پوشیدہ نہیں ہے البتہ اہل سنت کی نگاہوں میں اس باب علوم کی یہ قدر و منزلت ہے کہ بقول شبلی صاحب۔

"حضرت علیؑ سے جن لوگوں نے روایتیں کیں ان پر اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔"

(حصہ دوم صفحہ ۵۷۳)

اور شاہ ولی اللہ صاحب کا قول ہے کہ

"و ہیچ فنونے از فنون شرعی اعتماد کلی بر آثار مرتضوی بظہور نیامدہ"

چنانچہ مسئلہ فضیلت صحابہ میں ہم اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ جن کو پیغمبر خدا صلعم کل امت پر ہادی و پیشوا کر گئے تھے اہل سنت ان سے منحرف ہیں۔ اور اپنے خلفا کی پیروی کر کے آل رسولؐ کی توہین و تہجین کو عین ایمان سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آل رسولؐ کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے پر ان کے مٹائے سے کیا ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ — اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو برا لگے

اب رہا یہ امر کہ ان ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں میں سے جو دن رات آنحضرت صلعم کی صحبت میں رہے اور نمازوں اور جہادوں میں شریک ہوئے اگر ان میں اکثر پر عموماً اور مہاجر ثلاثہ پر خصوصاً آپ کی ہدایت اور وعظ کا اثر نہ ہوا تو اس سے رسالت و نبوت پر کوئی داغ نہیں آتا کیونکہ انبیاء و مرسلین کا فرض صرف امت کو ہدایت اور نصیحت کرنے کا ہے جیسا کہ خدائے پاک فرماتا ہے

فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ لَسْتَ عَلَیْہِمْ بِمُصَیْطِرٍ — بس (اے رسول) تم ان لوگوں کو سمجھاتے اور ہدایت کرتے رہو کہ تمہارا کام سمجھانے ہی کا ہے تم ان پر داروغہ تو نہیں ہو۔

(پارہ عم سورہ الغاشیہ)

نیز ارشاد فرماتا ہے۔

فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی — بس جہاں تک سمجھانا مفید ہو سمجھاتے رہو

من یخشی ویتجنبها الاشقی الذی	خوف رکھتا ہو وہ نوری سمجھ جائے گا۔ اور بدبخت
یصلی النار الکبری۔	اس سے پہلوتہی کرے گا جو (قیامت میں) بڑی تیز
	آگ میں داخل ہوگا۔

چونکہ اصحاب میں روشن ضمیر بھی تھے اور سیاہ قلب بھی لہذا جن کے دل صاف تھے انھوں نے تو آپ کی تعلیم وعظ و نصیحت سے ہدایت پائی اور خاتمہ ایمان پر ہوا جو سیاہ قلب تھے زبان سے تو توحید و رسالت کا اقرار کرتے رہے لیکن دل سے منکر رہے۔ انھیں کو منافق کہتے ہیں اور وہی آنحضرت صلعم کے دشمن تھے جیسا کہ خدائے پاک سورہ منافقون میں فرماتا ہے۔

هم العدو فاحذرهم قاتلهم	وہی تمہارے دشمن ہیں ان سے پرہیز کرو خدا
الله انی یوفکون	ان کو قتل کرے گا کدھر بہکے جاتے ہیں۔

غرض

پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بد است	تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است

پس صاحب شریعت کی تعلیم و ہدایت تو فی نفسہ ایک ہی سی تھی مگر جس کا جیسا مادہ تھا اس نے ویسا ہی اس سے فیض پایا یعنی جو متقی تھے ان کے دل تعلیم و ہدایت سے روشن ہوگئے اور جو خبیث باطن تھے بمصداق مصرع "سیاہی زمو رفت داز دو نرفت" ایمان و اسلام لانے کے بعد بھی وہ سیاہی نہ گئی قطعہ

شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے	ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

قال اللہ تبارک و تعالیٰ

والبلد الطیب یخرج نباته باذن	عمدہ زمین میں پروردگار کے حکم سے سبزہ
ربه والذی خبث لا یخرج	اچھا ہوتا ہے اور جو زمین بری ہے اس کی
الا نکدا۔	پیداوار بھی خراب ہوتی ہے
ہدایت اور وعظ و نصیحت کا اثر اس	دل پر نہیں ہوتا جو زنگ آلودہ ہے
درختے کہ تلخ است ویرا سرشت	گرش برنشانی بباغ بہشت
ور از جوئے خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
ہمان میوۂ تلخ بار آورد	سرانجام گوہر بکار آورد

اسی مضمون کو ایک اعلیٰ لائق شاعر نے بھی خوب نظم کیا ہے ۔ اور وہ یہ ہے۔

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت — نہی زیر طاؤس باغ بہشت
اگر وقت ان بیضہ پروردنش — ز انجیر جنت دہی ارزنش
دہی آبش از چشمۂ سلسبیل — دراں بیضہ گر دم دمد جبرئیل
شود عاقبت بیضۂ زاغ زاغ — برد رنج بیہودہ طاؤس باغ

جو لوگ متاع دنیا کے والہ و شیدا ہیں ان پر نہ واعظ کے وعظ و پند کا کوئی اثر ہوتا ہے اور نہ ہادی کی ہدایت کا ۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

یہی سبب تھا کہ جو سعید و رشید تھے وہ تو دولت ایمان سے متمتع ہوئے اور جو شقی ازلی تھے پیغمبر خدا کی ہدایت و نصیحت پر بھی کورے کے کورے ہی رہے۔

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض — ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجاں نشود

بلکہ اس تعلیم و ہدایت پر مثل اشقیائے سلف کے تمسخر کرتے رہے قولہ تعالیٰ

یاحسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون	یعنی حسرت ہے ان بندوں پر وہ کون سا رسول ہے جس سے انھوں نے ٹھٹھا اور تمسخر نہیں کیا۔

اگر کوئی غور و تعمق سے خدا کی کتاب دیکھے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے اپنی امتوں کو ہر طرح سے ہدایت و نصیحت کی اور وعظ و پند سنایا مگر اس پر بھی مخصوص لوگ ان پر ایمان لائے ورنہ عام طور پر ان کی تکذیب اور نافرمانی ہی کرتے رہے۔ چنانچہ جب حضرت نوح و صالح و لوط و شعیب و دیگر انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو اپنی نبوت کی نشانیاں دکھلا کر پند و نصیحت کی اور فرمایا۔

حضرت نوح و حضرت صالح کی ہدایت پر بجز معدودے چند ایمان نہیں لائے

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین فاتقوا اللہ واطیعون ۵	اور میں تم سے اپنی پیغمبری کا کچھ اجر نہیں چاہتا میرا اجر تو اللہ پر ہے مگر تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اس ہدایت پر بجز معدودے چند کے ایمان نہ لائے جس پر خدا کا یہ کلام شاہد ہے۔

وما کان اکثرھم مومنین ۵ (سورہ شعراء رکوع ۱۵)	سوا چند لوگوں کے اور لوگ ایمان نہ لائے۔

خلیفہ مامون کو بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی۔ جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمام پر زور بغاوتیں جو اس کے عہد میں ہوئیں وہ اسی مقدس خاندان کی افسری کی بدولت ہوئیں، تاہم اس نے ہمیشہ درگذر کیا۔[1]

اس موقع پر ہم دو چار حدیثیں بنی ہاشم کی فضیلت میں کتب اہل سنت سے نقل کر رہے ہیں۔

(۱) عن طلحہ۔ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ھاشم نفاق اخرجہ ابو بکر بن یوسف البھلول۔

سوانح عمری حضرت علی مولفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری صفحہ ۲۰ باب سوم۔

طلحہ بن مصرف راوی ہیں کہ (عہد صحابہ میں) کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق ہے۔

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر بنی ھاشم والذی بعثنی بالحق نبیا لو اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکم۔ اخرج احمد فی المناقب والخلص الدین والحاملی، ایضاً صفحہ ۳۰ باب سوم

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اے گروہ بنی ہاشم اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا ہے اگر میں نے جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑی تو میں ہرگز تمہارے سوا اور کسی سے اندر داخل ہونے کا آغاز نہیں کرونگا۔

(۳) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرئیلؑ قلبت الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم (اخرجہ احمد فی المناقب) ارجح المطالب صفحہ ۳۰ باب ۳

جناب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے مشرق سے اور مغرب سے زمین کو لوٹا ہے لیکن بنی ہاشم سے زیادہ افضل کسی باپ کی اولاد کو نہیں پایا۔

بھائیو! ان احادیث کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور جناب شبلی کی تحریروں کو غور سے دیکھو اگر موصوف کے مذکورہ اقوال سے بنو ہاشم کے ساتھ ان کی مودت وعقیدت پائی جاتی ہو، تو بتاؤ کہ کیا ایسی تالیفات سے آل رسول اور اعزاء واقربا احمد مختار کی توہین وتذلیل اور احادیث نبوی کی تکذیب نہیں ہوتی؟ اس کے باوجود اہل بیت سے محبت ومودت کا دعویٰ کرنے والے ان کتب ورسائل

---

[1] المامون صفحہ ۲۹ مطبوعہ قومی پریس دہلی۔ عابد حیدری۔

بلکہ ان کا مضحکہ کرتے رہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو امت نے جواب دیا۔

قالوا انومن لک واتبعک الارذلون — اُنھوں نے کہا کہ جب کمینوں نے تمھاری پیروی کرلی ہے تو ہم تم پر کیا ایمان لائیں۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی امت کا حال تھا کہ سیکڑوں اور ہزاروں گھروں سے صرف ایک ہی گھر کے لوگ ایمان لائے جیسا کہ پروردگار عالم قرآن مجید میں خبر دیتا ہے۔

قال فما خطبکم ایھا المرسلون قالو انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیھم حجارۃ من طین مسومۃ عند ربک للمسرفین فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین (پ ۲۷ - س ذاریات)

حضرت ابراہیم نے پوچھا اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو! آخر تمہیں کیا مہم درپیش ہے وہ بولے ہم تو گنہگاران (قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے تاکہ ان پر مٹی کے پتھریلے کھرنجے برسائیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان لگا دئے گئے ہیں۔ غرض وہاں جتنے لوگ مومنین سے تھے ان کو ہم نے نکال دیا اور وہاں تو ہم نے بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے کوئی گھر پایا ہی نہیں۔

اس آیہ وافی ہدایہ میں جس ایک گھر کے ایمان لانے والوں کا ذکر ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام ہی کے گھر والے تھے حاصل کلام یہ کہ خود بعثت ختم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا پچھلی امتوں کے شرک وکفر اور غوایت وضلالت کی کھلی اور روشن دلیل ہے۔

اب اہل سنت یا تو ان امتوں کے کفر وشرک سے انکار کریں یا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا ومرسلین گذرے ہیں سب پر داغ لگائیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

الحاصل شیعوں کے اس اعتقاد سے جو اصحاب ثلٰثہ کی خلافت اور فضیلت کے بارہ میں ہے آنحضرت صلعم کی نبوت پر تو کوئی دھبہ نہیں لگتا۔ ہاں حضرت عمر کا آنحضرت صلعم کے فرمان مبارک کو ہذیان کہنا اور ان کی خاطر سے علمائے اہل سنت کا یہ فیصلہ کرنا کہ (نبی ورسول سے بھی ہذیان ہو سکتا ہے۔) اور وحی خدا کی یہ تفسیر کرنی کہ (جمیع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست بدلیل عقلی ونقلی) اور شبلی صاحب کا یہ کلام کہ اگر کوئی صاحب شریعت ایسا حکم دے کہ خمس قیامت تک اس کی آل واولاد کو ملتا رہے تو اس

میں اور ایک خود غرض برہمن میں کیا فرق ہے وغیرہ وغیرہ اقوال سے البتہ رسالت و نبوت پر طرح طرح کے داغ لگے ہیں اور بعد کتاب الباری صحیح بخاری کی فرضی حدیثوں سے جو خلاف شان رسالت و نبوت ہیں مخالفین و منکرین اسلام کو آپ کی نبوت اور رسالت تسلیم کرنے میں عذر و انکار رہا۔ شعر

بزیر زلف دوتا چوں گذر کنی بینی
کہ دریمین و یسارت چہ بیقرار انند

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍ وَّمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ

پ ۲۴ ۔ س زمر

(تمت)

قال

تیسری دلیل ۳

اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ لوگ توحید سے منکر ہو گئے تھے عبادت اور استعانت میں شرک کرنے لگے تھے معاد پر یقین نہ رکھتے تھے جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے اور وحشیوں کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم وحکمت سے بے بہرہ ہو گئے تھے۔ اخلاق حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسموں کے پابند ہو گئے تھے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے پھیلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھلانے دین ابراہیم کے جاری کرنے اخلاق حسنہ کی تعلیم دینے کے لئے حضرت صلعم کو نبوت اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپ کے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت کے خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت آپ کی ذات پر ختم کرنا منظور تھا۔ اس لئے جو فضائل اور کمالات اور معجزات جدا جدا اور انبیا علیہم السلام کو دئے گئے تھے وہ سب حضرت کو دئے گئے تھے اور جو طریقے ہدایت وتعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبروں کو سکھلائے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھلائے گئے۔ بلکہ اس نظر سے کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپ کے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت وتعلیم مثل بعض اور نبیوں کے بے اثر نہ ہو جائے اور کسی کو کوئی عذر ایمان واسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دئے گئے جو اور کسی نبی کو نہیں دئے گئے اور ان باتوں کی اجازت آپ کو دی گئی کہ کسی اور پیغمبر کو نہیں دی گئی اسی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جلد اور کامل ہوا اور کچھ ایک ہی ذریعہ سے نہیں بلکہ مختلف ذریعوں سے لوگوں نے ایمان کو قبول کیا جو فصحی وبلغا مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھ کر قائل ہو گئے اور جو لوگ علم وحکمت کا دعویٰ کرتے تھے وہ آپ کی حکیمانہ تعلیم دیکھ کر معتقد ہو گئے جو شخص معجزے کے طالب تھے وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائے جو لوگ سچائی کے متلاشی تھے [illegible]

تیرہ کمالات ومعجزات اور بیانات فضیلت پیغمبر وحید ودیگر ذرائع سے لوگ ایمان لائے

اقول

یہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس سے تو صفات ختم الانبیاء علیہ الاف التحیۃ والثنا ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے اظہار کی ضرورت اس وقت تھی اگر معاذ اللہ کوئی شیعہ آنحضرت صلعم کے فضائل و کمالات کا منکر ہوتا۔ حالانکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے۔

الغرض مسلمانان دو قرآن مجید کی فصاحت پر وہی ایمان لائے جو متقی تھے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ	کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

لیکن کمالات رسالت و نبوت مستلزم افضلیت صحابۂ کرام نہیں ہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع فصحا اور بلغا اس کی فصاحت پر ایمان لائیں کیونکہ قرآن مجید سے صرف انھیں لوگوں نے ہدایت پائی جو متقی تھے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) الٓمٓ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔ تا آخر	اس کتاب میں شبہہ نہیں ہے کہ ہدایت کرتی ہے متقیوں کو متقی وہی اشخاص ہیں جو ایمان لائے غیب پر یعنی بغیر دیکھے ہوئے۔
(۲) ھذا بیان للناس وھدی و موعظۃ للمتقین	یہ ہے بیان آدمیوں کے لئے اور ہدایت و نصیحت متقیوں کے لئے۔

چنانچہ مومنین کے قلوب میں قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ آیات الٰہی کے پڑھنے اور سننے سے ان کے ایمان کو اور ترقی ہوتی تھی جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۲) انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی	ایمان والے وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاوے تو ان کے قلوب خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر آیات پڑھے

ربھم یتوکلون
(سورۂ انفال رکوع اوّل)

ہیں تو ان کا ایمان ترقی کرتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

(۴) فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے ایمان کو بڑھا دیتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

اور جو لوگ سیاہ قلب تھے ان پر قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا کچھ بھی اثر نہ ہوا جیسا کہ آیہ کریمہ

ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ○

اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے ان کے لئے برابر ہے ان کو تم ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے

سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر ان پر جو ہوتا تھا اس پر یہ آیت شاہد ہے:۔

واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون ○

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے ان کی خباثت بڑھ جاتی ہے یہ لوگ کفر کی حالت میں مر گئے۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۶)

اور وہ لوگ اس کی فصاحت و بلاغت سنکر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس کو تو خود پیغمبر نے بنا لیا ہے۔ جیسا کہ خداوند متعال فرماتا ہے:۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ

جو کچھ ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا اگر تم کو اس میں شبہ ہے تو مثل اس کے کوئی سورہ بنا لاؤ۔

بلکہ خدائے پاک نے ایسے لوگوں کے سامنے اس کے پڑھنے سے بھی اپنے پیغمبر کو منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو آیہ کریمہ۔

واذا رأیت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (سورہ انعام رکوع ۷)

(اے نبی) جب تم دیکھو یہ لوگ ہماری آیتوں میں بیہودہ بکتے ہیں تو ان سے کنارہ کرو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہوں اور اگر کبھی شیطان تم کو بھلا دے تو بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اور اگر ہم سب کا اسلام لانا فصاحت قرآن پر تسلیم بھی کر لیں تب بھی کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ جس قرآن پر ایمان لائے تھے اکثر لوگ پھر کفر وارتداد کی طرف عود کر گئے۔ جیسا کہ اسی قرآن سے ظاہر ہے۔

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا۔
یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے اور پھر ایمان لائے اور پھر کافر ہوئے اور کفر میں ترقی کرتے رہے۔

اور آنحضرت کی تعلیم حکیمانہ کا ذکر تو ہم دلیل دوم میں تفصیل کے ساتھ کر آئے ہیں کہ اپنے پیغمبر کی اس تعلیم سے انھیں لوگوں نے ہدایت و تعلیم پائی جو متقین و صالحین سے تھے اور جو طالحین و ضالین سے تھے وہ گمراہ کے گمراہ ہی رہے۔

معجزات کا اثر صرف روشن ضمیر اشخاص پر ہوا۔

یہی معجزات کی تاثیر کا بھی حال ہے کہ اس پر بھی وہی لوگ ایمان لائے جو اس کو معجزہ سمجھے اور جنھوں نے اس کو سحر جانا وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔

اگر مطالب قرآن مجید پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر بارہ ہزار ساحر جن کو فرعون و ہامان نے تمام ممالک سے طلب کر کے جمع کیا تھا وہ سب کے سب ایمان لے آئے مگر فرعون و ہامان وغیرہ اس معجزہ کو جادو ہی سمجھتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے چنانچہ آپ خود پہلی دلیل میں اس صفت کے اشخاص کو صرف چالیس سے کم آدمیوں پر بایں الفاظ

"باوجود اظہار معجزات صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے۔"

محدود کر آئے ہیں۔

اصحاب کا خوف عمرو عبدود سے

اصحاب ثلثہ کو شجاعان عرب میں شمار کرنا خلاف واقعہ ہے اور باعث ننگ و عار ان کی شجاعت کا حال ذرا اپنی ہی کتابوں میں ملاحظہ کر لیں کہ جنگ خندق میں جب مشرکین و کفار کے لشکر سے عمرو بن عبدود میدان حرب میں آیا اور فوج اسلام سے مبارز طلب ہوا تو اصحاب ممدوح اس کی آمد سنکر ایسے سراسیمہ و خائف ہو گئے کہ گویا کسی کے تن میں روح باقی ہی نہ تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے خوف و دہشت کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ آیا تم میں ایسا کوئی خدا کا دوست ہے جو اس دشمن خدا سے مقابلہ کرے اس فرمان پر حضرت عمر جو اہل سنت میں اشداء علی الکفار کہلائے جاتے

ہیں اُٹھے اور عرض کی" یارسول اللہ! ایک دفعہ میں طائفہ قریش کے ہمراہ مال تجارت لیکر ملک شام کو گیا تھا اس وقت عمرو بن عبدود ہمارے طائفہ میں تھا ایک مقام پر اثناء راہ میں ہزار ڈاکوؤں نے ہم کو گھیر لیا۔ ہم سب نے نہ صرف مال بلکہ اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھو لئے عمرو ابن عبدود نے جب ہم لوگوں کا یہ خوف وہراس دیکھا تو فوراً اپنی تلوار نیام سے کھینچی اور شتر بچہ کو بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور مثل پیل دمان وشیر ژیان ڈاکوؤں پر اس طرح حملہ آور ہوا کہ وہ سب فرار ہو گئے اور ہمارا قافلہ اس کی بدولت صحیح وسلامت رہا۔ بھلا ایسے شجاع و دلاور کے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے"۔

آخر اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام آنحضرت صلعم سے اذن لے کر اس کے مقابل آئے۔ ایک ہی وار میں اس کو داخل جہنم کیا۔ جناب امیر کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا۔

اس فتحیابی پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین الی یوم القیمۃ۔	علیؑ کا ایک وار روز خندق کا دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے جو قیامت تک کی جائے۔

یہ حال تو ہم نے ضمناً بیان کیا ہے ان مجاہدوں کے حالات قاتلوا وقتلوا کے جلد دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ قابل ملاحظہ ہوں گے کہ ان شجاعوں نے جو کچھ غزوات احد۔ بدر۔ حنین۔ خندق اور خیبر وغیرہ میں اپنی شجاعت ظاہر کی ہے۔ اور خدائے پاک نے کیسی کیسی آئتیں مذمت وعتاب کی ان لوگوں کی نسبت نازل فرمائی ہیں۔

اب رہے وہ لوگ کہ جو مقابلہ کی تاب نہ لاکر اسلام لائے تھے ان کا اسلام قابل شمار نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب جان کے خوف کا وقت نکل گیا تو پھر اپنے دین پر پلٹ گئے۔

الغرض کمالات آنحضرت صلعم کسی طرح صحابہ کی فضیلت کی دلیل نہیں ہو سکتے کیونکہ کلام تو شاگرد کے جہل میں ہے۔ اور صورت ونثا استاد کے علم وفضل کی بیان کی جاتی ہے۔ آپ جو مختلف ذرائع سے جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج کا ایمان قبول کرنا بتاتے ہیں وہ ایمان نہ تھا بلکہ اسلام تھا اور ایمان اور اسلام میں جو فرق خدائے پاک نے بتا دیا ہے اس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ایمان شے دیگر ہے اور اسلام چیزے دیگر۔ اور ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

چنانچہ انھیں سچے اسلام لانے والوں میں سے جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج کربلا میں اپنے رسولؐ کے نواسہ کے قتل میں شریک تھی جن کی تعداد کم از کم تیس ہزار مورخین اہل سنت نے بتائی ہے۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون

(پارہ ۷ - س مائدہ)

(اے رسول) کہہ دے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھلی معلوم ہو۔ اے عقلمندو! خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔

قال

جو غرض اللہ جل شانہٗ کی آپ کی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور سب باطل دینوں پر غالب ہو جائے وہ حاصل ہو گئی۔ لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔ اور موافق مذہب شیعہ کے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب ان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام میں کامل تھے اور دل سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے تو البتہ یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب کہ ان لوگوں کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ وہ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں عیاذاً باللہ کافر یا حضرت کے بعد مرتد ہو گئے۔ تو کس کے منہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا۔

اقول

اللہ جل شانہ نے بعثت انبیاء و مرسلین و تنزیل کتب و تقرر اوصیا سے اپنی حجت پوری کی۔ چنانچہ یہ بعثت ختمی مآب ہی کا طفیل تھا کہ جو تاریکی شرک و کفر کی کل عالم پر چھائی ہوئی تھی وہ نور ایمان کی شعاعوں سے کافور ہو گئی اور یہ بڑا احسان ہے خدائے پاک کا جس کو امتناناً خود فرماتا ہے۔

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین	بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا جبکہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کیا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بلاشبہ اس سے پہلے وہ گمراہ تھے۔

(پارہ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۷)

اگرچہ اللہ جل شانہ نے نبوت آپ کی ذات پاک پر ختم کر دی ہے۔ مگر اس نے اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ صلعم کے بعد بھی دین کی حفاظت کا انتظام فرما دیا یعنی جناب امیر علیہ السلام کو آنحضرت کا وصی اور خلیفہ کیا۔ اور آپ کی اولاد سے گیارہ اوصیاء جانشین کئے۔ تاکہ جو ہدایت و تعلیم رسول خدا نے کی ہے وہ بعد آپ کے بے اثر نہ ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے اپنی نبوت اور رسالت کے ساتھ ہی امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت کا بھی اعلان صاف الفاظ میں فرما دیا تھا۔ کہ یہی میرا وصی اور خلیفہ ہے۔ تم سب اس کی اطاعت کرو۔ اور قبل رحلت بمقام غدیر خم اپنا جانشین بھی کر دیا۔ (یہ حال تیسری جلد میں ملاحظہ ہو) نیز وقت مرض الموت بھی عام و خاص کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ

"میں اپنے بعد تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسری اپنی آل دونوں کو پکڑے رہو اگر چھوڑو گے تو

کو جو اہل بیت رسولؐ کی اہانت سے مملو ہیں سر پر رکھتے ہیں اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان مصنفین کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ لیکن جو حضرات انصاف پسند ہیں اور جن کے دل مذہبی تعصب سے پاک ہیں وہ ان کتابوں کو چشم حقارت سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی تالیف "یزید نامہ" کے صفحہ بارہ پر شبلی صاحب کی تالیفات الفاروق وغیرہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

اصل میں تلامذۂ شبلی کو محرم نامہ کے خلاف یوں غصہ آیا کہ محرم نامہ میں علامہ شبلی کو اہل بیت کی بے وقعتی کرنے والا لکھا گیا تھا۔ لیکن یہ تو ایک واقعہ ہے جس سے کسی شخص کو انکار کی مجال نہیں کہ علامہ شبلی کی عاقلانہ تحریروں نے نہایت خوبصورتی سے بنی فاطمہ کو مفسد، حریص اور تمام خونریزیوں کا بانی مبانی قرار دیا ہے۔ گو پیرایہ لکھنے کا ایسا گہرا اور حکیمانہ ہے کہ معمولی نگاہوں کو اس کا حس بھی نہیں ہونے پاتا کہ علامہ نے کس فرقہ کے خنجر مارا، مگر اس کا اثر کمزور طبیعتوں اور نوعمر کمسن و کم استعداد جوانوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بنی فاطمہ سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج ہزاروں تعلیم یافتہ موجود ہیں جو حضرت علیؑ کو نعوذ باللہ نالائق، فتنہ پرواز لالچی، کینے والوں کی رعایت کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ ان سب کی معلومات کی بنیاد علامہ شبلی کی تاریخی کتابیں ہیں۔ الفاروق، المامون وغیرہ کتب کو اگر کوئی شخص میرے دعویٰ کا خیال کر کے پڑھے گا تو اس کا دل خود بخود قبول کرے گا کہ میں نے محرم نامہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے۔"

غرض کہ تحفہ کی خوبی میں یہ دو ایک جملے میں نے اپنے بیان کی تائید میں بطور نمونہ نقل کئے ہیں ورنہ ابتدا سے انتہا تک کل کتاب کا یہی رنگ ہے۔

اب شاہ صاحب کا طرز مناظرہ بھی دیکھئے کہ خدائے پاک ارشاد فرما رہا ہے۔

(۱) ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ پ۱۴ سورہ نحل	تم اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو تو اسطرح سے جو سب سے بہتر ہے
(۲) ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن۔ پ۲۱ سورہ عنکبوت	اہل کتاب سے مناظرہ صرف عمدہ عنوان سے کیا کرو۔

ان بائیں احکام کے خلاف شاہ صاحب نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے شیعوں کو عبداللہ بن سبا کا شیعہ کہا ہے جس کا آج تک کہیں وجود تحقیقی ثابت نہ ہو سکا۔ (ہماری تحقیق،

خواجہ حسن نظامی کی شبلی کے خلاف تحریر

قرآن شریف میں مناظرہ کرنے کا طرز

گمراہ ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ اصحاب مومنین حسب احکام خدا و رسولؐ وصی رسولؐ کو اپنا ہادی اور امام سمجھ کر قرآن اور آل سے متمسک رہے۔ الحمد للہ کہ باتباع اصحاب مومنین شیعیان علی ابن ابی طالبؑ بھی حدیث حوض اور حدیث سفینہ سے متمسک ہیں اور اپنے کو ناجی سمجھتے ہیں۔ لاریب فیہ۔

کشتی آل محمد میں جو بیٹھے ہیں وہی لیں گے پروانۂ جناں کے مصطفےٰ کے ہاتھ سے

گو قلیل ہیں مگر بعنوائے آیہ کریمہ۔

وقلیل من عبادی الشکور — اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت تھوڑے ہیں

کل فرقوں پر غالب ہیں۔ قولہ تعالیٰ

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء والله ذو الفضل العظیم — یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

(پ ۲۸ - سورہ جمعہ)

ہر چند کہ پیغمبر خدا صلعم کی رحلت کے ساتھ ہی اصحاب اپنے پیغمبر کی ہدایت اور وصیت کے خلاف وصی رسولؐ سے منحرف ہو گئے۔ اور خود ہادی و پیشوائے امت بن بیٹھے۔ سنت رسول اللہؐ کے خلاف عمل کیا۔ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر امور شریعت میں اپنے گمان اور قیاس کو دخل دیا اس وصی رسولؐ کے مرتبہ قرآن کے لینے سے انکار کیا جس کی شان میں رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ

"علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن علیؑ کے ساتھ"

دیگر اصحاب کے ذریعہ سے قرآن مرتب کرایا گیا۔ اس کو رکھ کر باقی اور اصحاب سے لے کر جلوا دئے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔ کتاب خدا میں تحریفات کی گئیں۔ رسول اللہؐ کی حدیثیں جلائی گئیں۔ رسول پاکؐ کی تعلیم مٹائی گئی۔ احادیث رسولؐ کے مٹانے میں اس درجہ اہتمام و انصرام کیا گیا کہ جو صحابی نام رسول لیتا تھا وہ دُرّے کھاتا تھا۔ قید کیا جاتا تھا۔ اگرچہ ان بدعتوں سے دین خدا میں بہت کچھ زوال آیا مگر پھر بھی وصی رسول کی وجہ سے آفتاب اسلام بالکل منکسف نہ ہونے پایا جیسا کہ خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب

امیر علیہ السلام سے فرماتے تھے۔

لولا انت یا علی لما عرف المومنون بعدی

اے علی! اگر تم نہ ہوتے تو ہمارے بعد مومن کی شناخت نہ ہوتی

چنانچہ اس کے تو خود علمائے اہل سنت بھی معترف ہیں کہ

"جن امور میں خلفائے ثلٰثہ خطا کر جاتے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اصلاح فرماتے تھے"

منجملہ دیگر اسباب تنزل اسلام قوی سبب اس کے ضعف کا یہ ہوا کہ بنی اُمیہ جن کو جناب رسول اللہ صلعم نے مسلسل دس سال کی کوششوں سے سرنگوں کیا تھا جن کو خدائے پاک نے شجرۂ ملعونہ اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ بحوالہ تفسیر ابن جریر و تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف تاریخ الخلفاء میں ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وصلعم نے خواب میں دیکھا کہ میرے منبر پر بندر اچک رہے ہیں۔ جب حضرت بیدار ہوئے تو اس خواب سے بہت ہی محزون و مغموم ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔"

ماجعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن

(اے رسول) جو خواب ہم نے تم کو دکھلایا ہے وہ لوگوں کے لئے امتحان ہے اور شجرۂ ملعونہ کو قرآن میں ہم نے لوگوں کے واسطے محل امتحان قرار دیا ہے۔

جس وقت حضرت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے تو یہ عرض کی کہ ".یا رسول اللہ! آپ کی امت میں فتنہ برپا ہوگا اور شجرۂ ملعونہ بنی امیہ ہیں۔ جو آپ کے منبر پر جا بیٹھیں گے اور لوگوں کو حق سے پھرائیں گے۔" اس کے بعد تا وقت رحلت آنحضرت کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔"

اگرچہ اصحاب ان حالات سے بخوبی آگاہ تھے۔ ابوسفیان وغیرہ نے جو مزاحمتیں اعلاء کلمۃ اللہ میں کی تھیں اور رسول اللہ صلعم کو ایذائیں اور تکلیفیں پہونچائی تھیں وہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے۔ باایں ہمہ خلافت اول ہی سے بنی امیہ کو فروغ ہونے لگا۔ ملک شام میں اعلیٰ عہدوں پر مامور کئے گئے۔ حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت مجلس شوریٰ قائم کی۔ جو باعث فتنہ و فساد ثابت ہوئی۔

چنانچہ حسب رائے مجلس شوریٰ حضرت عثمان کے سر پر جو بنی اُمیہ کے معزز

رکن تھے تاج خلافت رکھا گیا۔ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب رسالہ محرم نامہ میں مجلس شوریٰ کی کارروائیوں پر یہ جملہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"جب حضرت عثمان خلیفہ ہوگئے تو حضرت علیؑ کھڑے کے کھڑے رہ گئے ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے" مکر، مکر، فریب، فریب"۔

دور خلافت حضرت عثمان میں تو بنی امیہ کے ستارے ایسے چمکے کہ حضرت معاویہ اور ان کے فرزند رشید یزید مالک تخت و تاج بن گئے۔ حالانکہ ابوسفیان کو جو عداوت اسلام سے اور حضرت معاویہ کو جو دشمنی علیؑ اور اولاد علیؑ سے تھی وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

داستان پسر ہند مگر نشنیدی　　　کہ ازو و سہ کس او بہ پیمبر چہ رسید
پدر او دُر دندان پیمبر بشکست　　　مادر او جگر عم پیمبر بمکید
خود بہ ناحق حق داماد پیمبر بگرفت　　　پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

اس دور میں حیلہ و تزویر اور مکر و فریب۔ فتنہ و فساد اور آل محمدؐ سے بغض و عناد اس حد کو پہونچا کہ مسجدوں میں بالائے منبر علیؑ اور اولاد علیؑ پر بالاعلان تبرے ہوتے رہے۔ اس کو اصل ایمان سمجھ کر خطبہ میں داخل کیا۔ معاویہ صاحب کے عہد خلافت میں بے شمار شیعیان علیؑ نہایت بے رحمی سے ہلاک کئے گئے کسی کی زبانیں کھینچوائی گئیں۔ کسی کی آنکھیں نکلوائی گئیں۔ بہتیرے سولی چڑھائے گئے۔ اور بہتیرے جلا وطن کئے گئے۔ عہد خلافت یزید بن معاویہ میں تو اسلام کی یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ عام طور پر شرک و کفر فسق و فجور پھیل گیا تھا۔ چنانچہ خود یزید کے افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ سے اس کا کفر و شرک۔ نفاق و شقاق اور فسق و فجور ظاہر ہوتا ہے اس نے جمیع منہیات شرعیہ کو بالاعلان رواج دے دیا تھا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے سر الشہادتین میں ان خلیفہ صاحب کا ایمان و اسلام ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

لانہ کان فاسقا مدمنا للخمر ظالما　　　وہ فاسق۔ فاجر۔ اور ظالم و شرابی تھا۔

مکہ و مدینہ جو مقدس مقامات اور خدا اور رسولؐ کے گھر ہیں جن کو خدائے پاک نے

لہ مناقب المرتضوی قلمی موجودہ کتب خانہ جوادیہ کالج بنارس

علوا فی الارض ولا فسادا
والعاقبۃ للمتقین قال
احسنت یا حرۃ فبم تفضلینہ
علی عیسی بن مریم قالت اللہ تفضلہ
اذ قال اللہ یا عیسیٰ انت قلت
للناس اتخذونی وامی
الٰھین من دون اللہ قال
سبحانک الایۃ وعلیؑ بن ابی
طالب لما ادعوا النصیریۃ
فیہ ما ادعو ثم لم یعاتبہ اللہ
سبحانہ۔ فقال احسنت
یا حرۃ خرجت من جوابک
ولولا ذلک لما کان ذلک
ثم اجازھا اعطاھا
سرحھا سراحا جمیلا۔

کرو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کرو۔
اور جس وقت کہ آپ بروز فتح خیبر خدمت
رسول اللہؐ میں آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا
کہ تم میں سب سے افضل اور اعلم علیؑ ہے
حجاج نے کہا احسنت۔ مگر سلیمان پر فضیلت
کیونکر دیتی ہو۔ اس نے کہا کہ خدا نے فضیلت
دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ جس کا حاصل
یہ ہے کہ سلیمان نے دعا کی کہ خداوندا مجھے
ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو سزاوار
نہ ہو۔ اور مولینا امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے
دنیا میں نے تجھے تین طلاق دے دی ہیں میں تجھ سے
رجوع نہیں کر سکتا۔ اس وقت آپ کی شان
میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل
یہ ہے۔ یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے
ہے جو زمین میں بلندی نہیں چاہتے۔ اور نہ
فساد چاہتے ہیں اور حسن عاقبت متقین کے
واسطے ہے۔ حجاج نے کہا احسنت مگر عیسیٰ پر فضیلت کیونکر دیتی ہو۔ اس نے کہا
کہ خدا نے فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ اے عیسیٰ کیا
تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا بنا لینا۔ عیسیٰ نے کہا خداوندا
تیری ذات پاک ہے الخ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے لئے نصیریوں کا دعوی معلوم ہے
مگر خدا نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے اس کی پرسش نہیں کی۔ حجاج نے کہا احسنت
یا حرہ تو اپنے جواب سے عہدہ برآ ہوئی اگر ایسا نہ ہوتا (علیؑ میں یہ صفات نہ ہوتے)
تو ایسا کلام نہ کر سکتی پھر اسے جائزہ اور انعام دیا اور اچھی طرح سے رخصت کیا۔
صد حیف کہ جن خاصان الہی کے پیش خدا و رسول یہ مرتبے اور درجے۔ یہ عزت و منزلت
ہو کہ ان کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو جن کی مودت اجر رسالت

یہ بھی واضح ہو کہ آخر زمانہ میں اسی دین کو حسب ارشاد جناب سرور کائنات صلعم بعہد جناب حضرت صاحب العصر علیہ السلام وہ عروج ہوگا کہ تمام عالم میں از مشرق تا غرب و از جنوب تا شمال ایک ہی مذہب رہے گا۔ اور یہ عروج دین حق کا محض بنا بر عقاید مذہب اہل تشیع ہی نہیں ہے بلکہ اکابر اہل سنت بھی اس کے قائل و معتقد ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب "حجج الکرامہ" کے صفحہ ۶۳ میں رقم طراز ہیں۔

مقابلہ کند بر سنت و ترک نہ دہد ہیچ سنت را مگر آنکہ قائم سازد آنرا و ہیچ بدعت را مگر آنکہ بر آرد آن را و قائم شود دین اسلام در آخر زمان بزمان او چنانکہ بود در اول زمان بعہد سعادت آنحضرتؐ۔

وہ سنت پر جہاد کرے گا اور کسی سنت کو متروک نہ ہونے دیگا مگر یہ کہ اس کو قائم کرے گا۔ اور کسی بدعت کو باقی نہ رکھے گا جو حالت اسلام کی آنحضرت کے عہد مبارک میں تھی پھر وہی قائم ہو جائے گی۔

پس حسب عقیدہ امامیہ اللہ جل شانہ کا مقصود بعثت نبوی سے بخوبی حاصل ہو گیا۔ الحمد للہ ع

عالم ہمہ پر نور ز انوار محمدؐ

اگر حسب عقیدہ اہل سنت خدا کی غرض بعثت نبوی سے یہ تھی کہ جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے ایمان و اسلام لا چکے تھے وہ سب کے سب اپنی حیات تک اس پر قائم رہتے تو مطلق حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ کتب اہل سنت کے مطالعہ سے منکشف ہوتا ہے کہ ان میں سے گروہ کے گروہ اور فوج کی فوج پھر کافر و مرتد ہو گئی۔ جیسا کہ اس کے قبل ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ابتداء عہد بعثت آنحضرت صلعم میں جو لوگ اسلام لے آئے تھے ان میں سے اکثر لوگ آنحضرت صلعم کی معراج سے منکر ہو کر اسی وقت اپنے پچھلے دین پر پلٹ گئے تھے۔ اور بعد وفات آنحضرت صلعم ان کے کفر و ارتداد پر خود کلام الٰہی اور اقوال اہل سنت شاہد ہیں۔ چنانچہ دو چار آیات و روایات پیش کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

(پہلی) ذٰلک بانھم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون (پارہ ۲۸) سورہ منافقون)

یہ اس طور پر کہ وہ ایمان لائے پھر اسلام سے پھر گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھتے نہیں ہیں۔

(دوسری) ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون

پ ۳۔ س آل عمران ع ۸

جو لوگ اپنے ایمان کے بعد کافر ہو بیٹھے پھر کفر میں ترقی کرتے گئے۔ تو ان کی توبہ ہرگز نہ قبول کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔

(تیسری) یاایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۸

اے ایمان لانے والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا تو عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو دوست رکھتا ہے اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں مومنوں کے لئے وہ رحم دل ہیں اور کافروں کے لئے سخت اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے یہ فضل خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدائے تعالیٰ صاحب وسعت وعلم ہے۔

مفسرین اہلسنت اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔

"حضرت کی وفات کے بعد عرب دین سے پھر گئے تھے حضرت صدیق نے یمن سے لوگ بلائے اور ان سے جہاد کرایا پھر تمام عرب مسلمان ہوئے۔ یہ ان کے حق میں بشارت ہے"

(دیکھو قرآن مجید صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ میرٹھ بخط حقانی)

اور تفسیر حسینی میں یہ ہے۔

"بعد رسالت پناہ تمام عرب مرتد شدند الا اہل مکہ ومدینہ"..... صفحہ ۱۴۹

(چوتھی) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین

(پارہ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۵)

اور محمد تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے اور بھی بہت پیغمبر گذر چکے ہیں پھر کیا اگر محمد مرجائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں اپنے کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو سمجھو ہرگز خدا کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیگا۔

اس آیہ شریفہ کی تفسیر یہ ہے:-

"اس سے بشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد لوگ پھر جائیں گے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ آنحضرت کے بعد مرتد ہوگئے حضرت صدیق نے پھر ان کو مسلمان کیا اور بعضوں کو ملا دیا" (قرآن مجید مذکور)

(پانچویں) تفسیر نیشاپوری میں ہے:-

"زمانہ خلیفہ اول میں سات قبیلے مرتد ہوگئے تھے۔ اور ایک فرقہ عہد خلیفہ دوم میں"

اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے:-

"سوائے مسجد مکہ و مدینہ و قریہ جواسا کے سب لوگ مرتد ہوگئے تھے"

(چھٹے) شمس العلماء شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ہی میں تمام مدینہ منافقوں سے بھرا ہوا تھا وہ یہ ہے:-

"ہر شخص جو ذرا بھی اصول تمدن سے واقفیت رکھتا ہو آسانی سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جس وقت وفات پائی تمام مدینہ منافقون سے بھرا ہوا تھا۔ جو مدت سے اس بات کے منتظر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ اٹھ جائے تو اسلام کو پائمال کردیں۔

(الفاروق حصہ اول صفحہ ۵۵ مطبوعہ دہلی)

(نیز صفحہ ۱۲۲ حصہ اول طبع کراچی)

(ساتویں) جناب شاہ ولی اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"ما انکار نمی کنیم کہ در عصر اول مسلمانان خوے فتنہ نداشتند بینی کہ بعد وفات آنحضرت بسیارے مرتد گشتند" (قرۃ العینین صفحہ ۱۶۳)

(آٹھویں) درحقیقت مدینہ میں منافقون کا بیج جو پہلے سے عبداللہ بن ابی کی چالوں سے بویا ہوا تھا جس نے ایک دفعہ قریش کے ساتھ انصار کے ایک خفیف سی تکرار ہو جانے پر کہا تھا کہ یہ مصیبت تم نے آپ ہی غیروں کو بلا کر اور شہر میں بسا کر اپنے سر پہ ڈالی ہے۔ (دیکھو لائف آف محمد مولفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۰)

منقول از ارجح المطالب صفحہ ۵۴۸)

(نویں) مولوی عبیداللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :-

یہ حالت تو اندرونی اسلام کی تھی اب باہر کی حالت سنو کہ عرب میں جوش ارتداد و الحاد پیدا ہوا تھا۔ ایک طرف عرب کے یہود و نصاریٰ مخالف اسلام ہو رہے تھے اور اس کی اشاعت کی ابتدا ہی سے مزاحم تھے۔ دوسری طرف مدعیان نبوت بر سر پرخاش تھے چنانچہ جن کی تنبیہ کے لئے آنحضرت صلعم بسرداری اسامہ بن زید ایک لشکر مدینہ سے باہر نکال چکے تھے۔ چونکہ خود مسلمانوں میں بھی بعض قبائل اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے اور بعض ہوتے چلے جاتے تھے بعض مولفۃ القلوب اور منافق تذبذب کے بھنور میں گرفتار تھے صرف وہ مسلمان اسلام کی محبت پر ثابت قدم تھے جو فتح مکہ سے پہلے خلعت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے ان کی تعداد پندرہ سولہ سو سے زیادہ نہ تھی جس میں بعض مہاجرین اور بعض انصار تھے۔

(دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۵۳۸ و ۵۳۹)

(دسویں) مولوی نذیر احمد صاحب شمس العلماء تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"حکومت اسلام کے بغلی گھونسے روم و فارس اور سرحدی زبردست سلطنتیں اس کو ہر وقت آنکھیں دکھاتی رہتی تھیں کہ پیغمبر صاحب کی آنکھ بند ہو جائے تو اسلام کو پامال کر دیں"

(گیارہویں) تاریخ عروج الاسلام ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ :-

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکر نے اسامہ کے لشکر کو روانہ کیا تو تمام عرب مرتد ہو گئے اور ملک میں فساد کی آگ چاروں طرف پھیل گئی۔ اور قریش کے سوا ہر ایک قبیلہ بالکل مرتد ہو گیا حضرت ابوبکر کے پاس ہر طرف سے نبی صلعم کے امیروں کے خطوط آئے کہ عرب مرتد ہو گئے اور عموماً سب قبیلوں میں بغاوت پھیل گئی۔

(بارہویں) ان تمام روایتوں کے ساتھ صحاح کی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو :-

وانہ یجاء برجال من اُمتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا	آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ آگاہ ہو میری امت میں سے کچھ لوگ (میرے سامنے قیامت کے دن) لائے جائیں گے پھر انکو شمال (جہنم) کی جانب لیجائیں گے میں کہوں گا کہ اے پروردگار یہ تو

بعدک فاقول کما قال العبد الصالح کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم فیقال اما هٰؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم

(تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۳۴۹)

میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں حادث کیں پس میں کہوں گا کہ جس طرح عبد صالح (عیسیٰ) نے کہا تھا کہ اے پروردگار جبتک کہ میں ان میں رہا ان کا نگراں رہا پھر جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو خود ہی ان کا نگہبان تھا پس خدا فرمائیگا کہ یہ لوگ جب سے تم ان سے جدا ہوئے برابر مرتد ہوتے رہے۔

اب غور فرمائیے کہ جو غرض حسب عقیدہ اہل سنت اللہ جل شانہ کی آنحضرت کی رسالت و نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور سب باطل دینوں پر غالب ہو جائے وہ بروئے اصول مذہب اہلسنت کہاں حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ ان کے اصول سے تو اس وقت حاصل ہوتی کہ جس قدر مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایمان لا چکی تھی ان کی نسبت اگر اہل سنت یہ اعتقاد رکھتے کہ وہ کلهم اجمعین اپنے ایمان و اسلام میں قائم اور دل سے آنحضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اوس پر ثابت قدم رہے تو البتہ یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض خدا کی تھی وہ حاصل ہو گئی تھی مگر جب کہ ان سچے اسلام لانے والوں پر اوپرے ایمان والوں کی نسبت اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جس وقت رسول اللہ نے وفات پائی تمام مدینہ منافقوں سے بھرا ہوا تھا جب کہ ان کے کفر و ارتداد کو ان الفاظ میں تشہیر کرتے ہیں کہ

"نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسیارے مرتد گشتند"

تو پھر اہلسنت کے منہ سے کیونکر یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا۔

قال

حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقادِ صحابہ کی نسبت شیعوں کا ہے اس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے۔ اور سننے والے کو مذہب اسلام پر شبہہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب کوئی اس امر پہ یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پہ ایمان لائے ان کے دلوں پہ کچھ اثر ایمان و اسلام کا نہ تھا وہ صرف ظاہر میں مسلمان اور عیاذاً باللہ باطن میں کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی اس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی تھے تو کچھ نہ کچھ آپ کی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے ان پہ ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے جو ان پر ایمان لائے سو دو سو تو ایمان پر ثابت قدم رہتے۔

دور حاضر کے محققین کا بیان یہ ہے کہ عبد اللہ ابن سبا، جس کی طرف شیعوں کی نسبت دی جاتی ہے آج تک پیدا ہوا اور نہ ہو گا یہ ایک فرضی نام ہے) اگر اس کا وجود مان بھی لیا جائے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ وہ ایک غالی شخص تھا جو اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

علمائے کرام شیعہ نے اکثر اصحاب کی نسبت جو مطاعن کتب صحاح سے لے کر پیش کئے ہیں شاہ صاحب ان کا جواب دینے سے پہلے علمائے کرام شیعہ کی شان میں حسب ذیل الفاظ فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ بعد از تتبع و استقراء معلوم شد کہ در عالم ہیچکس موجود است الا زبان بدگویان و عیب جویان بطعن و قدح او جاری شد بلکہ حرف در جناب کبریا الٰہی است، و معلوم است کہ معتزلہ بتقریب انکار عصمت انبیاء ہیچ پیام برے را از ابتدائے حضرت آدمؑ تا حضرت پیغمبر ما نگذاشتہ اند کہ صغائر و کبائر بجناب ایشان نسبت نہ کردہ لیکن بر عاقلان پوشیدہ نیست کہ این ہمہ عو عو سگان نسبت بہ نور افشانی ماہ است اصلاً نقص منزلت آں بزرگان نمی کند۔

تحفہ ص ۲۷۲ ؎

جاننا چاہیے کہ بعد ملاحظہ کتب و تلاش بسیار معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں گذرا جس پر لوگوں نے نکتہ چینی نہ کی ہو حتیٰ کہ خدا پر بھی بہتان کیا ہے اور معتزلہ نے عصمت انبیا سے انکار کر کے از حضرت آدمؑ تا جناب ختم الانبیاؐ کسی کو نہیں چھوڑا کہ ان کو گناہ صغیرہ و کبیرہ سے متہم نہ کیا ہو لیکن عقلاء سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس الزام کی وقعت بالکل ویسی ہی ہے جیسے چاند کی روشنی دیکھ کر کتے چاند پر بھونکنا شروع کرتے ہیں۔ لہٰذا اسی طرح ان بدگویوں اور زبان درازوں کی عیب جوئی سے ان بزرگوں کی عصمت پر کوئی دھبہ نہیں آتا

یہ سب کو ظاہر ہے کہ امامیہ خاک پر سجدہ کرتے ہیں اور خاک کربلائے معلی کو طاہر سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب اس خاک پاک کی توہین اس طرح کرتے ہیں۔

اہل سنت از سجدہ کردن بر خاک احتراز ندارند۔۔۔ و در نہادن مہر خاک در مقام سجدہ اوہام بسیار راہ می یابد۔۔

اہل سنت خاک پر سجدہ کرنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں مگر اس میں بہت سے توہمات ہیں، مہر کا رکھنا کفار و منافقین کے خصائل ہیں۔

(حاشیہ) ؎ تحفہ ص ۱۶۱ ط نول کشور ۱۲

اقول

شیعوں کے اعتقاد سے تو رسالت اور نبوت پر مطلق کوئی داغ نہیں آتا اس لئے کہ جو لوگ صدق دل سے ایمان لائے تھے ان کے دلوں پر آنحضرت کی ہدایت کا یہ اثر ہوا کہ آخر عمر تک اپنے ایمان پر قائم رہے ہاں جو لوگ بظاہر رسالت اور نبوت کی تصدیق کرتے تھے اور دل میں اس کی تکذیب ان میں سے بہت خود آنحضرتؐ کے سامنے ہی ایمان سے پھر گئے اور گروہ کے گروہ اور جماعت کی جماعت بعد وفات آنحضرت صلعم کے مرتد ہو گئی جیسا کہ آیات الٰہی و احادیث و مفسرین و محدثین اہل سنت کے اقوال سے ابھی ہم ثابت کر آئے ہیں۔ پس انبیاء و مرسلین کا کام ہدایت و نصیحت اور وعظ و پند کا ہے نہ کہ کل امت کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے مجبور کرنے کا۔ اگر بعد ایمان لانے کے کوئی اس سے پھر جائے تو ان پر کیوں الزام آنے لگا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(اول) قل یایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل

پ ۱۱ سورہ یونس ع ۱۲

تم کہدو اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے حق تمہارے پاس آیا ہے اب جو شخص راہ راست اختیار کریگا اپنی ذات کے نفع کیلئے اختیار کریگا جو گمراہی اختیار کرے گا۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا وبال اسی پر رہے گا اور میں کچھ تمہارا نگراں نہیں ہوں۔

(دوم) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علیٰ رسولنا البلاغ المبین (پ ۲۸۔ سورہ تغابن ع ۲)

اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اگر تم روگردان ہو جاؤ گے تو ہمارے رسولؐ پر صرف پیام پہنچا دینا واجب ہے۔

(سوم) فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر
(پ ۳۰ ۔ سورۃ الغاشیہ)
پس نصیحت کرو تم تو فقط نصیحت کرنے والے ہو تم ان پر کوئی داروغہ نہیں ہو۔

(چہارم) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (پ ۱۱ ۔ سورہ یونس ۔ ع ۱۰)
پھر کیا تم لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرو گے۔

(پنجم) فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا
(پ ۱۵ ۔ سورۃ الکہف ع)
پس اگر وہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم افسوس کے مارے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں کے عقاید سے جو اصحاب کی نسبت ہیں ان کی فضیلت وخلافت راشدہ دونوں رخصت ہوتے ہیں چنانچہ آپ تو ان کے آمنوا وعملوا الصلحت کی صفات میں اس طرح رطب اللسان ہیں کہ :۔

آنحضرت صلعم کی ہدایت سے عرب کی حالت میں ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوگئی قرآن مجید میں لوگوں کے دلوں کی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھائے اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کئے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قایم نتیجے ہوں وہ بلاشبہ خدا کا کلام ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتہ کی حالت میں تھی۔ اور آپ ایسے ملک میں مبعوث ہوئے جہاں اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا۔ ایسی قوم کی اصلاح آپ کے ذمہ کی گئی جو سوائے اوہام اور فاسد عقیدوں اور باطل خیالات اور غلط راویوں اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی نفاق و جنگجوئی کے کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے ان پر ایسی عجیب وغریب تاثیر کی کہ اس سے ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتیں بدل گئیں برسوں کے بھٹکے ہوئے خدا کی راہ پر چل نکلے اور مدتوں کے سوئے ہوئے غفلت کی نیند سے چونک پڑے۔ جو مشرک تھے وہ موحد ہو گئے۔ جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے۔

جو بت پرست تھے وہی بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے خدا کی راہ دکھلانے لگے جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ عصبیت کا ان میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ غرور اور نخوت سے خالی ہو گئے اور ان کے دل صبر و توکل، حلم و بردباری، زہد و پرہیزگاری اور جمیع اخلاقی صفات سے بھر گئے۔ آپ کی تعلیم اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خدا پرست پاک طبیعت، راستباز، نیک دل، لوگوں کا قائم کر دیا جن کی کوششوں سے شرک اور بت پرستی کی آوازیں جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں گونج رہی تھیں بند ہو گئیں اور اس کے بدلے ایک بیچوں دیچگون، بے شبہ و بے نمونہ خدا کی منادی پھر گئی۔ بتوں نے عدم کا راستہ لیا۔ بت خانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا۔

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل　　آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک
کان زھوقا　　(پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ع ۹)　　جھوٹ ہی نکل بھاگنے والا ہے۔

اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت میں سچے رسول اور خدا ہی کی طرف سے موید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم عرب کی روحانی اور اخلاقی حالت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگجو ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پہ لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوت کے ایک رشتہ میں باندھ دیتا اور ان کی پشتینی عداوتوں اور کینوں سے ان کے دلوں کو ایسا صاف کر دیتا کہ اس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا بلکہ دنیا میں ان کو اخلاق اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔　　(آیات بینات جلد دوسری مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ صفحہ ۱۵)

پس آپ تو اس شد و مد سے اصحاب ثلثہ وغیرہ کے صفات بیان فرما رہے ہیں لیکن کتب اہل سنت کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے انتقال فرماتے ہی مہاجرین اور انصار نے اپنی حرص و ہوا کو دخل دے کر ایک طوفان بے تمیزی مچا دیا تھا۔ چنانچہ جو کچھ واقعات کتاب ارجح المطالب میں درج ہیں ہم اس کا اقتباس اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پرملال کو چند ساعتیں گذری

تھیں اور صحابہ کرام تجہیز و تکفین کی فکر کر رہے تھے کہ اُن کے پاس خبر آئی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے میں سے ایک ایک شخص کو امیر خلیفہ بنالیں۔ درحقیقت مدینہ میں منافقانہ جو بیج پہلے سے عبداللہ بن ابی کی چالوں سے بویا ہوا تھا جس نے ایک دفعہ قریش کے ساتھ انصار سے ایک خفیف سی تکرار ہو جانے پہ کہا تھا کہ یہ مصیبت تم نے آپ ہی غیروں کو بلا کر اور شہر میں بسا کر اپنے سر پہ ڈال لی ہے۔

(لائف آف محمدؐ مولفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۸)

انصار کو جلدی نے اس امر پہ برانگیختہ کیا کہ خلافت قریش کے ہاتھ میں نہ جاتی رہے۔ چونکہ مدینہ طیبہ کے اصل باشندے یہی تھے ان کو مہاجرین یعنی مکہ والوں کے زیر حکومت رہنا کسی قدر ناگوار معلوم ہوتا تھا اور ان کو یہ خیال تھا کہ ان کے وطن سے بھاگے ہوئے لوگوں کو ہم نے اپنے پاس رکھا ہے اور ان کی اعانت کی ہے ہمارے ان پہ احسان ہیں۔ یہ ہمارے زیر اطاعت ہونے چاہئیں نہ کہ ہم ان کے تابع فرمان بن جائیں وہ خدا کے رسولؐ کی ذات بابرکت ہی ایسی تھی جس کی غلامی ہم دل وجان سے کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد قریش کو ہم لوگوں پہ حکمرانی کا استحقاق نہیں ہے۔ نہایت الامر ہم ایک کو اپنے میں سے جداگانہ امیر بنالیں چنانچہ سعد بن عبادہ کو جو بنی خزرج کا سرگروہ تھا انصار نے بیعت کے لئے نامزد بھی کر لیا تھا۔

غرض کہ بقول (سر ولیم میور) وقت نہایت نازک ہو گیا تھا اور اسلام کا آئندہ اتفاق معرض خطر میں تھا۔

(دیکھو کتاب انلس آف لمرنی صفحہ ۲)

حضرت ابوبکر اور عمر یہ سن کر سقیفہ ساعدہ کی طرف دوڑے۔ ابوعبیدہ راستہ میں ان کے ساتھ ہو لئے۔ یہ تینوں اصحاب انصار کے مجمع میں جا پہنچے اور دقت کے بعد ان کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ انتخاب خلیفہ کی نسبت حضرت ابوبکر نے کہا کہ

حضرت عمر یا ابو عبیدہ میں سے جو اس وقت حاضر ہیں ایک کو منتخب کر لو۔ حضرت عمر نے عجلت کر کے کہ مبادا انصار میں سے کوئی برگشتہ نہ ہو جائے اور فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حباب نے بنی خزرج کو برگشتہ کرنے کی پھر بھی کوشش کی مگر بنی اوس جو کہ انصار میں سے دوسرا گروہ تھا بیعت کر لینے پر کامیاب ہو سکا۔

(دیکھو لائف آف محمد مولفہ سر ولیم صفحہ ۵۱۴)

حضرت علی علیہ السلام اس وقت موجود نہیں تھے اور نہ ان سے رائے لینے کی مہلت ملی۔ جب ابو بکر وہاں سے لوٹے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن ہو چکے تھے۔ اس لئے شرکت جنازہ سے محروم رہے۔ جس کا قلق ان کو مدت العمر باقی رہا۔ یہ حالت تو اندرونی اسلام کی تھی۔ اور باہر کی حالت یہ کہ عرب میں جوش ارتداد والحاد پھیلا ہوا تھا ایک طرف عرب کے یہود و نصاریٰ مخالف اسلام ہو رہے تھے اور اس کی اشاعت کے پہلے ہی سے مزاحم تھے: دوسری طرف مدعیان نبوت بر سر پرخاش تھے جن کی تنبیہ کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ سرداری اسامہ بن زید ایک لشکر مدینہ سے باہر نکال چکے تھے۔ خود مسلمانوں میں بھی بعض قبائل اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ اور بعض ہوتے چلے جاتے تھے بعض مولفۃ القلوب اور تذبذب کے بھنور میں گرفتار تھے صرف وہ مسلمان اسلام کی محبت پر ثابت قدم تھے جو فتح مکہ سے پہلے خلعت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور جن کے دل پر خدا نے سکینہ اتارا تھا۔ ان کی تعداد بندرہ سولہ سو سے زیادہ نہیں تھی۔ جن میں بعض مہاجرین اور بعض انصار تھے جبکہ ان تھوڑے لوگوں میں بھی خلافت کی نسبت تکرار ہو رہی تھی اگر عجالۃً حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت واقع نہ ہو جاتی اور مہاجرین وانصار ایک خلیفہ پر اجماع نہ کر لیتے تو اول مہاجرین وانصار ہی میں تلوار چل جانے کا احتمال تھا۔ جس سے اسلام کا آئندہ اتفاق بھی ہاتھ سے

جاتا رہتا۔ اور اگر ایسے نازک وقت پر حضرت ابو بکر سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ پہنچ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے انتظار میں بیٹھے رہتے یا سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچ کر بیعت کو تھوڑی دیر کے لئے روکا جاتا تو عظیم تفرقہ امت محمدیؐ میں پیدا ہو جاتا۔ پھر جس کی اصلاح غیر ممکن نہ ہوتی تو دشوار ضرور ہی ہو جاتی۔

(دیکھو ارجح المطالب سوانح عمری حضرت علی بن ابی طالبؑ صفحہ ۵۲۰)

اسی طرح شمس العلماء شبلی نعمانی مہاجرین کی کدورت و مخالفت کا حال جو انصار سے ان کو تھی اس طرح لکھتے ہیں کہ:۔

ایسے نازک وقت میں آیا یہ ضروری تھا کہ لوگ جزع و فزع اور گریہ وزاری میں مصروف رہیں یا یہ کہ فوراً خلافت کا انتظام کر لیا جائے، انصار نے اپنی طرف سے خلافت کی بحث چھیڑ کر حالت کو اور نازک کر دیا تھا۔ کیونکہ قریش جو انصار کو اس قدر حقیر سمجھتے تھے کہ جنگ بدر میں جب انصار ان کے مقابلہ کو نکلے تو عتبہ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ محمدؐ ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے۔ کسی طرح انصار کے آگے سر تسلیم خم نہیں کر سکتے تھے۔ قریش پر کیا موقوف ہے تمام عرب کو انصار کی متابعت سے انکار ہوتا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر نے سقیفہ میں جو خطبہ دیا اس میں صاف اس خیال کو ظاہر کیا اور کہا وَاِنَّ العرب لا تعرف ھذا الامر الا لھذا الحی من قریش اس کے علاوہ انصار میں دو گروہ اوس اور خزرج ان میں باہم اتفاق نہ تھا اس حالت میں ضرور تھا کہ انصار کے دعوئے خلافت کو دبا دیا جائے اور کوئی لائق شخص فوراً انتخاب کر لیا جائے۔ (الفاروق حصہ اول صفحہ ۵۵-۵۶)

کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

وہ اگر کہیں خلافت انصار میں چلی جاتی تو کشتی اسلام ایسی غرق ہوتی کہ ایک تختہ کا بھی پتہ نہ ملتا۔

پس ان اقوال سے ظاہر ہے کہ جن اصحاب کے ایمان اور اسلام کی تعریف

شد و مد سے آیات بینات میں کی گئی ہے انجام کار ان کے ایمان و اسلام کے یہ جوہر کھلے اور تئیس برس تک جو ہدایت اور تعلیم آنحضرت صلعم سے حاصل کی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کرتے ہی اس سے پھر گئے ان کے دلوں سے اخلاقی تعلیم بالکل محو ہو گئی لوگ اوہام، فاسد عقیدوں باطل خیالات، غلط بدرایوں، وحشیانہ اعمال، بد اخلاقی، جنگجوئی اور نفاق و شقاق کی طرف پھر پلٹ گئے۔ پس اگر صحابہ کے ارتداد و کفر کا اعتقاد رکھنے سے رسالت و نبوت پر الزام آتا ہے تو اہل سنت ہی کے عقائد سے الزام آتا ہے معاذ اللہ اور انھیں کو ہادی اسلام کی ہدایت پر شبہہ ہو سکتا ہے اور وہی لوگ نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتے اور کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر سچے نبی تھے تو آپ کی ہدایت و نبوت کے یہ نتیجے نہ نکلتے کہ:

جس وقت حضرت نے وفات پائی تو تمام مدینہ منافقوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور مہاجرین، انصار کی اور انصار مہاجرین کی عداوت و مخالفت پر تلے ہوئے تھے اگر ایسے نازک وقت میں حضرت ابو بکر صدیق مجالتا مسند نشین خلافت نہ کر دئے جاتے، جہاز اسلام کا جو ایک سخت طوفان کے تلاطم میں آ گیا تھا غرق ہو جاتا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

الغرض شیعوں کے عقاید سے تو مطلق الزام آنحضرت صلعم کی رسالت پر نہیں آتا البتہ اہل سنت کے ان عقیدوں سے کہ:۔

"نزول وحی حضرت عمر کی رائے کے موافق ہوتا تھا"

اور جناب شاہ کے اس کلام سے کہ

صد ہزار تحسین و آفریں بر وقت	عمر کی اس باریک بینی پر ہزار تحسین و
حضرت عمر است کہ اگر آنحضرت	آفریں ہے کہ اگر آنحضرت صلعم
دریں حالت کہ چیزے جدید کہ	ایسی حالت میں کوئی ایسی نئی بات
سابق در کتاب و شریعت نباشد	لکھواتے کہ اس کے قبل کتاب و شریعت میں
نویساند موجب تکذیب آیہ خواہد بود	نہ ہو تو حضرت کی تحریر باعث تکذیب آیت ہوتی۔

البتہ رسالت و نبوت پر الزام آتا ہے معاذ اللہ۔

علیٰ ہذا القیاس بخاری شریف میں تو ایسی ایسی رکیک و بے بنیاد احادیث منافیِ شانِ رسالت درج ہیں جن سے سراسر خاتم الانبیاء علیہ الاف التحیۃ والثنا کی توہین ہوتی ہے۔ چنانچہ انھیں شرمناک حدیثوں اور روایتوں سے جن کی نقل کرنے سے ہم کو حیا اور شرم آتی ہے منکرین و مخالفینِ اسلام کو رسالت و نبوت کی تکذیب اور مضحکہ کرنے کا موقع ملا، اور یہی سبب ہے کہ نصاریٰ و غیرہ اسلام اور بادیِ اسلام کی رسالت و نبوت سے منکر ہو گئے۔

(دورِ حاضر کے مسلمان "رنگیلا رسول" جیسی بیہودہ کتاب کو ابھی بھولے نہ ہوں گے۔ سچ کہنا اس کتاب کا ماخذ ہماری کتابیں ہیں یا تمہاری۔)

"ناشر"

قال

اگر صحابۂ کرام تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے تھے جن پر حضرت کی ہدایت کا اثر ہوا اور وہ لوگ کتنے تھے جن کو حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا۔ اگر اصحاب نبیؐ سوائے معدودے چند بقول تمہارے سب کے سب عیاذاً باللہ منافق و مرتد تھے تو دین اسلام کو کس نے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم و تلقین سے کس کو نفع پہونچا اور کن لوگوں نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصوں نے عبادت کے طریقوں کو سیکھا اور کس گروہ نے دین محمدیؐ کو جاری کیا۔ اور کس فرقہ نے ایمان کو پھیلایا۔

اَقُولُ

جو لوگ صحابۂ کرام سے تھے وہ کُلُّھُمْ اَجْمَعِیْن اپنے اسلام و ایمان میں کامل تھے اور وہ معدودے چند نہ تھے جیساکہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں ہے۔

ابن بابویہ بسند حسن از حضرت جعفر	ابن بابویہ نے حضرت صادق علیہ السلام
صادق علیہ السلام روایت کردہ	سے روایت کی ہے کہ اصحابِ رسول بارہ ہزار
است کہ اصحاب رسول صلعم دوازدہ	تھے بجز سخن حق دین خدا میں کلام نہیں
ہزار نفر بودند و در دین خدا بجز سخن	کرتے تھے (خوف خدا سے) رات دن
حق نمی گفتند و شب و روز گریہ می	روتے رہتے تھے اور مناجات کرتے تھے۔
کردند و می گفتند خدایا روحہائے ما	خداوندا قبل اس کے کہ ہم میدہ کی روٹی
قبض کن پیش از آنکہ نان میدہ بخوریم	کھائیں ہم کو موت دے۔

انھیں برگزیگان خدا پر حضرت کی ہدایت و وعظ کا اثر ہوا ان لوگوں نے خود بھی ہدایت حاصل کی اور گمراہوں کو بھی راہِ ہدایت دکھائی۔ نفوس پاک ایسے ہادی اور واعظ تھے کہ ہدایت کے پیچھے اپنا جان و مال پامال کیا اپنے خدا اور رسول کے عشق میں ایسے دیوانے اور اپنے دین میں ایسے متوالے تھے کہ جب خلفائے ثلاثہ خدا اور رسولؐ کے خلاف اپنی حرص و ہوا سے دین رسولؐ میں احکام صادر فرماتے تھے تو یہ عاشقانِ خدا و رسولؐ ان کو ہر دربار ٹوک دیا کرتے تھے اپنے مالک کے اس فرمان کو:۔

"فلا تخشوا الناس واخشون" "آدمیوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو"

پیش نظر رکھ کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ہدایت کرتے تھے اس ہدایت کی خاطر ان کو خلافت و حکومت کا پرمگس کے برابر خوف نہ ہوتا تھا۔

اور خلفائے وقت کا یہ حال تھا کہ ان کی ہدایت و نصیحت پر شعلہ بھبوکا ہوتے تھے، ان عاشقانِ خدا اور رسول کو انواع و اقسام کی تکلیفیں اور ایذائیں پہونچاتے

اول آنکہ مہر نہادن خاصہ کفار و منافقین است، چنانچہ شعرائے اہل سنت این مضامین را بہ نظم آوردہ اند شخصے گفتہ است [1]

چنانچہ شعرائے اہل سنت نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے

رباعی

از بغض و حسد مدام دل پاک بہ است
وین شیشہ صاف تر از افلاک بہ است
بر مہر نماز میگذارد شیعی
یعنی کہ دہان سگ پر از خاک بہ است [2]

بغض و حسد سے ہمیشہ دل کو پاک رکھنا چاہیئے کہ یہ آئینہ تو افلاک سے بہتر ہے۔ شیعہ مہر پہ سجدہ کرتے ہیں یعنی کتے کا منہ پر از خاک اچھا ہے۔

اسی طرح یہ رباعی بھی (نقل کفر، کفر نہ باشد) تحریر کرتے ہیں۔

حمق شیعہ ترا بگویم تا چند
گر حالی این نکتہ ترا بس ہستند
خاکے کہ کنند سنی آز د استنجا
اینہا ببرند و سجدہ بروئے بکنند

اب ناظرین غور کریں کہ مناظرہ کے متعلق جل شانہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، اور جناب شاہ صاحب جو عمدۃ المناظرین زبدۃ المتکلمین، افتخار المفسرین، خاتم المحدثین اور حافظ قرآن ہیں۔ کس طرح خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور اپنی عقیدت کا اظہار کس حسن سے فرماتے ہیں کہ اس خاک پاک کو جس میں رسول اللہؐ کے فرزند کا خون ملا ہوا ہے، جس پاک زمین کی سرخ مٹی حضرت جبرئیل نے جناب رسول مقبولؐ کو لاکر دی تھی اس مٹی کو کلوخ سے تشبیہہ دیتے ہیں (نعوذ باللہ) غرض اس تحفہ کی تعریف میں میری زبان قاصر ہے۔ آخر اسی تحفہ کی برکت ہے کہ جناب شاہ صاحب نہ صرف اپنی ہی بلکہ اپنے ہمسروں نیز اپنے خلفاء کی بدنامی کا باعث ہوئے۔

قصہ مختصر تحفہ کے کسی حرف اور کسی لفظ پر جناب شاہ صاحب کا یہ ارشاد کہ "حسبۃً للہ تعالیٰ بایں رسالہ پرداختہ شد" صادق نہیں آتا بلکہ جو مقاصد و اغراض اس تالیف سے تھے وہ شیعوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

عالی جناب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس تالیف سے بجز اس کے کہ مذہب اہل سنت والجماعت کا پردہ چاک ہو" اور علمائے اہل سنت کا تعصب ظاہر ہو" اور اکثر صحا

---

[1] تحفہ صفحہ ۱ طبع نولکشور لکھنؤ　[2] تحفہ صفحہ

تھے۔ ازانجملہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے ساتھ جو بڑے پایہ و مرتبے کے صحابی تھے اسی ہدایت و نصیحت کے پیچھے جناب خلیفۂ سوم نے جو سلوک کئے وہ اہل سنت کی کل کتب عربی، فارسی و اردو میں درج ہیں۔ چنانچہ اس جگہ چند سطریں "محرم نامہ" خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے صفحہ (۳۰) سے نقل کی جاتی ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ کیا تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے حضرت ابوذر غفاری کو خارج البلد کیا کردہ امیر معاویہ کو امور شریعت میں ہدایت کرتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ ایک بڑے مرتبے کے صحابی تھے حضرت رسول خداؐ سے ان کو عشق تھا اور حضرت صلعم بھی ان کے ناز اٹھایا کرتے تھے۔ حدیثوں اور تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر بہت کھرے اور منہ پہ صاف بات کہنے والے آدمی تھے اور خدا کے حکم کے بموجب حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ بُرا کام کرتے ہوئے دیکھتے تو کھلم کھلا ٹوک دیتے تھے ایک جہاد میں فوج کی برکت کے خیال سے خدمت ابوذر کے نام سے کی گئی یہ مستانے اور شکل رسول اللہ کے پروانے تھے۔ اللہ اللہ کرنے کے سوائے لڑائی کی تدبیروں سے انھیں کچھ سروکار نہ تھا اس واسطے ان کے ساتھ معاویہ کو کر دیا گیا کہ فوج کو لڑائیں تو معاویہ مگر نام افسری میں حضرت ابوذر کا رہے کہ بزرگ کی برکت اور مقرب رسول کی عزت سے فتح نصیب ہو۔ معاویہ حکمرانی اور عیش زندگانی کے آدمی تھے ممکن ہے کہ ان میں وہ کچھ کمزوریاں ہوں جو دنیادی امرا میں عموماً ہوا کرتی ہیں۔ حضرت ابوذر نے ان کو نصیحت کرنی شروع کی۔ امیر معاویہ کی عزت ملک شام میں بہت زیادہ تھی۔ بڑی بڑی لڑائیوں میں اور مجمع عام میں حضرت ابوذر معاویہ کو ٹوک دیتے تھے اور لوگوں کی نگاہوں میں معاویہ کی خفت ہوتی تھی کہ ایک معمولی سا آدمی اتنے بڑے افسر کو مذہبی مسائل کی نصیحت کرتا ہے مگر معاویہ بے بس تھے۔ فوج کی سرداری ابوذر کے نام تھی اور معاویہ پر ان کی اطاعت فرض تھی منہ سے تو کچھ نہ کہتے مگر دل ہی دل میں چیں بچیں ہوتے حضرت ابوذر کا یہ عالم تھا کہ معاویہ کی امیری اور ملک شام کی گورنری کا

ذرا بھی خیال نہ کرتے تھے جہاں کوئی گناہ کرتے دیکھا اور یہ چیخے کیا کرتا ہے؟ شرم
نہیں آتی! اسلام کے حکم کو بھول گیا۔ توبہ کر، اب ایسا نہ کیجیو۔ ہوتے ہوتے
معاویہ عاجز ہو گئے اور ان کا ناک میں دم آ گیا تو انھوں نے حضرت عثمانؓ کی
خدمت میں عرضی بھیجی کہ یہ ملک شام ہے، یہاں میری بڑی عزت ہے۔
ابوذر اس کا خیال نہیں کرتے۔ حضرت عثمانؓ بجائے اس کے کہ ایک طرف
تو ابوذر کو نصیحت لکھتے کہ عام لوگوں کے سامنے نہ کہا کرو تخلیہ میں سمجھا دیا
کرو اور دوسری طرف معاویہ کو سمجھاتے کہ ابوذر کی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے
حضرت رسول خدا صلعم کے روبرو بھی ان کا یہی حال تھا کہ وہ کوئی بات
جو دین و مذہب کے خلاف ہو دیکھ کر بیتاب ہو جاتے، صبر و برداشت نہیں
کر سکتے تھے۔ تم ایسا کام ہی کیوں کرو جو ابوذر کو یہ موقع ملے، مگر حضرت عثمانؓ
نے ابوذر کو واپس بلانے کا حکم بھیج دیا۔ حضرت ابوذر یہ سمجھتے تھے کہ اب
بھی رسول اللہ صلعم کا زمانہ ہے دین کی خاطر بگڑوں گا تو میری دلداری کی جائیگی
مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تمہارے ناز اٹھانے والے تو قبر میں جا لیٹے۔ اب کس کے
بل پر مزاج داری کرتے ہو۔ امیر معاویہ نے چاہا کہ حضرت ابوذر کو مدینہ جانے
کے لئے سواری اور خرچ راہ دیں مگر ابوذر ایسے خفا تھے کہ پیدل چل کھڑے
ہوئے اور بات کے ایسے پورے کہ پیدل ہی مدینہ پہونچے یہ سمجھ کر کہ حضرت عثمانؓ
نے میرے اور رسول اللہ صلعم کے راز و نیاز دیکھے ہیں اگر سامنے جاؤں گا میرے
پیدل آنے پر افسوس ہو گا اور وہ مجھ سے عذر کریں گے، مگر وہ جب حضرت عثمانؓ
کے سامنے گئے تو الٹا شکوہ سنا کہ تم نے کیوں معاویہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ ان
کو تاب نہ رہی اور عرض کیا کہ حضرت رسول خدا صلعم سے میں نے سنا ہے کہ ابوذر اکیلا
ہی رہے گا اور اکیلا ہی مرے گا۔ لہذا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں کسی تنہا مقام
میں جا کر رہوں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا اچھا جاؤ اجازت ہے۔ یہ بیچارے ایک
بستی میں جا کر رہنے لگے اور وہیں غربت کی حالت میں رحلت کی۔ اس واقعہ
سے رسول مقبول صلعم کے اصحاب کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ تو رسول صلعم کی
محبت کے دیوانے تھے جس سے آنحضرتؐ کو محبت کرتے دیکھا تھا اس کے قدموں

کے نیچے انگلیں کھاتے تھے۔ جب ابوذر کے ساتھ یہ سرچھری دیکھی حضرت عثمان سے بگڑ گئے۔ انتہی

اگرچہ یہ بیان مطابق روایات مندرجہ کتب اہل سنت ہے مگر اس پر بھی خواجہ صاحب نے حضرت عثمان کی خاطر بچا بچا کر لکھا ہے اور ان مظالم کا ذکر نہیں کیا جو خلیفہ صاحب نے حضرت ابوذر پر کئے تھے۔ یعنی

"خلیفہ صاحب نے معاویہ کو یہ حکم دیا تھا کہ ابوذر کو ایک شتر بد رفتار بلا کجاوہ پر سوار کرا کے ایک درشت مزاج رہبر کے ساتھ جو اونٹ کو رات دن بھگاتا لائے مدینہ بھیج دو"۔ معاویہ نے تعمیل کی ابوذر ضعیف العمر ہو چکے تھے ان تکلیفوں اور صدموں سے زانوؤں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہو گیا تھا۔ جب وہ دربار خلافت میں حاضر کئے گئے تو جناب خلیفہ صاحب کلمات سخت و درشت حضرت ابوذر کی شان میں زبان مبارک پر لائے اور مدینہ سے اخراج کرا دیا اور مروان کو حکم دیا کہ اونٹ پر سوار کر کے مدینہ سے باہر نکال دے۔ اور کسی کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت نہ دے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ اعثم کوفی وغیرہ)

اس جگہ چند جملے حضرت ابوذر کی نسبت "تاریخ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۵۳" سے نقل کئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

ذو النورین بعد از وقوف بر مضمون مکتوب معاویہ مصلحت در بودن ابوذر در شام ندیدوے را بمدینہ طلبیدہ معاتب ساخت و بعد از رد و قدح بسیار و قیل و قال بے شمار ابوذر را از افتا منع کرد و حکم باخراج نمود ابوذر گفت مرا دستورے دہ تا بولایت شام روم گفت اگر بشام میفرستادم چرا از انجائی طلبیدم۔ (یمکہ) صبح استہار تو دیگر از افق شام طالع نشود۔ دگفت پس بگذار تا بعراق روم فرمودی خواہی کہ در عراق فرقہ خبیث را متحرک گردانیدہ اہل آن مملکت را

معاویہ کی تحریر پر عثمان نے ابوذر کا شام میں رکھنا خلاف مصلحت خیال کیا اور مدینہ میں بلا لیا۔ اور غصہ کیا اور بہت بحث کے بعد ابوذر کو فتویٰ دینے سے منع کیا اور مدینہ سے اخراج کا حکم دیا۔ ابوذر نے کہا مجھے شام میں رہنے کی اجازت دیدی جائے جواب ملا کہ اگر شام میں تم کو جانے کا اذن دوں تو وہاں سے تم کو بلاتا ہی کیوں تیری (تمہار) کی صبح شام کے افق سے طلوع نہ ہوگی انھوں نے کہا کہ اچھا عراق جانے دو۔ فرمایا کہ عراق کے فرقہ خبیث کو در غلا (ن)

سے لفظ بزبر یہ لفظ تمکہ ہے یعنی تیری صبح تمنا الخ۔ ناشر

در اعسرار بر من عزلتی سازی ابوذر
گفت پس ہر جا فرمائی بروم امیر المومنین
عثمان فرمود در نواحی حجاز کدام موضع
بتو ابغض ست گفت ربذہ و آن
موضع ست قریب مدینہ عثمان گفت
بآں موضع می باید رفت ابوذر گفت
خوش باشید اما بدانکہ اگر شمشیر تیز بر
رقبۂ من نہید امر معروف و نہی منکر در
رسانیدن آنچہ از پیغمبر صلعم شنیدہ ام
از خود ممتنع نخواہم گردانید و کلمۂ حق
را ہر جا کہ باشم خواہم رسانید

کر وہاں کے لوگوں کو مجھ سے باغی کرو گے
ابوذر نے کہا اچھا جہاں کے لئے حکم ہو
وہیں جاؤں۔ عثمان نے کہا کہ حجاز کے
اطراف میں کون سا مقام تمھیں ناپسند
ہے کہا ربذہ، عثمان نے کہا بس وہیں
جانا چاہیئے۔ ابوذر نے کہا آپ خوش
رہیں مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ اگر میری گردن
پہ آپ تلوار بھی رکھیں گے تب بھی میں بری
باتوں کو منع کرنے اور اچھی باتوں کی
تعلیم سے خاموش نہ بیٹھوں گا جیسا کہ
میں نے رسول صلعم سے سنا ہے۔ اور
حق بات کو جہاں بھی رہوں گا پہونچاؤنگا۔

مثل اس کے انواع و اقسام کی اذیتیں دیگر اصحاب مومنین کو دیں جن کا ذکر ہم نے تیسری جلد میں کیا ہے۔ اب اگر حضرات اہل سنت تعصب چھوڑ کر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے اس نکتہ پر کہ حضرت ابوذر سمجھتے تھے کہ اب بھی رسول اللہ صلعم کا زمانہ ہے دین کی خاطر بگڑوں گا تو میری دلداری کی جائے گی مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تمہارے ناز اٹھانے والے تو قبروں میں جا بسے اب کس کے بل پر مزاج داری کرتے ہو، غور کریں تو یہی نکتہ اُن کے اصلاح مذہب کے لئے کافی و وافی ہے۔

اے یارو! بچشم انصاف سے حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عثمان غنی کے ایمان و اسلام میں تقابل کرو کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم اور تلقین سے کس نے فائدہ اٹھایا۔ کس نے خدا و رسول کے پیچھے اپنا جان و مال نثار کیا۔ کس نے پیغمبر خدا صلعم کی ہدایت و تعلیم سے انحراف کر کے امور دین میں اپنی حرص و ہوا کو دخل دیا۔ کس پر اللہ جل شانہٗ کا فرمان۔

تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر۔

حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور منع کرتے ہو بری باتوں سے۔

صادق آتا ہے اور کس پر

یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ط	حکم کرتے ہیں بری باتوں کا اور منع کرتے ہیں اچھی باتوں سے

کا اطلاق ہوتا ہے۔

اے حضرات جن اصحاب پر تم شیفتہ و فریفتہ ہو۔ جن کو تم مرتبہ میں افضل و اعلے سمجھے ہوئے ہو اور جن کی نسبت تم نے اچھے خیالات قائم کرلئے ہیں ذرا ان کے کارناموں پر تو غور کرو تاکہ تم کو معلوم ہو کہ وہ کیسے قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے۔ اور حرص و ہوا کو ہر کام میں کیسا دخل دیتے تھے آفرین ہے تمہاری اس عقیدت و مودت پر سے

بوئے بنفشہ ی دہد طرۂ مشکسائے تو پردۂ غنچہ ی درد خندۂ دلکشائے تو

اس ذات مقدس کے علاوہ اور بہت سے اصحاب کبار ایسے ہیں جو دین خدا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرتے تھے جو شب و روز خوف خدا سے گریہ و بکا کرتے تھے اور اپنے خدا کی خوشنودی و رضا کے لئے نفس کشی ان کا شعار تھا۔

اسی گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا۔ اور اسی فرقہ نے ایمان کو پھیلایا۔ انھیں مومنین کے راس و رئیس جناب امیر المومنین۔ امام المتقین قاتل المشرکین یعسوب الدین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے جن کو خدا نے اپنے رسولؐ کی تائید و نصرت کے لئے خلق فرمایا تھا۔ جس پر یہ حدیث شاہد ہے۔

جناب امیر حضرت رسول صلعم کی مدد کیلئے خلق ہوئے تھے

عن ابی حمراو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم لیلۃ اسری بی الی السماء نظرت الی ساق العرش الایمن فرأیت کتابا فھمتہ محمد رسول اللہ وایدتہ بعلی ونصرتہ بعلی اخرجہ الاعلائی	ابو حمرا سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ شب معراج مجھ کو آسمانوں کی طرف لے گئے میں نے عرش مجید کے داہنے ساق پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ محمد خدا کے رسول ہیں اور ان کی مدد کے واسطے جس نے علیؑ کو خلق کیا ہے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۹)

اسی کتاب کے صفحہ ۷۴ میں یہ حدیث بھی قابل ملاحظہ ہے۔

عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا تسبوا علیا فانہ ممسوس فی ذات اللہ	کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ علی کو برا مت کہو، بتحقیق کہ وہ خدا کی ذات میں ممسوس ہے

چنانچہ جناب حیدر کرار غیر فرار نے اعلاء کلمۃ اللہ میں جو اعانت و نصرت کی ہے ۵۰
ظاہر ہے کہ ہر جنگ میں مقدمۃ الجیش رہے۔ کون سا جہاد رسول اللہ صلعم کے زمانے میں ایسا ہوا جو ید اللہ کے ہاتھ پر فتح نہ ہوا ہو جس خانۂ خدا میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی اور ہر قبیلہ کا بت جدا جدا ایک ایک رب سمجھا جاتا تھا۔ اس گھر کو مولائے کونین ہی نے پاک و صاف کیا تھا۔ اور یہ فضیلت و منزلت خدائے پاک نے اپنے ولی ہی کو عطا کی تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے خانۂ خدا کو اصنام سے پاک کرایا اور جبرئیل علیہ السلام نے بازو تھام کے اتارا جس کا ذکر شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی (مدارج النبوۃ) میں بایں الفاظ کرتے ہیں:۔

بتے چند در موقع بلند نہادہ بودند کہ دست علیؑ بآنہا نمی رسید و در بعضی روایات آمدہ۔ بتی چند بلند الشان ہبل نام می داشت علی کرم اللہ وجہہ بعرض رسانید کہ یا رسول اللہ پائے مبارک بر کتف من بنہ و ایں اصنام را فرود آرد۔ آن سرور فرمود یا علیؑ تو پائے خود بہ کتف من بنہ و ایں کار کن علیؑ امتثالاً پائے بر کتف رسول اللہ صلعم نہادہ بتہا را فرود گرفت در آن حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ می یابی گفت یا رسول اللہ چناں بینم کہ حجب مکشوف شد گویا سر من بساق عرش رسیدہ است و ہر چہ دست دراز می کنم بدست من آید حضرت فرمود اے علی خوشا وقت کہ کار حق می کنی چوں علی بتاں را بر زمین انداخت و قطعہ قطعہ ساخت وخود را از دوش آنحضرت بر

چند بت ایک بلند مقام پر رکھے ہوئے تھے کہ وہاں حضرت علیؑ کا ہاتھ نہ پہونچ سکتا تھا اور بموجب بعضے روایات کے سب سے بڑا بت جس کا نام ہبل تھا وہ ایک اونچے مقام پر رکھا تھا حضرت علیؑ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ اپنا قدم مبارک میرے کاندھے پر رکھ کر ان بتوں کو نیچے گرا دیجئے رسول اللہ نے فرمایا کہ یا علیؑ تم اپنے قدم میرے کاندھے پر رکھ کر کام کرو حضرت علیؑ نے بہ تعمیل فرمان مبارک اپنے قدم حضرت کے دوش انور پر رکھ کر ان بتوں کو گرا دیا رسول اللہ صلعم نے علیؑ سے پوچھا کہ اس وقت تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو علیؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسا دیکھتا ہوں کہ پردے حجاب کے کھل گئے اور گویا کہ میرا سر ساق عرش پر ہے۔

ومن تبسم کردم فرمود رسول اللہ صلعم از وے پرسید
چہ چیز ترا خندانیدہ گفت آنکہ خود را
از چنیں جائے بلند انداختم و ہیچ
الم نہ رسید آنحضرت فرمود چگونہ ترا الم
رسد حالانکہ بردارندۂ تو رسول اللہ
باشد و فرود آرندہ تو جبرئیل۔
جلد ۲ صہ ۳۸۵

جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں میرے ہاتھ
میں آجاتی ہے حضرت نے فرمایا یا علیؑ بڑی خوشی
کا وقت ہے تم کار حق کر رہے ہو جب علیؑ نے
بتوں کو گرا دیا اور ان کو توڑ ڈالا اور دوش مبارک
رسول اللہؐ سے کود کر زمین پر آئے تو مسکرائے
رسول اللہ نے مسکرانے کا سبب پوچھا علیؑ نے
عرض کی کہ میں اتنی بلند جگہ سے کودا مگر کچھ
بھی مجھے تکلیف نہیں پہونچی حضرت نے فرمایا: کیونکر پہونچتی جب کہ تم کو اٹھانے والا خدا
کا رسول اور اتارنے والا جبرئیل ہو۔

جنگ احد سے متعلق

جب جنگ احد میں اصحاب محمد وعین اشداء علی الکفار اپنے پیغمبر کو زخمی چھوڑ کر فرار ہوگئے تو آنحضرت صلعم نے بعد افاقہ غشی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! گروہ مشرکین و کفار پر حملہ کرو اس موقع پر محدث موصوف کرار غیر فرار مرغام الہی بازوے نبیؐ کے حملوں کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حیدر کرارؑ بشمشیر آبدار فوج فوج مشرکان را
کہ مثل ثریا مجتمع بودند مانند بنات النعش
پراگندہ و متفرق گردانید دریں حالت
جبرئیل با رسول اللہ گفت کہ ایں کمال
مواساۃ ست کہ علیؑ بدان قیام نمود
رسول اللہ صلعم فرمود "انہ منی
وانا منہ (یعنی بدرستیکہ او از من است و من
از و) جبرئیل گفت کہ "انا منکما"
(یعنی من از شما ہر دو ہستیم)"۔

مشرکین کی فوجوں کو جو ثریا کی طرح
جمع تھیں حیدر کرارؑ نے مثل بنات النعش
متفرق اور پریشان کر دیا۔ اسی حالت میں
جبرئیل نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یہ
کمال یاری و غمخواری ہے جو علیؑ نے کی رسول
اللہ صلعم نے فرمایا: تحقیق کہ علیؑ مجھ سے اور
میں علیؑ سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا کہ میں آپ
دونوں سے ہوں۔"

(ج ۲ صفحہ ۱۶۸)

جنگ خیبر سے متعلق

جنگ خیبر میں جب سپر دست یداللہ سے گر گئی اس وقت کرار غیر فرارؑ نے بکمال جوش ایمان در قلعہ کو جس کا وزن تین ہزار من کا تھا اکھاڑ کر بجائے سپر دست مبارک میں لیا اس وقت

یوں معرکہ آرا وہ شہ جن دلشکن تھا ایک ہاتھ میں تلوار تھی ایک ہاتھ میں در تھا

اللہ اکبر حیدر کرار، اشداء علی الکفار کی بہادری و دلاوری کی توصیف کوئی کیا کر سکتا ہے جس کی ثنا خود خدا و رسولؐ نے کی ہو جیسا کہ "مدارج النبوۃ" میں ہے۔

حین کارزار شمشیر آبدار امیر المومنین شکست رسول خدا صلعم ذو الفقار خود بوے ارزانی فرمود ہرگاہ شیر ہیجا علی مرتضیٰ بدفع مشرکان مشغول شد رسول اللہ فرمود اے علیؑ می شنوی مدح خود را کہ ملک رضوان بر آسمان می گوید۔

علیؑ کی تلوار قتل کفار سے ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلعم نے اپنی ذو الفقار عنایت کی۔ شیر بیشہ ہیجا علی مرتضیٰ نے مشرکین پر ایسے حملے کئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علیؑ تم نے سنا کہ تمھاری صفت و ثنا فرشتہ رضوان آسمان پر اس طرح کرتا ہے۔

اہل یمن کا جناب امیرؑ کی ہدایت سے اسلام لانا۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

(ج ٢ صفحہ ١٦٥)

کوئی تلوار بجز ذو الفقار اور کوئی شجاع سوائے علیؑ کے نہیں ہے۔

واضح ہو کہ جناب امیر المومنین خیر الوصیین علیؑ مرتضےٰ علیہ السّلام نے دین محمدیؐ کو جاری کرنے میں دو طرح سے جہاد کیا۔ ایک جہاد بالدعوت اور ایک جہاد بالسیف۔ جہاد بالدعوت وہ ہے کہ مخالفین اسلام کے اعتراضات اور شبہات کو بذریعہ وعظ و نصیحت اور حسن طلاقت لسانی اس طرح دور کئے جائیں کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور یہ جہاد منشاء خدا و رسولؐ کے مطابق ہونے کی وجہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السّلام کے وعظ کی تاثیر سے اہل یمن مشرف با اسلام ہو گئے۔ جیسا کہ کتب اہلسنت میں ہے از انجملہ دو چار روایتیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(پہلی) عن البراء بن عازب قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید الی الیمن یدعوھم الی الاسلام فکنت فیمن سار معہ فاقام علیہ ستۃ اشھر لا یجیبونہ الی شئی فبعث النبی

براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو یمن کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت کرے میں بھی انھیں کے ہمراہ تھا وہ چھ مہینے تک

صلی اللہ علیہ وسلم الیہم علی بن ابی طالب فلما وصل الی اوائل الیمن بلغ الخبر فجمعوا الیہ فصلی بنا فلما فرغنا صففنا صفا واحدا تقدم بین ایدینا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قرء علیہم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت ہمدان کلہا فی یوم واحد وکتب بذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرء کتابہ خر ساجدا (اخرجہ ابو بکر الرازی و ابن عبد البر فی الاستیعاب)

(ارجح المطالب صفحہ ۲۳ باب ششم)

دعوت اسلام کرتے رہے لیکن ان لوگوں نے کوئی بات قبول نہ کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف علی بن ابی طالب کو روانہ کیا۔ جب آپ حدود یمن پر پہنچے سب لوگ آپ کی خدمت میں جمع ہو گئے حضرت علیؑ نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے آپ ہمارے سامنے تشریف لائے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا ہمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر آنحضرت صلعم کے حضور میں لکھ بھیجی گئی تو آپ سجدہ شکر بجا لائے۔

(دوسری) رسالہ موسومہ ذکر مبارک مذکرہ ذیل اول کے صفحہ ۹۸ میں درج ہے کہ :-

ہجرت کے دسویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اسلام کا وعظ کہنے کے لئے یمن کے صوبہ ہمدان بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اے علیؑ! اگر ایک شخص بھی تیرے ہاتھ پر ایمان لائے تو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پہ سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے حضرت علیؑ کے وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ یمن کے ہزاروں آدمی ایک ساتھ مسلمان ہو گئے۔

(تیسری) روضۃ الاحباب میں ہے کہ :-

از علی کرم اللہ وجہہ مروی ست کہ مرا پیغمبر خدا صلعم بجانب یمن فرستاد گفتم یا رسول اللہ مرا بدیار جماعتے از اہل کتاب میفرستی وحالانکہ من جوانم و علم قضا نیا

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے مجھے یمن بھیجا میں نے عرض کی آپ مجھے اہل کتاب کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ میں جوان ہوں اور علم قضا یا اچھی طرح

نیکو نمی دانم حضرت دست مبارک
را بر سینہ من نہاد و فرمود اللہم ثبت
لسانہ واہد قلبہ (فرمود زود باشد
کہ اللہ تعالیٰ قلب ترا کمال بخشد و زبان ترا
راست براست گرداند) علی گوید کہ دیگر
ہرگز در ہیچ قضیہ مرا شک واقع
نشد لاجرم در علم قضایا چنان ماہر
گشتم کہ زبان معجز بیان محمدی در وصف
او فرمود کہ اقضاکم علی
از براء ابن عازب مرویست کہ گفت
من در آن لشکر ہمراہ علیؑ بودم
چون نزدیک باہل یمن رسیدیم
بیرون آمدند علیؑ مارا امام شد و نماز
گذارد وانگاہ صف لشکر خویش بیا
راست و در میدان آمد و کتاب رسول
اللہ صلعم بر ایشان خواند و ایشان را
باسلام دعوت نمود قبیلہ ہمدان از اہل
یمن بیکبار مسلمان شد علیؑ مکتوبے بہ پیغمبر
صلعم نوشت و از اسلام آن قبیلہ آن
سرور را اعلام کرد چون حضرت بر مضمون
مکتوب علیؑ وقوف یافت خوشوقت شد و
سجدہ شکر بجا آورد وانگاہ سر برداشت و
گفت السلام علی ہمدان

جلد اول صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵

نہیں جانتا حضرت نے اپنا دست مبارک
میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ
تمہارے دل کو کمال ہدایت بخشے اور تیری زبان
کو راست ثابت کرے۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے
کہ پھر مجھے کسی فیصلہ میں شک واقع نہیں ہوا
فی الخصوص علم قضایا میں تو مجھ کو یہاں تک وثوق
ہوئی جس کی صفت میں آنحضرت نے فرمایا کہ
بہترین فیصلہ کرنے والا تم میں علیؑ ہے براء ابن
عازب سے روایت ہے کہ میں اس لشکر میں
حضرت علیؑ کے ہمراہ تھا جب ہم اہل یمن
کے قریب پہنچے تو وہ لوگ باہر آئے
حضرت علیؑ کی امامت کے ساتھ ہم نے
نماز ادا کی بعد نماز آپ لشکر کی صف
بندی کرکے میدان میں تشریف لائے
اور ان پر پیغام رسول خداؐ کا پہونچایا۔
اور اسلام کی دعوت دی کل قبیلہ ہمدان
اہل یمن دفعتہً مسلمان ہوگیا حضرت علیؑ
نے آنحضرت صلعم کو بذریعہ عریضہ ان
کے مشرف بہ اسلام ہونے کی اطلاع دی
جب آنحضرت صلعم مضمون عریضہ پر مطلع
ہوئے تو سجدہ شکر بجالائے اور سر مبارک
سجدے سے اٹھاکر فرمایا کہ ہمدان
پر میرا اسلام ہو۔

غرض بدر۔ احد۔ حنین۔ خندق۔ خیبر وغیرہ وغیرہ کون سا جہاد ہے جو بغیر امیر المومنینؑ

کے ایمان و اعمال کے حالات الم نشرح ہوں اور کچھ حصول نہ ہوگا۔ کیونکہ خود جناب خاتم المحدثین شاہ صاحب نے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی غرض سے خدائے تعالیٰ کے عادل ہونے اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عصمت سے انکار کیا، اور قیدیان بدر سے فدیہ لینے پر آیہ کریمہ

"لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم" پ ۱۰ سورہ انفال

اگر کتاب خدا پہلے سے نہ آگئی ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔

اور دیگر آیات عتاب آمیز کا مورد محبوب خدا شاہ انبیاء صلعم "رسلناک الا رحمۃ للعالمین" کو قرار دیا۔ (معاذ اللہ من ذلک) اور جناب خلافت مآب حضرت عمر بن الخطاب کی خاطر آیہ وافی ہدایہ

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ پ ۲۷ سورہ النجم

نبی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ وہ وہی کہتے ہیں جو وحی آچکی ہوتی ہے

کی تفسیر اس طرح کی کہ "جمیع اقوال پیغمبر وحی نیست باطل ست بدلیل عقلی و نقلی" اور طرح طرح کی خطائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب (نعوذ باللہ من ذلک) منسوب کیں جن کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ موقع و محل سے کریں گے۔

ان باتوں کے باوجود شاہ صاحب اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے میں قاصر اور عاجز رہے، شاہ صاحب تو درکنار حضرت کے خلفاء بھی جنھوں نے اپنے عہد خلافت میں اپنی ذات سے فضائل منسوب کرنے کی غرض سے جھوٹی حدیثیں گڑھنے والوں کو بے شمار جاگیریں اور منصب عطا کئے اور حضرت امیر المومنین ع کی فضیلت کی حدیثوں کو چھپانے مٹانے میں اور سیکڑوں احادیث معائب اہلبیت کی طرف نسبت دینے کیلئے وضع کرانے میں ہمہ تن مصروف اور کوشاں رہے، جیسا کہ تواریخ اہل سنت مثل تاریخ ابو الحسن مدائنی تاریخ مسعودی، تاریخ ابو الفداء، طبری، وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حضرات ثلاثہ کے حق میں بے شمار وضعی حدیثیں بنوائیں۔ ان تمام احادیث کو اپنی سلطنت کے تمام حصوں میں بھیج کر تاکیدی حکم جاری کیا کہ جمعہ کو ان احادیث کا وعظ کیا جائے۔ اور طلبہ کو ان کا درس بھی دیا جائے۔ آخر رفتہ رفتہ اہل بیت رسول مقبول کے فضائل ...

سنی مورخین تحریر کرتے ہیں کہ معاویہ نے اصحاب ثلاثہ کے فضائل میں احادیث گڑھوائیں اور انھیں نشر کیا بڑے پیمانہ پر۔

علیؑ کے فتحیاب ہوا اور وہ کون سا سرّ الٰہی ہے جو اس محرم اسرار خفی و جلی سے پنہاں رہا۔

جناب شمس العلماء شبلی نعمانی سیرت النبیؐ میں آیہ شریف۔

وانذر عشیرتک الاقربین — اپنے خاندان والوں کو خدا سے ڈراؤ

کے حال میں تحریر فرماتے ہیں کہ

یہ تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا کہ تمام خاندان عبد المطلب جمع کیا گیا۔ حمزہ۔ ابوطالب عباس سب شریک تھے آنحضرتؐ نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بار گران کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ دفعتہً حضرت علیؑ نے اٹھ کر کہا گو مجھ کو آشوب چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ اور گو میں سب سے نوعمر ہوں۔ تاہم آپ کا ساتھ دوں گا۔ قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص محمدؐ و علیؑ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ (صفحہ ۱۵۲ دطبع دیگر ۱۹۵)

جس طرح شیر خدا شاہ لافتیٰ ہر غزوہ میں ثابت قدم رہے اسی طرح اصحاب محمدؐ وعین جن کو اشداء علی الکفار بتاتے ہیں ہر جنگ سے فرار ہوئے لے یارو! ذرا تو خدا لگتی بات کہو کہ اشداء علی الکفار حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں۔ . . . . . . یا حضرت عمر جن کی کفار پہ شدت و صلاحیت کا اظہار جناب شبلی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں حضرت عمر کا یہ حال لکھا ہے کہ . . . . کہ حضرت عمر ان لوگوں میں تھے جو جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے۔" (الفاروق حصہ اول صفحہ ۹۵)

پس یہ فرار ان کے عدم ایمان پر شاہد ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ نے مومن اسکو بتایا ہے جو خدا و رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لائے یعنی اس ایمان میں کبھی کسی طرح کا شک و شبہہ نہ ہو اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہو ملاحظہ ہو آیہ کریمہ۔

انما المومنون الذین آمنوا باللّٰہ — یعنی ایسے مومنین جو اللہ و رسولؐ پر ایمان

ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصادقون ○

لائے ہیں پھر اس میں انھوں نے شک و شبہہ نہیں کیا، اور خدا کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا وہی لوگ سچے (ایمان والے) ہیں

اب فرمائیے کیا خدائے پاک نے یہ تعریف ان لوگوں کی کی ہے جو ہمیشہ جہاد سے فرار ہوتے رہے جو عبداللہ بن ابی کے نماز جنازہ پڑھنے اور صلح حدیبیہ میں اپنے پیغمبر کی رسالت و نبوت میں شبہہ عظیم کرتے رہے حالانکہ مجاہدین کو خداوند عالم نے یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ

يا ايها الذين امنوا اذا لقيتم الذين كفروا زحفا فلا تولوهم الادبار ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحيزا الى فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصير (پارہ ۹، سورہ انفال ع ۲)

اے ایمان والو جس وقت کافروں سے جنگ میں آمنا سامنا کرو تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اس دن جو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے کہ لڑائی کے لئے کترا کے آنا چاہتا ہو یا دوسرے گروہ کے پاس جگہ پکڑنا مقصود ہو وہ یقیناً غضب خدا میں گرفتار ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

غرض ان حضرات نے اپنے پیغمبر سے ایسی تعلیم و تلقین حاصل کی کہ ہمیشہ اپنے ایمان میں مذبذبین بین ذلک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء ڈانوا ڈول رہے۔ مواعظ و نصائح کا اثر ان کے دلوں پر نقش بر آب کی طرح ہوتا تھا کہ ادھر مجلس وعظ سے اٹھے اور ادھر اپنے گھروں میں پہنچنے تک سنا سنایا سب بھول جاتے تھے یہ حال آیات محکمات کی دوسری جلد میں لکھا ہے (دیکھو شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں) جو قابل ملاحظہ ہے۔

اب ان حضرات کے صدق و ایمان کے بارے میں دو ایک حدیثیں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

اعتراف واقرار در بارہ نفاق ایمان اصحاب خود

عن حذيفة بن اليمان عن ابي بكر ... النبي قال الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل قال

حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ خود ابوبکر نے مجھ سے بیان کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال

ابو بکر یا رسول اللہ هل الشرك الا ما عبد من دون الله او ما دعی مع الله قال ثکلتك امك الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل (ازالۃ الخفا حصہ اول صفحہ ۹۹)

سے بھی زیادہ مخفی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک تو وہ ہے کہ غیر معبود کی پرستش کی جائے یا خدا کے ساتھ دوسرا شریک گردانا جائے آپ نے فرمایا تمہاری ماں تمہارے غم میں روئے شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ تر خفی ہے

اسی طرح جناب رسول مقبول صلعم نے حضرت عائشہ سے یہی فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۴ (مطبوعہ نولکشور پریس ۱۳۱۲ھ) میں ہے۔

عن عائشة قالت سمعت رسول الله يقول لا يذهب الليل والنهار حتى تعبد اللات والعزى فقلت يا رسول الله ان كنت لاظن حين انزل الله هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق الى قوله ولو كره المشركون ان ذلك تام قال انه سيكون من ذلك ما شاء الله ثم يبعث الله ريحا طيبة فتوفى كل من في قلبه مثقال من خردل من ايمان فيبقى من لا خير فيهم فيرجعون الى دين ابائهم۔ (از مجمع البحرین صفحہ ۲۸۵)

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ سنا میں نے کہ فرمایا رسول اللہ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ تم لات و عزی کو نہ پوجو ام المومنین نے کہا یا رسول اللہ جب کہ آیۃ ہو الذی ارسل رسولہ الخ نازل ہوئی تو گمان تھا کہ جو مشرف باسلام ہوا وہ ضرور رستگار ہوگا۔ فرمایا حضرت نے عنقریب میرے کہنے کے موافق واقع ہوگا پھر اللہ ریح طیبہ کو بھیجے گا پس مرے گا وہ شخص کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا۔ باقی رہ جائیگا وہ شخص کہ جس میں بالکل خیر نہیں پس لوگ پلٹ جائیں گے اپنے آبا کے دین کی طرف۔

پس یہ شہادتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حضرات صحابہ بظاہر اسلام لائے تھے ایمان کی جھلک تو ان پر پڑی ہی نہ تھی اب ان صحابہ کی عبادت اور زہد و تقویٰ کی حالت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ ایسے زاہد و متقی تھے کہ قبل از ہجرت عین نماز جماعت

[illegible]

میں مستورات کو گھورا کرتے تھے جیسا کہ صاحب جامع الاصول نے محدث ترمذی و امام نسائی اور محدث طیالسی سعد بن منصور امام احمد ترمذی - امام ابو عبدالرحمن نسائی ابن ماجہ - ابن جریر - ابن منذر - ابن ابی حاتم - ابن خزیمہ - ابن مردویہ، اور بیہقی سے اور حافظ سیوطی نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے -

عن ابن عباس قال کانت امرأۃ تصلی خلف رسول اللہ حسناً من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراہا و حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیہ فانزل اللہ تع ولقد علمنا المستقدمین منکم و لقد علمنا المستاخرین	یعنی ایک زن حسینہ جناب رسول اللہ صلعم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی کچھ صحابہ اس کی وجہ سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تاکہ اس پر نظر نہ پڑے لیکن بعض صحابہ پچھلی صف میں قصداً کھڑے ہوتے اور جب رکوع کرتے تھے تو اپنی بغل کے اندر سے اس پر نظر ڈالتے تھے - جس پر یہ آیت نازل ہوئی - و لقد علمنا الخ

(در منثور جلد ۴ ص ۹۷)

اصحاب کا نماز جمعہ میں قرار نا ہونا

اور نماز جمعہ میں اصحاب کا نماز توڑ کر اشغال دنیا میں مشغول ہونا تو خود کلام مجید سے ثابت ہے - چنانچہ علماء اہلسنت کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں مع اصحاب نماز پڑھ رہے تھے کہ ملک شام سے ایک قافلہ غلہ لے کر آیا اور لوگوں کو خبر کرنے کے لئے دف اور تالیاں بجاتا ہوا مسجد کی طرف سے گذرا اوس کی آواز پر بجز بارہ اصحاب کے سب کے سب نماز توڑ کر غلہ خریدنے اور تماشہ دیکھنے چلے گئے - جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی -

واذا رأوا تجارۃ او لھواً انفضوا الیھا و ترکوک قائماً قل ما عند اللہ خیر من اللھو و من التجارۃ واللہ خیر الرازقین	اور ان کی حالت یہ ہے کہ جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھیں تو اسکی طرف لوٹ پڑیں اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ دیں اے رسول تم کہہ دو جو چیز اللہ کے یہاں ہے وہ

(سورہ جمعہ ۔ پ ۲۸) تماشہ اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور خدا سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ۔

شمس العلما مولوی نذیر احمد نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے :۔

پیغمبر صاحب کے عہد میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں ملک شام کا ٹانڈہ تجارت کا غلہ لے کر آیا اور اس نے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے نقارہ بجایا جو لوگ بیٹھے خطبہ سن رہے تھے اس ٹانڈے کی سیر دیکھنے اور کچھ خرید و فروخت کے لئے گھس گئے ۔ صرف بارہ آدمی رہ گئے اس پر عتاب نازل ہوا ۔

(ترجمہ قرآن مجید نذیر احمد صفحہ ۷۲۲)

اور یہی ذکر سب تفسیروں میں ہے ۔

واضح ہو کہ مفسرین نے بجائے نماز خطبہ کا لفظ بعض صحابہ کی خاطر لکھا ہے ورنہ امام بخاری صاحب نے تو جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نماز پڑھا رہے تھے جیسا کہ اس روایت سے صاف ظاہر ہے :۔

قال بینما نحن نصلی مع النبی صلعم اذ اقبلت عیر تحمل طعام فالتفتوا الیھا حتی ما بقی مع النبی صلعم الا اثنا عشر رجلا وا اذا راوا تجارۃ او لھو ن انفضوا الیھا و ترکوک قائما	یعنی جب کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ قافلہ تجارت غلہ کا آیا سب لوگ اس کی طرف دوڑے اور آنحضرت کے پاس سوائے بارہ آدمی کے کوئی نہیں رہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی واذا راوا تجارۃ تا آخر

(بخاری کتاب التفسیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ طبع مصر ۱۳۲۳ھ)

اگرچہ بارہ اصحاب کا نماز میں حاضر رہنا لکھا ہے مگر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ

لم یبق مع النبی صلعم الا رجلان وامراۃ ۔	یعنی ۔ اللہ صلعم کے ساتھ صحابہ میں سے صرف دو مرد اور ایک عورت نماز میں باقی رہ گئے تھے

الحاصل جو لوگ نماز چھوڑ کر چلے گئے یہ وہی اصحاب ہوں گے جن کا پیشہ تجارت تھا ۔ جیسا کہ کتب اہلسنت میں حضرت ابوبکر کا واسطے تجارت غلہ کے ملک شام میں جانا اور حضرت عمر کا خرید و فروخت کے لئے بازار میں گشت لگانا اور اس وجہ سے قرآن و احادیث سے

بے خبر رہنا درج ہے۔

اور سنئے کہ جناب شاہ صاحب صحابہ کے اس فعل کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ قحط کے دن تھے اس لئے اصحاب مضطربانہ خطبہ چھوڑ کر سودا خریدنے کو چلے گئے اور اصحاب سے ایسے فعل کا سرزد ہونا کچھ بعید نہیں ہے جب کہ خود انبیاء و مرسلین سے بھی یہ امور سرزد ہوئے ہیں اور ان پر خدا نے عتاب شدید کیا ہے۔ ہم اس عبارت کی نقل تحفہ سے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

ایں قصہ در ابتدائے زمان ہجرت واقع شدہ ہنوز از آداب شریعت واقف نہ شدہ بودند و ایام قحط بود و رغبت مردم بخرید غلہ زیادہ از حد بود دانستند کہ اگر کارواں بگذرد و باز نرخ گراں خواہد شد بایں جہات اضطراراً از مسجد برآمدند و صدور زلت از صحابہ و امتیان چہ بعید است جائیکہ از انبیاء و رسل زلات صادر شدہ باشد و بہ آنہا عتاب شدید از حضور الٰہی رسیدہ باشد۔

(از تحفہ اثنا عشری) صفحہ ۲۹۴ و طبع دیگر صفحہ ۱۸۹

(باب المطاعن طعن دوم)

یہ قصہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ کا ہے۔ اس وقت تک آداب شریعت سے لوگ واقف نہ تھے اور قحط کے دن تھے اس وجہ سے لوگوں کو غلہ خریدنے کی طرف رغبت زیادہ تھی اور جانتے تھے کہ اگر کارواں نکل گیا تو نرخ گراں ہو جائے گا ان وجوہ سے مضطربانہ مسجد سے نکل کر چلے گئے اور صحابہ اور امتیوں سے اس قسم کی لغزشیں صادر ہونا بعید نہیں ہے جبکہ انبیاء اور مرسلین سے بھی صادر ہوئی ہیں اور خدا کی طرف سے ان پر عتاب شدید نازل ہوا ہے۔

خیر شاہ صاحب اپنے اصحاب کی خاطر انبیاء و مرسلین پر جو چاہیں تہمام رکھیں خدا کا عتاب و عذاب بھی انبیاء علیہم السلام پر اور خوشنودی و رضامندی خدا صحابہ کے لئے تجویز کریں۔ مگر صحابہ کے فرار سے تو انکار نہیں ہے اور ہمارا مطلب اسی سے حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ زمرہ مومنین میں شمار نہیں کئے جا سکتے جو لہو و لعب اور مال و منال کے پیچھے نماز اور عبادت الٰہی ترک کر دیں جیسا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:۔

يا ايها الذين امنوا لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله

اے ایمان والو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے تم کو غافل

من یفعل ذلک فاولٰئک ھم الخاسرون کردیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔
(سورہ منافقون پ ۲۸)

اور یہ تو خود حضرت عمر نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا ہے کہ حالت نماز میں میرا خیال لشکر کے انتظام میں رہتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:۔

حضرت عمر حالت نماز میں انتظام لشکر سوچتے تھے

قال عمر انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ۔

چنانچہ شبلی صاحب نے بھی الفاروق میں منجملہ اوراوصاف کے یہ صفت بھی لکھی ہے۔

یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ حضرت عمر سے پہلے جن مضامین پر لوگ خطبے دیتے تھے وہ پند و موعظت فخر و ادعا قدرتی واقعات کا بیان رنج و خوشی کا اظہار ہوتا تھا ملکی پر پیچ معاملات خطبے میں نہیں ادا ہو سکتے تھے حضرت عمر پہلے شخص ہیں جس نے پولیٹیکل خطبے دئے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۵)

اس سے ظاہر ہے کہ جو مقام وحی خدا کی تفسیر کا تھا وہ اور کچھ قرار دیا گیا۔ پس یہ روایتیں اصحاب کی دنیا طلبی پر شاہد ہیں حالانکہ اللہ جل شانہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جا بجا دنیا کی مذمت کی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیٰوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیر وابقیٰ۔
(پارہ ۱۶ - سورہ طٰہٰ - ع ۸)

اور زندگانی دنیا کی جن جن چیزوں سے ہم نے کفار کے مختلف گروہ کو اس غرض سے نفع پہونچایا ہے کہ ہم ان کی آزمائش کریں تم اے رسول ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا اور تمہارے پروردگار کا عطیہ سب سے اچھا اور پائدار ہے۔

حالانکہ مومن وہ ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم رہے نماز رجوع قلب کے ساتھ یعنی خضوع و خشوع سے ادا کرے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ہ والذین ھم عن اللغو معرضون
(سورہ مومنون پارہ ۱۸)

بے شک ان مومنین نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو بیہودہ باتوں سے منھ پھرانے والے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ :-

تمہارا خشوع یہ ہے کہ سب باتوں سے آنکھ بند کر لو اور پوری توجہ افعال نماز کی طرف رکھو جس وقت نماز شروع کرو تو تم کو پورے خضوع و خشوع سے ختم کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کسی شخص کو نماز میں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو جوارح پر بھی اس کا اثر ہوتا۔

جناب امیر کی نماز میں محویت

اے بھائیو! اب تمہیں انصاف کرو کہ آیۂ شریفہ متذکرہ بالا کے مصداق وہ اصحاب ہیں جو نماز جمعہ میں مال دنیا کے لئے دوڑیں یا یہ کہ وہ خاصان خدا جن کی نسبت صاحب وما ینطق عن الھویٰ ارشاد فرمائیں کہ اے لوگو! علیؑ کے پیر سے اس وقت تیر نکالنا کہ جب نماز میں مشغول ہو جائیں جیسا کہ شقائق نعمانیہ میں ہے :-

ان علی بن ابی طالب ضرب فی بعض الغزوات بسھم فبقی نصلہ فی بدنہ فجزع عند قصد اخراجہ فصبروا حتی اشتغل فی الصلوٰۃ فاخرجوہ ولم یحس بذلک۔
(شقائق نعمانیہ)

کسی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ایسا تیر لگا کہ اس کی پیکان آپ کے بدن مبارک میں پیوستہ ہو گئی جب اس کے نکالنے کا قصد کیا تو آپ بہت بے قرار ہوئے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے قصد سے باز رہے پس جب حضرت نماز میں مشغول ہوئے تو موقع پا کر آپ کے جسم مبارک سے اس پیکان کو نکال لیا اور آنجناب کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

علاوہ اس کے صدہا روائتیں اس قسم کی کتب اہل سنت میں درج ہیں۔ صد حیف کہ جن اصحاب کے زہد و تقویٰ اور ایمان و اسلام کا یہ رنگ ہو جو اوپر مذکور ہوا وہ تو فلک اسلام کے مہر و ماہ ٹھہرائے جائیں اور جو وصی نبی اور نفس رسول ہو جس کی شان میں اللہ جل شانہ

ان الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت اولئک ھم خیر البریہ
(پارہ ۳۰)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اعمال شائستہ کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں۔

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انا مدینۃ العلم و علی بابہا

میں علم کا شہر ہوں اور اس شہر کا دروازہ علی ہیں۔

ارشاد فرمائیں اس بزرگوار سے جو احادیث وارد ہوں اہلسنت بغیر تائید دیگر اصحاب کے ان پہ اعتبار نہ کریں فاعتبروا یا اولی الابصار

واضح ہو کہ اصحاب جس طرح احکام دین و شریعت سے ناواقف تھے اسی طرح آداب رسالت سے بھی بے خبر تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم کی خدمت میں آتے تھے تو جہلا کی طرح حجرے کے باہر ہی سے آنحضرت صلعم کو بآواز بلند پکارتے تھے جس پہ یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین ینادونک من وراء	اے رسول جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے
الحجرات اکثرھم لا یعقلون	آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(پارہ ۲۶ حجرات)

اسی طرح آنحضرتؐ سے گفتگو میں بھی ادب و لحاظ بالائے طاق رکھتے تھے جس پر آیہ کریمہ

یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا	اے ایمان لانے والو مت بلند کرو اپنی
اصواتکم فوق صوت النبی الخ	آواز نبیؐ کی آواز پر الخ

شاہد ہے جو مسئلہ فضیلت صحابہ کے ذکر میں درج ہے۔ اس جگہ ہم ایک روایت اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں جس کے ملاحظے سے ظاہر ہوگا کہ یہ مذکورہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

بخاری نے ابن منذر سے و ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنی تمیم کے کچھ لوگ آئے تو حضرت ابوبکر نے آنحضرت سے کہا کہ ان لوگوں کا حاکم قعقاع بن معبد کو بنائیے اس پر حضرت عمر بولے اسکو نہیں بلکہ اقرع بن حابس کو انکا امیر کیا جائے یہ سنکر ابوبکر نے کہا تم تو میری مخالفت کرتے ہو حضرت عمر نے کہا مجھے تمہاری مخالفت منظور نہیں ہے ان باتوں میں جب دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تب اللہ جل شانہ نے ان کی تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ہشتم صفحہ ۸۳)

اسی طرح نسائی و ترمذی و بخاری میں ہے۔

فقال ابو بکر لعمر ما اردت الا خلافی قال ما اردت خلافک فارتفعت اصواتھما فی ذلک فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی	ابو بکر نے عمر سے کہا کہ تم میری مخالفت کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے آپ کے خلاف نہیں کیا۔ بس دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے مت بلند کرو
(منقول از معیار الفضائل ص۱۱۳ (بخاری ۱۳۲)	

مگر اس تاکید اور امتناعی حکم پر بھی اپنے پیغمبر سے بے ادبانہ اور گستاخانہ کلام اور شور وغل ہی کرتے رہے جس پر وقت وصیت حضرت عمر کا ان الرجل لیھجر کہنا اور حضرت کا فرمانا کہ

"اٹھ جاؤ میرے پاس سے خدا کے رسولؐ کے سامنے شور وغل اور لڑائی جھگڑا جائز نہیں ہے"

شاہد ہے۔ غرض بہتیرے خدا کے خالص و مخلص بندے ایسے تھے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ اپنے پیغمبر کی یاری و مددگاری میں سرگرم رہے اور راہ خدا میں اپنی جانیں نثار کر گئے جو زندہ رہے وہ حسب وصیت رسول اللہؐ قرآن و آلِ رسولؐ سے متمسک رہے اور با ایمان اس جہان فانی سے اٹھ گئے۔ اور لقد رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی رہنے کی بشارت حاصل کرکے روضۂ جنان میں داخل ہو گئے۔ ہر چند کہ اصحاب ممدوحین اہل سنت آنحضرت صلعم کے ساتھ برابر بظاہر نمازوں اور جہادوں میں شریک رہے اور سفر و حضر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب اور ہمیشہ وعظ و نصیحت سنتے رہے۔ مگر بقول امام غزالی صاحب بعد رحلت آنحضرت صلعم اپنی حالت اصلی پر عود کر گئے اور جیسے رسولؐ صلعم کے پہلے مخالف تھے بفحوائے آیہ شریفہ

فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ۔	پھر انھوں نے اس عہد کو پس پشت ڈالا اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ پس یہ کیا برا (سودا ہے) جو یہ لوگ خرید رہے ہیں۔
(پارہ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۹)	

پھر مخالف ہو گئے۔

ہوتے گئے، اور اصحاب ثلاثہ کی بزرگیوں کا چرچا ہوتا گیا۔ شیخ ابو جعفر اسکافی اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں لوگوں کو انعام و اکرام دیکر اصحاب ثلاثہ اور خلفائے بنو امیہ کی فضیلت اور آل رسولؐ اولاد بتولؑ کی مذمت میں بے شمار حدیثیں وضع کرائی گئیں حتیٰ کہ تقریباً سو برس تک علیؑ اور اولاد علیؑ پر مسجدوں میں بالائے منبر تبرے ہوتے رہے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی، اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔

"کان بنو امیة یسبون علیؑ بن ابی طالب فی الخطبة فلما ولی عمر بن عبد العزیز ابطله کتب الی نوابه بابطاله وقرء مکانه ان الله یامر بالعدل والاحسان الآیة فاستمرت قراءتها فی الخطبة الی الان"

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ محمدی لاہور ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۲ء

بنو امیہ کا قاعدہ تھا کہ خطبوں میں حضرت علیؑ کی شان میں بے ادبی کرتے تھے، جب عمر بن عبد العزیز حاکم بنا تو اس نے اپنے عمال اور حکام کو فرمان جاری کیا کہ ایسا نہ کیا جائے، اور بجائے ان خلاف ادب الفاظ کے حکم دیا کہ یہ آیت پڑھی جائے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان چنانچہ اس کی تعمیل اب تک ہوتی چلی آئی۔

لیکن فتنہ پردازوں، مفسدوں کو خاندان رسالت سے ایسی قلبی عداوت تھی کہ ان کے فضائل کا سننا تو درکنار ان کے مداحین و منسوبین کو طرح طرح تکلیفیں دیتے تھے، اور آل رسول کی مودت و عقیدت رکھنے کے جرم میں ان کو برسوں مقید رکھتے تھے اور قسم قسم کے ظلم و ستم کے ساتھ ہلاک کرتے مگر ارشاد خداوندی کے مطابق۔

یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله مُتم نوره ولو کره الکافرون۔ پ سورہ صف

وہ چاہتے ہی ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ اگرچہ کافروں کو برا لگے۔

وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچے، چنانچہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ "لوگوں نے حضرت علیؑ کی بزرگیوں کو عداوت کی وجہ سے بہتر چھپایا، بلکہ آپ کی مذمت میں نہایت کوشش کی پھر بھی حضرت کے فضائل کی کثرت حیرت انگیز ہے پس جبکہ ایسا ارادہ کر کے بڑے بڑے لوگ کامیاب نہ ہو سکے تو شاہ صاحب کیا؟ ان کی کوشش کیا؟ بلکہ جس قدر نور خدا کے بجھانے میں سعی و اہتمام کیا گیا، اسی قدر ان خاصان خدا کا نام روشن ہوا اور چمکا، گو باد مخالفت چلتی رہی۔ مزاحمت ہوا کی، مگر خاص و عام کی نظروں میں ان کی توقیر و منزلت یہ بڑھی کہ خدائے پاک نے ان کے فضائل و مناقب خود ان کے مخالفین و معاندین کی زبان و قلم سے ظاہر کرا دئے اور ان کے

قال

اے یارو! تم کو تو اسلام کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی نہ کرنا چاہئے اگر پیغمبر صاحب کے ایمان لانے والوں میں سے سو دو سو ہزار پانسو کو تم کافر کہتے یا ان لوگوں کو جو بعد علیہ السلام مسلمان ہوئے منافق جانتے تو بھی صبر آتا مگر افسوس تو اس بات پر آتا ہے کہ تم انھیں کو منافق بناتے ہو جنھوں نے خدا کے دین کو جاری کیا اور ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں سے جو حضرت پر ایمان لائے سولے چار چھ شخصوں کے کسی کو اچھا نہیں سمجھتے بھلا کیونکر ایسے عقیدے پر تعجب نہ آئے اور کیونکر تمہاری اس گمراہی پر افسوس نہ ہو۔

تنبیہ انھیں اصحاب کو منافق بتاتے ہیں جنہوں نے ایمان پھیلایا۔

اَقُولُ

شیعہ چار چھ اصحاب کو اس لئے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں کہ بعد وصی رسول مقبول صلعم کل صحابہ کبار میں یہی افضل تھے جن کی فضیلت میں مخصوص آیات اور احادیث نبوی وارد ہیں جو جلد سوم میں ناظرین کے ملاحظہ سے گذریں گے چوں کہ بوجہ اس منزلت کے جو پیش خدا و رسولؐ ان بزرگوں کی تھی اصحاب ممدوحین ان سے کدورت و عناد رکھتے تھے علی الخصوص حضرت عثمان غنی نے محض اظہار امر حق پر ان بزرگوں کے ساتھ طرح طرح کے ظلم وستم روا کئے کہ کسی کو شتر بے کجاوا پر سوار کرا کے شہر بدر کیا۔ کسی کو اپنے غلاموں سے پٹوایا۔ کسی کا حق تلف کیا۔ لہٰذا اصحاب اہل سنت کی نگاہوں میں بھی کھٹکتے ہیں جیسا کہ جناب شاہ صاحب ان بزرگوں کی شان میں فرماتے ہیں کہ (خوب شد کہ بسزائے خود رسیدند) اور ان کے دیگر اصحاب جو صدق دل سے ایمان لائے اور اپنے پیغمبر کی وصیت کے موافق کتاب خدا اور عترت رسولؐ خدا کا ساتھ دے کر باایمان اٹھ گئے امامیہ ان کی بزرگیوں اور فضیلتوں کے دل سے معتقد ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

پس خدائے پاک نے جو تعریفیں اصحاب کی اپنے کلام پاک میں کی ہیں اور اپنی خوشنودی و مغفرت کی بشارت دی ہے وہ اصحاب مومنین کی شان میں ہیں نہ کہ منافقین کی جن کی مذمت میں ربع قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔

اے بھائیو! آپ صاحبوں کو البتہ اسلام کا نام لینا اور پیغمبر خدا صلعم کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی نہ کرنا چاہئے۔ کاش اگر پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب میں سے آپ کسی اور کو اچھا سمجھتے تب بھی صبر آتا مگر افسوس تو اس بات پر آتا ہے کہ جنھوں نے اپنے پیغمبر کے حکم کو ہذیان سمجھا جنھوں نے حرص دنیا کے پیچھے اپنے پیغمبر کی نماز جنازہ تک نہ پڑھی جنھوں نے آل رسولؐ کے حقوق برباد کئے اور ان کو تباہ و تاراج کیا۔ تم انھیں حضرات کو کل امت سے مرتبہ میں اعلے و افضل اور ایمان و اسلام میں بہتر و کامل سمجھتے ہو اور فلک

اسلام کا چہرہ ماہ بتاتے ہو اور باوجودیکہ تم جانتے ہو کہ ان اصحاب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی اور یہ مخالفت کفر ہے مگر تم ان کی محبت میں آیۂ کریمہ:-

الم یعلموا انہ من یحادد اللہ	کیا وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جس شخص نے
ورسولہ فان لہ نار جہنم	خدا اور رسول کی مخالفت کی تو اس میں
خالدا فیہا ذلک الخزی العظیم	شک نہیں کہ اس کے لئے جہنم کی آگ تیار
(سورہ توبہ رکوع ۸)	رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا
	یہی تو بڑی رسوائی ہے۔

کو پس پشت ڈالتے ہو۔ ان کی خاطر ان کلمات سے (صد ہزار آفرین و تحسین بر دقت نظر عمر است اگر آنحضرت دریں حالت چیزے جدید کہ سابق در کتاب و شریعت نیامدہ نوبیساند موجب تکذیب آیہ الیوم اکملت لکم دینکم خواہد بود) رسالت و نبوت پر داغ لگاتے ہو پھر بھلا کیونکر تمہارے اس عقیدے پر تعجب اور کیونکر تمہاری اس فہم و فراست اور ایمان و اسلام کے دعوے پر تاسف نہ ہو قولہ تعالیٰ

ومن یعش عن ذکر الرحمان	اور جو شخص خدائے رحمٰن کی نصیحت سے
نقیض لہ شیطانا فھو لہ	آنکھیں بند کرلے گا ہم اس کے لئے شیطان
قرین وانھم لیصدونھم	مقرر کردیں گے پس وہی ان کا ساتھی رہیگا
عن السبیل ویحسبون انھم	اور یقیناً وہی شیاطین تو راہ راست سے
مھتدون	روکتے رہیں گے اور وہ لوگ یہ گمان کرتے
(پ ۲۵ سورۃ الزخرف ع ۴)	رہیں گے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔

قال

چوتھی دلیل

ہم لوگ کیا شیعہ کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل ترین سعادات اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہیں ہے اس لئے آپ کی قبر مبارک دیکھنے اور آپ کے روضۂ انور کی خاک آنکھوں سے لگانے کو غنیمت جانتے ہیں اور اس کو بہترین عبادت سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے تو وہ بڑے بزرگوں میں شمار کیا جاتا ہے اور درحقیقت جب تک نہایت نیک و پرہیزگار نہ ہو وہ خواب میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا۔ پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم ان لوگوں کی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کریں جو برسوں حضرت کی زیارت کرتے اور ہر لحظہ و ہر ساعت آپ کے دیدار سے مشرف اور ہمکلام ہوتے رہے۔

اقول

جس طرح آپ نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے شرف سے اصحاب کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ اسی طرح دیگر علمائے اہل سنت بھی نغمہ سرا ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وخود کدام دلیل در فضیلت صحابہ واضح ترین ازیں باشد کہ بے واسطہ جمال مصطفےٰ صلعم را دیدہ وبا وے صحبت داشتہ ودین وقرآن از زبان وے شنیدہ وباوجود ہیچ فضل وہیچ کرامتے بفضیلت نظر بہ جمال مصطفےٰ صلعم نرسد۔ (مدارج النبوۃ)	اس سے بڑھ کر کوئی اور دلیل صحابہ کی فضیلت میں کیا ہوسکتی ہے کہ بلا واسطہ انھوں نے آنحضرتؐ کا جمال پاک دیکھا اور آپ کی صحبت میں رہے، اور دین وقرآن زبان مبارک سے سُنا پس آنحضرت کے جمال پر نظر کرنا ہی ایسا شرف ہے جس کو کوئی مرتبہ اور درجہ فضیلت نہیں پہونچتا۔

لیکن بوجوہ چند اس دلیل سے نہ تو اصحاب ثلٰثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے نہ ان کی فضیلت

(پہلی وجہ) اگر شرف زیارت ہی افضل ترین سعادت اور بہترین تقربات سے ہے تو اس فضیلت میں جمیع اصحاب اور ان کے ساتھ منافقین بھی شامل ہیں اس صورت میں اہل سنت صحابہ ثلٰثہ ہی کو کس لئے تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں۔

(دوسری وجہ) اگرچہ شرف زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علمائے اہلسنت صحابہ کو افضل ٹھہراتے ہیں لیکن خود ہی اس شرف سے اپنے اصحاب محمد پر ان لوگوں کو فضیلت دیتے ہیں جو آنحضرت پر بغیر دیکھے ایمان لائے تھے چنانچہ تفسیر در منثور علامہ سیوطی جلد اول صفحہ ۲۶ میں ہے۔

(پہلی حدیث) اخرج البزار وابو یعلی والذہبی فی فضل العلم والحاکم وصححه عن عمر بن الخطاب بسناد اور ذہبی لب صحیح عمر ابن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز

قال کنت جالسا مع النبی فقال انبئونی بافضل اھل الایمان ایمانا قالوا یا رسول اللہ الملئکۃ قال ھم کذلک و یحق لھم وما یمنعھم وقد انزلھم اللہ المنزلۃ التی انزلھم بھا قالوا یا رسول اللہ الانبیاء الذین اکرمھم اللہ بالرسالۃ والنبوۃ قال ھم کذلک و یحق لھم وما یمنعھم وقد انزلھم اللہ المنزلۃ التی انزلھم بھا قالوا یا رسول اللہ الشھداء الذین استشھدوا مع الانبیاء قال ھم کذلک و یحق لھم وما یمنعھم وقد اکرمھم اللہ بالشھادۃ مع الانبیاء بل غیرھم قالوا فمن یا رسول اللہ قال اقوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یومنون بی ولم یرونی و یصدقونی ولم یرونی یجدون الورق المعلق فیعملون بما فیہ ھؤلاء افضل اھل الایمان ایمانا

حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت نے اصحاب سے پوچھا سب سے بڑھ کر افضل ایمان میں کون ہے لوگوں نے بہ ترتیب ملائکہ انبیاء و شہداء کے نام لئے آنحضرت نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں حالانکہ وہ سب باتیں خود مشاہدہ کرتے ہیں اور خدا نے ان کو یہ مدارج دئے ہیں۔ سب نے عرض کیا کہ آپ ہی فرمائیں حضرت نے فرمایا وہ لوگ جو کہ اصلاب الرجال میں ہیں۔ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہمارے بعد آئیں گے اور ہم پر بے دیکھے ایمان لائیں گے۔ وہ ایک ورق لٹکا ہوا پائیں گے۔ اور جو کچھ اوس میں ہو گا اس پر عمل کریں گے پس یہ لوگ بلحاظ ایمان کل اہل ایمان سے افضل ہیں۔

یہی دوسری روایت میں ہے کہ جب صحابہ نے اپنی افضلیت کا دعوی کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

الا ان اعجب الخلق الی ایمانا لقوم یکونون من بعدکم یجدون صحفا

سب سے زیادہ تعجب خیز ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے جو ایک

کتاب یومنون بما فیہ

صحیفہ پائیں گے اور اس کے لکھے ہوئے پر ایمان لائیں گے۔

(درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۶)

۳ تیسری روایت طبرانی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر زیارت ایمان لانے والوں کو اپنا بھائی فرمایا ہے:۔

اعجب الناس ایمانا قوم یجیئون بعدی یومنون بی ولم یرونی و یصدقونی ولم یرونی اولئک اخوانی۔

(ایضاً صفحہ ۲۶ درمنثور جلد اول ص ۲۶)

تعجب خیز ایمان ان لوگوں کا ہے جو ہمارے بعد ہوں گے وہ بغیر ہم کو دیکھے ایمان لائیں گے اور ہماری تصدیق کریں گے اور وہ لوگ ہمارے بھائی ہوں گے

۴ چوتھی روایت اسماعیلی کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

اولئک اخوانی وانتم اصحابی

(ایضاً)

وہ لوگ ہمارے بھائی ہوں گے اور تم ہمارے اصحاب ہو۔

۵ پانچویں روایت ابن شیبہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یالیتنی قد لقیت اخوانی

(ایضاً صفحہ ۲۶)

کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔

۶ چھٹیں روایت ابن عساکر سے ہے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:۔

انتم اصحابی واخوانی قوم یاتون من بعدی یومنون بی ولم یرونی ثم قرء الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ۔ الخ

(جلد اول ص ۲۶)

تم ہمارے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ قوم ہیں جو بے دیکھے ہم پر ایمان لائیں گے پھر آیہ "یومنون بالغیب" الخ کی تلاوت فرمائی۔

ساتویں۔ حدیث صواعق محرقہ کی صفحہ ۱۲۸ سے پیش کی جاتی ہے جو خاص افضل الصحابہ سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے:۔

واخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ صلعم قال یا ابابکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابو بکر یا رسول اللہ صلعم

انس سے روایت ہے کہ حضرت صلعم حضرت ابی بکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کاش کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا ابو بکر نے کہا

یعنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا ابوبکر تم تو میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے

نحن اخوانك قال لا انتم اصحابی[ی] اخوانی الذین لم یرونی[ی] وصدقونی[ق] واحبونی حتی لانی احب الی احدهم[ہم] من ولدہ ووالدیہ قالوا یا رسول اللہ نحن اخوانك قال لا انتم صحابی

ہم لوگ ہی تو آپ کے بھائی ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا نہیں تم لوگ بھائی نہیں ہو بلکہ اصحاب ہو ہمارے بھائی وہ لوگ ہونگے جو بے دیکھے ہم پر ایمان لائیں گے اور تصدیق کریں گے اور ہماری محبت ان کے دلوں میں اولاد و والدین سے زیادہ ہوگی پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ تو آپ کے بھائی ہیں فرمایا نہیں تم اصحاب ہو۔

اگرچہ اہل سنت نے جو اپنے حسن عقیدت باطلہ سے اپنے اصحاب کو فضیلت دے رکھی ہے وہ ان روایتوں سے ہوا ہو گئی لیکن بقول شاعر ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

اس فضیلت کو جس پر جناب محدث دہلوی ان الفاظ میں:-

"ہیچ فضل و ہیچ کرامتے بہ فضیلت نظر بہ جمال مصطفےٰ صلعم نرسد"

ناز فرماتے ہیں خود ان ہی کے قول مندرجہ مدارج النبوۃ سے ہبا منثورا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ:-

در حدیث آمدہ کہ پرسیدند یا رسول اللہ ہیچ کسے از ما کہ بتو ایمان آوردیم و ہمراہ تو جہاد کردیم بہتر از ما باشد رسول اللہ فرمود صلعم آری کسیکہ بعد از شما بیایند و نادیدہ بمن ایمان آرند بہتر از شما باشند و بعض مفسرین یؤمنون بالغیب را ہم بدیں معنی تفسیر کنند

اصحاب نے رسول اللہ سے پوچھا کہ ہم سے جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے رہے کوئی اور بہتر و برتر ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں وہ لوگ تم سے بہتر ہیں جو کہ بعد تمہارے آئیں گے اور بغیر دیکھے ایمان لائیں گے، بعض مفسرین نے یؤمنون بالغیب کی یہی تفسیر کی ہے۔

اصحاب ثلثہ کی عدم فضیلت پر وہ روایت بھی شاہد ہے جو اسی معنی میں ہے جس کا ماحصل مطلب یہ ہے

اسماء بنت عمیس کی [illegible]

"ایک دن اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر بن ابی طالب ام المومنین حضرت حفصہ

سے ملنے آئیں۔ اسماء نے حضرت جعفر کے ہمراہ حبش کو ہجرت کی تھی اس وقت حضرت عمر بھی وہاں موجود تھے اور حضرت حفصہ سے پوچھا یہ عورت کون ہے انھوں نے کہا اسماء بنت عمیس ہے یہ سن کر حضرت عمر بولے زن حبشیہ یہی ہے۔ یہ کہہ کر اسماء سے فرمایا ہم کو ہجرت میں تم پر فضیلت ہے اسماء نے جواب دیا کیونکر ہم سے افضل ہو سکتے ہو اس لئے کہ ہم نے بجز نجاشی کے کفار حبش کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور تم یہاں امن و امان میں رہے یہ کہہ کر اسماء پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان باتوں کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت نے سن کر فرمایا کہ تم پر عمر اور ان کے احباب کو میرے پاس ہرگز مرتبہ نہیں ہے۔ ان کو ایک ہجرت ہے مکہ سے مدینہ اور تم کو دو ہجرت ہیں ایک مکہ سے حبش اور دوسرے حبش سے مدینہ۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳)

سبحان اللہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اصحاب پر ان لوگوں کو جو نادیدہ ایمان لائیں گے مرتبہ دیں۔ اور حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمائیں کہ تم لوگ تو میرے اصحاب ہو بھائی نہیں ہو۔ میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے اور میری رسالت و نبوت کی تصدیق کریں گے اور مجھ کو اپنے والدین سے بڑھ کر عزیز رکھیں گے۔

بخلاف اس کے اہل سنت اپنے اصحاب کو افضلیت دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں تحریف کر کے اپنے مذہب کا رنگ جمائیں۔ کیا خوب ہر چند کہ اہل سنت اصحاب کو زیارت کے شرف سے فضیلت دیتے ہیں مگر افسوس کہ ان کے اصحاب اس شرف میں بھی پورے نہ اترے کہ باوجود شرف زیارت و قربت رسول ان حضرات کو اپنے پیغمبر کا حلیۂ مبارک بھی معلوم نہ تھا جیسا کہ ذخائر العقبیٰ میں ہے۔

حضرت ابوبکر آنحضرت کا حلیہ مبارک نہ بتا سکے

عن ابن عمر قال ان الیہود جاؤا الی ابی بکر فقالوا اصف لنا صاحبک فقال معشر الیہود لقد کنت معہ فی الغار کاصبعی ھاتین ولقد صعدت معہ جبل حراء وان خنصری لفی خنصرہ و	حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ یہود حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے رسول کا حلیہ بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے گروہ یہود اگرچہ بے شک میں غار میں حضرت سے مثل دو انگلیوں کے متصل رہا اور میں ان کے ساتھ کوہ حرا پر بھی چڑھا

لکن الحدیث عنہ شدید وھذا	کہ میری چھوٹی انگلی آپ کی چھوٹی انگلی میں تھی
علی ابن ابی طالب فاتی اعلیا فقالوا	مگر حضرت رسول اللہ صلعم کا حلیہ بیان کرنا
یا ابا الحسن صف لنا ابن عمک	مشکل ہے۔ یہ علی موجود ہیں ان سے پوچھ لو وہ
فوصفہ لھم	لوگ حضرت علی کے پاس آئے کہا کہ اپنے بھائی
	کا حلیہ بیان کرو، انھوں نے بیان کردیا۔

الحاصل خدائے پاک کے نزدیک وہی لوگ افضل و اعلے ہیں جو سب میں زیادہ زاہد و ابرار ہوں، جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم	اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک
	تم میں سب سے بڑا عزت والا وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔

اور یہ جامہ خیاط ازل نے آل رسولؐ ہی کے اجسام پاک پر روز ازل سے قطع کیا تھا۔ اصحاب ممدوحین کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی لہذا ان کو نہ تو قربت اور صحبت ہوئی۔ سے کچھ فضیلت حاصل ہوسکتی ہے نہ جمال مصطفویؐ کی زیارت سے سعادت و منزلت ؎

ہر کہ آورد سے بہ بہبود نداشت	دیدن روئے نبیؐ سود نداشت

خار گل کے پہلو میں رہتا ہے مگر باوجود قربت و صحبت پھر بھی خار کا خار ہی رہا۔ گل کی صحبت سے اس کو کچھ بھی توقیر نہ ملی کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہر آب جہاں میں آب حیوان نہ ہوا	بے شک خر عیسیٰؑ کبھی انساں نہ ہوا
نا اہل جو نیکوں میں رہے کیا حاصل	دیکھو کہ ابو جہل مسلماں نہ ہوا

دشمنوں اور حاسدوں کے معائب و مثالب کی روائتیں، حدیثیں اور تفسیریں۔ انھیں محدثین ومفسرین ومتکلمین اور خاص امام بخاری ومسلم کے قلم سے لکھوا دیں۔ حالانکہ کسی اہل مذہب سے جو اپنے پیشواؤں کی بزرگی کا معتقد ہو اس سے ان معائب کی روایتوں کی توقع رکھنا، یا جس کسی کے معائب کا وہ معتقد ہو اس کے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدائے پاک نے اپنی حجت تمام کرنے کی غرض سے اہل سنت کو مجبور کر دیا کہ انھوں نے اپنے اصحاب کمروحین کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا ہے، جیسا کہ جناب قبلہ وکعبہ صوارم میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہر چند از اہل مذہبے کہ روایات مطاعن شخصے کند توقع روایات فضائل آن شخص داشتن بیجاست وہم چنیں بالعکس، لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ انماماللحجہ۔ قلوب مخالفین جناب امیر المومنین علیہ السلام راچناں مسخر گردانیدہ کہ باوجود اینکہ بنا بر تقرب سلاطین بنی عدی و بنی تیم و بنی امیہ اخبار فضائل آنہارا بسیار وضع نمودہ اند چوں دروغ گورا حافظہ نباشد ہماں مخالفین از غایت نافہمی باعجاز جناب امیر المومنین ع باز مثالب اصحاب ثلاثہ واتباع ایشاں را ہم مذکور ساختہ اند وعلماء ومحدثین ایشاں چنیں احادیث واخبار در کتب ومصنفات خود مندرج فرمودہ اند۔

اگرچہ کسی ایسے اہل مذہب سے جو کسی شخص کے مطاعن کی روایت کرے اس سے اسی شخص کے فضائل کے روایت کرنے کی توقع کرنا بیجا ہے۔ اسی طرح اس کے عکس جو کسی کے مناقب بیان کر رہا ہو تو اس سے اس شخص کے مثالب کی توقع کرنا بھی بیجا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کے پورا کرنے کی غرض سے جناب علی مرتضیٰ کے دشمنوں کے دلوں کو ایسا مسخر کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ان کو بنی عدی (ابوبکر) بنی تیم (عمر) اور بنی امیہ (معاویہ وغیرہ) کے بادشاہوں سے تقرب حاصل کرنا تھا۔ بہت سی روایات ان کے فضائل میں وضع کیں اور چونکہ جھوٹے کو کہی ہوئی بات یاد نہیں رہتی اس لئے انھیں مخالفین نے اپنی نہایت ناسمجھی میں جناب امیر علیہ السلام کے اعجاز سے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین کے معائب بیان کئے ہیں، اور ان کے علماء اور محدثین نے ایسی حدیثیں اور روائتیں اپنی اپنی کتابوں اور تصنیفوں میں درج کی ہیں۔

بس اب (صاحب آیات بینات) جناب شاہ صاحب اور مولوی حیدر علی فیض آبادی وغیرہم کے کلام کو ہیچ باور کرکے انھیں کی طرح جھوٹی روایتوں اور وضعی حدیثوں سے مذہب اہلسنت والجماعت کو اپنی سحر بیانی سے سچا بنانے کی کوشش کریں گے۔ تو ہم بھی انھیں کے اقوال بلکہ تمام محققین ومحدثین اہل سنت بالخصوص امام بخاری ومسلم کی زبان قلم سے ان کا باطل ہونا اسلامی

قال

اور نہ صرف صحبت اور زیارت پائی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم وخوشی میں شریک رہے اور آپ کی یاری ومددگاری اعلاء کلمۃ اللہ میں کرتے رہے ؎

از وطنہا ہجرت کردند　　برالہا مصابرت کردند
در سفر ہمرکاب او بودند　　در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار وحی دیدہ ازو　　ہمہ اسرار دین شنیدہ ازو
بانبی در شدائد و اہوال　　بذل ارواح کردہ اموال
پایۂ دین بلند از ایشاں شد　　کار شرع ارجمند از ایشاں شد
رضی اللہ عنہم از سوئے حق　　بہر ایشاں بشارت مطلق

غرض کہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ الثنا کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اس کو نہیں پاتی نہ کہ جب اس کے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ میں موجود ہوں تو ان کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہوسکتی ہے۔

اقولؔ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت سے تو ان کو کچھ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاں اہل سنت اپنی طرف سے دے رہے ہیں اور یہ صریح رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مخالفت ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں جو کچھ اپنے پیغمبر کی رفاقت وحمایت ان رفقا نے کی ہے وہ ظاہر ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے کہ وقت نصرت ؎

گر کس نہ بد ز ان دلیراں بجا — رسولؐ خدا ماند و شیر خدا
نہ کس از مہاجر نہ انصار ماند — علیؑ ماند یا تیغ خونخوار ماند
چہ بکر و چہ زید و چہ عمرو ولید — شدند آن زمان از نظر ناپدید
یکے زد بعرض و دگر زد بطول — نہ خوف از خدا و نہ شرم از رسولؐ

یہی حال خدا کی راہ میں ایذائیں اٹھانے اور ہجرت کرنے کا ہے جیسا کہ حسب بیان مفسرین و محدثین و مورخین و مجتہدین اہل سنت اور حضرت اسمٰعیل بخاری شعب ابو طالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تین سال تک تکلیفیں اٹھانا اور ان رفقا کا اپنی قوم میں امن و امان سے رہنا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ وہ اور ہی جاں نثار تھے جنھوں نے اعلاء کلمۃ اللہ میں مشرکین و کفار کے خون کے دریا بہائے اور اپنے پیغمبر کی وصیت پر عمل کر کے باایمان دنیا سے اٹھ گئے وہی بزرگوار ؎

پایۂ دین بلند از ایشاں شد — کار شرع ارجمند از ایشاں شد

کے مصداق ہیں۔ اس لشکر خدا کے سردار شاہ ذوالفقار کرار غیر فرار غالب کل حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام تھے جن کی شجاعت و صلابت کا مخالفین بھی لوہا مانے ہوئے ہیں۔ یہی انصار نشر اعلاء کلمۃ اللہ میں خدا و رسولؐ کی یاری و مددگاری کرتے رہے۔ انھیں جاں نثاران خدا کی شان میں ہے ؎

رضی اللہ عنھم سوئے حق بہرالشان بشارت مطلق

نہ کہ ان لوگوں کی شان میں ہے جو ثم ولیتم مدبرین کے مصداق ہیں۔

غرض ان رفقاء کا اپنے پیغمبر کو دشمنوں میں چھوڑ کر فرار ہونا ہی ایک ایسی معصیت ہے کہ کوئی برائی اس کو نہیں پہونچ سکتی۔ نہ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ عدل نہ کرنے کا الزام لگانا حدیث ثقلین سے انحراف کرنا۔ لشکر اسامہ سے تخلف اور تحریر وصیت میں مزاحمت کرنا حکم رسول اللہ کو ہذیان بتانا۔ جگر گوشۂ رسول صلعم کو ایذائیں دینا آل رسول کے حقوق ضبط کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو پس پشت ڈالنا۔ حرص وہوا کے ساتھ احکام خدا اور رسول میں دخل دینا۔ اور امور شریعت میں آیات و احادیث کے بجائے اپنے قیاس سے کام لینا۔ وغیرہ وغیرہ ذاتی صفات موجود ہوں تو پھر ان کے مطاعن کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اور مداحوں کی فرضی مدح سرائیاں ان ممدوحین کے کام کب آسکتی ہیں ؎

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ بآب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد

اس موقع پر اپنے بھائیوں سے داد و انصاف چاہتا ہوں کہ جب وہ اپنے اصحاب ممدوحین کو محض جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و زیارت کی وجہ سے تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں تو کیا اسی دلیل سے اصدق الصادقین۔ سید المسلمین۔ امیر المومنین۔ امام المتقین۔ نفس رسولؐ۔ زوج بتولؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی افضلیت اصحاب پر ثابت نہیں ہوتی جو سید الوصیین نہ صرف اصحاب بلکہ نفس رسولؐ اور برادر رسولؐ بھی تھے پھر جو شفقت و محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان جناب سے تھی اس کا شمہ بھی اوروں کو حاصل نہ تھا۔ دو چار حدیثیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں :-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ	ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
قال کنا والعباسؓ عند رسول اللہ	ہے کہ ایک دفعہ میں اور میرے والد عباس
صلی اللہ علیہ وسلم ان علیاً دخل	رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھے تھے کہ جناب
علیؑ وسلم فرد علیہ رسول اللہ	امیرؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
صلی اللہ علیہ وسلم فقام الیہ وعانقہ	میں تشریف لائے۔ سلام کیا۔ آنحضرت نے

وقبل ما بین عینیه ثم اجلسه عن یمینه فقال العباس اتحب هذا یا رسول الله فقال یا عم والله لله اشد حبا منی ان الله جعل ذریة کل نبی فی صلبه وجعل ذریتی فی صلبه۔ (اخرجه ابو الخیر الحاکمی)

(ارجح المطالب صفحہ ۲۵ باب سوم)

جواب سلام دیا۔ پس حضرت ان کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے معانقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اپنی داہنے پہلو میں بیٹھایا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کو بہت پیارے ہیں حضرت نے فرمایا اے چچا واللہ خدا کے لئے مجھ سے زیادہ پیارے ہیں۔ پروردگار نے ہر ایک نبی کی اولاد اس کی صلب سے پیدا کی ہے اور میری اولاد اس کے صلب سے پیدا کی۔

دوسرا

عن ام عطیة قالت بعث النبی صلی الله علیه وسلم جیشا فیهم علیا فسمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو رافع یدیه یقول اللهم لا تمتنی حتی ترینی علیا۔

(اخرجه الترمذی ایضا صفحہ ۵۰۵)

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا میں نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے کہ الٰہی تو جب تک مجھے علی کو نہ دکھا دے تب تک مجھے موت نہ دے۔

تیسرا

عن ام المؤمنین عائشة رضی الله عنها قالت لما حضر رسول الله صلی الله علیه وسلم الموت قال ادعوا الی حبیبی فدعوت له ابا بکر فنظر الیه ثم وضع راسه فقال ادعوا الی حبیبی فدعوا له عمر فنظر الیه ثم وضع راسه فقال ادعوا الی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا له علیا فوالله ما یرید غیره

جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے انتقال کا وقت آگیا تو حضرت نے فرمایا میرے دوست کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا حضرت صلعم نے ان کو دیکھ کر سر اقدس واپس تکیہ پر رکھ دیا اور فرمایا میرے محبوب کو بلاؤ میں نے عمر کو بلا بھیجا حضرت صلعم نے ان کو بھی دیکھ کر سر اقدس بالین پر رکھ دیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے لوگوں سے کہا افسوس ہے تم پر علی کو

ثم رآه اخرجا ثوب الذي كان
عليه ثم ادخله فيه ثم لم يزل
يحتضنه حتى قبض ويده عليه
(اخرجه الدار قطني)
(ایضاً صفحہ ۵۰۵ و طبع دیگر صفحہ ۲۹۶ چوتھا باب)

چوتھی

عن ابن عباس قال ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم صعد المنبر
فخطب الناس فحمد الله واثنى
عليه فوعظ وخوف وحذر ثم
بكى وقال اين علي بن ابي طالب فوثب
علي قائما على قدميه فقال ها انا
يا رسول الله فقال ادن مني فدنا
منه وضمه الى صدره وقبل بين
عينيه ثم بكى حتى سالت دموعه
على خده فقال باعلى صوته يا معشر
المسلمين هذا علي بن ابي طالب
هذا شيخ المهاجرين والانصار
هذا اخي وابن عمي ولحمي ودمي
هذا ابو السبطين الحسن و
الحسين سيد الشباب اهل الجنة
هذا مفرج الكرب عني هذا
اسد الله في ارضه وسيفه المسلول
على اعدائه فعلى مبغضه لعنة
الله ولعنة اللاعنين والله منه

کو بلا واسطہ اللہ حضرت ان کے سوا کسی دوسرے
کو طلب نہیں کرتے ہیں جب حضرت نے علیؑ کو
کو دیکھا تو اس چادر کو جو حضرت اوڑھے ہوئے
تھے اٹھایا اور علیؑ کو اس کے اندر لے لیا اور
انتقال فرمانے تک ان کو اپنے سینے سے لگائے
ہوئے تھے اور آپ کا ہاتھ علیؑ پر رہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر
خطبہ ارشاد کیا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد وعظ
فرمایا اور لوگوں کو آخرت کا خوف دلایا
اور وعید الٰہی سے ڈرایا اور پھر رونے لگے
اور فرمایا یا علیؑ بن ابی طالب کہاں ہیں جناب
امیر جلدی سے اچھل کر اپنے دونوں پاؤں
پر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ
میں حاضر ہوں حضرت نے ان کو اپنے نزدیک
بلایا جب وہ نزدیک گئے تو آپ نے ان کو
اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا
اور رونے لگے یہاں تک کہ رخسار مبارک پر
اشک جاری ہو گئے پھر باواز بلند ارشاد فرمایا
اے گروہ اسلام یہ علی ابن ابی طالب شیخ
المہاجرین والانصار ہے یہ میرا بھائی اور میرا ابن
عم اور میرا داماد اور میرا گوشت اور میرا خون
ہے یہ ابو السبطین یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ
کا باپ ہے جو اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار

بری وانا منہ بری فمن احب ان یبرأ من اللہ ومنی فلیتبرأ منہ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب (اخرجہ ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان محمد الواعظ الخرکوشی فی شرف النبوۃ)

ہیں یہ مجھ سے تکلیف کو دور کرنے والا ہے یہ خدا کی زمین پر خدا کا شیر ہے اور اس کے دشمنوں کے لئے اس کی برہنہ شمشیر ہے اس کے دشمنوں پر خدا اور لعنت کرنیوالے لعنت کرتے ہیں۔ اللہ ان سے بیزار ہے میں ان سے بیزار ہوں پس اگر کوئی خدا کی اور میری بیزاری کو چاہتا ہو اس سے بیزاری اختیار کرے۔ تم حاضرین میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں۔ (ارجح المطالب صـ ۱۵۔ ۳۹)

(پانچویں) جناب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب اپنے ترجمہ قرآن مجید میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ان کے حق میں پیغمبر صاحب نے دسیوں دفعہ کہا کہ لحمک لحمی ودمک دمی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فرمایا یعنی تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی) اور یہ بھی فرماتے تو ان کا اور پیغمبر صاحب کا گوشت پوست اور خون ایک تھا۔ وہ پیغمبر صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ ان کو پیغمبر صاحب نے بچپن سے بیٹوں کی طرح پالا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ علی طفل نوزائیدہ دودھ کیلئے روتے تھے وہ کسی عورت کی چھاتی منہ میں نہ لیتے تھے۔ پیغمبر صاحب اپنی زبان ان کو چوساتے اور وہ سیر ہو کر سو جاتے تھے ان کو سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ پیغمبر صاحب نے اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا کو ان سے بیاہ دیا تھا اور ان سے پیغمبر صاحب کی نسل چلی تھی وہ اپنی ذات سے بڑے لائق تھے کہ پیغمبر صاحب نے انا مدینۃ العلم و علی بابھا سے ان کی لیاقت کی تصدیق و توثیق کی تھی وہ شجاعت اور سخاوت اور خطابت اور زور مندی میں بے مثل تھے ان کی اصابت رائے پر پیغمبر صاحب کو کلی اعتماد تھا کہ نو عمری میں ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا جس رات کو کفار مکہ پیغمبر صاحب کو مار ڈالنے کے ارادہ سے رات بھر پیغمبر صاحب کا گھر گھیرے پڑے رہے پیغمبر صاحب ان کو اپنی جگہ لٹا کر چپکے سے باہر نکل آئے تھے ع

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

(اصلاۃ الامۃ)

(چھٹی) طرفہ تر یہ امر ہے کہ اہلسنت تو اس سند دمدمے اپنے اصحاب ممدوحین کو آلِ رسولؐ سے افضل ٹھہراتے ہیں لیکن خود اصحاب آلِ رسولؐ کی غلامی پر فخر و مباہات کیا کرتے تھے اور اس کو اپنی عزت و نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جناب راجہ سر کشن پرشاد سابق مدار المہام سرکار نظام اپنی تالیف رسالۂ دین حسینی صفحہ ۸۰ میں یہ روایت تحریر فرماتے ہیں کہ

اصحاب ثلاثہ آل رسول کی غلامی پر فخر کرتے تھے۔

ایک واقعہ یاد آیا جس کا تذکرہ ایک مرتبہ وعظ کی محفل میں سنا تھا جس میں اصحاب کبار کے اتحاد کا ذکر بھی آیا تھا وہ یہ ہے کہ کسی موقع پر حضرت عمرؓ کے فرزند حضرت امام حسینؑ سید الشہداء کے ساتھ کھیل کود میں شریک تھے ہمسنوں کا مجمع تھا۔ کسی بات پر جناب سید الشہداء نے حضرت عمر کے فرزند کو "غلام" کے لفظ سے منسوب کیا وہ روتے ہوئے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے تینوں اصحاب مسجد میں جمع تھے وجہ آزردگی دریافت کی حضرت عمر کے فرزند نے واقعہ بیان کیا ہر سہ صاحبان نے حضرت عمر کے فرزند کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ نے تجھ کو اپنے غلاموں میں شریک کیا بلکہ یہ ایک سند ہمارے سب کے لئے ہے فوراً جا کر حضرت سے لکھوا لے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس خطاب کے دوسرے مستحق ہو جائیں۔ (یہ واقعہ ضرور صحیح ہوگا۔ کیونکہ واعظ ایک نہایت معتبر صاحب تھے جن کے مستند و موثق ہونے کے ڈنکے بجے ہوئے تھے یعنی مولوی احمد خیر المبین صاحب)

(ساتویں) ازالۃ الخفا۔ کنز العمال۔ تہذیب الکمال لاسماء الرجال۔ اور ضیاء العینین میں ہے جس کی نقل یہ ہے کہ:۔

عن حسینؑ بن علیؑ قال	امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں جس
صعدت الی عمر ابن خطاب	کا ماحصل یہ ہے کہ ایک روز میں عمر
المنبر فقلت انزل عن منبر	بن خطاب کے پاس منبر پر چڑھ گیا۔
ابی واصعد منبر ابیک فقال	اور ان سے کہا کہ میرے والد کے منبر سے
ان ابی لم یکن له منبر فا	اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ انہوں
قعدنی معه فلما نزل ذهب	نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں
بی الی منزله فقال لی من علمك	ہے یہ کہہ کر مجھے اٹھا لیا اور اپنے پاس مجھے

ھذا فقلت ما علمنیہ احد قال فبینی انا وجعلت تاتینا وتغشینا قال فجئت یوما وھو خال بمعویۃ وابن عمر بالباب لم یؤذن لہ فرجعت فلقینی بعد فقال لم ارک اتیتنا فقلت انی جئت وانت خال بمعویۃ فرأیت ابن عمر بالباب فرجع ابن عمر فرجعت فقال انت احق بالاذن من عبد اللہ بن عمر انما انبت فی رؤسنا ما تری اللہ عز وجل ثم انتم۔

(ضیاء العینین صفحہ ۱۹)

بٹھا لیا تھوڑی دیر کے بعد وہ منبر سے اترے اور مجھے وہ اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے پوچھا یہ بات آپ کو کس نے سکھائی۔ میں نے کہا مجھے یہ بات کسی نے نہیں سکھائی یہ سن کر انھوں نے کہا اے صاحبزادے آپ اگر میرے پاس آیا کریں تو خوب ہو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ پھر میں ایک دن ان کے پاس گیا اس وقت معاویہ سے خلوت کئے ہوئے تھے ان کے فرزند عبد اللہ دروازے پر کھڑے تھے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی جب میں نے یہ حال دیکھا تو واپس چلا گیا اس کے بعد ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ پھر میرے پاس نہیں آئے میں نے کہا آیا تو تھا مگر آپ اور معاویہ خلوت میں تھے اور آپ کے فرزند عبد اللہ دروازے پر، جب وہ چلے گئے میں بھی چلا گیا یہ سن کر حضرت عمر نے کہا آپ اجازت پانے کے ابن عمر سے زیادہ مستحق ہیں یہ بال جو ہمارے سر میں ہیں ان کو خدائے تعالیٰ اور آپ لوگوں نے ہی اگایا ہے۔

(آٹھویں) عن ابن عباس قال لما فتح المدائن علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام عمر امر عمر بالانطاع فبسطت فی المسجد فاول من بدأ الیہ الحسن فقال یا امیر المومنین اعطنی حقی بما فتح اللہ علی المسلمین فقال عمر بالرحب

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر کی خلافت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے اصحاب پر مدائن کو فتح کیا حضرت عمر نے مال غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے جناب امام حسن علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے امیر المومنین ہمارا حق دیجئے اس چیز سے جو کہ اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں کے لئے فتح دی ہے حضرت عمر نے کہا کہ خوشی

الكرامة فامر له بالف درهم
ثم انصرف فبدأ اليه الحسين
فامر له بالف درهم
ثم انصرف فبدأ اليه
عبد الله بن عمر فامر له بخمس
مائة درهم فقال يا امير المومنين
انا رجل مشتد اضرب بالسيف
بين يدي رسول الله صلعم
والحسن والحسين طفلان
يدرجان في سكك المدينة
تعطيهما الف درهم و
تعطيني خمس مائة قال عمر
نعم اذهب فاتني باب
كابيهما وام كامهما
وجد كجدهما وجدة
كجدتهما وعم كعمهما
وعمة كعمتهما وخال
كخالهما فانك لا تاتيني به
ابوهما علي المرتضى و
امهما فاطمة الزهراء وجد
هما محمد المصطفى وجد
تهما خديجة الكبرى و
عمهما جعفر بن ابي طالب و
عمتهما ام هاني بنت ابي
طالب وخالتهما رقية وام

اور احترام سے۔ پس حضرت عمر نے ان کے
لئے ہزار درہم کا حکم دیا۔ ان کے بعد جناب
امام حسین علیہ السلام تشریف لائے
حضرت عمر نے ان کے لئے بھی ہزار
درہم کا حکم دیا۔ ان کے بعد عبد اللہ
بن عمر آئے حضرت عمر نے ان کے لئے
پانچ سو درہم کا حکم دیا۔ عبد اللہ کہنے
لگے کہ یا امیر المومنین میں مضبوط
آدمی ہوں جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تلوار سے لڑتا
تھا اور حسن و حسین لڑکے تھے اور
مدینہ کی گلیوں میں ٹہلا کرتے تھے آپ نے
ان دونوں کو تو ہزار ہزار درہم دئے اور
مجھے پانسو درہم دئے ہیں حضرت عمر نے
کہا ہاں جا اور میرے پاس ان کے باپ
سا باپ اور ان کی ماں سی ماں اور ان
کے نانا سا نانا اور ان کی نانی سی نانی
اور ان کے چچا سا چچا اور ان کی پھوپھی
سی پھوپھی اور ان کے ماموں سا ماموں
اور ان کی خالہ سی خالہ لے کر آ۔ مگر تو ہرگز
نہ لاسکے گا۔ ان کا باپ علی مرتضیٰ ان کی
ماں فاطمہ زہرا ہیں ان کے جد امجد محمد
مصطفےٰ صلعم ان کی جدہ کریمہ جناب بی بی
خدیجۃ الکبریٰ ان کے چچا جعفر طیار ان کی پھوپھی
ام ہانی بنت ابی طالب ان کی خالہ رقیہ

کلثوم بنتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخالھما ابراھیم۔	اور ام کلثوم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں) اور ابراہیم علیہ السلام ان کے ماموں ہیں۔
(اخرجہ ابوسعید السمان ارجح المطالب باب سوم صفحہ ۲۸۹)	

سبحان اللہ! زبان سے تو آل رسول کی عقیدت اور مودت اس طرح ظاہر کریں اور عملاً یہ کہ اپنے پیغمبر کی بیٹی کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لے کر جائیں چنانچہ ابومحمد سعید اللہ بن مسلم ابن قتیبہ کتاب الامامۃ السیاسۃ میں اس واقعہ کا تفصیلی حال یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"عمر ابن خطاب نے فاطمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا گھر میں سے نکلو ورنہ میں گھر کو آگ لگا دوں گا کسی نے کہا اے ابوحفص (حضرت عمر کی کنیت) اس گھر میں تو فاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں۔ حضرت عمر نے کہا ہوا کریں۔ (الامامۃ والسیاست ج ا صفحہ ۱۳)

(یہ اصل روایت آیات محکمات جلد سوم بحث خلافت میں نقل کی گئی ہے)

اس جگہ روایتوں کے نقل کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرات آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا آقا و سردار جانتے تھے اور آل رسولؐ کی غلامی پر فخر اور اسکو وسیلہ نجات سمجھتے تھے تو پھر ہمارے سنی بھائی کس بنا پر ان کو نفس رسولؐ پر خصوصاً اور آل نبیؐ پر عموماً افضلیت دیتے ہیں جو خود انھیں کے خلفاء کرام کے اقوال سے باطل ثابت ہوئی۔ واہ یہ خوب افضلیت ہے کہ خلفاء کرام تو اپنے آپ کو آل نبیؐ کا غلام بتائیں اور ان کے معتقدین و مقلدین بمصداق (مدعی سست گواہ چست) خطاب افضل البشر بعد نبینا ابی بکر و عمر عطا کر کے ان کو تمام امت سے درجے اور مرتبہ میں افضل و اعلیٰ ٹھہرائیں۔ حالانکہ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں:۔

عن عطاء قال سئلت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا عن علیؑ فقالت ذلک من خیر البریہ ولا یشک فیہ الا کافر	عطاء ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کی نسبت پوچھا وہ فرمانے لگیں کہ علیؑ تمام خلقت سے بہتر ہیں اس میں بجز کافر کے کوئی شخص شک نہیں لا سکتا۔
(اخرجہ احمد فی المناقب اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)	
(ارجح المطالب و تذکرہ ص ۲۶۵)	

دنیا پر ثابت کر دیں گے، جس سے منکشف ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک کون ہدایت پر ہے اور کون ضلالت میں، ارشاد ہے۔

ربی اعلم من جاء بالھدی ومن ھو فی ضلال مبین ۵ پ ۲۰ سورہ قصص — میرے پروردگار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کی طرف سے کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہے۔

واضح ہو کہ اس تالیف سے مجھے اپنے بھائیوں کا دل دکھانا یا مجادلہ و مکابرہ کرنا یا اصحاب کرام پر نکتہ چینی کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مہذبانہ و مودبانہ طریقہ سے اپنے بھائیوں کو ہوشیار کرنے کے لئے وہ اسناد جو اصحاب کرام کے "امنو اوعملو االصالحات"، کے منافی ہیں پیش کر کے گویا ان کی تصویر ان کو دکھانا چاہتا ہوں۔ لہذا جو روائتیں اور حدیثیں بغرض تردید کتب اہل سنت سے نقل کی جائیں گی، اگر وہ فی نفسہ سخت و مکروہ ہوں تو ان اسناد کے پیش کرنے میں شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مجھے معذور سمجھیں، اس لئے کہ وہ اسناد و روایات بعینہ انھیں کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

دراں رسالہ آنچہ از مطاعن اصحاب کرام وازواج مطہرات خیر الانام مذکور شود لازم آید کہ راقم ایں حروف را ازاں بری الذمہ شناسند و فارغ العھدہ انگارند۔[ا] زیرا کہ اصل کلام دریں رسالہ مبنی براصول اہلسنت و روایت ایشاں ست" — اس رسالہ میں جو کچھ اصحاب کرام اور ازواج مطہرات کے مطاعن کے بارے میں لکھا جائے اس سے مجھے معذور سمجھا جائے، کیونکہ اصل کلام اس رسالہ میں اہل سنت کے اصول اور ان کی روایات پر مبنی ہے۔

اگر اس پر بھی ہمارا ایسی روایات کا نقل کرنا اور تاریخی واقعات کا بیان کرنا ناگوار خاطر ہو تو بقول سعدی ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند ‏ ‏ سعدی از دست خویشتن فریاد

حضرات پیر و مرشدی کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

مختصر یہ کہ اگر برادران اہل سنت کو واقعی تحقیق حق منظور ہوتی تو تحفہ کے روشن جوابات ان کے لئے چراغ ہدایت تھے، اس لئے علماء و فضلاء اہل سنت پر لازم تھا کہ ان جوابات کو ملاحظہ فرماتے اور شاہ صاحب کے سوالات اور علماء امامیہ کے جوابات پر کافی غور کرتے تاکہ

[ا] تحفہ صفحہ ۳ دیباچہ۔

عن حذیفة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلعم علیٌ خیر البشر من ابی فقد کفر (اخرجه ابوبکر بن مردویه) ایضاً صفحه ۲۶۹

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ علیؑ تمام لوگوں سے بہتر ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔

کیا خوب اصحاب ثلثہ کو ان خاصان خدا پر افضلیت دیتے ہیں۔ جن کی عظمت و منزلت پر تمام قرآن شاہد ہے۔ اور جن کی توقیر اور منزلت پر یہ نکتہ کافی ہے کہ

ازجملہ آفرینش کون و مکان — مقصود خدا علیؑ و اولاد علیؑ ست

یہ مفہوم اس حدیث کا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال النبی صلی الله علیه وسلم لما خلق الله تعالی آدم ونفخ فیه من روحه عطس آدم فقال الحمد لله فاوحی الله الیه حمدنی عبدی وعزتی وجلالی لولا عبدان ارید ان اخلقهما فی دار الدنیا ما خلقتک قال الهی یکونان منی قال نعم یا آدم ارفع راسک وانظر فرفع راسه فاذا مکتوب علی العرش لا اله الا الله محمد نبی الرحمة وعلی مقیم الحجة (اخرجه الخطیب فی المناقب) (ارجح المطالب صفحه ۳)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب پروردگار نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو آدم نے چھینک لی اور الحمد للہ کہا پروردگار نے فرمایا میرے بندے نے میرا شکر کیا ہے مجھے اپنی عزت و بزرگی کی قسم ہے اگر میں اپنے دو بندوں کو دنیا میں پیدا کرنے کا ارادہ نہ کرتا تو میں تجھے ہرگز نہ پیدا کرتا حضرت آدم نے عرض کیا یا الٰہی وہ دونوں مجھ سے پیدا ہوں گے ارشاد ہوا کہ ہاں اے آدم اپنے سر کو اٹھا کر دیکھ حضرت آدم نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رحمت کا نبی ہے اور علی حجت کا قائم کرنے والا ہے۔

مختصر آل رسولؐ کو خداوند تعالیٰ جل شانہ نے جو فضائل و مناقب عطا فرمائے وہ نہ ان سے پہلے کسی کو دئے اور نہ ان کے بعد کسی کو دئے چنانچہ ان کے فضائل بوجود کلام الٰہی

شاہد ہے از آنجملہ دو چار آیات بھی اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

(پہلی آیت) فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم (پارہ ا سورہ البقر رکوع ۴)	پس آدم کو اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمات ملے جن سے ان کی توبہ خدا نے قبول کرلی بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے

کتب تفاسیر فریقین میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام سے ترک اولیٰ ہوا اور آپ نے اپنے خدا سے استغفار اور معذرت چاہی تو منجانب اللہ ارشاد ہوا کہ تم ہم سے محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر دعا مانگو ہم تمہاری دعا قبول کرلیں گے۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے دعا مانگی کہ بارالہٰا محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے میری توبہ قبول فرما۔ اس پر خدا نے حضرت آدم علیہ السّلام کی دعا قبول فرمالی۔

تفسیر در منثور سیوطی جلد اول صفحہ ۶۰ میں آیۂ متذکرۂ بالا کی تفسیر ان الفاظ میں ہے

(۱) اخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سألت رسول اللہ صلعم عن الکلمات التی تلقاھا آدم من ربہ فتاب علیہ قال سأل بحق محمد و علی و فاطمۃ والحسن والحسین فتاب علیہ وغفر لہ	ابن نجار نے حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ وہ کون سے کلمات ہیں جن سے خداوند عالم نے آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت آدم نے بواسطہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ دعا مانگی تھی اس لئے خدائے پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں معاف کیا۔

یہی ینابیع المودۃ باب ۲۴ صفحہ ۹۷ میں بھی ہے :۔

(۲) عن الشیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ مرفوعاً عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلعم انہ قال لما خلق اللہ تعالیٰ ابا البشر و نفخ فیہ من روحہ التفت آدم یمنۃ العرش	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے اسناد کو بواسطہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہونچاتے ہیں کہ انھوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ابوالبشر علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے

فاذا انوار خمسة اشباح سجدا
ورکعا قال آدم یارب هل
خلقت احداً من طین قبلی
قال لا یا آدم قال فمن هؤلاء
الخمسة الذین اراهم فی
هیئتی وصورتی قال هؤلاء
خمسة من ولدک ولا هم
ما خلقتک هؤلاء خمسة شققت
لهم خمسة اسماء من اسمائی لولاهم
ما خلقت الجنة ولا النار ولا العرش
ولا الکرسی ولا السماء ولا الارض
ولا الملائکة ولا الانس ولا الجن
فانا المحمود وهذا محمدؐ وانا
العالی وهذا علیؑ وانا فاطر و
هذه فاطمةؑ وانا الاحسان
وهذا الحسنؑ وانا المحسن
وهذا الحسینؑ آلیت بعزتی
انه لا یاتینی مثقال حبة
من خردل من بغض احد
هم الا ادخلته ناری
ولا ابالی یا آدم هؤلاء صفوتی
هم انجیهم وبهم اهلکهم
فاذا کان لک حاجة فبهؤلاء
توسل فقال النبی صلی اللہ علیه
وسلم نحن سفینة النجاة من

جسم میں اپنی روح پھونکا تو جناب
آدم نے عرش کے داہنے طرف نظر اٹھا کر
دیکھا کہ اس میں پانچ تن پاک کے
جسموں کا نور رکوع اور سجود کر رہا ہے
آدم نے عرض کیا کہ اے پروردگار کیا
تو نے کسی کو مجھ سے بھی پہلے مٹی سے
پیدا کیا ہے رب العزت نے فرمایا کہ
نہیں۔ آدم نے عرض کیا پھر یہ کون اشخاص
ہیں جن کو میں اپنی ہیئت وصورت میں
پاتا ہوں، خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ
یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں اور
جس چیز سے تجھے میں نے پیدا کیا ہے یہ
اس سے نہیں ہیں ان کے لئے میں نے
اپنے ناموں میں سے پانچ نام مشتق
کئے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت اور
دوزخ اور عرش و کرسی آسمان وزمین
اور فرشتے اور انسان وجن وغیرہم
کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔ پس میں محمود ہوں
اور یہ محمدؐ ہیں۔ میں عالی ہوں اور یہ علیؑ
ہے میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہؑ ہے میں
احسان ہوں اور یہ حسنؑ ہے میں محسن
ہوں اور یہ حسینؑ ہے۔ مجھے اپنی عزت
کی قسم ہے کہ اگر کوئی ایک خردل کے
دانہ کے برابر بھی ان کا بغض لیکر میرے
پاس آئے گا تو میں اُس کو ضرور دوزخ

تعلق بها نجی ومن
حاد عنها هلک فمن کان
له الی الله حاجة
فلیسال بنا اهل البیت
(اخرجه ابو القاسم عبد الکریم
بن محمد عبد الکریم الرافعی
وابراهیم بن الحموینی)
(ارجح المطالب صفحہ ۵۵۰ چوتھا باب)

میں جو کوئی گا اور مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ
نہ ہوگی۔ اے آدم یہ میرے برگزیدہ ہیں میں
ان کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو نجات
بخشوں گا اور ان کی وجہ سے بہتوں کو ہلاک
کر دوں گا۔ جب تجھے کوئی حاجت پیش
آیا کرے تو ان کی ذات کے ساتھ وسیلہ
پکڑا کر۔ پس آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے
ہیں کہ ہم نجات کی کشتی ہیں جس نے اس کشتی
کے ساتھ اپنا تعلق اختیار کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اعراض کیا وہ ہلاک ہو گیا پس
جس کسی کو خدا کی جناب سے اپنی حاجت روائی منظور ہو اس کو چاہئے کہ ہم
اہلبیت کے واسطے سے سوال کرے۔

(۲) اس روایت کو ملا معین نے بھی معارج النبوۃ رکن دوم باب اول فصل سوم صفحہ ۹-۱۰
میں تحریر فرمایا ہے اس کی نقل یہ ہے:-

واقعہ ششم نیز بشارت آدم صفی
اللہ است امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
در تفسیر آیۂ کریمہ فتلقی آدم من ربہ
کلمات می فرماید کہ آدم و حوا در
حینیکہ بر سریر جنت متمکن بودند از
زندگانی بر رونق کامرانی خبر مشتکی حق تعالی
جبرئیل امین علیہ السلام را بفرستاد
تا آدم علیہ السلام را بر منازل وقصور
ودرجات جنت سیر دہد جبرئیل دست
آدم را گرفتہ بغرفۂ آورد کہ بنائے خشتی
از زر و خشتی از نقرہ بود کنگرہ ہائے آن از زمرد
خضر و ہر یک خشتی بود از یاقوت احمر

ترجمہ: واقعہ بشارت آدم صفی اللہ کی ہے
کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تفسیر آیہ
کریمہ فتلقی آدم من ربہ کلمات
میں فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت آدم
و حوا تخت جنت پر جلوہ افروز ہوئے تھے
اپنی کامیابی پر کچھ شکایت نہ رکھتے تھے
حق تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ ان کو
جنت کے منازل و مکانات و قصور و
درجات کی سیر کرائیں حضرت جبرئیل حضرت
آدم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کے ان کو ایک
محل میں لائے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں

بنگاشته و بر بالائے آن تخت قبہ از نور
برافراشته و دران قبہ بر بالائے آن
تخت صورتے در غایت حسن و جمال
ترتیب دادہ تاجے از نور بر سرے نہادہ
و دو گوشوارہ از لولو در گوش در آوردہ
و قلادہ از نور در گردن او کردہ آدم
از غایت صباحت و ملاحتش انگشت
حیرت در دندان گرفت و حسن و جمال
حوا را در جنب آن فراموش ساخت
پرسید یا رب ما ھذہ الصورۃ
خطاب آمد کہ این صورت فاطمہ زہرا
است دختر محمد مصطفیٰ و آن تاج
نور بر سر او نمودار پدر بزرگوار او ست
علیہ الصلوٰۃ افضلہا و آن قلادہ نور
در گردن او مثال شوہر عالی قدر علی کرم
اللہ وجہہ و آن دو گوشوارہ چو لآلی زاہرہ
کنایہ از دو فرزندان ارجمند فرمان بردار
رضوان اللہ علیہما اجمعین بر بالائے عرش
نظر کرد پنج دریچہ کشادہ دید بر یک کلمہ
از نور ثبت ساختہ بر بابانے یک در
نوشتہ بود انا المحمود وھذا محمد و
بر فرق دیگر رقم زدہ بود انا العالی الاعلیٰ
علی وھذا علی و بر ثالث
منظر سیم این کتابت کردہ بود کہ انا
الفاطر وھذہ الفاطمۃ و بر چہارم

سے تعمیر ہوا تھا اور جس کے کنگرے زمرد
اخضر کے تھے اس محل میں ایک تخت یاقوت
سرخ کا بچھا ہوا تھا جس پر ایک نورانی
قبہ استادہ تھا قبہ کے اندر ایک تخت
پر ایک صورت نہایت حسین و جمیل
جلوہ فرما تھی اس کے سر پر نورانی تاج
تھا کانوں میں موتیوں کے دو بندے
تھے اور گلے میں ایک نورانی ہیکل تھی
حضرت آدم اس صباحت و ملاحت
کو دیکھ کر حیرت سے انگشت بدنداں
ہوئے یہاں تک کہ اس کے آگے حضرت
حوا کا حسن و جمال بھی بھول گئے عرض
کیا بار الٰہا یہ صورت پاکیزہ کس کی ہے جواب
آیا کہ یہ صورت فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفےٰ
کی ہے اور نورانی تاج جو ان کے سر پر ہے
وہ ان کے پدر بزرگوار ہیں اور نورانی
ہیکل سے مراد ان کے شوہر عالی قدر
علی ہیں اور دو گوشوارے جو خوش آب
موتی کے مانند ہیں ان سے اشارہ ان
کے دو فرزندان ارجمند سے ہے اس کے
بعد حضرت آدم نے عرش کے اوپر نظر کی تو پانچ
دروازے کھلے ہوئے تھے اور ہر ایک پر
کلمات نورانی تحریر تھے ایک دروازے پر
لکھا تھا کہ میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے اور
دوسرے پر لکھا تھا کہ میں علی اعلیٰ ہوں اور

روز دیگر این کلمہ رقم ساختہ بود کہ
انا المحسن وھذا المحسن و برایوان
منقوش چہارم این ترکیب ثبت شدہ بود کہ انا
الاحسان وھذا الحسین
جبرئیل علیہ السلام فرمود کہ اے آدم
این کلمات بابرکات و این اسمای گرامی
را بخاطر سپار کہ روزے شاید کہ بایں
کلمات محتاج گردی بعد از آن کہ سیصد
سال بجہت ارتکاب زلت گریستہ
بود بمقتضائے ندائے ہاتف غیبی این
کلمات مستفید گشت تا گفت یا محمود
یا علی الاعلی و یا فاطر و یا محسن
و یا قدیم الاحسان بحق محمد و
علی و فاطمۃ والحسن والحسین
ان تغفرلی و تقبل توبتی ملائکہ
از جانب خداوند قدوس جل و علی ندا آمد
کہ اے آدم اگر از من مجرمان تمامی ذریت
خود را درخواست می کردی بہ برکت این
پنج ہمہ را مغفور می ساختم فذلک
قولہ تعالیٰ فتلقیٰ آدم من ربہ
کلمات فتاب علیہ

انما یرید اللہ لیذھب (احزاب)
عنکم الرجس اھل البیت و
یطھرکم تطھیرا
(سورہ احزاب ۳۳)

یہ علیؑ ہے۔ تیسرے پر لکھا تھا کہ میں محسن
ہوں اور یہ فاطمہؑ ہیں۔ چوتھے پر تحریر تھا
کہ میں محسن ہوں اور یہ حسنؑ ہے اور ایوان
پنجم پر ثبت تھا کہ میں احسان اور یہ
حسینؑ ہے۔
جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے آدم!
یہ کلمات بابرکات اور اسمائے گرامی یاد
رکھو کہ شاید ایک دن تم کو ان کلمات
کی حاجت پیش آئے چنانچہ جب بوجہ
ترک اولیٰ تین سو سال تک حضرت گریہ و
بکا فرماتے رہے تو حسب ندائے غیبی
ان کلمات سے مستفید ہوئے اور کہا
یا علی الاعلیٰ یا فاطر یا محسن
یا احسان بحق محمد و علی و
فاطمہ والحسن والحسین مجھے بخش
دے اور اے غفور و رحیم میری توبہ قبول
فرما خداوند جل و علا کی جانب سے
ندا آئی کہ اے آدم اگر مجھ سے تمام گنہگاروں
کی جو تمہاری ذریت سے ہیں درخواست
کرتے تو میں ان پانچ ناموں کی برکت سے
سب کو بخش دیتا یہی وہ قول ہے فتلقیٰ
آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ
اے اہلبیت رسولؐ خدا بس یہی چاہتا ہے کہ تم
کو ہر برائی اور نجاست سے دور رکھے اور ایسا پاک و
پاکیزہ رکھے۔

اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر مفسرین عظام اہلسنت اس طرح کرتے ہیں :-

عن عائشة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علىؑ فادخله ثم جاء الحسينؑ فادخله معه ثم جاءت فاطمةؑ فادخلها ثم جاء علىؑ فادخله ثم قال انما يريد الله الخ

واخرجه احمد والمسلم والترمذی وابن شیبة وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم والسیوطی فی تفسیر الدر المنثور

(ارجح المطالب صفحہ ۶)

جناب عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے پس جناب امام حسنؑ ابن علیؑ آئے۔ حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا پھر جناب امام حسینؑ آئے ان کو بھی آپ نے داخل کر لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ تشریف لائیں۔ حضرت نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب علیؑ تشریف لائے آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا۔ پھر آپ نے آیۂ انما یرید اللہ الی آخرہ تلاوت فرمائی۔

عن ام المومنين ام سلمة قالت ان هذه الاية انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا نزلت فى بيتى وانى جالسة عند الباب وفى البيت رسول الله صلعم وعلىؑ وفاطمةؑ والحسنؑ والحسين فجللهم بكساء وقال اللهم هولاء اهل بيتى وحامتى اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فقالت وانا

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بہ تحقیق یہ آیت کہ (نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے تم سے رجس کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا) میرے گھر میں نازل ہوئی ہے میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور گھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام تھے۔ آنحضرت نے ان کو چادر اڑھا کر فرمایا اے بار پروردگار یہ میرے اہلبیت اور میرے مددگار ہیں الٰہی

صلعم یا رسول اللہ قال انک
علی الخیر اخرجہ المسلم والترمذی
والسدی والبیہقی وابن
جریر وابن المنذر والحاکم صححہ
وابن مردویہ والسیوطی فی الدر
المنثور ایضاً

نجاست کو دور کرا اور ان کو خوب پاک
کریں پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تم بہتری
پر ہو (یعنی انجام تمہارا نیک ہے)

(۲) صاحب عین المعانی فرمود کہ بظاہر
تفسیر دلالت بر آن دارد کہ اہلبیت ازواج
باشند اما از عائشہ و ام سلمہ و ابو سعید
خدری و انس بن مالک نقل کردہ اند
کہ اہلبیت فاطمہ و علی و حسن و حسین
اند و در اسباب نزول آوردہ کہ ام سلمہ
فرمود کہ پیغمبر صلعم در خانہ من بر گلیمے
کہ برائے فرش وے افگندہ بود خفتہ
بود در فاطمہ در آمد و جہت حضرت صلعم
سنبوسات با گوشت پختہ آوردہ بود
حضرت فرمود کہ اے فاطمہ! علی
و فرزندان مرا بخوان تا در آیند
با ہم کاسہ شوند چون طعام خوردہ
مصطفی صلعم آن گلیم بر ایشان
پوشید و گفت خدایا اینہا اہلبیت من
اند حسن را از ایشان ذہب و پاکیزہ گردان
این آیت (انما یرید اللہ الخ)
نازل شد من سر خود در زیر گلیم کردم
و گفتم یا رسول اللہ! و انا اہلبیت تمام

صاحب عین المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ
بظاہر مراد اہلبیت سے ازواج رسول
ہیں لیکن حضرت عائشہ و ام سلمہ و
ابو سعید خدری و انس بن مالک سے
روایت ہے کہ مراد اہلبیت سے حضرت
علی و حضرت فاطمہ و حسنین علیہم السلام
ہیں اور حضرت ام سلمہ نے اس آیہ کا سبب
نزول یہ بیان کیا ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا
صلعم میرے گھر میں اس کمبل پر جو ان
کے واسطے بچھایا گیا تھا رونق افروز
تھے کہ ناگہان حضرت فاطمہ تشریف
لائیں اور گوشت کے سنبوسے کہ جو حضرت
کے واسطے لائیں تھیں پیش کئے حضرت نے
حضرت فاطمہ سے ارشاد فرمایا کہ اے
پارہ جگر علی و حسنین علیہم السلام کو بلالو
تاکہ ہمارے شریک طعام ہوں، جب
حضرت کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ
نے اس کمبل میں ان کو لے لیا اور فرمایا کہ
بار الٰہا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے

فرمود کہ انک علی خیر
ازین بیت ست کہ آل عبا ویں
پنج تن اطلاق می کنند۔ شعر
آل عبا رسول اللہ وابنتہ
والمرتضیٰ ثم سبطاہ اذ جمعوا
و بعضی دیگر تفاسیر از انس بن مالک
نقل کنند کہ چون وقت نماز بر خانہ
فاطمہؑ بگذشتے الصلوٰۃ انما
یرید اللہ لیذھب عنکم
الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا۔ فرمودی۔
(تفسیر حسینی جلد ثانی صفحہ ۲۰۰)

پلیدی کو دور کرکے پاک و پاکیزہ فرما۔ اس
اثنا میں آیہ انما یرید اللہ لیذھب الخ
نازل ہوا (ام سلمہ کہتی ہیں) کہ میں نے بھی
اپنا سر کمبل میں داخل کرکے کہا یا رسول
اللہ میں تمہارے اہل بیت میں ہوں۔
فرمایا کہ تم خیر پر ہو اس وجہ سے آل عبا
کا اطلاق انہیں پانچ پر ہوتا ہے۔
شعر۔ آل عبا رسول خدا اور ان کی بیٹی
فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام
ہیں جبکہ جمع ہوئے۔ اور دیگر تفاسیر میں انس
بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ جب نماز
کے وقت حضرت فاطمہ کے دروازے
پر گذر ہوتا تو آپ الصلوٰۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فرماتے تھے۔

صحیح مسلم حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ ینابیع المودۃ۔ تفسیر ثعلبی۔ جذب القلوب۔ جواہر
العقدین۔ صواعق محرقہ۔ مودۃ القربیٰ۔ اور تفسیر کبیر ج ۲ صفحہ ۶۹۹ ان سب میں ہے
کہ یہ آیت پنجتن پاک ہی کی شان میں ہے۔

(چوتھی آیت)
فمن حاجک فیہ من
بعد ما جاءک من العلم
فقل تعالوا ندع ابناءنا
وابناءکم ونساءنا ونساءکم
وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل
فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین
(پ ۳۔ سورۃ آل عمران)

پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا
اس کے بعد اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ
کے بارہ میں حجت کرے تو کہو کہ اچھا آؤ
ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں
کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں
کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) تم اپنی جانوں
کو پھر ہم سب مل کر (خدا کی درگاہ میں) گڑگڑائیں
اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

شان نزول اس آیہ دافی ہدایہ کا جو تحریر کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ :-

"حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نجران کے نصاریٰ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاکھ سمجھایا کہ عیسے کو خدا کا بیٹا نہ کہو حضرت آدمؑ کی بھی مثال دی مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی آخر آپ نے حکم خدا سے قسما قسمی کی ٹھہرائی جسے مباہلہ کہتے ہیں اور یہ قول و قرار ہوا کہ فلاں جگہ فلاں وقت ہم اور تم دونوں اپنے بیٹے عورتوں اور نفسوں کو لے کر جمع ہوں اور ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ اور خدا سے عذاب کے خواستگار ہوں۔ جس دن یہ مباہلہ ہونے والا تھا آپ نے تڑکے حضرت سلمان کو ایک سرخ کمبل اور چار لکڑیاں دے کر اس میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا۔ اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو بغل میں لیا اور جناب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ تھاما۔ اور جناب سیدہ علیہا السلام کو اپنے پیچھے اور جناب امیر علیہ السلام کو ان کے پیچھے لیا۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے بیٹوں کی جگہ نواسوں کو اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علی علیہ السلام کو لیا۔ اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں یہ میرے اہلبیت ہیں ان کو ہر برائی سے پاک و پاکیزہ رکھ۔ الغرض جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے میدان میں پہونچے تو نصاریٰ کا سردار عاقب آپ کی طرف دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا خدا کی قسم میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائے گا۔ خیریت اسی میں ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قیامت تک نسل نصاریٰ سے ایک نہ بچے گا۔ آخر ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیتا۔

ہم بعض مفسرین اہل سنت کے اقوال واسناد بھی پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے قول کی تصدیق پورے طور سے ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو :-

(۱) عن سعد بن ابی وقاص قال
سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ

حق و باطل میں تمیز ہو جاتی اور اس تیرہ سو برس کے قضیہ کا اس طرح فیصلہ ہو جاتا کہ یا باثبات حقیقت مذہب اہل سنت ہم کو اپنے مذہب میں شامل کر لیتے یا خود ملت حقہ اثنا عشریہ میں داخل ہو جاتے۔ مگر اس سے انھوں نے گریز کیا، کیونکہ تحفہ کے جوابات دیکھنے اور سننے سے ان کے پیشواؤں کے کارنامے اور بدعنوانیاں طشت از بام ہوتی تھیں، اور مذہب کی رخصت ہوتا تھا۔ بنابریں یہ سمجھ کر ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

خاموش ہو رہے ہے، چنانچہ کتاب لاجواب عبقات الانوار کے متعلق جناب مولوی مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش اپنی مفید تالیف الموسوم بہ "آیات جلی" فی شان مولا علیؑ" میں یہ حکایت تحریر فرماتے ہیں:۔

مولوی مقرب علی صاحب رئیس جگراؤں نے مجھ سے فرمایا کہ گجرات و پنجاب میں میرا قیام تھا، ایک سنی عالم سے راہ و رسم ہوگئی وہ اکثر تشریف لایا کرتے تھے، ایک دن عبقات الانوار پر ان کی نظر پڑی اس کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میں نے کتاب ان کے حوالے کر دی۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے دن کتاب بغل میں لئے چلے آتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے؟ وہ بیچارے سیدھے سادے سنی مسلمان فرمانے لگے، حضرت مجھ کو معلوم ہو گیا۔ یہ کتاب ایسی ہے۔ جس کو پڑھ کر آدمی سنی نہیں رہ سکتا، لہٰذا میں اس کو واپس لے آیا ہوں، اب نہ پڑھوں گا۔"

پس یہ تیرہ سو برس کا جھگڑا بروز فرد اعادل حقیقی ہی مٹائے گا، جیسا کہ خود ارشاد ہے۔

فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ پ۲ سورہ بقرہ

جن چیزوں میں لوگ اختلاف کرتے رہے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا۔

اس صورت میں مصنفین و مؤلفین اہل سنت کا سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں رسالے تصنیف و تالیف کرنا واقعی بندگان خدا کو ضلالت میں ڈالنے پر مبنی ہے جس کا مواخذہ ضرور ہوگا۔

ولیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون

پ ۲۰۔ سورہ عنکبوت

یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ تو ضرور اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا) ان کے بھی اٹھائیں گے۔ اور جو افترا پردازیاں یہ لوگ کرتے رہے قیامت کے دن ضرور ان سے باز پرس ہوگی۔

لما نزلت ھذہ الآیۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیاً وفاطمۃ وحسناً وحسیناً وقال اللھم ھولاء اھل بیتی (اخرجہ احمد والمسلم و الترمذی والنسائی فی الخصائص)

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محمدؐ! انصارائے نجران سے کہو کہ بلاویں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو پھر بد دعا کریں پھر لعنت کریں جھوٹوں پر، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کو بلا کر کہا کہ اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں۔

(ارجح المطالب صفحہ ۶۸)

(۲) عن ابن عباس قال ان رھطا من نجران قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انما شانک تذکر صاحبنا قال من ھو قالوا عیسی تزعم انہ عبد اللہ قال اجل قالوا فھل رأیت مثل عیسی وانبئت بہ ثم خرجوا من عندہ فجاء جبرئیل فقال لہ قل لھم اذا اتوک ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم ۔ وفی روایۃ انی احد منھم قال لہ المسیح ابن اللہ لا اب لہ وقال الآخر ھو اللہ لانہ احی الموتی

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نصارائے نجران کے چند آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ ہمارے صاحب کے حق میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ کون ہیں وہ بولے عیسیٰؑ کہ جن کی نسبت آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ گمان بجا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ عیسیٰؑ جیسا کوئی خدا کا بندہ دکھا دیں یا آپ کو ان کے جیسے کا پتہ لگا ہے تو بتائیں یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ پس حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام حضرت کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ جب وہ لوگ آئیں آپ ان

واخبر عن الغيوب وابرء
الاكمه والابرص و
خلق من الطين طيرا و
تزعم انه عبد الله
فقال صلى الله عليه وسلم
هو عبد الله وكلمته
القاها الى مريم فغضبوا
فقالوا انا لا نرضى الا
ان تقول هو الله وقالوا ان
كنت صادقا فارنا
عبد الله يحيى الموتى و
يشفى الاكمه والابرص
ويخلق من الطين طيرا
فينفخ فيه فيطير فسكت
عنهم فنزل الوحي بقوله
تعالى لقد كفر الذين
قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم
وقوله تعالى فمن حاجك
فيه من بعد ما جاءك
من العلم فقل تعالوا
ندع ابناءنا وابنائكم
ونسائنا ونسائكم وانفسنا
وانفسكم ثم نبتهل
فنجعل لعنة الله على
الكاذبين ثم قال

سے کہہ دیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام بعینہ
حضرت آدم کی طرح سے ہیں۔ ایک روایت
میں ہے کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک
شخص نے حضرت کی جناب میں عرض کیا
مسیح خدا کا بیٹا ہے اس کا کوئی باپ
نہیں ہے اس کے ساتھ والے دوسرے
نے کہا بلکہ وہ خود خدا ہیں اس لئے کہ مردے
زندہ کئے تھے اور غیب کی باتیں بیان کیں
اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کیا، اور مٹی
سے جانور پیدا کئے، آپ ان کو خدا کا بندہ
کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ خدا
کا بندہ اور اس کا پاک کلمہ تھے جو مریم کی
طرف القا کیا گیا تھا وہ لوگ خفا ہو کر کہنے
لگے ہم نہیں راضی ہونگے جب تک کہ آپ
یہ نہ کہیں کہ وہ خدا تھے۔ اگر آپ صادق
ہیں تو آپ ہمیں کوئی خدا کا بندہ ایسا دکھا
دیں جو مردوں کو زندہ کرے اور اندھے اور
کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے
اور پھر ان میں روح پھونکے اور وہ اڑ جائیں۔
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خاموش ہوگئے۔ پس وحی نازل ہوئی کہ اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تحقیق کافر ہوئے
ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا
ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پس جو
شخص کہ تجھ سے جھگڑے اس کے بعد کہ تجھے

لهم ان الله امرنی ان لم تنقادوا الاسلام اباهلکم ثم انهم وعدوا الی الغد لما اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل مع علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وفاطمۃؑ وعند ذلک قال لهم اسقف انی لاری وجوها لو سئلوا الله ان یزیل الجبل لازاله فلا تباهلوا فتهلکوا ولا یبقی علی وجه الارض نصرانی فقالوا للنبی صلعم لا نباهلک

(اخرجه ابو حاتم) ایضاً صفحہ ۶۸)

اس کا علم آگیا ہے پس کہہ دے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو پھر بد دعا کریں اور اللہ کی لعنت بھیجیں جھوٹوں پر۔ پھر آپ نے نصاریٰ کے گروہ سے ارشاد کیا کہ اگر تم اسلام کے مطیع نہ ہوگے تو خدائے تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے مباہلہ کروں پھر ان لوگوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا جب صبح ہوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب علیؑ اور حسنینؑ اور جناب سیدہ علیہا السلام کو ساتھ لے کر تشریف لائے اسقف نے ساتھیوں سے کہا واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدائے تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گا تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پس اسقف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے۔

(۲) ایک رسالہ موسومہ ذکر مبارک بعد ملاحظہ و اصلاح جناب مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی مطبوعہ علی گڈھ شایع ہوا ہے اس کے صفحہ (۸۰) میں یہ واقعہ ان الفاظ میں لکھا ہے:-

"نجران کے عیسائیوں کے پاس جب رسول اللہ کا خط پہنچا تو انھوں نے اپنی قوم کے چودہ آدمی مدینہ بھیجے رسول اللہؐ نے ان کو سمجھایا کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ماننا بہت بڑی بات ہے اگر حضرت عیسیٰؑ اس وجہ سے خدا کے بیٹے ہوئے کہ

وہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو حضرت آدم کو ضرور خدا کا بیٹا ہونا چاہیے یہ دلیل ان کے سمجھ میں آگئی لیکن اپنے عقیدے پر قائم رہے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے ارشاد فرمایا اچھا یوں نہیں مانتے تو آؤ مباہلہ کریں یعنی ہم اپنے اپنے بال بچوں کو لائیں اور خدا سے دعا مانگیں کہ جو جھوٹا ہو وہ دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلعم مباہلہ کرنے تشریف لائے آپ امام حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے گود میں امام حسینؑ تھے پیچھے حضرت فاطمہ زہراؑ اور ان کے عقب میں حضرت علیؑ تھے۔ ابو الحارث بن علقمہ ایک عالم بھی عیسائیوں کے ساتھ تھا اس نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہا اے بھائیو! میں اس وقت ایسی صورت دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ پہاڑ ٹل جانے کی دعا مانگیں تو پہاڑ ٹل جائے۔ خبردار تم مباہلہ نہ کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں عیسائی یہ بات سن کر ڈر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم جزیہ دیا کریں گے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور رخصت کر دیا۔

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ باب فضائل علیؑ طبع نول کشور میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو طلب فرمایا اور کہا اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی یعنی یہی بزرگوار اہل کساء ہیں اور یہی بزرگوار مصداق آیۂ تطہیر ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہی حضرات کل اہل عالم سے افضل و برتر ہیں اگر اور کوئی ان کے مساوی ہوتا تو وہ ضرور شریک کیا جاتا۔ جیسا کہ مودۃ القربیٰ میں لکھا ہے۔

لو علم اللہ تعالیٰ ان فی	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
الارض عبادا اکرم	ارشاد فرمایا کہ اگر روئے زمین پر عالم الغیب
من علیؑ و فاطمہؑ و	کے نزدیک کوئی شخص علیؑ و فاطمہؑ و
الحسنؑ والحسینؑ لا	حسنؑ و حسینؑ سے بہتر ہوتا تو حق سبحانہ
مرنی ان اباھل بھم لکن	تعالیٰ اسی شخص کو ساتھ لے کر مباہلہ کرنے

امرنی بالمباھلۃ مع	کے لئے مجھے حکم دیتا مگر چونکہ یہی تمام خلائق
ھولاۓ وھم افضل	سے افضل واکرم ہیں اس لئے ان کو لیکر
الخلق فغلبت بھم	نصاریٰ سے مباہلہ کرنے کا حکم خدا نے مجھے
النصاریٰ	دیا اور ان کی وجہ سے نصاریٰ
(صفحہ ۲۰ مطبوعہ لاہور)	مغلوب ہوگئے۔

اس مباہلہ سے چند امور ظاہر ہوئے:۔

پہلے:۔ حقیت حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دوسرے:۔ آل عبا علیہم السّلام بزرگ ترین خلق تھے کہ ان کو حضرت نے اپنے ساتھ مباہلہ میں شریک کیا۔

تیسرے:۔ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک عزیز ترین خلق تھے کہ حضرت اظہارِ حقیقت کے لئے ان کو مقام دعا پر اپنے ہمراہ لائے۔

چوتھے:۔ یہ کہ حسنؑ وحسینؑ یعنی حضرت کے فرزند قرار پائے اور ان کا رتبہ باوجود صغر سنی سب صحابہ سے خدا اور رسولؐ کے نزدیک زیادہ تر ہوا۔

پانچویں:۔ یہ کہ حضرت فاطمہؑ زنان عالم سے بہترین وافضل اور سب عزیزوں اور بیبیوں سے آنحضرت صلعم کے نزدیک مخصوص تر اور قریب تر تھیں اور خدا کے نزدیک جملہ عورتوں سے زیادہ عالی مرتبہ۔

چھٹے:۔ یہ کہ امیر المومنین علیہ السّلام باتفاق سنی وشیعہ داخل مباہلہ تھے اور ابنا ونسا کا مصداق نہ تھے بلکہ داخل انفسنا تھے یعنی بمنزلہ نفس وجان پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پس جو کمالات کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مجتمع تھے چاہئے کہ جناب امیر علیہ السلام میں بھی باستثنا پیغمبری موجود ہوں

(ملاحظہ ہو تحفۃ احمدیہ صفحہ ۴۰ مصنفہ جناب شمس العلما مولینا سید ناصر حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم)

الحاصل اللہ جل شانہ نے جناب امیر علیہ السّلام کو نفس رسول قرار دینے کے بعد ان کی زبان مبارک میں یہ اثر عطا فرمایا کہ اگر وہ رسول خداؐ کی دعا کے وقت اپنی زبان مبارک سے آمین ارشاد فرمائیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے۔ بخلاف اس کے جب صحابہ ثلاثہ مسجد قبا کی تعمیر کے لئے ہو لئے تو حضرت خدا کے ناقہ پر سوار ہوں کہ جس جگہ ناقہ خود ٹھہر جائے اسی جگہ مسجد کی بنیاد رکھی جائے تو ناقہ اپنا قدم بھی نہ اٹھائے جیسا کہ وفاء الوفا میں ہے

عن جابر بن سمرة قال لما سئل اھل القباء النبی صلعم ان یبنی لھم مسجدا قال رسول اللہ صلعم لیقم بعضکم فلیرکب الناقة فقام ابوبکر فرکبها فلم تنبعث فرجع فقعد فقام عمر فرکبها فلم تنبعث فرجع فقعد فقال رسول اللہ صلعم لاصحابہ لیقم بعضکم فلیرکب الناقة فقام علی فلما وضع رجلیہ فی غرز الرکاب تنبعث بہ قال رسول اللہ ارخو زمامها وابنوا علی ما کها فانها مامورة۔

(ارجح المطالب صفحہ ۴۲۰)

جابر بن سمرہ راوی ہیں کہ اہل قباء نے جب حضرت سے سوال کیا کہ ایک مسجد ان لوگوں کے لئے بنائی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے ناقہ پر سوار ہو۔ ابوبکر اٹھے اور سوار ہوئے مگر ناقہ نے قدم نہ اٹھایا وہ اتر پڑے پھر عمر سوار ہوئے تب بھی ناقہ نے قدم نہ اٹھایا یہ بھی اتر پڑے۔ پھر حضرت نے فرمایا اور کوئی سوار ہو اس پر جناب امیر علیؑ اٹھے اور جب سوار ہوئے اور پائے مبارک رکاب میں رکھا تو ناقہ چلنے لگا حضرت فرمایا اس کی مہار چھوڑ دو اور اس کے ملنے پر مسجد بناؤ کہ یہ ناقہ مامورہ ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے اسے حکم دیا گیا ہے۔

پس ہر عاقل و ذی فہم ان کے فضائل کا تقابل کر کے اس امر کا فیصلہ ضرور کرے گا کہ ان میں کون فاضل ہے اور کون مفضول اور کون عند العقل قابل پیروی و اقتدا ہے اور کون لائق عدم تمسک۔

(چوتھی آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ رکوع ۴)

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میں تبلیغ رسالت کا تم سے کوئی صلہ اپنے اقرباء اہلبیت کی محبت کے سوا نہیں چاہتا۔

آیہ مذکورہ بالا کے متعلق جو روایات تفاسیر اہلسنت مثل مدارک۔ بیضاوی۔ کشاف۔ ثعلبی۔ درمنثور۔ سیوطی۔ تفسیر کبیر۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ احمد بن حنبل میں مندرج ہیں وہ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) اخرج ابن المنذر وابن ابی

ابن منذر اور ابن ابی حاتم ابن عباس

حاکم عن ابن عباس قال
لما نزلت هذه الآیة قل لا اسئلکم
علیه اجراً الا المودة فی
القربی قالوا یا رسول اللہ
من قرابتک هؤلاء الذین
وجبت علینا مودتهم قال
علی و فاطمه و ولداهما۔

سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے
کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے
پوچھا یا رسول اللہؐ وہ کون آپ کے
اہل قرابت ہیں جن کی محبت ہم پر
واجب ہوئی ہے حضرت نے فرمایا وہ
علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے یعنی
حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام ۔

(۲) قال ابو الحسن حدثنی ابی
عن جدی عن امیر المومنین
علی انه اجتمع المهاجرون و
الانصار الی رسول اللہ
فقالوا ان لک یا رسول اللہ
مؤنة فی نفقتک وفیمن
یاتیک من الوفود وهذه
اموالنا مع دمائنا فاحکم
فیها بارًّا ماجورا اعط ما شئت
وامسک ما شئت من غیر
حرج فانزل اللہ تعالی علیه
الروح الامین فقال یا محمد قل
لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة
فی القربی فقال المنافقون
ما حمل رسول اللہ علی ترک
ما عرضنا علیه الا لیحثنا علی
مودة قرابته فهذا بهتان
عظیم فانزل اللہ تعالی ام یقولون

ایک مرتبہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار
نے حاضر ہو کر پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آپ
بہت لوگوں کو نفقہ دیتے ہیں اور اس وجہ
سے آپ کو عسرت و تکلیف رہتی ہے
آپ ہمارے جان و مال کے مالک ہیں ۔
لہذا آپ ہمارے مال میں سے جس قدر
چاہیں لے لیں اور جس قدر چاہیں چھوڑ دیں
پس یہ آیت نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے
کہدو کہ ہم اپنی رسالت کا اجر تم سے
نہیں چاہتے ۔ بجز اس کے کہ تم ہمارے
قرابت داروں سے دوستی اور محبت کرو
جب رسول خدا نے یہ حکم مسلمانوں کو
سنایا (اور ان کے پوچھنے پر حضورؐ نے
صراحت فرمائی کہ جن قرابتداروں کی
محبت اور دوستی کا حکم خدا نے دیا ہے
وہ علیؑ اور فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ ہیں) تو
جو لوگ منافق تھے باہم کہنے لگے کہ
انھوں نے یہ حکم اپنی طرف سے ہم کو

افتری علی اللہ کذبا فان یشاء
اللہ یختم علی قلبک ویمحو اللہ
الباطل ویحق الحق بکلماتہ
انہ علیم بذات الصدور
فبعث الیھم النبی فقال
ھل من حدث قالوا لقد
قال بعضنا کلاما غلیظا کرھناہ
فتلا علیھم ھذہ الآیۃ
فبکوا واشتد بکاؤھم
فانزل اللہ تعالی وھو الذی
یقبل التوبۃ عن عبادہ
ویعفوا عن السیئات ویعلم
ما تفعلون (ینابیع المودۃ)

(۳) ان اللہ تعالی جعل اھل
بیت نبیہ مطابقا لہ فی
اشیاء کثیرۃ عد فخر
الدین الرازی منھا خمسۃ
اشیاء احدھا فی السلام
قال اللہ تعالی السلام علیک
ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
وقال لاھل بیتہ سلام
علی آل یاسین والثانیۃ
فی الصلوۃ علی النبی وعلی
آلہ کما فی التشھد وغیرہ
حیث لا تکون الصلوۃ علیہ

دیا ہے تاکہ ہم ان کے بعد بھی اہلبیت کی
اطاعت کرتے رہیں پس اللہ تعالیٰ
نے آنحضرتؐ کو خبر دی کہ یہ لوگ آپ
پر تہمت لگاتے ہیں اور یہ آیۂ کریمہ
ام یقولون افتری علی اللہ کذبا
نازل فرمائی جب قوم نے آیۂ کریمہ کو
سنا تو کہا یا رسول اللہؐ آپ صادق ہیں
ہم اپنے خیال سے توبہ کرتے ہیں اس پر
یہ آیت نازل فرمائی ھو الذی
یقبل التوبۃ یعنی وہ اللہ ایسا
ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے
اور ان کے گناہوں سے درگذر کرتا ہے
جو کچھ تم لوگ کرتے ہو وہ اس سے واقف ہے۔
یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب پیغمبر
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ان کے اہل بیت کو بہت سے
فضائل میں مطابق ومساوی قرار دیا
ہے از آنجملہ پانچ فضائل کی فخر الدین
رازی نے صراحت کی ہے ایک تو سلام
میں کہ خداوند کریم نے اپنے نبیؐ کی نسبت فرمایا
"السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ" اور ان کے اہل بیت
کی نسبت فرمایا سلام ہے آل یٰسین
پر دوسرے صلوۃ یعنی درود میں جیسا
کہ تشہد وغیرہ میں ہے کہ بغیر آل کے

صلعم الصلوٰة البتراء والثالثة
فی الطهارة قال الله عز وجل طه
ای طاهر ما انزلنا علیک القرآن
لتشقی الا تذکرة لمن یخشی
وقال لاهلبیت نبیه انما
یرید الله لیذهب عنکم
الرجس اهل البیت ویطهرکم
تطهیرا والرابعة تحریم الصدقة
قال صلعم لا تحل الصدقة
لمحمد ولا لآل محمد والخامسة
فی المودة قال الله عز وجل قل
ان کنتم تحبون الله فاتبعونی
یحببکم الله وقال لاهل بیته
قل لا اسئلکم علیه اجرا
الا المودة فی القربی لما نزلت
هذه الآیة قیل یا رسول
الله من قرابتک هؤلاء الذین
وجبت علینا مودتهم
فقال علیؑ وفاطمة وابناهما
فثبت هؤلاء الاربعة اقارب
النبی واذا ثبت هذا وجب
ان یکونوا مخصوصین بمزید
التعظیم ویدل علیه
وجوه الاول قوله تعالی
الا المودة فی القربی ووجه

شامل کئے درود ناقص ہے۔ تیسرے
طہارت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر
کو بخطاب طٰہٰ یعنی اے طاہر یاد
فرمایا اور ان کے اہلبیت کے لئے آیۂ
تطہیر نازل فرمائی چوتھے تحریم صدقہ
میں حضرت نے فرمایا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ
پر صدقہ حرام ہے۔ پانچویں محبت
و مودت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
"اے پیغمبر! کہہ دو امت سے
کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے
ہو تو میری اطاعت کرو خدا بھی
تم سے محبت کرے گا اہل بیت کے بارے
میں فرمایا ہے۔ اے پیغمبر کہہ دو
امت سے میں تم سے رسالت کا اجر
بجز اس کے اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے
قرابت داروں یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ
و حسینؑ سے دوستی و محبت کرو۔
جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ
سے پوچھا گیا کہ وہ کون قرابت دار
ہیں جن کی محبت اور دوستی ہم پر
واجب کی گئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا
وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دو فرزند
حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام ہیں پس
ثابت ہوا کہ یہی چار پیغمبر خدا کے قرابتدار
ہیں جن کا ذکر اس آیہ میں ہے اور جب

الاستدلال به ما سبق
الثانی لا شك ان النبی
كان یحب فاطمة علیها
السلام قال فاطمة بضعة
منی یوذینی ما یوذیها
وثبت بالنقل المتواتر
عن محمد صلی الله علیه
وآله وسلم انه كان
یحب علیا وفاطمة والحسنؑ
والحسینؑ واذا ثبت ذلك وجب
علی كل الامة مثله لقوله
واتبعوه لعلكم تهتدون
ولقوله تعالی فلیحذر
الذین یخالفون عن امره
ولقوله تعالی قل ان كنتم
تحبون الله فاتبعونی یحببكم
الله ولقوله سبحانه لقد كان
لكم فی رسول الله اسوة
حسنة. الثالث ان الدعاء
للآل منصب عظیم ولذا
جعل هذا الدعاء خاتمة
التشهد فی الصلوة وهو قوله
اللهم صل علی محمد وعلی آل
محمد وارحم محمدا
وآل محمد وهذا التعظیم لم

یہ ثابت ہوا تو ان کا مزید تعظیم کے ساتھ
مخصوص ہونا واجب ہوا اور اس امر
پر چند وجوہ دلالت کرتے ہیں اول
یہ کہ اللہ تعالی کا قول المودة فی القربی
ہے اور وجہ استدلال اس پر وہ ہے
جو سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ دوسرے
یہ کہ اس میں شک نہیں ہے کہ فاطمہؑ کو
پیغمبر خدا دوست رکھتے تھے آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ فاطمہؑ میری پارۂ جگر ہے
جو امر اس کی اذیت کا باعث ہے
اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے پیغمبر خداؐ
کی حدیث متواتر سے ثابت ہوا کہ آپ علیؑ
و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے محبت رکھتے
تھے اور جب یہ ثابت ہوا تو امت پر
ان کی محبت واجب ہے جیسا کہ خدائے
تعالی فرماتا ہے واتبعوہ لعلکم
تہتدون یعنی متابعت کرو ہمارے
پیغمبر کی تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اور
فلیحذر الذین یعنی خوف خدا کریں
وہ لوگ جو پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے
ہیں۔ قل ان کنتم تحبون الخ یعنی
اے پیغمبر ہمارے ان لوگوں سے کہہ دو کہ
اگر خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی
کرو تاکہ خدا بھی تم سے محبت کرے اور لقد
کان لکم الخ یہ حسنتہ سے فرمایا

غرض حقیقت مذہب اہل سنت والجماعت کی نسبت آپ کے دلائل عقلی وشواہد نقلی وہی ہوں گے جو تحفہ اور منتہی الکلام وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور جن کو علمائے کرام شیعہ رد کر چکے ہیں اور میں بھی بعون اللہ آیات بینات کی بدولت فقد مکرر کے طور پر ان کی توضیح وتشریح کرتا ہوں۔

الحمد للہ کہ میں نے اپنی تحقیق میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کو مطابق کلام الہی واحادیث نبوی سچا، اور مذہب اہل سنت والجماعت کو جھوٹا پایا۔ خدا کرے میرے سنی بھائی جو اپنے کو ہدایت یافتہ اور ہم کو گمراہ جانتے ہیں اس کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں، صدق نیت شرط ہے۔ خدا توفیق بھی عطا فرمائے گا۔ اچھا ہو اور بہت اچھا ہو کہ آپ بھی اپنے عقائد کی اصلاح کریں۔ اور صراط مستقیم اختیار فرمائیں، وما علینا الا البلاغ۔ اور یہی میری دعا اپنے سب بھائی، بھتیجوں، اور کل مومنین ومومنات کے بارے میں ہے کہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور الحمد للہ وہ پاک عقیدہ یہ ہے۔

نبیؐ رسول وولی عہد حیدرؑ کرار	نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا
نجات خویش طلب کن بیان ہشت وچہار	بدشمنان منشین حافظا تو لا کن

قال:۔ یہ سب ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اختلافی مسئلہ معاملہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے کہ اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان کو تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ وافضل اور ایمان واسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتی کہ کافر ومرتد کہتے ہیں۔ پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے۔ یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا و مرتے دم تک ان کا ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا، بلاشبہہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل۔ اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر ومرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذلک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس کے واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے۔ پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔ (آیات بینات صفحہ ۳)

(قول):۔ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است،

یوجد فی حق غیر الال فذلک — اے لوگو رسول اللہؐ کی پیروی کرو تمہارے
ذلک یدل علی ان حب ال محمدؐ — لئے بہتر ہے تیسرے یہ کہ آل محمدؐ کے لئے
واجب — دعا ایک مرتبہ عظیم ہے اسی واسطے اس
(تفسیر امام فخرالدین رازیؒ) — دعا کو نماز میں خاتمہ تشہد قرار دیا ہے یعنی

اللھم صل علی محمد وال محمد وارحم محمدا وال محمد اور یہ عظمت بجز آل محمدؐ کے کسی اور میں پائی نہیں جاتی۔ لہٰذا یہ تمام امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آل محمدؐ کی محبت واجب ہے۔

شواہد التنزیل میں ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ:۔

(۳) رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے پاک نے دیگر انبیاء کو متفرق اشجار سے پیدا کیا لیکن میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے پیدا ہوئے ہیں میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور فاطمہؑ اس کے لئے شگوفہ ہیں اور حسنینؑ اس کے ثمر ہیں اور شیعہ اس کے پتے ہیں پس جو کوئی اس کی کسی شاخ سے متعلق ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو اس کو چھوڑ کر دوسری جانب میل کرے گا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا اگر کوئی بندہ درمیان صفا و مروہ کے تین ہزار برس خدا کی عبادت کرے یہاں تک کہ مثل بوسیدہ مشک کے ہو جائے اور ہماری محبت نہ رکھتا ہو تو خدا اس کو منھ کے بل جہنم میں ڈالیگا یہ فرما کر آیہ قل لا اسئلکم پڑھی۔

اس جگہ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ دیگر انبیاء و مرسلین اپنی اپنی امتوں سے طالب اجر رسالت نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا۔

وےاقوم لا اسئلکم علیہ — اور اے قوم میں اس نصیحت کے
مالا ان اجری الا علی اللہ — صلہ میں تم سے کچھ مال طلب نہیں کرتا
(پارہ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۳) — میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہے۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی امت سے فرمایا:۔

یقوم لا اسئلکم علیہ اجرا — اے میری قوم اس نصیحت و ہدایت
ان اجری الا علی الذی فطرنی — کے عوض میں تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا

افلا تعقلون

(پارہ ۱۲ - سورہ ہود - رکوع ۵)

میری مزدوری اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا تم نہیں سمجھتے۔

لیکن اصحاب رسولؐ کے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدعا کی کہ یا رسول اللہ آپ ہم سے جس قدر مال چاہیں اجر رسالت میں لے لیں قبل اس کے کہ آپ ان کے اس سوال کا جواب دیں۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم الخ نازل فرمائی پس اس ارشاد باری تعالیٰ سے آل رسولؐ کی اس عزت و منزلت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے جو پیش خدائے عزوجل ان خاصان خدا کی تھی لہذا جس طرح جمیع انبیاء و مرسلین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معزز و ممتاز ہیں اسی طرح آل رسولؐ بھی کل انبیاء و مرسلین کی آل و اولاد کو یہ درجہ اور مرتبہ عطا نہیں فرمایا کہ ان کی مودت مثل مودت آل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت پر فرض کی گئی ہو۔ اللھم صلی علی محمد وآل محمد

(۵) اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع ۲)

آیا کر رکھا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور رہنا مسجد الحرام کا مثل اس شخص کے اعمال کے جو ایمان لایا ہے خدا اور روز قیامت پر اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

مفسرین اہل سنت کا بیان ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عباسؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ان کا قول نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:-

عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ فی علی وعباس اخرجہ ابو داؤد وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن ابی جریر وابو منذہ والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول والقرطبی

یہ آیت حسب بیان ابن عباس۔ علیؑ اور عباس کے حق میں نازل ہوئی (ابو داؤد، ابو الشیخ عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذہ اور ثعلبی اپنی تفسیر میں۔ واحدی اسباب النزول میں اور قرطبی اور ابن اثیر جامع الاصول میں نسائی سنن میں اور سیوطی درمنثور میں اور حافظ

و ابن اثیر فی جامع الاصول
والنسائی فی سننہ والسیوطی
فی الدر المنثور والحافظ ابو نعیم
اخرجہ ابو بکر بن مردویہ فی فضائل
الصحابہ قالوا ان علیا والعباس
وطلحۃ ابن ابی شیبۃ افتخروا فقال
طلحۃ انا صاحب البیت مفتاحہ
بیدی ولو شئت کنت فیہ
فقال العباس انا صاحب السقایۃ
والقائم علیہا فقال علی لا ادری
لقد صلیت ستۃ اشہر قبل
الناس وانا صاحب الجہاد فی
سبیل اللہ فانزل اللہ تعالی
اجعلتم سقایۃ الحاج الخ

ابو نعیم فضائل صحابہ میں روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام اور عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم فخر و مباہات کرنے لگے طلحہ نے کہا میں خانۂ کعبہ کا متولی ہوں اگر میں چاہوں تو اسی میں رہا کروں عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا متولی ہوں اور اس پر کھڑا ہونے والا ہوں پس جناب امیرؑ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہتے ہو میں نے چھ ماہ قبل تمام لوگوں سے نماز پڑھی ہے اور میں خدا کے راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پس خداوند تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۸۰)

اب چند احادیث نبوی بھی کتب اہل سنت سے نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں :۔

احادیث جناب امیر کی فضیلت میں

(پہلی حدیث)

عن یحیی بن عوف قال انی
جالس الی ابن عباس فاتاہ
تسعۃ رہط فقالوا اما ان
تقوم معنا واما ان تخلو بہولاء
وھو یومئذ صحیح قبل ان یعمی
قال انا اقوم معکم۔

یحییٰ بن عوف کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ نو قبیلوں کے آدمی ان کے پاس آئے انھوں نے کہا تم ہمارے ساتھ کھڑے ہو جاؤ یا تخلیہ میں ہو جاؤ ابن عباس اس زمانہ تک نابینا نہ ہوئے تھے۔ تندرست تھے ابن عباس نے کہا میں تمہارے ساتھ اٹھتا ہوں۔

فتحدثوا فلا ادری ما قالوا
فجاء وھو ینفض ثوبہ ویقول

پس لوگوں نے کچھ ان سے کہا راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ کیا باتیں ہوئیں ابن عباس

اف تف لقدم فی رجل له
عز و وقعوا فی رجل قال رسول
اللّٰہ صلعم لابعثن رجلاً یحب
اللّٰہ و رسوله و یحبه اللّٰہ
و رسوله لا یخزیه اللّٰہ ابداً
فاشرف من استشرف فقال
این علی قیل هو فی الرحی یطحن
قال وما کان احدکم
یطحن من قبله فدعاه و
هو ارمد ما کان ان
یبصر فنفث فی عینیه ثم
هز الرایة ثلثاً فدفعها الیه
فجاء بصفیة بنت حیی و بعث
ابابکر بسورة التوبة و بعث علیاً
خلفه فاخذها منه وقال لا یذهب
بها الا رجل من اهلبیتی و هو
منی و انا منه و دعا رسول
اللّٰہ الحسنؑ والحسینؑ و علیاً و
فاطمةؑ فمد علیهم ثوباً
فقال اللهم هؤلاء اهلبیتی
وخاصتی فاذهب عنهم
الرجس و طهرهم تطهیراً
وکان اول من آمن
الناس بعد خدیجة و
لبس ثوب النبی صلی اللّٰہ

زبان سے نکلے اور اپنے کپڑے جھٹک رہے
تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اُف تف ہے
ان لوگوں پر جو اس شخص کی نسبت کلام
کرتے ہیں (مراد علیؑ بن ابی طالبؑ سے ہے)
جس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس مرد کو
بھیجوں گا جس کو خدا اور رسولؐ دوست
رکھتا ہے اور وہ خدا و رسولؐ کو دوست
رکھتا ہے اور اس کو خدا رسوا نہ کرے گا
اے سن کر جس جس کو گردن بڑھانی تھی
اس نے بڑھائی (یعنی طمع منصب میں)
پس رسول خدا صلعم نے فرمایا کہاں ہیں
علیؑ لوگوں نے کہا وہ چکی پیس رہے ہیں
پس رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی
ایسا نہ تھا جو ان کی طرف سے پیس دیتا
پس حضرت کو طلب کیا حضرت کی آنکھیں ایسی
آشوب کرائی تھیں کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔
آنحضرت نے اپنا لعاب دہن مبارک ان
کی آنکھوں پر ملا۔ پس آنحضرتؐ نے تین مرتبہ
علم کو جنبش دی اور اس کے بعد جناب امیرؑ
کو مرحمت فرمایا پھر جناب امیرؑ وہاں سے
صفیہ بنت حی بن اخطاب کو لے کر آئے
(جو آنحضرت صلعم کی ازواج میں شامل ہوئیں)
اور آنحضرتؐ نے ابوبکر کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا۔
اور ان کے عقب میں جناب امیر کو روانہ فرمایا۔

علیه وسلم وهم یعنون
انه نبی الله فجاء ابو بکر
فقال یا نبی الله فقال
علیؑ ان النبیؐ قد ذهب
نحو بئر میمون فاتبعه
فدخل معه الغار
فکان المشرکون یرمون
علیا حتی اصبح وخرج
بالناس فی غزوة تبوک
فقال علی اخرج معك
فقال لا فبکی قال اما
ترضی ان تکون منی بمنزلة
هارون من موسی الا انك
لست بنبیؐ انت خلیفتی علیؑ
کل مومن من بعدی
قال وسد ابواب المسجد
غیر باب علیؑ قال کان
یدخل المسجد وهو جنب
وهو طریقه ولیس له
طریق غیره وقال من کنت
ولیه فعلی ولیه
(خصائص امام نسائی صفحہ
وصحیح مسلم)

انھوں نے جاکر وہ سورہ توبہ حضرت ابوبکر
سے لے لیا آنحضرت صلعم نے فرمایا اس سورہ
کو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر ہاں وہ شخص جو میرے
اہلبیت سے ہو اور وہ مجھ سے ہیں اور میں ان
سے ہوں حضرت رسول خدا نے امام حسنؑ
حسینؑ و علیؑ و فاطمہؑ کو طلب فرمایا اور ان
لوگوں کو اپنی چادر میں لے لیا بعد اس کے
فرمایا خدایا یہ لوگ میری اہلبیت اور خواص
سے ہیں ان سے نجاست کو دور رکھ اور ان
کو ایسا پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنا چاہیے
علیؑ ان پہلے مردوں سے ہیں کہ جو خدیجہ کبریٰ
کے بعد سب سے پہلے حضرت رسول خدا پر
ایمان لائے علیؑ نے ردائے مبارک حضرت رسول
خدا اوڑھ لی اور کفار نے یہ سمجھا کہ یہ رسول خدا
ہیں پس حضرت ابوبکر آئے اور کہنے لگے کہ یا
نبی اللہ جناب امیرؑ نے جواب دیا رسول خدا
چاہ میمون کی طرف تشریف لے گئے حضرت
ابوبکر بھی ان کے پیچھے وہاں گئے اور ان
کے شریک غار ہوئے۔ کفار رات بھر جناب
امیرؑ پر پتھر برساتے رہے یہاں تک کہ سفیدی
سحر نمایاں ہوئی جب رسول خدا صلعم غزوہ
تبوک کو جانے لگے تو جناب امیرؑ نے کہا کہ میں بھی
آپ کے ہمراہ چلوں حضرت نے فرمایا نہیں
علیؑ رونے لگے رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ
ویسا ہو جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا مگر فرق یہ ہے کہ وہ نبی تھے

اور تم نبی نہیں ہو بعد اس کے ارشاد فرمایا کہ تمام مومنوں پر تم حاکم ہو میرے بعد حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے سوائے دروازۂ علیؑ کے کہ وہ کھلا رہا جناب امیر حالت جنابت میں مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جناب امیرؑ کے لئے مسجد نبوی سے راستہ تھا اس کے سوا اور کوئی راہ ان کے آنے کی نہ تھی۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں جس کا حاکم ہوں علیؑ بھی اس کا حاکم ہے۔

یہ حدیث ازالۃ الخفا اور مفتاح النجا وغیرہ میں بھی ہے۔

(دوسری حدیث)

عن علي عليه السلام قال قال رسول الله يوم فتحت خيبر لولا ان تقول طائفة من امتي ما قالت النصارى في عيسى بن مريم لقلت فيك اليوم مقالا لا تمر على ملاء من المسلمين الا اخذوا التراب من تحت رجليك وفضل طهورك يستشفون بها ولكن حسبك ان تكون مني وانا منك ترثني وانا ارثك وانت مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي يا علي انت تؤدي ديني وتقاتل على سنتي وانت في الآخرة اقرب الناس مني وانك على الحوض خليفتي تذود عنه

یعنی خود حضرت علی علیہ السلام ناقل ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے بارے میں میری امت میں کچھ لوگ وہ بات نہ کرنے لگتے جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت کرتے ہیں تو آج میں تمہاری شان میں وہ بات کہتا کہ تم جدھر مسلمانوں کی طرف سے ہو کر نکلتے لوگ تمہارے پیر کی گرد تک نہ چھوڑتے اور بچے ہوئے آب طہارت سے شفا حاصل کرتے تاہم اسی قدر کہنا کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میرے وارث ہو میں تمہارا وارث ہوں تم میرے بھائی اور وزیر ایسے ہو کہ جیسے ہارون موسیٰ کے تھے۔ لیکن بعد میرے نبی نہ ہو گا۔ تم میرا قرض ادا کرو گے تم میری سنت پر جہاد کرو گے تم روز آخرت سب میں مجھ سے قریب تر ہو گے تم حوض کوثر پر سب سے پہلے میرے پاس پہنچو گے اور وہاں بھی میرے خلیفہ ہو گے تم منافقوں کو

المنافقين وانت اول من
يرد على الحوض وانت اول داخل
في الجنة من امتي وان شيعتك
على منابر من نور رواء مرويين
مبيضة وجوههم حولي اشفع
لهم فيكونون غدا في الجنة
جيراني وان عدوك غدا ظماء
مظمئين مسودة وجوههم
مقمحون ويضربون
بالمقامع وهي سياط من نار حربك
حربي وسلمك سلمي وسرك
سري وعلانيتك علانيتي
وسريرة صدرك كسريرة
صدري وانت باب علمي وان
ولدك ولدي ولحمك لحمي و
دمك دمي وان الحق على لسانك
وفي قلبك وبين عينيك
والايمان مخالط لحمك ودمك
كما خالط لحمي ودمي وان الله
عز وجل امرني ان ابشرك
بانك انت وعترتك في الجنة
وعدوك في النار لا يرد على
الحوض مبغض لك ولا يغيب
عنه محب لك قال علي فخررت
ساجدا لله وحمدته على ما انعم

وہاں سے دور کرو گے تم تمام امت سے
پہلے حوض کوثر پر پہونچو گے اور میری امت
میں سب سے پہلے جنت میں جاؤ گے تمہارے
شیعوں کو نور کے ممبروں پر جگہ ملے گی وہ سیراب
ہوں گے۔ ان کے چہرے نورانی ہوں گے
وہ سب میرے گرد ہوں گے میں اُن
کی شفاعت کروں گا وہ جنت میں
میرے ہمسایہ ہوں گے اور تمہارے
دشمن پیاسے ہوں گے چہرے ان کے
کالے ہوں گے اور شکلیں مسخ ہوں گی جہنم میں
آتشین تازیانوں سے مارے جائیں گے تم
سے جنگ مجھ سے جنگ ہے تمہاری صلح میری
صلح ہے۔ تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا ظاہر میرا
ظاہر ہے جو تمہارے سینے میں ہے ویسا ہی میرے سینے میں ہے
تم میرے شہر علم کے دروازے ہو تمہاری
اولاد میری اولاد ہے تمہارا گوشت میرا
گوشت، تمہارا خون میرا خون ہے حق
تمہاری زبان پر ہے حق تمہارے دل
میں ہے حق تمہاری آنکھوں میں ہے اور
ایمان تمہارے گوشت و خون میں اس
طرح مخلوط ہے جس طرح کہ میرے گوشت
و خون میں ہے میں خدا کے حکم سے
تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم اور تمہاری
اولاد جنتی ہیں اور تمہارے دشمن دوزخی
ہیں اور وہ کبھی حوض کوثر تک پہونچ نہیں

بہ علی من الاسلام والقرآن وجعلنی الی خاتم النبیین وسید المرسلین۔

(ارجح المطالب صفحہ ۳۴)

سکتے کوئی دوست تمہارا حوض کوثر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں سجدہ میں گر گیا اور اس پر حمد خدا کی بجا لایا کہ اس نے اسلام و قرآن کی نعمت مجھے عطا کی اور خاتم النبیین و سید المرسلین کا مجھے محبوب قرار دیا۔

(بیالیسویں) قال رسول اللہ صلعم لعلی وضرب بین کتفیہ یا علی لک سبع خصال لا یحاجک فیهن احد یوم القیمۃ انت اول المومنین باللہ ایمانا واوفاہم بعهد اللہ واقوامهم بامر اللہ وارافهم بالرعیۃ واقسمهم بالسویۃ واعلمهم بالقضیۃ واعظمهم مرتبۃ یوم القیمۃ

(ارجح المطالب صفحہ ۳۵)

جناب رسالت مآب صلعم نے حضرت علیؑ کے دونوں شانوں کے درمیان دست مبارک پھیر کر ارشاد فرمایا کہ یا علی تم میں سات صفات ایسے ہیں کہ روز قیامت کوئی شخص ان میں تمہاری برابری نہیں کر سکتا۔ تم جملہ مومنین سے پہلے خدا پر ایمان لائے سب مومنین سے زیادہ خدا کے احکام کی پابندی کرنے والے ہو اور سب سے بڑھ کر امت پر مہربان ہو۔ اور سب کا سوا امت پر مساوی طور پر تقسیم کرنے والے ہو سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے کی لیاقت رکھتے ہو قیامت کے روز تمہارا درجہ اور مرتبہ سب سے زیادہ ہوگا۔

(تینتالیسویں) قال رسول اللہ النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء واهل بیتی امان لاهل الارض فاذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض۔

(مناقب امام احمد بن حنبل و ارجح المطالب)

یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ستارے اہل سماوات کے لئے باعث امن ہیں جب وہ فنا ہو جائیں گے تو اہل سموات بھی فنا ہو جائیں گے اور میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے باعث امن ہیں جب وہ ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

(پانچویں حدیث) عن ابی الزبیر المکی قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول لما کان رسول اللہ صلعم بعرفات وعلی تجاہہ فادنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی علی وقال ادن منی فدنا علی منہ فقال خمسک فی خمسی یعنی کفک فی کفی یا علی خلقت وانا وانت من شجرۃ انا اصلہا وانت فرعہا والحسنؑ والحسینؑ اغصانہا لمن تعلق بغصن منہا ادخلہ اللہ الجنۃ یا علیؑ لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کالحنایا وصلوا حتی یکونوا کالاوتار ثم ابغضوک لاکبہم اللہ تبارک وتعالی علی وجوہہم فی النار۔

(اخرجہ عبد اللہ بن حنبل ابو نعیم وابن المغازلی فی المناقب والطبرانی وابن عساکر (ابقیت ...))

ابو زبیر مکی کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم کوہ عرفات پر رونق افروز تھے جناب امیرؑ حضرت کے سامنے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ حضور میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد کیا کہ تیرا پنجہ میرے پنجے میں یعنی تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں۔ یا علیؑ میں اور تو ایک شجر سے پیدا ہوئے ہیں میں اس کی اصل ہوں اور تو اس کی فرع ہے حسنؑ و حسینؑ اسکی شاخیں ہیں جس نے کسی شاخ کو پکڑا خدا نے اسے جنت میں داخل کیا۔ اے علیؑ اگر میری امت کے لوگ اس قدر روزے رکھیں کہ شکل کمان کے خمیدہ ہوجائیں اور یہاں تک نماز پڑھیں کہ مثل تار کے باریک ہوجائیں پھر اگر تجھ سے بغض رکھیں تو خدا تعالی ان کو منہ کے بل دوزخ کی آگ میں گرا دیگا۔

(چھٹیں حدیث) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلعم خلق اللہ تعالی قضیبا من نور قبل ان یخلق الدنیا باربعین الف عام فجعلہ امام العرش حتی کان اول شعبتی فشق منہ نصفہ فخلق منہ نبیکم والنصف الآخر علی بن ابی طالبؑ۔

(اخرجہ الخطیب البغدادی فی تاریخہ ...

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم ارشاد فرماتے تھے کہ دنیا کی پیدائش سے چالیس ہزار برس پہلے خدائے تعالی نے ایک نور کی چھڑی پیدا کر کے عرش کے سامنے رکھ دی یہاں تک کہ میری پیدائش کا آغاز ہوا اس میں سے آدھی توڑ کر تمہارے نبی کو پیدا کیا۔ اور دوسرے آدھے

یوسف الگنجی الشافعی فی کفایۃ الطالب والترمذی
شہاب الدین احمد والحموینی عن ابن عباس قال
سمعت رسول اللہ یقول یا علیؑ خلقت
انا وانت من نور اللہ تعالیٰ
(ایضاً صفحہ)

(ساتویں حدیث) عن ابی سلیمان راعی رسول
اللہ صلعم یقول لیلۃ اسری بی
الی السماء قال لی الجلیل جل جلالہ
یا محمد من خلفت فی امتک قلت
خیرھا قال علی بن ابی طالب قلت
نعم یا رب قال یا محمدؐ اطلعت
الی اھل الارض اطلاعا فاخترتک
منھا فشققت لک اسما من
اسمائی فانا المحمود وانت محمد ثم
اطلعت الثانیۃ فاخترت منھا
علیا وشققت لہ اسما من اسمائی
فانا الاعلیٰ وھو علی یا محمد انی
خلقتک وعلیا من نور من
نوری وعرضت ولایتکما
علی اھل السموات والارض فمن
قبلھا کان عندی
من المؤمنین ومن جحدھا
کان من الکافرین۔

محمدؐ سے علی بن ابی طالبؑ کو پیدا کیا۔
حموینی ابن عباس سے ناقل ہیں کہ وہ کہتے
تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو حضرت
علیؑ سے فرماتے سنا ہے کہ میں اور تم خدا کے
نور سے پیدا ہوئے ہیں۔
جناب رسول اللہ صلعم کے گلہ بان
ابو سلیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا
ہے کہ شب معراج پروردگار جل جلالہ نے
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے محمد تم اپنی امت
پر اپنی جگہ پر کس کو چھوڑ آئے ہو میں نے
عرض کیا ان کے بہتر و برتر کو فرمایا کیا علیؑ
بن ابی طالب کو میں نے عرض کیا ہاں اس
پر پروردگار نے فرمایا یا محمد میں نے اہل زمین
پر اپنی نظر سے دیکھ کر تم کو برگزیدہ کیا اور
اپنے ناموں میں سے ایک نام سے تمہارا نام
مشتق کیا پس میں محمود ہوں اور تم محمد ہو۔
پھر میں نے دوبارہ زمین کے لوگوں کو دیکھا
علیؑ بن ابی طالب کو انتخاب کیا اس کے
لئے بھی ایک نام اپنے نام سے مشتق کیا
میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے اے محمد میں
نے تم کو اور علی کو اپنے اصل نور سے مخلوق کیا
اور تمہاری ولایت کو اہل آسمان اور
زمین کے سامنے پیش کیا بس جس نے اس کو قبول کیا وہ ہمارے نزدیک مومن ٹھہرا اور جس
نے اس سے انکار کیا کفار کے گروہ میں سے بن گیا۔
(ارجح المطالب صفحہ ۴۲)

واضح ہو کہ بین مذہب امامیہ اثنا عشریہ و اہل سنت والجماعت فقط مسئلہ فضیلت صحابہ کرام ہی کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ تمام مسائل مثل عدل، صفات ثبوتیہ و سلبیہ باری تعالیٰ و عصمت و بعثت انبیاء، و نصب امامت و خلافت، و مسئلہ جبر و قدر وغیرہ میں اختلافات کثیرہ ہیں۔ اگرچہ ہم کو اس جگہ ان اختلافات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ مگر مجملاً اتنا عرض کرتے ہیں کہ گو اہل سنت والجماعت اپنی زبان سے مدعی تمسک بقرآن و حدیث ہیں، مگر عمل ان کا اس کے برعکس ہے بلکہ اپنی اغراض کے مطابق خدا و رسولؐ کے کلام میں طرح طرح کی تاویلات و توجیہات کرتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ امور تفصیل سے آگے بیان کئے جائیں گے۔ مگر میں اس جگہ مشتے نمونہ از خروارے ایک مسئلہ وضو کی طرف ہی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ ارشاد ہے۔

"یا ایھا الذین آمنو اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلو اوجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحو ابرؤسکم وارجلکم الی الکعبین"
پ ۶ سورہ مائدہ

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو۔

آیت میں تو خداوند تعالیٰ صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے اور سر پر اور دونوں پاؤں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جس پر امامیہ کا عمل ہے مگر اہل سنت بجائے مسح کرنے کے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ جو سراسر مخالف حکم الٰہی ہے۔ اور یہ صریح مخالفت خدا کی حضرت عمر خلیفہ دوم کی خاطر سے گوارا کی گئی ہے، کیونکہ یہ مسئلہ خاص اجتہاد فاروقیہ سے ہے۔ حالانکہ خود اکثر محققین اہل سنت نے بھی امامیہ ہی کے عمل کو صحیح بتایا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اختلف الناس فی مسح الرجلین وفی غسلھما فنقل القفال فی تفسیرہ عن ابن عباس وانس بن مالک وعکرمہ والشعبی وابن جعفر محمد بن علی الباقر ان الواجب فیھما المسح وھو مذھب الامامیہ من الشیعۃ وقال جمھور الفقھاء والمفسرین

دونوں پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و انس بن مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے، دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اور یہی مذہب شیعہ امامیہ کا ہے اور فقہاء و مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور

(آٹھویں حدیث) عن ابن عباس قال لما اخی
رسول اللہ صلعم من المہاجرین
والانصار وھو انہ صلی اللہ علیہ
وسلم اخی بین ابی بکر و عمر رضی
اللہ عنہما وبین عثمان وعبد
الرحمن بن عوف واخی بین
طلحۃ وزبیر واخی بین ابی
ذر الغفاری والمقداد رضوان
اللہ تعالی علیہم اجمعین ولم
یواخ بین علی بن ابی طالب و
بین احد منہم فخرج علی مغضبا
حتی اتی جدولا من الارض و
توسد ذراعیہ ونام فیہا
فسفی علیہ الریح التراب
فطلبہ النبی صلعم فوجدہ
علی تلک الصفۃ فوکزہ برجلہ
وقال لہ قم فما صلحت
الا ان تکون ابا تراب
غضبت حین اخیت بین
المہاجرین والانصار ولم اواخ
بینک وبین احد منہم اما
ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون
من موسی الا انہ لا نبی بعدی
الا من احبک فقد حف بالامن
والایمان ومن ابغضک اماتہ اللہ
میتۃ جاہلیۃ واخرجہ الخوارزمی

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب کہ جناب رسول
خدا صلعم نے مہاجرین اور انصار کے
درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا اور اس
کی یہ صورت قرار دی کہ حضرت ابو بکر کو حضرت
عمر کا اور حضرت عثمان کو عبد الرحمن بن
عوف کا طلحہ کو زبیر کا اور ابو ذر غفاری کو
مقداد کا بھائی بنایا۔ علی بن ابی طالب
باقی رہ گئے ان سے کسی کا رشتہ اخوت
نہ ملایا۔ جناب امیر نہایت غصے سے جاکر
زمین پر لیٹ گئے اور اپنے بازو کو تکیہ بناکر
زمین پر سو گئے۔ ہوا نے مٹی اڑا کر ان کے
بدن مبارک کو گرد آلود کر دیا۔ آنحضرت
صلعم ان کو ڈھونڈنے لگے اور ان کو اس
حالت میں پایا اور اپنے پاؤں سے ٹھوکر
لگا کر فرمایا بےشک تو ابو تراب بننے کی صلاحیت
رکھتا ہے۔ جب میں نے مہاجرین اور انصار
کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑا اور تجھے
کسی کا بھائی نہ بنایا تو تو خفا ہو گیا۔ تو
راضی نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہو جیسے کہ
ہارون موسی سے تھے لیکن میرے بعد کوئی
نبی نہیں ہوگا۔ آگاہ ہو کہ جو کوئی تجھ سے محبت
کرے گا وہ امن و ایمان میں گھرا رہے گا۔
اور جو شخص کہ تجھ سے بغض رکھے گا خدا اس
کو کفر کی موت مارے گا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۴۱۲)

(حدیث محمد)

عن ابن عباس قال كان راس رسول
الله صلعم فی صحن الدار نائماً
واذا راسه فی حجر دحية الكلبی
فدخل علی علیه السلام فقال
السلام علیك كيف اصبح رسول
الله صلعم فقال بخیر قال دحیه
انی لاحبك وان لك مدحة
ازفها الیك انت امیر المومنین
وقائد الغر المحجلین انت سید
ولد آدم ما خلا النبيين والمرسلين
لواء الحمد بیدك یوم القیمة
تزف انت وحزبك مع محمد
صلعم وحزبه الی الجنان زفا
وقد افلح من تولاك وخسر من
تخلاك محبو محمد صلی الله علیه
وسلم محبوك ومبغضوك لن
تنالهم شفاعة محمد صلعم ادن
منی یا صفوة الله فاخذ راس
النبی صلی الله علیه وسلم
فوضعه فی حجره فقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ما هذه
الهمهمة فاخبره الحدیث قال
لم یکن دحیة الکلبی
کان جبرئیل سماك باسم
سماك الله به وهو الذی القی

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز جناب
رسول خدا صلعم دحیہ کلبی رض کے آغوش
میں رکھے ہوئے اپنے دولت خانے کے
صحن میں استراحت فرما رہے تھے کہ جناب
امیر علیہ السلام تشریف لائے اور سلام
علیک کہہ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کا مزاج پوچھا دحیہ نے جواب دیا۔
خیریت ہے اور کہا کہ میں آپ سے محبت کرتا
ہوں آپ کے چند منقبت مجھے معلوم ہیں۔
جن کو میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔
آپ تمام مومنوں کے امیر اور تمام روشن
دست و پا والوں کے پیشوا ہیں آپ سوا
انبیاء و مرسلین کے تمام بنی آدم کے سردار ہیں قیامت
کے دن لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور
آپ کا گروہ آنحضرت صلعم کے ساتھ اور
ان کے گروہ کے ساتھ جنت میں بھیجا ہوگا
بتحقیق رستگار ہوا وہ شخص جس نے
آپ سے تولا رکھا اور نقصان اٹھایا اس
نے جو آپ سے علیحدہ ہو گیا۔ محمد صلعم کے
دوست آپ کے محب ہیں اور آپ کے دشمن
جناب محمد صلعم کی شفاعت سے ہرگز بہرہ
نہ ہوں گے اے برگزیدہ خدا میرے قریب
تشریف لاؤ جناب امیر جب ان کے قریب
گئے تو انہوں نے سرور عالم صلعم کا سر
اقدس اپنے آغوش سے ان کے آغوش

محبتك في صدور المؤمنين و
هيبتك في قلوب الكافرين
(اخرجه ابوبکر بن مردویہ)
(ارجح المطالب صفحہ ١٦)

میں رکھ دیا اتنے میں سرکار نے خواب سے بیدار ہو کر پوچھا یہ آواز کیسی ہے۔ جناب امیرؑ نے دحیہ کلبی کا تمام ماجرا عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دحیہ نہیں تھے بلکہ جبرئیل تشریف لائے تھے تاکہ جن القاب سے پروردگار نے تمہیں ممتاز کیا ہے اس سے تمہیں آگاہ کریں خدا نے تمہاری محبت کو مومنین کے سینے میں ڈالا گیا ہے اور تمہارے خوف کو کافروں کے دل میں ڈال دیا ہے۔

(دسویں حدیث)

عن سالم مولى علي قال كنت مع علي في ارض له وهو يحرثها حتى جاء ابوبكر وعمر رضي الله عنهما فقالا السلام عليك يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته فقيل كنتم تقولون في حياة النبي صلى الله عليه وسلم ذلك فقال عمر هو امرنا
(اخرجه ابن [illegible])
(ارجح المطالب صفحہ ١٧)

جناب امیر علیہ السلام کے غلام سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ تھا . . . . اور وہ اپنی زمین کی کاشتکاری کر رہے تھے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اُن کے ملنے کو آئے۔ اور السلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ جناب رسول خدا صلعم کی زندگی میں بھی ان کو اس طرح سے کہا کرتے تھے حضرت عمر نے جواب دیا کہ حضرت ہی نے ہم کو یہ حکم دیا تھا۔

(گیارہویں حدیث)

عن حذيفة بن اليمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم الناس متى سمي علي امير المؤمنين لما انكروا فضائله سمي امير المؤمنين وآدم بين الروح والجسد فقال الله تبارك وتعالى

حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے علیؑ کا نام امیر المومنینؑ رکھا گیا ہے تو ہرگز ان کے فضائل سے انکار نہ کرتے علیؑ کا نام اس وقت سے امیر المومنین ہوا ہے کہ آدمؑ درمیان روح و جسد کے

انا سابکم و محمد نبیکم وعلی امیرکم
(اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)
(ایضاً صفحہ ۱۸۱)

تھے۔ اس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور محمد صلعم تمہارا نبی ہے۔ اور علی تمہارا امیر ہے۔

(بارھویں شہادت)

عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال الآن یدخل سید المسلمین وامیر المومنین وخیر الوصیین اذ اطلع علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم والی مجلس بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح العرق من جبھتہ ووجھہ یمسح بہ وجہ علی ویمسح العرق من وجہ علی ویمسح بہ وجھہ فقال لہ علی یا رسول اللہ انزل فی شئ قال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی انت اخی ووزیری وخیر من اخلف بعدی تقضی دینی وتنجز وعدی وتبین لھم ما اختلفوا من بعدی وتعلمھم تاویل القرآن ما لم یعلموا وتجاھدھم

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی اسی وقت مسلمانوں کا سردار اور مومنوں کا امیر اور اوصیاء کا بہتر یہاں آئے گا اتنا کہا تھا جناب امیر تشریف لائے حضرت نے فرمایا میرے پروردگار تیرا شکر ہے علی میرے پاس آؤ اے علی میرے پاس آؤ۔ انس کہتے ہیں کہ جناب امیر حضرت کے سامنے بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ مبارک اور جبین کا عرق ان کے چہرے پر اور ان کے چہرے کا عرق اپنے چہرۂ اقدس پر ملنے لگے جناب امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا میرے حق میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ نے ارشاد کیا کیا تو راضی نہیں ہے کہ تیری منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے کہ موسیٰ سے ہارون کی، لیکن کوئی نبی میرے بعد نہیں ہونے والا ہے۔ تو میرا بھائی اور وزیر ہے جن کو کہ میں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا ان سے تو افضل ہے میرے قرضوں کا ادا کرنے والا اور میرے بعد وعدہ کو پورا کرنیوالا

على التاويل كما جاهدتهم على التنزيل۔

(اخرجه الديلمي وابن مردويه)

(ایضاً صفحہ ۱۹)

جن امور میں لوگ میرے بعد اختلاف کریں گے تو اس کو دفع کرنے والا ہے۔ تو علی قرآن کی تاویل سکھائے گا۔ جو وہ نہیں جانتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ قرآن کی تاویل پر جہاد کرے گا جیسے کہ میں نے تنزیل پر جہاد کیا ہے۔

(ترہویں حدیث)

عن عبد الله بن زرارة۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسري بي انتهيت الى ربي عز وجل فاوحى الي في علي ثلاث انه سيد المسلمين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين

(اخرجه الحاكم وابو نعيم وابن مردويه وابن قانع)

(ایضاً صفحہ ۲۲)

عبداللہ بن زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج جب ہم اپنے پروردگار کے پاس۔ پہونچے تو پروردگار نے میری طرف علیؑ کے تین القاب وحی فرمائے کہ یہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا امام روشن دست و پا والوں کا پیشوا ہے۔

(چودھویں حدیث)

عن ابي ذر قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في البقيع الغرقد فقال والذي نفسي بيده ان فيكم رجلا يقاتل الناس بعدي على تاويل القرآن كما قاتلت المشركين على تنزيله وهم يشهدون ان لا اله الا الله فيكبر قتلهم على الناس حتى يطعنوا على ولي الله ويسخطوا عليه كما سخط موسى امر السفينة وقتل الغلام وامر الجبار وكان في خرق السفينة وقتل الغلام

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد میں تشریف فرما تھے اور میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں ایک شخص ایسا ہے جو قرآن کی تاویل پر لوگوں سے لڑیگا جس طرح سے میں نے قرآن کی تنزیل پر مشرکوں سے جہاد کیا ہے وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے اس لئے ان سے جہاد کرنا لوگوں پر شاق گذرے گا یہاں تک کہ لوگ اس خدا کے والی پر طعنہ زن ہوں گے۔

اقامة الجدار لله رضى

اخرجه الخوارزمی

(ایضاً صفحہ ۳۵)

اور اس کے کام سے ناراض ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کشتی کے امر میں اور لڑکے کے قتل کرنے میں اور دیوار کے بنانے میں (حضرت خضر علیہ السلام پر ناراض ہوئے تھے) حالانکہ کشتی میں سوراخ کرنا اور لڑکے کا قتل کرنا اور دیوار کا بنانا محض خدا کی رضامندی کے لئے تھا۔

(پندرھویں حدیث) وعن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلعم ان الله عز وجل يباهي بعلي كل يوم والملائكة المقربين حتى يقول بخ بخ يا علیؑ (اخرجه الديلمي) (ایضاً صفحہ [illegible])

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مقرب فرشتے علی پر ہر روز مباہات کرتے ہیں یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مرحبا یا علیؑ۔

(سولھویں حدیث) عن عثمان بن عفان قال قال عمر ان الله تعالى خلق ملائكة من نور وجه علي بن ابي طالبؑ (اخرجه الاخطب الخوارزمي في المناقب) (ایضاً صفحہ ۵۵)

حضرت عثمان حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو علیؑ کے چہرے کے نور سے پیدا کیا ہے۔

(سترھویں حدیث) عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله صلعم وسئل باى لغة خاطبك ليلة المعراج فقال خاطبني ربي بلغة علي فقلت يا رب خاطبتني انت ام علي فقال يا احمد انا شیٔ ليس كالاشياء ولا اقاس بالناس ولا اوصف بالاشباه خلقتك

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ لوگوں نے حضرت سے پوچھا یا رسول اللہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ سے کس کی آواز کے ساتھ کلام کیا تھا فرمایا علیؑ کی آواز کے ساتھ میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے تو باتیں کر رہا ہے یا علیؑ فرمایا کہ اے احمد میں ایک ایسی چیز ہوں کہ کسی چیز سے میرا قیاس نہیں کیا جا سکتا اور میں لوگوں جیسا نہیں اور نہ کوئی

من نوری وخلقت علیاً من نورك فاطلعت علی سرائر قلبك فلم اجد الی قلبك احب من علی بن ابی طالب فخاطبتك بلسانه کیما یطمئن قلبك

(اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) (ایضاً صفحہ ۱۰۰)

کوئی شے میرے مشابہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علیؑ کو تیرے نور سے۔ میں تیرے دل کے بھید سے واقف ہوں کہ تیرے قلب میں علیؑ سے زیادہ کسی کی محبت نہیں۔ پس میں اس کی آواز سے تیرے ساتھ ہمکلام ہوا تاکہ تیرے دل کو تسلی رہے۔

(اٹھاونویں حدیث) عن علی قال۔ قال رسول اللہ صلعم لما اسری بی رأیت علی باب الجنۃ مکتوبا بالذھب لا الٰہ الا اللہ محمد حبیب اللہ وعلی ولی اللہ وفاطمۃ امۃ اللہ والحسن والحسین صفوۃ اللہ علی باغضیھم لعنۃ اللہ۔ (اخرجہ الدیلمی)

(ایضاً صفحہ ۳۷)

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم فرماتے تھے شب معراج ہم نے جنت کے دروازے پر سونے سے لکھا ہوا دیکھا کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمدؐ خدا کا حبیب ہے علیؑ خدا کا ولی ہے فاطمہؑ پروردگار کی کنیز ہے اور حسنینؑ خدا کے برگزیدہ ہیں ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہے

(انسٹھویں حدیث) عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فھمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی یحیی بن زکریا فی زھدہ والی موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

(اخرجہ احمد والبیہقی والخوارزمی والبیہقی فی فضائل الصحابہ)

(ایضاً صفحہ ۵۳)

ابی حمراء سے مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلعم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدمؑ اور فہم میں حضرت نوحؑ اور حلم میں جناب ابراہیمؑ اور زہد میں حضرت یحییٰ ابن زکریا اور حملہ میں حضرت موسیٰ بن عمران کو دیکھنا چاہتا ہو تو علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔

(ینابیع)

عن الحارث الاعور صاحب
راية علي قال بلغنا ان النبي
صلى الله عليه وسلم كان في
جمع من اصحابه فقال اريكم
آدم في علمه ونوحا في فهمه
وابراهيم في حكمته فلم
يكن باسرع من ان اذ
طلع علي فقال ابو بكر رضي
الله عنه يا رسول الله اقست
رجلا بثلثة من الرسل بخ
بخ هذا الرجل من هو يا رسول
الله قال النبي صلى الله عليه
وسلم الا تعرفه يا ابا بكر
قال الله ورسوله اعلم قال
ابو الحسن علي بن ابي طالب
قال ابو بكر بخ بخ لك يا
ابا الحسن

(اخرجه ابو بکر بن مردویہ) (ایضا ص ۳۲۵)

حارث الاعور جناب امیر علیہ السلام کے علمدار
ناقل ہیں کہ ہم کو خبر لگی کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام
کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ ارشاد
فرمایا میں تمھیں ایسا شخص دکھاؤں کہ
اپنے علم میں وہ جناب آدم اور فہم میں
جناب نوح اور حکمت میں جناب براہیم
ہے۔ کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ حضرت
علی علیہ السلام تشریف لائے حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول
اللہ حضور نے ایسا آدمی بیان فرمایا
ہے کہ جو فضائل میں تین نبیوں کے
مساوی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مرحبا
ہو ایسے شخص کو، اچھا فرمایئے وہ کون
ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر کیا تم
اس کو نہیں جانتے حضرت ابوبکر نے عرض
کیا خدا اور خدا کا رسول زیادہ جاننے والا ہے
فرمایا وہ ابوالحسن علی بن ابی طالبؑ ہیں۔
حضرت ابوبکر کہنے لگے مرحبا ہو مجھ کو اے
ابوالحسنؑ۔

اس حدیث کے ذیل میں امام فخرالدین رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

هذا الحديث يدل على ان
عليا كان مساويا لهؤلاء
الانبياء في هذه الصفات
ولا شك ان هؤلاء الانبياء

یہ حدیث دال ہے کہ حضرت علیؑ ان صفات
میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مساوی
تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا
جاسکتا کہ یہ انبیاء جمیع صحابہ سے افضل

کان افضل من سائر الصحابۃ والمساوی للافضل افضل فوجب ان یکون علی افضل منہم

(اربعین فی اصول الدین) وارجح المطالب صفحہ ۱۴۹

تھے اور افضل کا مساوی افضل ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت علی بھی ان صحابہ سے افضل ٹھہرے"

(نیز اسی سے ملتی جلتی عبارت تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۸ پر ہے)

اسی طرح اسی کتاب اربعین میں رقم طراز ہیں:-

ثبت بالاخبار الصحیحۃ ان المراد من قولہ تعالیٰ وانفسنا هو علی ومعلوم انہ یمتنع ان یکون نفس علی هو نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ فلابد ان یکون المراد هو المساواۃ بین النفسین وهذا یفید ان کل ما حصل لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل والمناقب قد حصل مثلہ لعلی ما دار او منفرد النبوۃ ثم لا شک ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق فی سائر الفضائل فلما کان علیا متساویا فی تلک الصفات وجب ان یکون افضل الخلق (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۵)

اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ آیۂ مباہلہ میں انفسنا سے جناب علی مراد ہیں اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ نفس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعینہ نفس جناب علی علیہ السلام نہیں ہو سکتا پس بالضرور یہاں مساواۃ مراد ہے اور اس بات سے یہ امر حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل ومناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت میں تھے بجز شرف نبوت کے وہی فضائل جناب علی کو بھی حاصل تھے پس اس میں شک نہیں کہ آنحضرت تمام فضائل میں تمام خلقت سے افضل تھے جبکہ ان صفات میں جناب علیؑ حضرت کے مساوی ٹھہرے تو یہ بات بھی ضرور ماننی پڑے گی کہ جناب علی بعد رسول خدا بھی افضل البشر ہیں۔

(بست وششم) آیۂ وافی ہدایہ:-

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک هم خیر البریۃ۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔

کی یہ تفسیر ہے۔

"ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ جناب امیرؑ سامنے سے نمودار ہوئے حضرتؐ نے دیکھتے ہی فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ یقینی قیامت کے دن فائز المراد ہوں گے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی دن سے جب اصحاب رسولؐ حضرت علی کو آتے دیکھتے تو کہتے خیر البریہ آیا اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن خوش اور پسندیدہ ہیں۔

(دیکھو تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ مصر)

اس موقع پر ہم اس مناظرہ کی بھی نقل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو حرہ بنت حلیمہ سعدیہ اور حجاج بن یوسف ثقفی سے دربارۂ افضلیت حضرات خلفاء ثلثہ اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔

مناظرہ حرہ اور حجاج

روى الصدوق طاب ثراه نقلا عن جماعة ثقات قال لما وردت حرة بنت حليمة السعدية رضي الله عنها على الحجاج بن يوسف الثقفي وجلست بين يديه فقال لها انت حرة بنت حليمة قد قيل عنك تفضلين عليا على ابي بكر وعمر وعثمان فقالت لقد كذب الذي قال اني افضله على

صدوق علیہ الرحمہ ایک جماعت ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ جب حرہ بنت حلیمہ سعدیہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئیں اور اس کے سامنے بیٹھیں تو حجاج نے کہا اے حرہ تیری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ تو علیؑ کو ابوبکر و عمر و عثمان پر فضیلت دیتی ہے اس نے کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے میں تو فضیلت دیتی ہوں علیؑ کو آدمؑ و نوحؑ

مناظرہ حرہ اور حجاج

فرضھا الغسل، وقال داود الاصفھانی یجب الجمع بینھما، وقول الناصر للحق من ائمۃ الزیدیہ وقال الحسن البصری ومحمد بن جریر الطبری المکلف مخیر بین المسح والغسل حجۃ من قال بوجوب الغسل مبنی علی القراتین المشہورتین فی قولہ وارجلکم فقرء ابن کثیر وحمزۃ و ابو عمرو عاصم فی روایۃ ابی بکر بالجر عنہ
تفسیر کبیر جلد ۳ [1]

داؤد اصفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں واجب ہے۔ اور یہی قول ناصر بالحق کا ہے جو فرقہ زیدیہ کے امام ہیں اور حسن بصری محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ وضو کرنے والا پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں ارجلکم کے لام کی زیر [illegible] مشہور قرأت کی بنا پر مختار ہے، ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت ابو بکر ہیں ارجلکم کے لام کو زیر پڑھا ہے۔"

اسی طرح رفع نجاست کے لئے حسب احکام الٰہی واحادیث حضرت رسالت پناہی پانی مخصوص ہے اور اس سے طاہر کرنے کا حکم ہے، جیسا امام شافعی فرماتے ہیں۔

"پاک کرنے والا پانی ہے، دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔"

اور تفسیر فتح العزیز جلد سوم صفحہ ۳۲۴ میں ہے۔

ہماں بزرگ یعنی جبرئیل علیہ السلام بعد از تعلیم ایں آیات پائے خود را برزمین زد چشمہ آب وا پیدا شد آنحضرت را طریقہ طہارت و وضو و استنجا بیاموخت"

یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان آیتوں کو پڑھانے کے بعد زمین پر اپنا قدم مارا تو پانی کا چشمہ نکلا اور پانی سے آپ کو طریقہ طہارت و وضو و استنجا سکھایا۔

بخلاف اس کے حضرت عمر استنجا بجائے پانی کے ڈھیلے سے کیا کرتے تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

وروی ابو بکر عن یسار بن نمیر کان عمر اذا بال مسح ذکرہ بحایط او حجر ولم یمسہ ماء" (ازالۃ الخفا) [2]

ابو بکر نے یسار بن نمیر سے روایت کی ہے کہ جب عمر پیشاب کرتے تھے، دیوار یا پتھر سے پونچھتے تھے۔ پانی سے پاک نہیں کرتے تھے۔

اسی بنا پر اہل سنت بھی ڈھیلا استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح مسئلہ میراث میں شیعہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (خدا تم لوگوں کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) (پ ۴ سورہ نساء ع ۱) کی روشنی میں اولاد انبیا علیہم السلام کو انکے مال کا وارث ٹھہراتے ہیں، لیکن اہل سنت جناب ابو بکر کے حسب ذیل ارشاد کے

(حاشیہ) [1] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۱۲ و ۵۲۶۔ [2] ازالۃ الخفا مقصد دوم کتاب الصلوٰۃ ادب الخلاء [illegible] صفحہ ۱۴۳۔

آدمؑ و نوحؑ و لوطؑ و ابراھیمؑ
و موسیٰؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ و
عیسیٰؑ بن مریم فقال لھا ویلک
اقول لک انک تفضلینہ علی
الصحابۃ فتزیدین علیھم
ثمانیۃ من الانبیاء فان لم
تاتینی ببیان ما قلت الاضربت
عنقک فقالت ما انا فضلتہ
علی ھؤلاء الانبیاء بل اللہ
عز وجل فضلہ فی القرآن
علیھم فی قولہ فی حق آدم
فعصی آدم ربہ فغوی و
قال فی حق علی وکان سعیھم
مشکورا فقال احسنت یا
حرۃ فبم تفضلینہ علی نوح
ولوط قالت اللہ تعالیٰ فضلہ
علیھما بقولہ ضرب اللہ مثلا
للذین کفروا امرأۃ نوح
وامرأۃ لوط کانتا تحت
عبدین من عبادنا صالحین
فخانتاھما وعلی بن ابی طالبؑ
کانت زوجتہ بنت محمدؐ
فاطمۃ الزھراء التی یرضی
اللہ لرضاھا و یسخط
بسخطھا فقال الحجاج

و لوطؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ
عیسیٰؑ بن مریمؑ پر حجاج نے کہا تجھ پر وائے
ہو میں تجھ سے صحابہ پر فضیلت دینے
کی وجہ سے باز پرس کرتا ہوں تو ان پر
آٹھ انبیاء کو اور زیادہ کرتی ہے اگر
تو نے اپنی حجت نہ بیان کی تو میں تیری
گردن اڑا دوں گا۔ حرہ نے کہا کہ میں
نے انھیں ان انبیاء پر فضیلت نہیں
دی بلکہ خدا نے قرآن میں ان پر فضیلت
دی ہے خداوند عالم آدمؑ کے حق میں فرماتا
ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ پس آدم نے
خدا کے خلاف کیا اور نقصان اٹھایا
اور علیؑ کے حق میں فرماتا ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ ان کی کوشش و سعی قابل
شکریہ ہے حجاج نے کہا احسنت۔
مگر نوحؑ اور لوطؑ پر کس طرح فضیلت
ہے اس نے کہا کہ خدا نے فضیلت
دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے جس کا
حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کفار
کے لئے زوجہ نوح و لوط کی مثال بیان
کرتا ہے کہ جو ہمارے دو نیک بندوں
کی ماتحت تھیں اور انھوں نے ان سے
خیانت کی اور علی ابن ابی طالب کی
زوجہ فاطمہ زہرا ہیں جن کی رضامندی
سے خدا رضامند اور غضب سے خدا غضبناک

احسنت یا حرۃ فبم تفضلینہ
علی اب الانبیاء ابراھیم اللہ
خلیل اللہ فقالت اللہ یفضلہ بقولہ
قال ابراھیم رب ارنی کیف
تحی الموتی قال او لم تؤمن قال
بلی ولاکن لیطمئن قلبی وامیرالمومنین
قال قولا لم یختلف فیہ احد
من المسلمین لوکشف الغطاء
لما ازددت یقینا وھذہ کلمۃ
لم یقلھا احد قبلہ ولا بعدہ
قال احسنت یا حرۃ فبم تفضلینہ
علی موسی کلیم اللہ قالت یقول اللہ
عزوجل فخرج منھا خائفا یترقب
قال رب نجنی من القوم الظلمین
وعلی بن ابی طالب بات علی فراش
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لم یخف حتی انزل اللہ فی حقہ
ومن الناس من یشری نفسہ
ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد
قال احسنت یا حرۃ قال فبم
تفضلینہ علی داؤد قالت اللہ
فضلہ علیہ بقولہ یاداؤد انا
جعلنک خلیفۃ فی الارض فاحکم
بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی
قال لھا ای شیء کانت حکومتہ

ہوتی ہے۔ حجاج نے کہا احسنت۔ اب
ابوالانبیاء ابراہیم پر کس طرح فضیلت
دیتی ہو۔ اس نے کہا ان کے بارے میں
ارشاد خدائے تعالیٰ ہے جس کا حاصل یہ
ہے۔ ابراہیم نے کہا اے پروردگار مجھے
دکھا دے تو کیونکر مردہ کو زندہ کرتا ہے۔
ارشاد ہوا کیا تو ایمان نہیں لایا۔ عرض کیا
کہ ایمان تو لایا ہوں لیکن اطمینان
قلب چاہتا ہوں۔ اور امیرالمومنین کا یہ ارشاد
ہے جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہیں
کیا کہ اگر پردے اٹھا دئے جائیں پھر بھی
میرے یقین میں زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اور
یہ کلمہ وہ ہے کہ نہ ان سے پہلے کسی نے کہا
نہ ان کے بعد حجاج نے کہا احسنت۔ مگر
موسیٰ کلیم اللہ پر کس طرح فضیلت دیتی ہو
اس نے کہا کہ خداوند عالم موسیٰ کے بارے
میں بیان کرتا ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ وہ اپنے شہر سے خوف کھا کر نکلے تھے
اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے اور
دعا کرتے تھے کہ خداوندا مجھے ظالمین سے
نجات دے اور علی بن ابی طالب رسول اللہ
کے فرش پر سوئے اور خدا نے ان کے حق
میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل
یہ ہے۔ لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو
اپنے نفس کو خدا کی خوشنودی کے لئے بیچتا ہے

قالت فی رجلین احدھما کان
لہ کرم وللآخر غنم فنفشت
الغنم فی کرم فرعتہ فاحتکما
الی داؤد فقال تباع الغنم
وینفق ثمنھا علی الکرم
حتی یعود علی ماکان علیہ
فقال لہ ولدہ یا ابت بل یاخذ
من لبنھا وصوفھا فقال اللہ
عزوجل ففھمناھا سلیمان وان
مولینا امیرالمومنین علیہ السلام
قال سلونی عما فوق العرش
سلونی قبل ان تفقدونی وانہ
علیہ السلام دخل علی النبی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم
فتح خیبر فقال النبی صلعم
افضلکم واعلمکم
علی فقال لھا احسنت یا حرۃ
ثم تفضلینہ علی سلیمان
فقالت اللہ فضلہ بقولہ رب
ھب لی ملکا لا ینبغی
لاحد من بعدی ومولینا
علیہ السلام قال یا دنیا
طلقتک ثلثا لا رجعۃ فیک فعند
ذلک انزل اللہ علیہ تلک الدار
الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون

حجاج نے کہا احسنت یا حرہ اب داؤد
پر کس طرح فضیلت دیتی ہو اس نے
کہا خدا نے فضیلت دی ہے جیسا کہ
فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے
داؤد ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ مقرر کیا
ہے لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کر
اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کر حجاج
نے کہا ان کا فیصلہ کیا تھا۔ حرہ نے
جواب دیا کہ دو شخص تھے ایک کے پاس
انگوروں کا باغ تھا اور دوسرے کے پاس
بکریاں، رات کو بکریاں آکر انگور کی
بیلیں کھا گئیں یہ دونوں داؤد کے
پاس فیصلہ کے لئے آئے۔ انھوں
نے کہا کہ بکریاں بیچ کر ان کی قیمت
انگوروں پر خرچ کی جائے تاکہ وہ اپنی
پہلی حالت پر آجائیں اس وقت ان
کے بیٹے سلیمان نے کہا کہ اے پدر
بزرگوار بلکہ ان کے دودھ اور اون
کی قیمت خرچ کی جائے جیسا کہ خدا
فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے
سلیمان کو اس فیصلہ کو سمجھا دیا۔
اور مولانا امیر المومنین علیہ السلام
نے فرمایا کہ تم لوگ پوچھو مجھ سے عرش
کے اوپر کی چیزیں سوال کرو مجھ سے
زمین کے نیچے کی چیزوں کا اور سوال کرو

عرش و کرسی کے برابر درجہ و مرتبہ دیا انھیں پاک مقامات کے اصحاب بلکہ کل عرب کے مسلمانوں نے یزید جیسے فاسق و فاجر کو خلیفہ رسول مانا۔ اور اس کی بیعت کی حضرت عبد اللہ بن عمر تو اس قدر اس کے حامی تھے کہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے اخبار الحدیث میں لکھا ہے کہ

جب لوگوں نے عبد الملک بن مروان کی بیعت کی تو عبد اللہ بن عمر نے ایک خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے تمہاری بیعت پر اتفاق عام کیا ہے میں بھی اس خیر میں داخل ہوتا ہوں جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں اور یزید بن معاویہ کی جب خبر پہونچی تو انھوں نے لکھا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں۔ اور اگر بلا ہے تو ہم صابر ہیں۔

غرض ایسے نازک وقت میں جب کہ جہاز اسلام سخت طوفان میں آگیا تھا۔ فرزند رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خون سے اور اپنے بھائی بھتیجوں اور بیٹوں حتی کہ ایک چھ مہینے کے معصوم بچے کی بھی قربانی دے کے جہاز اسلام کو غرق ہونے سے بچا لیا۔ بلاشبہہ ؎

تباہی میں سفینہ آچکا تھا امت جد کا ۔ یہ کشتی بحر خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

الغرض جو چشم بینا و گوش شنوا رکھتا ہے وہ ان روایتوں کو دیکھ کر انصاف سے کہے گا کہ اسلام پھیلانے میں شیر خدا علی مرتضی و دیگر بنی ہاشم مثل حضرت حمزہ وغیرہ اور دیگر اصحاب مومنین نے خدا اور رسولؐ کی مدد کی۔ بعد رسول مقبول صلعم ایسے پر آشوب زمانہ میں اصحاب نبوی نے دین اسلام قائم رکھا۔ یا سبط رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام نے ؟ چنانچہ ایک بزرگ فرما گئے ہیں کہ

سرور سر راہ حق نثارے کردی ۔ تنہا بہ لکوک کارزارے کردی
اے فدیۂ امتی ! دلم بر تو فدا ۔ واللہ کہ اے حسین ! کارے کردی

پس اگر جناب امام حسین علیہ السلام اس مظلومیت اور مصیبت سے شہید نہ ہوتے تو اسلام دنیا سے نیست و نابود ہو چکا تھا۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں:۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ ۔ دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید ۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اور مزد پیغمبر قرار پائی اور جو باعث ایجاد عالم ہوں جن پر صلوٰۃ کا بھیجنا ایسا لازمی و ضروری ہو کہ نمازوں میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا جائے۔ افسوس کہ ہمارے بھائی احکام خدا و رسولؐ کو پس پشت ڈال کر ان اصحاب کو مثل رسول اور آل رسول پر فضیلت دیں۔ جن کے ایمان و اسلام اور اعمال و افعال پر خود طعنہ زن ہوتے ہیں۔ وا حسرتا کہ جو خاصان خدا حسب احکام خدا و رسولؐ کل امت کے ہادی و پیشوا ہوں ان کی منزلت اور وقعت اصحاب کی بدولت ایسی گھٹے کہ عوام الناس ان کو پہچان نہ سکیں کہ یہ آل رسولؐ سے ہیں۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں طبرانی سے روایت ہے۔

جب امام زین العابدین علیہ السلام بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام اسیر ہو کر ملک شام میں آئے تو دمشق کے راستے میں ایک شامی نے آپ سے کہا خدا کا شکر ہے کہ تم لوگ قتل کئے گئے۔ آپ نے فرمایا اے شخص کیا تو نے آیۂ کریمہ "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" نہیں پڑھی۔ یہ سن کر اس نے بہت استعجاب سے عرض کیا۔ کیا وہ لوگ جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے آپ لوگ ہیں۔ (صفحہ ۱۰۱ طبع مصر ۱۳۱۲ھ)

پس جب تک خلفا کا دور دورہ رہا آل محمدؐ کے نام و نشان اور عزت و منزلت مٹانے میں کوشاں رہے اب خدا رکھے علماء اہل سنت کو جنھوں نے باوجود اعتراف اس امر کے "باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر صلعم فرمود انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی۔ پس پیغمبر مارا بایں دو چیز عظیم القدر حوالہ فرمودہ است الخ" خدا و رسولؐ کے احکام کو پہیلی سمجھ کر دوسروں کو اپنا ہادی و پیشوا ٹھہرا لیا۔ اور باوجود اس اقرار کے "مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر ست و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ (قرآن و عترت) نماید گمراہ و خارج از دین ست) اپنے مذہب کو سچا اور اس فرقہ کے مذہب کو جو اپنے رسولؐ کی وصیت کے موجب قرآن و عترت کو اپنا امام اور مقتدا مانتا ہے جھوٹا بتاتے ہیں۔ اور اپنے پیشواؤں کے نقش قدم پر چل کر آل محمدؐ کے درجے اور مرتبے گھٹانے میں ساعی رہتے ہیں۔

المختصر ہمارے سنی بھائیوں کا عمل اگر خدا اور رسولؐ کے احکام کے موافق ہوتا تو آل رسولؐ سے منحرف ہو کر غیروں کو اپنا امام اور خلیفہ نہ بناتے اور ان حضرات کو شاہ دوسرا خاتم الاوصیا غالب کل غالب علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت نہ دیتے جن کی شان میں

حسب اقوال مفسرین و محدثین اہل سنت تین سو آیات الٰہی نازل ہوئی ہیں۔ جس کی شان میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا ارشاد فرمایا ہے کہ علیؑ خدا کا ولی ہے۔ علیؑ وہ ہے جس کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ علیؑ وہ ہے جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ علیؑ کرار غیر فرار اور قاسم جنت و نار ہے۔ خدا نے مجھے اور علیؑ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ علیؑ میری کل امت پر میرا آقا اور امام ہے جس کی امامت پر خدا نے دین اسلام کی تکمیل کی ہے۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ علیؑ مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ علی کا ذکر خدا کا ذکر ہے اور ذکر خدا عین عبادت ہے۔ علیؑ اور قرآن تا حوض کوثر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ علیؑ روز محشر ساقی کوثر ہے۔ علیؑ میدان حشر میں لواء حمد کا حامل ہے۔ علیؑ کا دوست جنتی اور دشمن اس کا دوزخی ہے۔ نہیں پہچانا کسی نے علیؑ کو مگر میں نے اور خدا نے، اور نہیں پہچانا مجھے اور خدا کو کسی نے مگر علیؑ نے۔ علیؑ وہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَعَلِيٌّ مُقِيمُ الْحُجَّةِ

چنانچہ کتب اہلسنت میں یہ حدیث ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان البحر مدادا والاشجار اقلاما والانس کتابا والجن حسابا ما احصوا فضائلک یا ابا الحسن۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے اگر تمام دریا سیاہی اور کل درخت قلم بن جائیں اور سب انسان کاتب اور جن محاسب ہوں تب بھی اے علیؑ تمہارے فضائل کا شمار نہ کر سکیں گے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۱)

بعض شعرا امام شافعی کی ارادت وعقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:۔

لو ان المرتضیٰ ابدیٰ محلہ — لکان الخلق طراً سجداً لہ
اگر علیؑ مرتضیٰ اپنا محل و مقام ظاہر کرتے تو — عموماً خلق آپ کو سجدہ کرتی
کفیٰ فی فضل مولانا علیٍ — وقوع الشک فیہ انہ اللہ
مولا علی کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ — ان کے لئے شک کیا جاتا ہے کہ وہ خدا ہیں

وماتَ الشافعی ولیس یدری علی ربہ ام ربہ اللہ

شافعی مرگیا مگر یہ نہ سمجھا کہ اس کا رب اللہ ہے یا علیؑ ہے

اس موقع پر ہم اس مہتم بالشان مناظرہ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو خلیفہ مامون رشید اور اسحٰق وغیرہ چالیس علماء اکابر اہلسنت سے ایک ہی جلسہ میں ہوا تھا۔ اور یہ وہ مشہور مناظرہ ہے جو تمام و کمال کتاب العقد الفرید مطبوعہ مصر میں درج ہے۔ اس کتاب کا مصنف شہاب الدین احمد ہے۔

اور جناب مولانا السید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے کتاب استقصاء عبقات الانوار مجلد حدیث طیر کے صفحہ ۲۰۶ میں مامون کے اس مناظرہ کو کتاب مذکور سے نقل فرما کر مصنف کے اعتبار کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"شہاب الدین احمد کا عالم جلیل القدر ہونا کا یہ اہلسنت نے مثل ابو نصر علی نے کتاب الاکمال میں اور علامہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں اور ابوالفدا نے تاریخ المختصر فی اخبار البشر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے۔"

اگر جناب ممدوح کے بیان پر اس وجہ سے کہ وہ علمائے امامیہ سے ہیں۔ اطمینان نہ ہو تو شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی کی تحریر جو الفاروق میں ہے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ انھوں نے اس مناظرہ کی تصدیق اس شد و مد سے کی ہے کہ:۔

"مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اس کا یہ دعوےٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علیؑ افضل تر ہیں اور بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہہ اس دعوے کے مخالف تھے اور ادھر مامون سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی اور محکومی کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا۔ اور ہر شخص کو گفتگو کرنے میں پوری آزادی حاصل تھی۔ صبح سے تقریباً دوپہر تک دونوں فریق میں مناظرہ ہوتا رہا۔ مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا۔"

اس مشہور مناظرہ کو جناب مولوی علی حیدر صاحب نے اپنے رسالہ "الکلام" ماہ شوال ۱۳۳۲ھ میں اصل کتاب سے نقل کر کے مع ترجمہ شائع کیا ہے۔ ہم رسالہ مذکور سے اس مناظرہ کا ترجمہ اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

فضیلت جناب امیرؑ میں مامون الرشید کا فقہا سے مناظرہ

(عالم جلیل القدر) اسحٰق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ سلطنت مامون الرشید کے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے میرے اور میرے چند دوستوں کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ خلیفہ مامون الرشید نے مجھے حکم دیا ہے کہ کل علی الصباح اپنے ہمراہ ایسے چالیس جلیل القدر اور متبحر علماء فقہ کو لے کر اس کے دربار میں حاضر ہوں۔ جو پختہ عقل و فہم کے ہوں اور ان سے جو سوال کیا جائے اس کا سمجھ کر معقول جواب دیں۔

پس تم لوگ ان علماء کے نام پیش کرو جو تمہارے خیال میں مامون الرشید کی خواہش کے مطابق ہوں۔ یحییٰ کے حکم کی تعمیل میں ہم لوگوں نے چند علماء کے نام پیش کئے اور کچھ لوگوں کو خود یحییٰ نے انتخاب کیا۔ جب چالیس کی تعداد پوری ہو گئی تو یحییٰ نے ان علماء کے نام لکھ کر حکم دیا کہ کل صبح سویرے آپ حضرات میرے یہاں تشریف لائیں۔ چنانچہ دوسرے روز قبل طلوعِ صبح ہم لوگ یحییٰ کے یہاں پہونچے تو دیکھا کہ وہ درباری لباس پہن کر ہم لوگوں کا انتظار کر رہا ہے۔ پس ہم سب لوگ سوار ہو کر قصر مامون رشید کے دروازے پر پہونچے جہاں ایک دربان کھڑا تھا جس نے ہم لوگوں کو دیکھ کر کہا۔ "ابو محمد (یحییٰ) خلیفہ دیر سے آپ کے انتظار میں ہیں" بعد ازاں ہم لوگوں کو مکان میں لے گیا اور کہا کہ آپ حضرات نماز سے فراغت کر لیجئے۔ پس ہم لوگ نماز میں مشغول ہوئے۔ لیکن ابھی تمام نہیں کرنے پائے تھے کہ خلیفہ کا آدمی پہونچا۔ اور کہا کہ کمرہ کے اندر آپ حضرات تشریف لے چلیں جب وہاں پہونچے تو دیکھا کہ خلیفہ مامون الرشید شاہی لباس پہنے۔ دوشالہ اوڑھے ہوئے اور عمامہ باندھے ہوئے اپنی مسند پر جلوہ افروز ہے۔ ہم لوگوں نے وہاں پہونچنے پر کھڑے ہو کر سلام کیا جس کا جواب دے کر اس نے بیٹھنے کو کہا۔ اور جب ہم مطمئن ہو کر بیٹھ چکے تو اپنی مسند سے اترا۔ اور اپنے عمامہ اور دوشالے کو اتار کر معمولی ٹوپی پہن لی۔ پھر ہم سب کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "میں نے ان چیزوں کو اس لئے اتارا ہے کہ آپ حضرات بھی اپنے بدن سے ان پرتکلف کپڑوں کو اتار دیں۔ ہاں میں نے موزہ نہیں اتارا کیونکہ اس کی وجہ آپ حضرات جانتے ہیں اور جس کو نہ معلوم ہو اسے میں ابھی بتا دوں۔"

بعد ازاں مامون نے اپنے پیروں کو پھیلا دیا۔ (یعنی بے تکلف ہو بیٹھا) اور کہا " آپ حضرات بھی اپنی ٹوپی موزہ۔ اور دو شالہ اتار کر رکھ دیں اور بے تکلف ہو بیٹھیں " لیکن اس میں ہم لوگوں نے تامل کیا تو یحییٰ بن اکثم نے کہا۔ " آپ حضرات کو سرکار جو حکم دیتے ہیں اس کے بجالانے میں آپ لوگ کچھ بھی پس وپیش نہ کریں۔ تب ہم نے کنارے جا کر اپنے موزے ٹوپیاں اور دو شالہ اتار دئے۔ اور مامون کی خدمت میں پھر آ کر بیٹھ رہے۔ جب ہم سب مطمئن ہوگئے تو مامون نے کہا۔ حضرات علماء! میں نے آپ حضرات کو ایک مناظرہ کے لئے زحمت دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات سے اس مذہب کے متعلق مناظرہ کروں جس پر میں ہوں۔ اور جس کے مطابق خدا کی عبادت بجالاتا ہوں "

ہم لوگوں نے یہ سن کر متفق اللفظ کہا " بہتر ہے۔ حضور مناظرہ کریں۔ خدا حضور کو توفیق نیک عطا فرمائے۔ بعد ازاں اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مامون۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد حضرت علیؑ بن ابی طالب سارے خلفاء سے افضل۔ اور کل آدمیوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

اسحٰق۔ آپ نے حضرت علیؑ کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کی وجہ ہم لوگوں کو تو حضرت علیؑ کی ذات میں کچھ نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب مناظرہ کے لئے بلایا ہے تو اس دعوے کی دلیل بھی مرحمت ہو۔

مامون۔ " اسحٰق! اچھا، خواہ میں تم سے سوال کروں۔ خواہ تم مجھ سے سوال کرو۔

(اسحٰق کہتا ہے کہ میں نے اسی کو غنیمت سمجھا کہ خود خلیفہ ہی سے سوال کروں)

اسحٰق۔ نہیں میں ہی حضور سے سوال کرتا ہوں "

مامون۔ اچھا۔ پوچھو "

اسحٰق۔ حضور نے یہ کس دلیل سے فرمایا کہ حضرت علیؑ بعد رسول خدا صلعم افضل ناس اور ان سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے؟"

مامون۔ " اسحٰق پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ لوگ کس سبب سے ایک دوسرے سے فضل میں بڑھ جاتے ہیں اور افضل کہلاتے ہیں؟"

اسحٰق۔ اعمال صالحہ کے سبب سے "

مامون۔ " ہاں سچ ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ایک شخص عہد رسولؐ میں سب سے افضل رہا ہو لیکن

بعد رسول خدا صلعم کے دوسرے لوگ اس سے زیادہ افضل اعمال بجالائیں تو کیا شرف و فضل میں یہ لوگ اس سے بڑھ جائیں گے ؟

اسحٰق ۔ "کہتا ہے کہ اس سوال کے جواب سے پریشان ہو کر میں سوچنے لگا تو مامون نے مجھ سے پھر کہا ۔

مامون ۔ اسحٰق ! تم جواب میں تو ہاں کہہ ہی نہیں سکتے ۔ کیونکہ پھر میں اس زمانہ میں ایسے لوگوں کو بتا دوں گا جن کو ان سے زیادہ جہاد ۔ حج ۔ صوم و صلوٰۃ ۔ صدقہ وغیرہ اعمال صالحہ کے بجالانے کا موقع ملتا ہے تو جاہئے کہ سب لوگ بھی ان سے افضل ہو جائیں !۔

اسحٰق ۔ حضور بے شک زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں جو شخص افضل تھا اس کے برابر پھر کوئی شخص کبھی بھی نہیں ہو سکتا ۔

مامون ۔ " اسحٰق ! اچھا ۔ اب دیکھو کہ تمہارے صحابہ کرام ۔ تابعین ۔ محدثین اور وہ علما جن کو ہم لوگ اپنے مذہب کا پیشوا اور ہادی سمجھتے ہیں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے فضائل میں کتنی اور کیسی کیسی حدیثیں روایت کرتے ہیں ۔ پھر ان احادیث سے مقابلہ کرو ۔ اُن احادیث کا جو فضائل ابوبکر میں محدثین سے تم کو ملی ہیں ۔ اگر وہ فضائل علیؑ کے برابر ہی ہوں تو بے شک تم یہ دعویٰ کرو کہ ابوبکر افضل تھے علیؑ سے نہیں خدا کی قسم ! بلکہ فضائل ابوبکر و عمر دونوں کو جمع کرو ۔ اور پھر اس مجموعہ کا مقابلہ کرو فضائل علیؑ سے اب بھی اگر ابوبکر اور عمر کے فضائل زیادہ نہیں ۔ بلکہ صرف برابر ہی نکلیں فضائل علیؑ سے جب بھی تم کو حق ہوگا ابوبکر اور عمر کو علیؑ سے افضل سمجھنے کا ۔

نہیں خدا کی قسم !! بلکہ فضائل ابوبکر ۔ و فضائل عمر و فضائل عثمان کو جمع کرو ۔ اور اگر ان سب کے فضائل کو تنہا علیؑ کے فضائل کے برابر بھی پاؤ تو بے شک کہو کہ یہ سب افضل تھے علیؑ سے ! نہیں خدا کی قسم !!! بلکہ کل عشرہ مبشرہ کے فضائل کو (جن کے جنتی ہونے کی گواہی رسول خدا صلعم نے دی ہے) جمع کرو اگر ان سب کے فضائل مل کر بھی تنہا جناب علیؑ بن ابی طالبؑ کے فضائل سے زیادہ کجا ان کے برابر بھی ہو جائیں ۔ اور علیؑ کے فضائل کا پلہ میزان نہ جھکے تو بے شک تمہارا اعتقاد صحیح ہے کہ یہ سب افضل تھے امیر المومنین علیؑ سے (ورنہ اس خیال باطل سے باز آؤ)

مامون ۔ " اسحٰق ! اچھا ان سب کو جانے دو ۔ یہ بتاؤ کہ جس وقت آنحضرت صلعم مبعوث

ماتحت اس وراثت کے منکر ہیں۔

عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ،

حضرت ابوبکر صدیق کا بیان ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ دوسرے لوگ ہمارے وارث ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شیعہ خلفا کے اس عمل کو جو انھوں نے حکم خدا کے خلاف، بنت رسولؐ کو میراث پدری سے محروم کر دیا خلاف حق سمجھتے ہیں، اور اہل سنت اپنے خلیفہ صاحب کے حکم کو عدل وانصاف سے تعبیر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اس کی مفصل بحث جلد دوم مسئلہ میراث انبیاء میں کی جائے گی۔"

اب فرمائیے کہ "حسبنا کتاب اللہ" کے کہنے والوں نے بیٹی کو باپ کے ترکہ سے آیا کتاب خدا کی بنا پر محروم کر دیا تھا، یا اپنی خاص مصلحت وحکمت کی وجہ سے؟ اس بارے میں اہل سنت فرمان الٰہی پر چلتے ہیں، یا اپنے خلیفہ صاحب کے حکم پر؟ پس یہ سب اختلافات اس سبب سے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر کے احکام پر عمل نہیں کیا جاتا، جو حکم خدا اور رسولؐ اوصیاء اور خلفائے برحق ہیں اور سب کی شریعت، شریعت مصطفوی ہے۔

اسی طرح مسئلہ جبر واختیار میں بھی اختلاف ہے، امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ

لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین

بندوں کے افعال میں نہ تو بالکل جبر ہے اور نہ بالکل تفویض بلکہ ان دونوں کے درمیان میں ایک امر ہے۔

یعنی بندہ ایسا صاحب اختیار نہیں کہ خدا کی قدرت اور اس کے اختیار سے باہر ہو جائے نہ ایسا ناچار ومجبور ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکے، اور اس کے ہر فعل کا فاعل خدائے پاک ہی ہو۔ بخلاف اس کے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور ہے، اس کے ہر فعل نیک وبد کا فاعل خدا ہے اور بندوں کے جملہ افعال بارادت الٰہی واقع ہوتے ہیں، اور خیر وشر ومعصیت، ہدایت، ضلالت، شرک، ایمان، بحکم الٰہی ہیں، بلکہ مشکوٰۃ شریف میں تو یہاں تک ہے کہ خدا بندے کو دوزخ یا جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے ویسے ہی اعمال بھی کراتا ہے، ملاحظہ ہو۔

وعن مسلم بن یسار قال سئل عمر بن الخطاب عن ھذہ الآیۃ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم الی آخر الآیۃ قال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے اس آیت کے متعلق (جب پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد تا آخر) استفسار کیا تو جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ اس آیت کے بارے میں کسی نے رسول اللہ صلعم

مسئلہ جبر واختیار

برسالت ہوئے تھے اس وقت سب سے افضل عمل کیا تھا۔

اسحٰق۔ " خلوص دل سے کلمۂ شہادتین پڑھنا۔

مامون۔ کیا اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنا افضل عمل نہیں تھا۔

اسحٰق۔ بے شک تھا۔

مامون۔ کلام مجید کے اس آیۂ "والسابقون السابقون اولئک المقربون۔" کو پڑھو۔ اس میں "سابقون" سے مراد وہی لوگ ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ تو کیا تمھارے علم میں علیؑ سے بھی قبل کوئی مسلمان ہوا تھا؟

اسحٰق۔ "حضور! علیؑ تو کمسنی میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب کہ آنحضرت ان کو کسی امر کی تکلیف دے ہی نہیں سکتے تھے۔ اور ابوبکر سن کمال پر پہونچ کر مسلمان ہوئے۔ جب ان سے تکلیف متعلق ہو چکی تھی۔"

مامون۔ اول مجھے یہ بتاؤ کہ کون شخص سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ پھر میں تم سے کم سنی یا کمال سن کے متعلق مناظرہ کروں گا؟

اسحٰق۔ بے شک ابوبکر سے پہلے علیؑ نے اسلام قبول کیا۔ لیکن اسی شرط کے ساتھ (کہ وہ کمسن تھے۔)

مامون۔ ہاں ٹھیک ہے (کہ علیؑ کم سنی میں مسلمان ہوئے) اب مجھے یہ بتاؤ کہ علیؑ آنحضرت کے دعوت کرنے سے مسلمان ہوئے یا ان کو الہام خدا ہوا تھا (اسحٰق کہتا ہے کہ مامون کے اس سوال سے پریشان ہو کر میں سوچنے لگا کہ پھر مامون نے کہا) تم یہ تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ علیؑ کو الہام ہوا کیونکہ اس صورت میں علیؑ کو آنحضرت سے بھی بڑھا دوگے اس لئے کہ اس وقت تک تو آنحضرت کو بھی الہام نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جبرئیل کے آنے سے حضرت نے اسلام کو جانا۔

اسحٰق۔ بے شک۔ علیؑ کو الہام نہیں ہوا بلکہ آنحضرت نے ہی اسلام کی طرف آپ کو دعوت دی۔

مامون۔ " تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو آنحضرتؐ نے خدا کے حکم سے علیؑ کو اسلام کی دعوت دی ہوگی یا اپنے دل سے یہ بات بنائی ہوگی۔ (کہ علیؑ تم مسلمان ہو جاؤ) اسحٰق کہتا ہے کہ اس سوال سے بھی پریشان ہو کر میں سوچنے لگا کہ پھر مامون نے کہا۔ "اسحٰق! رسول خدا پر تو اپنی خواہش نفس سے کلام کرنے کا الزام تم قائم ہی نہیں کر سکتے کیونکہ خدا حضرت

کے بارے میں فرماتا ہے۔ "وما انا من المتکلفین" (کہہ دو اے رسولؐ کہ میں اپنے دل سے بات بنانے والا نہیں ہوں)

اسحق۔ "بے شک ایسا نہیں ہے بلکہ خدا ہی کے حکم سے آنحضرت نے علیؑ کو دعوت دی تھی۔

مامون۔ "تو کیا خدائے جبار کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے رسولوں کو ایسے شخص کی دعوت کا حکم دے جس پر کسی قسم کی تکلیف جائز نہ ہو"

اسحق۔ "معاذ اللہ۔ ہرگز نہیں"

مامون۔ "اسحاق تم نے جو کہا کہ علیؑ کمسنی میں اسلام لائے جب ان پر کسی قسم کی تکلیف جائز نہیں تھی۔ تو کیا اس سے تمہارا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلعم نے بچوں کو اسلام کی دعوت دے کر ایسے امر کی تکلیف دی جو ان کی طاقت سے باہر تھا۔ پھر آنحضرت کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ پھر مرتد ہو جاتے تو کیا ان کے مرتد ہو جانے کی کوئی سزا نہیں ہوتی؟ اور کیا آنحضرتؐ کا ان کو کسی چیز کی تکلیف دینا جائز نہیں ہوتا؟ کیا تم اس امر کو آنحضرت کے بارے میں کہہ سکتے ہو؟

اسحق۔ "معاذ اللہ ہرگز نہیں"

مامون۔ "تو ثابت ہوا کہ تم اس امر کے قائل ہو کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو اسلام کی دعوت دے کر تمام مخلوقات پر ان کو فضیلت دی اور بہ سبب اس فضیلت کے علیؑ کو ان سب سے ممتاز کر دیا تاکہ لوگ آپ کے فضائل کو سمجھیں ورنہ اگر خدا نے آنحضرتؐ کو مطلقاً بچوں کی دعوت کا حکم دیا ہوتا تو مثل علیؑ کے دوسرے بچوں کو بھی آنحضرتؐ نے دعوت دی ہوتی"

اسحق۔ "بے شک"

مامون۔ "تو کیا تم کو معلوم ہے کہ رسولؐ خدا صلعم نے اپنے اہل وعیال اعزہ و اقربا سے کسی اور بچہ کو بھی اسلام کی دعوت دی؟ میں یہ سوال اس لئے کرتا ہوں کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ علیؑ چونکہ چچازاد بھائی تھے اس سبب سے آنحضرت نے ان سے بھی مسلمان ہونے کو کہہ دیا۔ علیؑ کی کوئی ذاتی خصوصیت نہ تھی"

اسحق۔ "مجھ کو معلوم نہیں، لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت نے اور کسی بچے کو دعوت دی یا نہیں؟"

مامون۔ "اسحق! کیا تم سمجھتے ہو کہ جس چیز کو تم جانتے ہو اور نہ سمجھتے ہو اس کے بارے میں قیامت

میں تم سے سوال کیا جائے گا؟"

اسحٰق۔ "نہیں"۔

مامون۔ "تو خدا نے جس امر کی تکلیف ہم سے اور تم سے ساقط کر دی ہے اس کا ذکر کیوں کرتے ہو۔ (یعنی جب تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے اہل وعیال سے اور بھی کسی بچہ کو اسلام کی دعوت دی تو تم ایسا یقین کیوں سمجھ لو کہ حضرت نے کسی کو دعوت نہیں دی یہ فضیلت مخصوص تھی علیؑ سے) اچھا یہ بتاؤ کہ سبقت الی الاسلام کے بعد سب سے افضل عمل کیا تھا؟"

اسحٰق۔ "خدا کی راہ میں جہاد کرنا"۔

مامون۔ "ہاں سچ ہے۔ تو جہاد میں جو خدمات علیؑ نے کی ہیں کیا تم ان کو اصحاب رسولؐ سے کسی اور میں بھی پاتے ہو"۔

اسحٰق۔ "کس جنگ میں؟"

مامون۔ "کسی جنگ میں؟"

اسحٰق۔ "اچھا جنگ بدر کو لیجیے"۔

مامون۔ "خیر یہی سہی۔ کیا اس جنگ میں بھی علیؑ کی خدمات کے مقابلے میں دوسروں کی خدمات کو بہت کم اور ہیچ نہیں پاتے؟ بتاؤ تو اس میں کتنے آدمی قتل ہوئے تھے؟"

اسحٰق۔ "کچھ اوپر ساٹھ مشرک"۔

مامون۔ "اور ان میں تنہا حضرت علیؑ کے مقتولین کس قدر تھے؟"

اسحٰق۔ "یہ تو میں نہیں جانتا"۔

مامون۔ "مجھ سے سنو۔ تیئیس ۲۳ یا کم از کم بائیس اور چالیس باقی کل لشکر اسلام کے تھے"

اسحٰق۔ "حضور یہ بھی تو دیکھیں کہ ابوبکر آنحضرت کے ہمراہ عریشہ میں تھے"۔

مامون۔ "ہاں لیکن وہاں بناتے کیا تھے؟"

اسحٰق۔ "تدبیر سوچ رہے تھے"۔

مامون۔ "وائے ہو تم پر۔ آنحضرتؐ سے علیحدہ تدبیر سوچتے تھے یا حضرت کے ساتھ؟ اگر حضرت کے ساتھ تھے تو آیا حضرتؐ نے ان کو اپنا شریک کر لیا تھا یا ان کی رائے کے محتاج تھے۔ ان تین صورتوں میں سے تم کس کو تجویز کرتے ہو؟"

اسحٰق۔ "معاذ اللہ! نہ حضرت سے علیحدہ سوچتے تھے نہ حضرت کے شریک ہو کر اور نہ آنحضرت ان کی

رائے کے محتاج تھے ؟

مامون۔ "بھائی! تو آخر عریشہ میں بیٹھنے کی فضیلت کیا ہوئی ؟ پھر جو شخص آنحضرت کی حفاظت میں تلوار سے لڑ رہا ہو کیا وہ اس آرام کے ساتھ بیٹھنے والے سے بھی افضل نہ ہوگا"

اسحق۔ "حضور! جہاد تو سارا ہی لشکر کر رہا تھا۔ علیؑ کی خصوصیت کیا تھی ؟

مامون۔ "ہاں، یہ سچ ہے کہ سب جہاد کرتے تھے لیکن جو شخص تلوار سے لڑتا ہوا آنحضرت اور آپ کے ساتھ چین سے بیٹھنے والوں کی حفاظت کرتا ہو وہ بیٹھنے والے سے تو ضرور ہی افضل ہے کیا تم نے کلام مجید میں نہیں پڑھا ہے۔ لا یستوی القاعدون من المومنین الخ یعنی معذور لوگوں کے سوا گھر میں بیٹھ رہنے والے اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے (بلکہ) جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر درجہ میں خدا نے فضیلت دی ہے۔ اور (اگرچہ) خدا نے سب ایمانداروں سے احسان کرنے کا وعدہ کیا ہے مگر جہاد کرنے والوں کو خانہ نشینوں پر ثواب عظیم کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے۔ (سورہ نساء آیۂ ۹۵)

اسحق۔ لیکن ابوبکر و عمر بھی تو مجاہد تھے۔ (کیونکہ اسی ارادہ سے جنگ میں آئے تھے)

مامون۔ "تو جو لوگ اس جنگ میں آئے ہی نہیں ان پر ابوبکر و عمر کو فضیلت تھی یا نہیں ؟

اسحق۔ ضرور تھی"

مامون۔ "اسی طرح جس نے اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈال کر قتال کیا وہ بھی افضل ٹھہرا ابوبکر اور عمر سے (جو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے)

اسحق۔ "ہاں یہ بھی درست ہے"

مامون۔ "اسحق! اچھا تم قرآن تو پڑھتے ہو گے ؟"

اسحق۔ "جی ہاں"

مامون۔ "ذرا سورہ ہل اتی تو مجھے سناؤ"

اسحق کہتا ہے کہ میں نے اس سورہ کی تلاوت کی۔ اور جب ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا تک پہونچا تو مامون نے کہا"

مامون۔ "ذرا ٹھہر ٹھہر کر۔ ہاں یہ آیات کس کی شان میں نازل ہوئی ہیں ؟"

اسحٰق ۔ "علیؑ بن ابی طالب کی شان میں ۔"
مامون ۔ کیا تم کو اس امر کا علم ہے کہ علیؑ نے جب مسکین ویتیم واسیر کو کھانا کھلایا تھا تو کہا تھا۔
انما نطعمکم لوجہ اللہ ،، اور کیا تم نے سنا ہے کہ جیسے خدا نے علیؑ کی مدح
کی ہے ویسی اور بھی کسی کی مدح کی ؟
اسحٰق ۔ نہ علیؑ کے سوا کسی نے انما نطعمکم لوجہ اللہ " کہا تھا اور نہ کسی اور کی مدح ایسی قرآن میں نازل
ہوئی ۔"
مامون ۔ "ہاں سچ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا خود حضرت علیؑ کی سیرت سے واقف تھا ۔ اچھا
اب یہ بتاؤ کہ تم اس امر کی گواہی دیتے ہو یا نہیں کہ عشرۂ مبشرہ جنتی ہیں ۔"
اسحٰق ۔ "ہاں گواہی دیتا ہوں ۔"
مامون ۔ "اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے معلوم نہیں یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں یا آنحضرت نے اس کو
فرمایا یا نہیں تو کیا اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا ؟"
اسحٰق ۔ "معاذ اللہ ہرگز نہیں ۔"
مامون ۔ "اچھا اب اگر وہی شخص کہے کہ مجھے معلوم نہیں ۔ سورہ ہل اتی خدا کا کلام ہے یا نہیں ؟
تو اس کے کہنے سے وہ کافر ہو جائے یا نہیں ۔"
اسحٰق ۔ ہاں ضرور ہو جائے گا ۔"
مامون ۔ تو دونوں قولوں میں فرق کی وجہ بتاؤ ۔ ! اچھا اسحٰق ، تم حدیث بھی روایت کرتے ہو ؟
اسحٰق ۔ "جی ہاں ۔"
مامون ۔ "تمھیں حدیث طیر کا بھی پتہ ہے ؟"
اسحٰق ۔ "جی ہاں ۔"
مامون ۔ "بیان تو کرو ۔"
اسحٰق ۔ کہتے ہے کہ میں نے حدیث طیر کو بیان کیا تو مامون نے کہا ۔
مامون ۔ "اسحٰق ۔ میں تم سے یہ سمجھ کر بحث کرتا تھا کہ تم حق کے دشمن نہیں ہو لیکن اب حق سے
تمہاری دشمنی واضح ہو گئی ۔ تم کو یقین ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ؟
اسحٰق ۔ "ہاں یقین ہے کیونکہ اس کی روایت ان محدثین نے کی ہے جن کی حدیثیں رد نہیں ہو سکتیں ۔
مامون ۔ "تو تمھاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جس شخص کو یقین ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی وہ خیال

کرے کہ امت رسولؐ میں علیؑ سے بھی افضل کوئی شخص تھا۔ اس کو تین امر میں سے ایک کا ضرور قائل ہونا پڑے گا یا یہ کہ آنحضرتؐ کی دعا خدا نے قبول نہیں کی۔ یعنی خدا نے اس شخص کو نہیں بھیجا جس کو وہ سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا) یا یہ کہ افضل ظن کرتے ہوئے خدا افضل کو سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا۔ کیونکہ اس نے علیؑ کو بھیجا اگر ان سے افضل کوئی تھا تو اسی کو بھیجا جانا تھا تاکہ معلوم ہو خدا اسی کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے (یا یہ کہ خدا کو افضل اور مفضول میں تمیز نہیں تھی کیونکہ اس نے علیؑ ہی کو بھیجا۔ پس تم ان تینوں باتوں سے کس کے قائل ہوتے ہو؟" اسحٰق کہتا ہے کہ یہ سن کر میں پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ پھر مامون نے کہا۔

"اسحٰق! ان باتوں سے تو کسی کے تم قائل نہیں ہو سکتے ورنہ میں تم سے توبہ کرا دوں گا۔ ہاں کوئی چوتھی صورت اس کی تاویل میں ہو تو بیان کرو۔"

اسحٰق۔ "اس کے جواب سے میں عاجز ہوں۔ لیکن ابو بکر کی بھی تو فضیلت ہے؟"

مامون۔ "بے شک، کیونکہ اگر ان میں کوئی بھی فضل نہ ہو تو یہ کہنا ہی لغو ہو جائے کہ ابو بکر سے علیؑ افضل ہیں اس لئے کہ افضل تو وہ ہوتا ہے جس میں دوسرے سے زیادہ فضل ہو، یعنی مفضول میں کم اور افضل میں زیادہ فضل ہوتا ہے لیکن اس وقت تم کو اُن کی کون سی فضیلت سوجھی؟"

اسحٰق۔ "آیۂ غار جس میں ارشاد ہے ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ اس میں خدا نے ابو بکر کو آنحضرتؐ کا ساتھی کہا ہے۔"

مامون۔ "اسحٰق! میں تمہیں کسی مشکل راہ کی طرف نہیں لے چلوں گا۔ بے شک خدا نے ابو بکر کو آنحضرتؐ کا ساتھی کہا لیکن خدا نے ایک کافر کو بھی ایسے شخص کا ساتھی کہا ہے جس سے خدا خوش اور جو خدا سے خوش تھا۔ وہ خدا کا قول یہ ہے۔ "قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ الآیہ" یعنی اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ تو اس پروردگار کا منکر ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر تجھے درست آدمی کر دیا۔ (سورہ کہف آیۂ ۲، جزو ۱۵)

اسحٰق۔ "لیکن یہ ساتھی تو کافر تھا۔ اور ابو بکر مومن تھے۔"

مامون۔ "یہی تو مطلب ہے کہ جب خدا نے ایک کافر کو ایسے شخص کا ساتھی قرار دیا جس سے خدا خوش تھا تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے نبی کا ساتھی کسی مومن کو قرار دے لیکن اس سے وہ افضل المومنین نہیں ہو سکتا اور نہ حضرت ثانی نہ حضرت ثالث (افضل المومنین ہو سکتے ہیں)

اسحٰق۔ "حضور! ابوبکر کی شان آیۂ غار میں نہایت جلیل القدر ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے دو میں
کے دوسرے (پیغمبر) اس وقت جبکہ یہ دونوں غار میں تھے اور پیغمبر اپنے ساتھی سے کہتے
تھے کہ حزن و اندوہ نہ کرو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

مامون۔ "اسحٰق! جب تک میں تمھاری پوری خبر نہ لوں گا تم مانو گے نہیں۔ اچھا بتاؤ ابوبکر کا حزن
کیا چیز تھی خوشی یا غضب؟"

اسحٰق۔ "یہ حزن آنحضرت کے سبب سے تھا۔ حضرت ہی کے بارے میں ابوبکر کو خوف و غم تھا
کہ کوئی مصیبت نہ واقع ہو۔"

مامون۔ "میرے سوال کا جواب یہ نہیں ہے۔ بتاؤ کہ وہ حزن کیا چیز تھی۔ خوشی یا غضب؟"

اسحٰق۔ "خدا کی رضا تھی۔"

مامون۔ "تو معلوم ہوا کہ خدا نے ہم لوگوں کی طرف ایسا رسول بھیجا جو رضائے خدا سے لوگوں
کو منع کرتا تھا۔"

اسحٰق۔ "معاذ اللہ۔ یہ کیونکر؟"

مامون۔ "کیا تم نے ابھی نہیں کہا کہ ابوبکر کا حزن و اندوہ کرنا خدا کی رضا تھی۔"

اسحٰق۔ "بے شک۔ کہا ہے۔"

مامون۔ "تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن میں ہے۔ رسول خدا نے فرمایا "لا تحزن" حزن نہ کرو اس
طرح حزن سے منع کیا (حالانکہ اس حزن کو رضائے خدا قرار دیتے ہو۔ تو آنحضرت مانع
رضائے خدا ہوئے۔"

اسحٰق۔ "معاذ اللہ! مجھ سے کیا غلطی ہو گئی۔"

مامون۔ "اسحٰق! میں تمہارے ساتھ رفق و مدارات سے پیش آتا ہوں شاید تم راہِ حق دیکھ لو۔ اس
سبب سے کہ تم کثرت سے خدا کی پناہ چاہتے ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ خدا نے جو فرمایا ہے۔
"فانزل اللہ سکینتہ علیہ" (خدا نے ان پر اپنی تسلی نازل کی۔) اس امر سے مراد رسول خدا
ہیں یا ابوبکر؟"

اسحٰق۔ "نہیں رسول خدا صلعم مراد ہیں۔"

مامون۔ "ٹھیک ہے۔ اب آیہ "ویوم حنین" (یعنی خدا نے تمہاری مدد حنین میں بھی کی جب
تم اپنی کثرت پر نازاں ہو۔ لیکن وہ کثرت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی بلکہ میدان جنگ تم پر

تنگ ہو گیا۔ پھر تم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تو خدا نے اپنی تسلی اپنے رسولؐ اور مومنین پر نازل کی) کے متعلق بیان کرو کہ اسمیں مومنین سے کون لوگ مراد ہیں؟"

اسحٰق۔ "مجھے معلوم نہیں۔"

مامون۔ "جنگ حنین میں کل مسلمان بھاگ گئے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے ہمراہ بنی ہاشم سے سات آدمیوں کے سوا اور کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا۔ ان میں سے علیؑ تو تلوار لئے آنحضرتؐ کی حفاظت میں لڑ رہے تھے۔ عباس حضرت کے خچر کی لگام تھامے تھے اور باقی پانچ شخص آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ کفار سے آپ کو کوئی زخم نہ لگنے پائے یہی حالت رہی یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسول کو ظفریاب کیا۔ پس مومنوں سے اس آیہ میں خاص کر علیؑ اور وہ لوگ مراد ہیں جو بنی ہاشم سے اس وقت حاضر خدمت تھے۔ تو اب بتاؤ جو اس وقت آنحضرتؐ کے پاس تھا وہ افضل ہے یا وہ لوگ جو جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور خدا نے کسی جگہ ان کو پایا ہی نہیں تا کہ اپنی تسلی ان پر بھی نازل کرے؟"

اسحٰق۔ "نہیں افضل وہی شخص ہے جس پر خدا نے اپنی تسلی نازل کی۔"

مامون۔ "بتاؤ کہ جو شخص آنحضرت کے ہمراہ غار میں تھا وہ افضل ہے یا وہ شخص جو آنحضرتؐ کے بستر پر سویا اور جس نے اپنی جان ہلاکت میں ڈال کر حضرت کو بچا دیا جس کے سبب سے آنحضرت ہجرت میں کامیاب ہو گئے۔ خداوند عالم نے آنحضرت کو حکم دیا تھا کہ تم اپنے بستر پر سونے کے لئے علیؑ سے کہو اور یہ کہ وہ اپنی جان سپر کر کے تم کو بچائیں۔ چنانچہ آنحضرت نے علیؑ سے اس کو کہا۔ تو وہ رونے لگے۔ آنحضرت نے پوچھا علیؑ کیا تم موت کے خوف سے روتے ہو"؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم اس سبب سے میں نہیں روتا بلکہ آپ کے سبب سے کہ کہیں مصائب میں نہ مبتلا ہوں۔ اچھا میں سو رہوں تو آپ کی جان بچ جائے گی؟ حضرت نے فرمایا "ہاں ضرور بچ جائے گی؟ تب علیؑ نے خوش ہو کر کہا) "یا حضرت پھر کیا پروا ہے میں نہایت اطمینان سے سوؤں گا اور انتہائے مسرت سے اپنی جان دوں گا۔ اور آپ کو بچاؤں گا؟ بعد ازاں آں حضرت صلعم کی خوابگاہ میں تشریف لائے اور حضرت کی چادر اوڑھ کر سو رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مشرکین قریش نے آکر آپ کو اس خیال سے گھیر لیا کہ آپ ہی رسول خدا صلعم ہیں اور سب نے یہ طے کر لیا تھا کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص تلوار کا ایک ایک وار آنحضرت پر لگائے۔ تاکہ بنی ہاشم کسی خاص قبیلہ سے حضرت

کے خون کا قصاص نہ لے سکیں اور باوجودیکہ علیؑ مشرکین کے ان کل مشوروں کو سن رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ سب ان کی جان لینے پر آمادہ ہیں لیکن ان امور سے آپ کے ابرو پر ذرا بھی بل نہ آیا اور کچھ بھی خوف نہ کیا، بلکہ اطمینان سے جان دینے کے لئے سوتے رہے حالانکہ ابوبکر (ذرا سی بات پر) غار میں ڈر کر رونے لگے تھے۔ اسی طرح علیؑ نہایت صبر اور اطمینان سے دیر تک سوتے رہے بعد ازاں خداوند عالم نے اپنے ملائکہ مقربین کو آپ کے پاس بھیجا جو صبح تک آپ کی نگہبانی کرتے رہے۔ صبح کو جب آپ اٹھے تو مشرکین قریش نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا "محمد کہاں ہیں؟" علیؑ نے جواب دیا کہ "مجھے کیا معلوم کہ آنحضرت کہاں تشریف فرما ہیں" تب ان لوگوں نے کہا علیؑ! معلوم ہوتا ہے کہ رات ہی سے تم اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے (یعنی رات ہی سے یہاں سوئے ہوئے تھے) پس اسی طرح مرتے وقت تک ہر واقعہ میں علیؑ لوگوں سے افضل ہی ثابت ہوتے رہے۔ اور کسی وقت کسی فضیلت میں بھی کسی شخص سے کم نہیں ہوئے۔ اچھا اسحٰق! تم حدیث غدیر بھی روایت کرتے ہو؟

اسحٰق۔ "حضور، ہاں"۔

مامون۔ "اس کو بیان تو کرو" (اسحٰق کہتا ہے کہ میں نے حدیث غدیر بیان کی تو پھر مامون نے کہا) اسحٰق! تم بھی دیکھتے ہو کہ اس حدیث نے علیؑ کے بارے میں ابوبکر و عمر پر اس چیز کو واجب کیا جو ابوبکر و عمر کے بارے میں علیؑ پر واجب نہیں تھی (یعنی ابوبکر و عمر پر خدا نے واجب کیا کہ علیؑ کو اپنا مولا سمجھیں اور علیؑ پر واجب کیا جائز بھی نہیں ہوا کہ وہ ابوبکر و عمر کو اپنا مولا سمجھیں"۔

اسحٰق۔ "لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا باعث زید بن حارث ہے کیونکہ اس کے اور علیؑ کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا جس سے علیؑ کی ولایت کا وہ منکر ہو گیا۔ پس آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"۔

مامون۔ "تو اس حدیث کو کس مقام پر فرمایا تھا" کیا حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت (خم غدیر) میں نہیں فرمایا تھا"۔

اسحٰق۔ "ہاں اسی موقع پر ارشاد فرمایا تھا"۔

مامون۔ "تو اگر زید بن حارثہ اس واقعہ غدیر کے قبل ہی شہید ہو چکے ہوں تو تم کیونکر اس سبب کو حدیث غدیر کا باعث قرار دوگے (کیونکہ یہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ جنگ موتہ میں جو

سنہ ۶ھ میں ہوئی تھی۔ زید بن حارثہ شہید ہو چکے تھے۔ اور حدیث غدیر کو آنحضرت نے سنہ ۱۰ھ کے آخر میں بیان فرمایا ہے۔) اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا کوئی لڑکا جو صرف پندرہ سال کا ہو کہے " جو میرا مولا ہے وہ میرے ابن عم کا بھی مولا ہے۔ لوگو! اس بات کو یاد کر لو۔" تو کیا تم کو برا نہیں معلوم ہوگا، کہ تمہارا لڑکا ایسی لغو بات لوگوں کو بتائے جس کو لوگ خود جانتے ہیں۔ اور جس کا انکار بھی نہیں کرتے۔

اسحق:۔ " ضرور برا معلوم ہوگا۔"

مامون:۔ " تو کیا تم جس بات کو اپنے لڑکے تک کے لئے پسند نہیں کرتے اس کو رسول خدا صلعم کے لئے پسند کرتے ہو۔ وائے ہو تم لوگوں پر اپنے علماء کے بندے نہ ہو جاؤ! خداوند عالم نے کلام مجید میں فرمایا ہے " اتخذوا احبارھم الآیۃ" یعنی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور زاہدوں کو اپنا پروردگار بنا ڈالا (سورۂ توبہ ۳۲) حالانکہ ان لوگوں نے نہ علماء و زہاد کی نماز پڑھی اور نہ ان کا روزہ رکھا اور نہ یہ خیال کیا کہ وہ لوگ پروردگار ہیں۔ چونکہ ان علماء نے جو کچھ کہا اُسے مان لیا۔ (اسی سبب سے خدا نے یہ فرمایا) اچھا اسحق! تم اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہو۔ کہ فرمایا آنحضرت نے یا علی " انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" علی تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے۔"

اسحق:۔ " ہاں میں نے اس حدیث کو سنا ہے اور ان لوگوں کو بھی سنا ہے جو اس کو صحیح کہتے ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرتے ہیں۔"

مامون:۔ " تو ان دونوں میں کون لوگ زیادہ معتمد ہیں۔ جنھوں نے اس کو صحیح کہا یا جنھوں نے اس سے انکار کیا۔"

اسحق:۔ " وہ لوگ جنھوں نے صحیح کہا ہے۔"

مامون:۔ " تو کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے اس کو مزاح سے فرمایا ہو؟"

اسحق:۔ " معاذ اللہ! ہرگز نہیں۔"

مامون:۔ " تو پھر ایسی بات کہی جس کے کوئی معنی ہی نہیں ہے۔ پس کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آئے گا۔"

اسحق:۔ " معاذ اللہ! یہ بھی نہیں۔"

مامون:۔ " کیا تم نہیں جانتے کہ ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے؟"

اسحق:۔ " ہاں، جانتا ہوں۔"

يسأل عنها فقال ان الله خلق آدم ثم مسح ظهره بيمينه فاستخرج منه ذرية فقال خلقت هولاء للجنة وبعمل اهل الجنة يعملون ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية فقال خلقت هولاء للنار وبعمل اهل النار يعملون. فقال رجل ففيم العمل يا رسول الله فقال رسول الله صلعم ان الله اذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل اهل الجنة حتى يموت على عمل من اعمال اهل الجنة فيدخل به الجنة واذا خلق العبد للنار استعمله بعمل اهل النار حتى يموت على عمل من اعمال اهل النار فيدخل به النار. رواه مالک و ابو داود مشکوۃ شریف باب الایمان بالقدر فصل دوم ص۲۲، اشعۃ اللمعات ص۹۲ مظاہر حق جلد اول۔

سے سوال کیا تھا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا تحقیق جب آدمؑ کو اللہ نے پیدا کیا اور ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد خلق کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے سے اعمال کرنے کے لئے پیدا کیا ہے پھر ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا، اور اس میں سے اون کی اولاد پیدا کی تو فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ دوزخیوں کی مانند اعمال کریں گے۔ پس ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس واسطے عمل کرتا ہے، فرمایا بتحقیق خداوند عالم جب بندے کو جنت کے واسطے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی پر مرتا ہے، پس اس کو بسبب ان اعمال کے خدا بہشت عطا کرتا ہے اور جب بندے کو دوزخ کے لئے خلق کرتا ہے تو اس سے اعمال اہل دوزخ کے سے کراتا ہے، یہاں تک کہ وہ جب ان اعمال پر مرتا ہے تو انہیں اعمال کی وجہ سے خدا اس کو دوزخ میں ڈالتا ہے۔

اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم سے اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوۃ نے نقل کیا ہے۔

وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قلوب بني آدم كلها بين اصبعين من اصابع الرحمن كقلب واحد يصرفه كيف يشاء ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك. رواه مسلم. مشکوۃ باب الایمان بالقدر۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں مثل قلب واحد کے پھیرتا ہے ان کو جس طرح چاہتا ہے، پھر کہا، اے دلوں کے پھیرنے والے خدا ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایۃ العقول میں فرماتے ہیں۔

مامون۔ "تو کیا علیؑ بھی آنحضرت کے حقیقی بھائی تھے؟"

اسحٰق۔ "نہیں"

مامون۔ "اور یہ بات بھی ہے یا نہیں کہ ہارون نبی تھے اور علیؑ غیر نبی تھے"

اسحٰق۔ "بے شک ہے"

مامون۔ "پس علیؑ نہ تو آنحضرت کے حقیقی بھائی تھے اور نہ نبی تھے۔ حالانکہ ہارون میں دونوں صفتیں تھیں۔ یعنی ان دونوں صفتوں میں تو علیؑ ہارون کے مشابہ ہی نہیں۔) تو اب حضرتؐ کے قول (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ" کے کیا معنے ہوئے"

اسحٰق۔ "آنحضرت نے اس حدیث سے علیؑ کو صرف خوش کرنا چاہا؟ (اسحٰق کہتا ہے کہ اس سوال سے پریشان ہو کر میں سوچنے لگا تو پھر مامون نے کہا) اسحٰق اس تشبیہہ کا معنی تو کلام مجید میں صراحت سے موجود ہے۔

اسحٰق۔ "حضور وہ کیا؟"

مامون۔ حضرت موسیٰ کی زبانی خدا نے جو فرمایا ہے۔ "قال موسیٰ لاخیہ ہارون" الاٰیۃ۔ یعنی موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین ہو اور ان کی اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔ (سورہ اعراف آیہ ۱۴۲)

اسحٰق۔ "حضور! موسیٰؑ نے ہارون کو اپنی قوم کا خلیفہ اس وقت کیا تھا جب وہ زندہ تھے۔ اور خدا کے حکم سے کوہ طور پر گئے تھے اسی طرح رسول خدا صلعم نے جنگ تبوک میں جاتے وقت علیؑ کو اپنا خلیفہ اپنی حیات ہی میں کیا تھا۔

مامون۔ "نہیں۔ نہیں۔ تم جو کہتے ہو ایسا نہیں ہے۔ بتاؤ کہ حضرت موسیٰ ہارون کو خلیفہ کر کے طور پر گئے تھے۔ تو آپ کے اصحاب یا کل بنی اسرائیل سے کوئی شخص بھی ساتھ گیا تھا؟"

اسحٰق۔ "نہیں"

مامون۔ "اور تمام امت پر ان کو خلیفہ کیا تھا یا نہیں"

اسحٰق۔ "ہاں تمام امت پر کیا تھا"

مامون۔ "لیکن جب آنحضرتؐ غزوۂ تبوک میں تشریف لے جانے لگے تو سوائے ضعفاء و عورات و اطفال کے اور بھی کسی کو مدینہ میں چھوڑا تھا۔ پھر یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کے مثل کیونکہ ہوا؟ (کیونکہ) کوہ طور پر تو موسیٰ تنہا گئے اور رسول خدا غزوۂ تبوک میں مع اصحاب و انصار کے تشریف لے گئے۔

دونوں میں فرق واضح ہے پس یہ قیاس مع الفارق ہے) اور اس حدیث کا دوسرا مطلب بھی مجھے معلوم ہے جو کلام مجید ہی سے نکلتا ہے اور جو دلیل قوی ہے اس امر کی کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ مطلق قرار دیا تھا۔ اس دلیل کو کوئی شخص بھی رد نہیں کر سکتا اور نہ مجھ سے پہلے کسی نے اس دلیل کو پیش کیا ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے اپنے فضل خاص سے مجھے عطا فرمایا ہے۔"

اسحق۔ "حضور وہ کیا ہے؟"

مامون۔ "یہ حضرت موسیٰؑ کا وہ قول ہے جس کو خدا نے ذکر کیا ہے کہ "واجعل لی وزیراً الایۃ" یعنی خداوندا! تو میرے کنبہ والوں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے اور میرے کام میں اسے میرا شریک بنا دے تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں۔ اسی طرح رسالت مآب صلعم نے فرمایا کہ علیؑ! تم مجھ سے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو موسیٰؑ سے تم میرے وزیر اور وہ بھائی ہو جس سے خدا نے میری پشت مضبوط کر دی اور جس کو میرے کام میں شریک کر دیا تاکہ ہم دونوں اس کی کثرت سے تسبیح کریں۔ اب کیا کسی شخص میں قدرت ہے کہ اس معنی کے علاوہ اور کوئی مطلب اس حدیث کا بیان کرے جس سے نہ آنحضرتؐ کا قول باطل ہو نہ وہ مہمل اور لغو قرار پائے۔"

اسحق کہتا ہے کہ اسی طرح مناظرہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بحث طویل ہو گیا۔ اور دوپہر ہو گئی۔ پس یحیٰی بن اکثم نے کہا "حضور نے طالبان خیر کے لئے حق کو واضح کر کے بیان کر دیا۔ اور ایسے دلائل سے اپنے دعوے کو ثابت فرمایا جن کو کوئی رد نہیں کر سکتا ہے۔" اسحاق کہتا ہے یہ سنکر مامون ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ "اور تم لوگ کیا کہتے ہو؟" پس ہم سب لوگوں نے کہا "ہم لوگ بھی حضور ہی کے ہمکلام ہیں" تب مامون نے کہا "خدا کی قسم اگر آنحضرتؐ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ لوگوں کی باتوں کو مان لیا کرو تو میں ہرگز تمہاری بات نہ مانتا۔ (کیونکہ تم دل سے اس کا اقرار نہیں کرتے ہو) خداوندا میں نے ان لوگوں کو اچھی طرح نصیحت کر دی اور امر بالمعروف کے فریضہ کو ادا کر دیا۔ خداوندا میں محبت ولایت علیؑ کے ذریعہ سے تیرا تقرب چاہتا اور اسی دین کا پیرو ہوں۔" فقط۔

اب اس بحث کو ہم قصیدہ مصنفہ جناب شاہ علی حسن اشرفی جائسی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار پر

ختم کرتے ہیں جس میں جناب امیر علیہ السلام کے مناقب اور ان احادیث کا ترجمہ ہے جو مولائے کونین کی شان میں ہیں ۔

قصیدہ عروۃ الوثقیٰ

قصیدہ

به حمد خالق بیچون به نعت صاحب لولا ۔ کنم قرطاس را گلگوں بوصف عروۃ الوثقیٰ

امیر المومنین حیدرؑ سراج السالکین حیدرؑ ۔ امام المتقین حیدرؑ وصی مصطفےٰ حقا

امام المومنین مولا علےؑ بن ابی طالب ۔ اخ و صهر حبیب کبریا و شوہر زہراؑ

امام المتقین یعسوب دین نام آور صفین ۔ ید اللہ شاہ مرداں شیر یزداں افضل و اعلیٰ

علیؑ کہف الورےٰ جامہ علیؑ شمس الضحیٰ خامہ ۔ علیؑ بدر الدجیٰ نامہ علیؑ صدر العلا امضا

علیؑ شوق و علیؑ ذوق علیؑ فوق و علیؑ فائق ۔ علیؑ مجد و علیؑ مجد و علیؑ زہد و علیؑ تقویٰ

علیؑ فاضل علیؑ افضل علیؑ کامل علیؑ اکمل ۔ علیؑ آخر علیؑ اول علےؑ دنیا علیؑ عقبیٰ

علیؑ خیر الورےٰ شوکت محمدؐ مصطفےٰ صولت ۔ شفیع المذنبین دولت امام المرسلین طغرا

علیؑ دا حمد حق گو به معنے یک بظاہر دو ۔ نبیؐ در انبیا فرد و علیؑ در اولیا یکتا

محمدؐ زو محمدؐ خو محمدؐ مد بو محمدؐ رو ۔ محمدؐ گیسو و ابرو محمدؐ عارض و سیما

نبیؐ عدل و نبیؐ حکمت نبیؐ فیض و نبیؐ احساں ۔ نبیؐ اصل و نبیؐ نسل و نبیؐ صورت نبیؐ معنیٰ

نبیؐ سیرت نبیؐ خصلت نبیؐ رفعت نبیؐ عظمت ۔ نبیؐ ہیبت نبیؐ سطوت نبیؐ قوت نبیؐ یارا

نبوت را ازو نصرت ولایت را ازو رفعت ۔ شہادت را ازو عزت امامت را ازو مبدا

عرب پر نور از رویت عجم مسرور از رویت ۔ فروغ طور از رویت ہمہ غرب شب یلدا

زہے عشرت زہے شادی خوشا عرش دو دامادی ۔ نبیؐ منذر علیؑ ہادی نبیؐ اولا علےؑ مولا

روانش حق توانش حق سنانش حق بنانش حق ۔ علیؑ حق جسم و جانش حق علیؑ یعلو ولا یعلےٰ

شہ دین دشمنہ یزداں زیک نور اند نورافشاں ۔ نبیؐ اوج سما ان بیؐ فرد و علے یکتا

بہ یار دل گفت پیغمبر کہ ای خالق اکبر ۔ رسانم من و یا حیدر ندارد دیگرے یارا

نبیؐ شہر علوم و در علےؑ اش فاتح خیبر ۔ اگر باشی تو خواہش گرد باب شہر اندر آ

نبی از گفتہ دادند ہمہ سد در کردہ در — کہ وا می شد بمسجد در مگر باب علی مولا
محب ایزد و احمد محبش احمد و ایزد — بود کرارش بجد بود فرارش عنقا
پئے ہر انسی و جانی بنص خاص قرآنی — خدا اول ولی ثانی نبی ثالث علی مولا
اگر پرسی ز جاہ او بخوان من کنت مولاہ — بیک معنی است در ہر دو دریں علی و آں مولا
عبث در معنی من کنت مولا میدوی ہر سو — علی مولا بآن معنی کہ پیغمبر بود مولا
زہے مغرب زہے مطلع کی اعلیٰ یکے ارفع — نبوت را نبی مقطع امامت را علی مبدا
پس از احمد ز کل خلق وجود مصطفی الحق — ولایت از ازل عاشق امامت تا ابد شیدا
توئی اکرم توئی اعظم توئی عالم توئی اعلم — توئی ارحم توئی اقدم توئی حاکم توئی قاضی
توئی فاروق و ہم فائق توئی صدیق ہم صادق — توئی دائم بحق ناطق توئی ہر دم بحق گویا
توئی اصل و توئی فرع و توئی شرع و توئی قرآن — توئی ایمان توئی عرفان توئی رمز و توئی طوبی
تو شہنشاہ و توئی سلطان توئی قیصر توئی خاقان — نہ تنہا قیصر و خاقان آباز و قنبرت آقا
تو آن بدرے کہ بے نور تو ناقص مجمع انجم — تو آن صدرے کہ بے پائے تو فاسد مجلس شوریٰ

خطاب والِ من والاہ مخلص را کند خوش دل
عتاب عادِ من عاداہ دشمن را کند رسوا

اللّٰہم صل علی محمد و آل محمد

قال

پانچویں دلیل

اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدا اور ترقی کے مقام ہیں اور ان دو جگہوں کو سب دنیا سے بڑھ کر عزت ہے ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد۔ دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہے مکہ معظمہ میں بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ میں اس کی ترقی ہوئی اور ان دونوں جگہ کی بزرگی ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل پھر ان میں جاری نہ ہوگا۔ اور دجال ملعون کا بھی گذر ان میں نہ ہوگا۔ پس ہم کو غور کرنا چاہئے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے اب تک اصحاب کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو کچھ اعتقاد ہو اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہئے۔ پس خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندوں کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

کہ وہ مدینہ کی پاکی ایسی جگہ کہ ان میں کوئی باطل مذہب جاری نہ ہو

اقول

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متبرک مقام ہونے میں کس کو کلام ہے مگر ان مقامات کی پاکی اور برکت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصحاب علوم بھی تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان میں کامل تھے۔ بلکہ اسی دلیل سے ان کی فضیلت و خلافت کا بطلان ہوتا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ نیز ان مقاموں کی بزرگی و پاکی مانع ترویج مذاہب باطلہ نہیں ہو سکتی۔ مکہ معظمہ کی منزلت و حرمت کی ابتدا ولادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے نہیں ہے بلکہ وہ مقام بوجہ بیت اللہ ہونے کے حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت سے متبرک ہے چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السّلام جنت سے زمین مکہ پر وارد ہوئے تو آپ کو پروردگار عالم نے حکم دیا کہ زمین حرم پر ایک گھر بناؤ اور اس کے گرد طواف کرو۔ پس حسب الارشاد ایک گھر بنایا گیا۔ جب وہ تیار ہو گیا۔ تو خداوند متعال نے بہشت سے حجر اسود بھیجا۔ جو اس گھر میں ایک مقام پر رکھا گیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام اس گھر کے طواف کے لئے ہر سال ہند سے جایا کرتے تھے پس اگر اس کی پاکی و برتری مانع ترویج مذاہب باطلہ ہوتی تو لازم تھا کہ امم انبیائے سلف اس کو پاک رکھتیں۔ مگر بخلاف اس کے انھوں نے اس پاک گھر کو شرک و کفر اور فسق و فجور سے نجس کر دیا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت سے لے کر تا عہد حضرت ابراہیم علیہ السّلام خدا کے گھر میں نجاست کی یہی حالت رہی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ میں تو بیت اللہ طرح طرح کی نجاستوں سے ایسا بھرا ہوا تھا کہ خداوند متعال نے حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہما السّلام کو حکم دیا کہ ہمارے گھر کو راکعین و ساجدین و طائفین کے لئے پاک کرو۔ جیسا کہ اس آیۂ وافی ہدایہ سے ظاہر ہے۔

وعہدنا الی ابراہیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ (سورہ بقر)

اور ابراہیمؑ اور اسماعیل سے فرمایا کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو۔

ان مقدس مقامات کی پاکی مانع ترویج مذاہب باطلہ نہیں ہے

انبیائے سلف کے بعد بیت اللہ کو نجس کیا گیا

حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ پاک کرنے کا حکم اور عہد ابراہیم تک نجس ہونا

صاحب تفسیر حسینی اس آیت کی تفسیر یہ کرتے ہیں:-

فرمان فرستادیم بسوے ابراہیم و اسمٰعیل کہ پاک سازند خانہ مرا از اصنام و انجاس و خبائث و معاصی و جنب و حائض برائے طواف کنندگان
(جلد اول صفحہ ۵ مطبوعہ بمبئی)

ہم نے ابراہیم و اسماعیل کے پاس حکم بھیجا کہ ہمارے گھر کو بتوں اور نجاستوں اور خباثت و معصیت وغیرہ سے طواف کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کرو۔

اور تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ

"حجر اسود جس وقت بہشت سے نازل ہوا تھا۔ اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ مگر بنی آدم کی خطاؤں کے باعث سے بوجہ تاثیر دست گنہگاران سیاہ ہوگیا۔

جب حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کو از سر نو پاک و طاہر کر چکے تو بعد انقضائے زمانہ حضرت اسمٰعیل بنی آدم نے اس پاک گھر میں پھر بت پرستی شروع کر دی۔ جب قوم جرہم کا تسلط ہوا تو وہ بیت اللہ کے تحائف بھی چرا کرلے جاتے تھے۔ ان کے بعد دوسری قوم آئی اس نے تو خانہ کعبہ کو صنم خانہ ہی کر دیا۔

یہ حالات تو اس پاک گھر کے قبل ولادت باسعادت حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اب عہد رسالت کی کیفیت سنئے کہ جب مہر رسالت و قمر نبوت کے نور سے عالم روشن و منور ہوا اس وقت تمام دنیا میں عموماً اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً تاریکی شرک و کفر کی پھیلی ہوئی تھی اور بنی آدم طرح طرح کے مذہبی و اخلاقی برائیوں اور خرابیوں کے خوگر ہو گئے تھے اور بالخصوص اس پاک جگہ میں جہاں سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے تھے۔ خاص خدا کے گھر میں اس درجہ بت پرستی ہوتی تھی کہ کفار و مشرکین نے اس کو صنم خانہ بنا رکھا تھا۔ جو تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ جن کے نام "ہبل" "لات" "عزیٰ" وغیرہ وغیرہ رکھے تھے۔ اور ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے بت کو معبود سمجھ کر پرستش کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روز ولادت سے چالیس سال تک خدا کے گھر میں ان ناپاکیوں کو ملاحظہ کرتے اور تنفر فرماتے رہے۔ چالیس برس کے بعد جب غار حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی ہوا۔ یعنی خدائے عزوجل نے آپ کو اعلان نبوت و رسالت کا مرتبہ و درجہ بخشا تو آپ نے پوشیدہ طور سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی جب حسب فرمان الٰہی عام طور سے اعلائے کلمۃ اللہ کیا تو مشرکین و کفار جو اپنے اپنے

اصنام کو معبود سمجھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہو گئے اور یہاں تک آپ کو ایذائیں اور تکلیفیں پہونچائیں کہ آخر کار آپ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے اور اس زمین کو اپنی سکونت سے شرف بخشا بعثت نبوی کے بعد بھی دس سال تک مکہ معظمہ میں بت پرستی کا اس قدر زور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ساتویں برس عمرہ کرنے کو مکہ معظمہ میں جانا چاہا تو کفار مکہ نے باوجودیکہ چودہ سو اصحاب ہمراہ رکاب تھے جانے نہ دیا۔ چنانچہ آیہ وافی ہدایہ -

ومن اظلم ممن منع	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا
مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ	کی مسجدوں میں اس کا نام لئے جانے سے
وسعی فی خرابہا اولئک	(لوگوں کو) روکے اور ان کی بربادی کے درپے
ما کان لہم ان یدخلوہا	ہو ایسوں ہی کو اس میں جانا مناسب نہیں
الا خائفین - (پارہ اول - ع ۱۰)	مگر سہمے ہوئے ۔

امر کا شاہد ہے اور اس کا ذکر سورہ فتح میں بھی ہے جس کو انشاء اللہ ہم تیسری جلد میں مفصل لکھیں گے ۔

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح پائی تو ولی خدا نے دوش پاک رسول پر معراج پا کر ؎

خدا کے گھر کو کیا بتوں کی کفر سے پاک ۔ علی کے زور کا غل تھا زمیں سے تا افلاک
ہوا کہ خوف سے تھے مشرکوں کے دل صد چاک ۔ اذان جو دی تو ہوئے شاد سید لولاک
حرم میں جس طرف آواز ان کی جاتی تھی
صدائے کلمۂ طیب ادھر سے آتی تھی

پلید یزیدیوں کے ہاتھ مدینہ کی بے حرمتی

واضح ہو کہ جس طرح امم سابقہ خدا کے گھر کو نجس کرتی رہیں اسی طرح ختم الانبیا علیہ آلاف التحیۃ والثناء کے بعد بھی وہ خانہ خدا نجس کیا گیا اور مشرکین کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ سچے اسلام لانے والوں اور پکے ایمان والوں اور انھیں پاک جگہ کے رہنے والوں کے ہاتھ سے ہوا۔ جن کے عقائد کو اہل سنت اصل ایمان سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کتب و تواریخ میں مثل تاریخ ابن قتیبہ و جذب القلوب وغیرہ میں منقول ہے کہ ۔

بعد قتل جناب امام حسین علیہ السلام کے مدینہ یزید بن معاویہ کے حکم سے تباہ و

برباد کیا گیا۔ ہر طرح کی بدعتیں اور فسق و فجور ان مقدس مقامات میں ہونے لگے تین سو باکرہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، سات سو مہاجرین و انصار اور عام مقتولین جن کی تعداد دس ہزار تک ہے قتل کئے گئے۔ کعبہ معظمہ تباہ کیا گیا۔ بیت اللہ کو منجنیق سے مسمار کیا گیا۔ بعد موت یزید جب حصین بن نمیر نے جو لشکر یزید کا افسر تھا عبداللہ بن زبیر کے پاس قاصد بھیجا کہ ہمیں طواف خانہ کعبہ کی اجازت دو، تو اس نے کہا کہ تم نے بجز اینٹ اور پتھر کے کچھ باقی چھوڑا ہے۔ عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں بھی ان پاک جگہوں کی بے حرمتی ہوئی۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے جس کو عراق اور حجاز کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اسی خاص حرم کعبہ میں عبداللہ بن زبیر کو ذبح کیا کعبۃ اللہ کا پردہ جلا دیا گیا۔ پتھروں کی بوچھار سے کعبہ کا ایک حصہ گرا دیا گیا۔ (دیکھو تاریخ اعثم کوفی روضۃ الصفا وغیرہ)

(جلد ۳ صفحہ ۷۵ - ۷۶ - ۷۷)

اس واقعہ کو جناب شاہ صاحب نے بھی لکھا ہے جس کی نقل یہ ہے:۔

"جب عبدالملک نے مصعب بن زبیر پر فتح پائی چاہا کہ فوج عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کو مکہ میں بھیجے۔ لوگوں نے غور کیا کہ حرم محترم میں جدال و قتال حرام ہے۔ وہاں جا کر کیونکر لڑیں۔ آخر ایک دن حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے سامنے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کا سر میں نے کاٹ لیا ہے۔ عبدالملک نے جانا کہ حجاج مکہ جانے کو عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں تیار ہے اس نے جلد ایک لشکر حجاج کے نام کر کے مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔ حجاج طائف کا رہنے والا تھا وہاں آ کے اور فوج جمع کر کے متوجہ مکہ معظمہ کا ہوا۔ اور وہاں سرگرم قتال و جدال ہوا اور بالکل آداب مکہ معظمہ اور حرم محترم چھوڑ کر نہایت بے ادبی اور گستاخیوں پر کمر باندھی۔ یہاں تک کہ تمام حرم محترم کو شہیدوں کے خون سے رنگین کیا اور عبداللہ بن زبیر کو بھی شہید کیا۔

(ترجمہ سر الشہادتین صفحہ ۲۹)

الغرض اعدائے دین ہمیشہ خدا کے گھر کو از عہد آدم تا ایندم نجس کرتے رہے اور جس طرح انبیائے ماسلف کے زمانے میں پاک مقامات میں مذاہب باطلہ کا رواج رہا اسی طرح بعد رحلت آنحضرت

[illegible]

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آج تک بہت سی پاک جگہوں میں مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے ساتھ دیگر مذاہب بھی مثل زیدیہ - وہابیہ - اسمٰعیلیہ - کیسانیہ - حنفیہ - شافعیہ - حنبلیہ - صوفیہ قادریہ وغیرہ وغیرہ جاری ہیں بلکہ خود فرقۂ اہلسنت والجماعت کے چار مصلے مکہ معظمہ میں قائم ہیں یعنی مالکی، حنبلی، حنفی، شافعی اور باہم ان میں جس قدر اختلاف ہے وہ ظاہر ہے۔ پس اگر ان پاک جگہوں کی پاکی و بزرگی کے یہی معنی ہیں کہ کوئی مذہب باطل ان میں جاری نہیں ہو سکتا تو یا تو ان کل فرقوں اور منافقون کے نفاق اور مشرکین وکفار کے شرک و کفر کو اصل ایمان سمجھیں یا صحابہ کی فضیلت سے دست بردار ہوں۔

الحاصل اگر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی پاکی مستلزم ایمان ہوتی تو ان پاک جگہوں میں ایک شخص بھی مشرک وکافر نہ ہوتا حالانکہ یہ پاک مقامات از ابتدائے آدم تا ایندم مشرکین وکفار اور منافقین - فاسقین - فاجرین - ضالین ومضلین کے معدن ومخزن رہے بلکہ ان پاک جگہ کے رہنے والے تو کفر نفاق میں اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے - اور یہ ہم نہیں کہتے ہیں بلکہ خود اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔

الاعراب اشد کفرا ونفاقا (سورہ توبہ رکوع ۱۲)	اعراب کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔

اور منافق بھی ایسے کہ جن کا نفاق خود خدا کے رسولؐ پر بھی نہ کھلا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقون کو پہچانا جیسا کہ آیہ کریمہ :-

وممن حولکم من الاعراب منٰفقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔ (ایضاً رکوع ۱۲)	اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو عذاب شتاب کریں گے ہم ان کو دوبار پھر بڑے عذاب کی طرف پھیریں گے۔

سے منکشف ہوتا ہے وہ اپنے نفاق میں ایسے پکے تھے کہ جس وقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتے تھے تو آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتے تھے - اور جب اپنی جماعت کے ساتھ مل کر بیٹھتے تو کہتے تھے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں رسولؐ سے تو ہم استہزا

الذی اتفق علیہ اصحابنا ان العبد غیر فاعل بالاستقلال وافعال العباد الاختیاریۃ واقعۃ بقدرۃ اللہ وحدہا ولیس لقدرتہم تاثیر فیہا بل اللہ سبحانہ اجری عادتہ بانہ یوجد فی العبد قدرۃ واختیارا فیکون فعل العبد مخلوقا للہ ابداعا واحداثا الی آخرہ۔

ہمارے اصحاب (علماء) کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے کہ بندہ باستقلال خیر و شر کا فاعل نہیں۔ بندوں کے اختیاری کام صرف اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں۔ اور بندوں کی قدرت کو اس میں بالکل تاثیر نہیں ہے بلکہ خدا نے اپنی یہ عادت جاری رکھی ہے کہ بندوں میں قدرت اور اختیار کو پیدا کرتا ہے۔ پس بندوں کے افعال بلحاظ ایجاد و احداث کے خدائے تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور بندہ ولدے سے سرزد ہوئے ہیں۔

امام موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آیۃ "ربما یود الذین کفروا" کی تفسیر اس سے بھی بڑھ کر کی ہے ملاحظہ ہو۔

احتج اصحابنا بہذہ الآیۃ علی انہ تعالیٰ لیصد عن الایمان ویفعل بالمکلف ما یکون مفسدۃ للدین[1]

ہمارے علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خدا بندوں کو ایمان لانے سے روکتا ہے۔ اور مکلف کے ساتھ ویسا عمل کرتا ہے جس سے ان کا دین فاسد اور برباد ہو جائے۔

آیت ۸۔ من یصرف عنہ یومئذ فقد رحمہ وذلک الفوز المبین پ ۷ سورہ انعام

جس سے اس دن (عذاب) ٹل جائے۔ یقینی اس پر خدا کی رحمت ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اس آیۃ کی تفسیر میں امام موصوف لکھتے ہیں۔

(مسئلہ) الثانیۃ دلت الآیۃ علی ان الطاعۃ لا توجب الثواب والمعصیۃ لا توجب العقاب

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان نہ تو عبادت کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے سبب عذاب کا۔

تفسیر کبیر جلد چہارم صـ ۲۵

اس موقع پر کچھ خلاصہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کے رسالہ الکلام سے بھی نقل کیا جاتا ہے جس کے ملاحظہ سے اہل سنت کے مذہبی مسائل کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنفیہ جو تمام فرقہ ہائے اسلام سے تعداد میں زیادہ ہے اعتقادات کے لحاظ ماتریدیہ ہے۔ مگر علم کلام میں اشعریہ کے مقابلہ میں ماتریدیہ کی شہرت نہایت کم ہے۔ اس عدم شہرت کا یہاں تک اثر ہوا کہ آج اکثر علماء حنفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۵ صـ ۲۷۵

کرتے ہیں دیکھو آیۂ کریمہ۔

واذا لقوا الذین امنوا قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔ (پارہ ا سورہ بقر ع ۲)

اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لاچکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لاچکے اور جب اپنے شیطانوں سے تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔

چنانچہ خدائے پاک نے ان منافقوں کے نفاق و عداوت سے اپنے پیغمبر کو متعدد آیات اور خاص سورۃ المنافقین کے ذریعہ آگاہ فرمایا ہے۔

اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون ٥ اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون ٥ واذا رايتهم تعجبك اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كانهم خشب مسندة يحسبون كل صيحة عليهم هم العدو فاحذرهم قاتلهم الله انى يوفكون

سورۃ المنافقون

پارہ ۲۸

اے رسول جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اقرار کرتے ہیں کہ آپ یقیناً خدا کے رسول ہیں اور خدا بھی جانتا ہے کہ آپ یقینی خدا کے رسول ہیں مگر خدا ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ لوگ ضرور جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے۔ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔ یہ لوگ جو کام کرتے ہیں وہ برے ہیں یہ اس سبب سے کہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے تو اب یہ سمجھتے ہی نہیں اور جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کا قد و قامت تم کو بہت اچھا معلوم ہوگا اور اگر گفتگو کریں گے تو ایسے کہ تم توجہ سے سنو گویا وہ دیواروں سے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ ہر چیخ کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انھیں پر ہے یہی لوگ تمہارے دشمن ہیں تم ان سے بچتے رہو خدا ان پر لعنت کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔

واہ کیا خوب عقیدہ ہمارے بھائیوں کا ہے کہ جو لوگ اپنے کفر و نفاق میں شہرۂ آفاق ہیں انھیں کے عقائد کو اصل ایمان سمجھتے ہیں حالانکہ بت خانوں کے رہنے والے تو شمع رسالت کی شعاعوں سے تاریکی شرک و کفر سے نکل کر اپنے دل نور ایمان سے روشن اور منور کر گئے مگر خاص ان پاک جگہوں کے رہنے والے جماعت کی جماعت اور گروہ کے گروہ کفر و شرک ہی پہ جمے رہے۔

حسن ز بصرہ ۔ بلال از حبش ۔ صہیب از شام زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی

واعجبلکہ بت خانوں کے رہنے والے تو خدا کے گھر کی پاکی اور رسولؐ اور آل رسولؐ کی حرمت و عزت کا پاس و ادب کریں مگر صد افسوس کہ خود اصحاب جو خاص انھیں مقامات کے رہنے والے تھے جو حسب اعتقاد اہلسنت شمع رسالت کے پروانے تھے جن کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت ہوئی۔ جو فلک اسلام کے مہر و ماہ تھے۔ انھوں نے ہادی اسلام اور اس جگہ کی پاکی اور بزرگی کا کچھ بھی لحاظ و پاس نہ کیا کہ اپنے پیغمبر کی بیٹی کے گھر کو جس کو خدا نے عرش و کرسی کے برابر درجہ دیا تھا۔ جلا دینے پر مستعد ہوئے۔ اقربائے رسول اور نفس رسولؐ کو باغی و مفسد ٹھہرایا۔ وصی رسول کو کشاں کشاں دربار خلافت میں لے گئے۔ بیعت نہ کرنے پہ قتل کئے جانے کی دھمکی دی۔ قریب سو برس تک آل رسولؐ اور اولاد بتولؑ پر مسجدوں میں بالائے ممبر تبرا ہوتا رہا مسجدوں میں آل رسولؐ کی تباہی کے مشورے کرتے رہے۔ چنانچہ انھیں مقدس مقامات سے جنگ جمل کی بنا ہوئی۔ انھیں پاک مقامات کے رہنے والوں نے بحیلۂ خون بہا حضرت عثمان غنی وصی رسول سے جدال و قتال کیا۔ اسی پاک جگہوں میں فرزند رسول زمن جناب امام حسن علیہ السّلام کو زہر سے ہلاک کیا۔ اور خاص مسجد نبوی اور روضۂ اطہر کے سامنے جنازے پہ تیروں کا مینہ برسایا اور حجرۂ رسول اللہؐ میں دفن نہیں ہونے دیا۔ ان پاک جگہوں کے رہنے والے مخالفین رسولؐ و آل رسولؐ کی بیعت کرتے رہے اور ایذا رسانی و ہلاکت آل رسولؐ میں ان کے ممد و معاون اور اپنے خلفا کے معین رہے۔ انھوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور سبط رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السّلام نے بیعت نہ کی تو انھیں مقدس مقامات میں ان جناب کے قتل کی تدبیر کی۔ آخر خود ان جناب نے بیت اللہ کی بے حرمتی کے خیال سے وہاں قیام نہ فرمایا اور کوفہ روانہ ہو گئے۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے۔

من دخلہٗ کان اٰمنا

جو اس گھر میں داخل ہو گا امن سے رہے گا۔

بجز اصحاب ائمہ ... کلیۃً ترقی انھیں پاک جگہوں میں ہوئی۔

لیکن ان جناب کو وہاں پناہ نہ ملی بعد شہادت سید الشہداء علیہ السلام جب کچھ لوگ یزید کو خلافت سے معزول کرنے لگے تو حضرت عبد اللہ بن عمر نے جن کو بقول شبلی صاحب (ابتدائے عمر میں گنجینہ مزا دل چکا تھا) اپنے اقربا و اتباع کو جمع کر کے یہ کہا۔

کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ روز قیامت ہر غادر کے واسطے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا میں نہیں جانتا کہ کوئی غدر اس سے زیادہ تر ہو کہ جس سے ہم نے خدا و رسولؐ پر بیعت کی ہو۔ اسی سے قتال و جدال کریں پس جو کوئی بیعت یزید سے خلع کرے گا تو مابین اس کے اور ہمارے جدائی ہو جائے گی۔

غرض ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ افسوس اکثر مسلمانوں نے ایمان و اسلام کا جامہ پہن کر غدر۔ مکر۔ تزویر۔ دغا۔ فریب۔ نفاق۔ شقاق۔ اور حرص و ہوا کو دین خدا میں دخل دے کر اسلام کی عزت اور حرمت پر داغ لگایا ہے

بخمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم چو بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم دغائے

حاصل یہ کہ جن کے دلوں میں ایمان نہ ہو ان کو پاک جگہوں میں رہنے سے کچھ عزت نہیں مل سکتی۔ کفار و منافقین اگر کعبہ ہی میں رہیں اور وہیں مریں اور کیا ہے حجر اسود ان کو رکھیں تب بھی کفر و نفاق کی نجاست سے پاک نہ ہوں گے ؎

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

اب رہا یہ امر (جو کچھ اہل مکہ و مدینہ صحابہ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہوں اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیے) تو یہی دلیل بطلان فضیلت صحابہ ثلاثہ پر وال ہے۔ اگر اہل سنت تعصب چھوڑ کر خود اصحاب کبار اور مہاجرین و انصار کے ان عقائد پر جو وہ لوگ اصحاب ثلثہ کی نسبت رکھتے تھے غور کریں تو روشن ہو گا کہ وہ لوگ ان حضرات کو نہ قابل فضیلت سمجھے اور نہ مستحق خلافت جیسا کہ کتب حدیث و سیر اہلسنت میں واضح طور پر مرقوم ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

جس وقت جناب فخر موجودات صلعم کی رحلت کی خبر مدینہ میں پھیلی تو اس کو سنتے ہی قبائل انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور سعد بن عبادہ کی خلافت پر جا پڑے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر و عمر اپنے پیغمبر کو بے دفن و کفن چھوڑ کر سقیفہ پہنچے اور انصار سے بحث و تکرار کی اور اپنے آپ کو خلافت کا مستحق بتایا۔ لیکن انصار نے قاطبۃً ان حضرات کی خلافت و فضیلت سے انکار

قولہ جو اعتقاد اہل مکہ و مدینہ کا صحابہ کی نسبت ہو وہی کامل ایمان سمجھنا چاہیے ... عقائد ... سمجھنا چاہیے۔

کیا آخر یہ حجۃ و تکرار اس حد کو پہونچی کہ قریب تھا تواریں میان سے نکل آئیں آخر اس مجمع میں سے جب کسی ایک نے بھی ان حضرات کا انتخاب نہ کیا۔ تب حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعۃً حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ ۱۲۔

بقول شمس العلما شبلی نعمانی جھٹ پٹ حضرت ابوبکر کو مسند خلافت پر بٹھلایا۔ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر پہلے خود بیعت کی پھر دوسروں سے لی مگر اس پر بھی بقول صاحب روضۃ الاحباب بعض انصار یہ کہتے ہوئے سہ

زمشرق تا بہ مغرب گر امام است
علی و آل و اولادش تمام است

بغیر بیعت کئے سقیفہ سے اٹھ کر چلے گئے۔

اور خود صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عمر نے حالات یوم سقیفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے وخالف عنا علی والزبیر ومن معھما یعنی علیؑ اور زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے مخالفت کی۔ (بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ)

جناب شمس العلما شبلی نعمانی بھی حضرت عمر کا یہ قول اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ "ہماری سرگزشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھا لیا تو انصار نے خاصکر ہماری مخالفت کی اور سقیفہ میں جمع ہوئے اور علیؑ و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے مخالفت کی۔ (الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۰) صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۱)

اور خالد بن سعید بن ابی العاص جو صحابہ کبار سے تھے ان کا حال اسد الغابہ میں یہ لکھا ہے۔

"یہ قدیم الاسلام یعنی پانچویں مسلمان ہیں ان کے باپ نے اسلام کی وجہ سے ان کو اس قدر مارا کہ لکڑی ٹوٹ گئی۔ اور گھر سے نکال دیا۔ مسلمانوں نے جب حبش کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی چلے گئے۔ جب مہاجرین کے ساتھ یہ مدینہ واپس آئے تو جناب رسول خدا صلعم نے ان کو یمن پر صدقات وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا۔ بعد وفات رسول اللہ صلعم یہ مدینہ آئے تو جناب خلیفہ صاحب اول نے کہا کہ تم کیوں چلے آئے۔ جواب دیا کہ ہم اور ہمارے بھائی بند غیر کی بیعت نہ کریں گے۔

اسی طرح قبائل عرب نے بھی بیعت سے انکار کیا۔ جن کو ارتداد کا جرم لگا کر قتل کیا۔ اور آگ میں جلا دیا۔ اور خالد بن سعید بن عاص۔ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار بن یاسر۔ ابو الہیثم

---

۱ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ طبع مصر ۱۳۲۳ھ

سہل بن حنیف ۔ ابو ایوب ۔ انصاری وغیرہ وغیرہ جو اصحاب جلیل القدر تھے ان کے کلمات مخالفت بیعت سقیفہ کے متعلق بکثرت منقول ہیں جن میں بعض نے تو علانیہ کہا کہ یہ خلافت علی کا حق ہے ۔ کیا تم بنو در جنگ بنی قریظہ رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد بھول گئے کہ :۔

"اے گروہ مہاجرین و انصار ہم تم کو وصیت کرتے ہیں کہ اس کو یاد رکھو کہ ہمارے بعد علیؑ تم سب کے امیر ہیں ۔ اور ہمارے خلیفہ ہیں"

آلِ رسولؐ اور بنی ہاشم جن سے مکہ و مدینہ کو شرف تھا ۔ اور گروہ اصحاب میں ممتاز تھے ان بزرگواروں کی بیعت نہ کرنے کا حال تو جناب شبلی صاحب ان الفاظ میں رقم طراز ہیں :۔

"بنی ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورہ کیا کرتے تھے ۔ حضرت عمر نے بزور بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علیؑ کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے"

(صفحہ ۱۷۳ حصہ اول)

جناب امیر المومنین علیہ السلام اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جو گفتگو خلافت اور فدک و میراث کے بارے میں ان حضرات سے کی تھی وہ من وعن کتب صحاح وغیرہ میں درج ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قنفذ غلام خلیفہ صاحب اول نے نفس رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں تو نفس رسول نے فرمایا ۔ یہ ایسا دعویٰ ہے جس کا کسی طرح ان کو حق نہیں ہے ۔ اور جب وہ جناب بجبر دربار خلافت میں لائے گئے اور آپ سے بیعت کے لئے کہا گیا تو آپ نے حضرات مدعیین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس دنیا کے پیچھے تم لوگ کس قدر جلد حق سے منحرف ہو گئے کہ خلافت کو رسول اللہ کے گھر سے نکال کر اپنے گھر لے چلے ۔ حالانکہ نہ تم رسول اللہ کے قرابت مند ہو نہ خلافت کے مستحق ۔

جناب سیدہ کی گفتگو خلافت کے بارے میں

خود آپ نے بھی "آیات بینات کے حصہ دوم میں جناب امیر علیہ السّلام کے خطبہ شقشقیہ کی نقل درج کر کے ان جناب کے خیالات کا اظہار کر دیا ہے جو حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے بارے میں تھے ۔ جس کی نقل یہ ہے :۔

"اور سب سے بڑھ کر جناب امیر المومنین کا خطبہ شقشقیہ ہے اور یہ وہ خطبہ

ہے جس کو امامیہ قرآن مجید کے برابر سمجھتے ہیں۔ اور اس کی صحت میں شبہ کرنا گویا قرآن مجید میں شبہ کرنا خیال کرتے ہیں۔ اس میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں:۔

اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتائی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتی یلقی ربہ فرأیت ان الصبر علی ھاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی۔ یعنی جب کہ ابو بکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھ پر ہے اور تمام علوم اور حکمتیں اور برکات اور تصرفات مجھ سے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہیں جس طرح کسی بلند پہاڑ پر سے پانی گرتا ہو۔ میرے کمالات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اور جب میرے اس درجہ کو جان کر خلعت خلافت خود پہن لیا تو میں نے صبر کا جامہ پہنا اور اس کی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اس کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ میں نے اس معاملہ میں خوب فکر کی اور اسی طرح اس پر غور کیا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا چاہئے۔ یا تو کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون و ناصر کے ان سے مقابلہ یا صبر و شکیبائی اختیار کر کے چپ رہ جانا اس کی تاریکی کی حالت پر جس میں امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہیں اور لوگ قعر ضلالت میں مثل اندھوں کے گر رہے ہیں۔ ایسے نازک زمانہ تک جس میں جوان بوڑھا اور بچہ جوان ہو جاوے اور مومن رنج و مصیبت اٹھاتا رہے یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دونوں راہوں پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت و ظلمت میں صبر کرنا قرین قیاس ہے۔ اس لئے میں نے صبر کیا اور منازعت اور محاربے کو چھوڑا حالانکہ میری آنکھوں میں خار کھٹکتا تھا۔ اور یہ حالت دیکھ کر میرا عیش منغص تھا۔

کیا انہیں پاک مقامات کے رہنے والوں کا حضرت عمر کی نسبت یہ عقیدہ نہ تھا کہ

"جب وقت رحلت ابو بکر .... نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تو اصحاب اس خبر کو سن کر حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جو ایک تند مزاج اور مغلوب الغضب کو ہم پر خلیفہ کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے ان کے ستم کیا کم تھے جبکہ خود خلیفہ ہوں گے تو کیا کچھ نہ کریں گے۔"

اگر ہمارے بیان میں شبہہ ہو تو الفاروق کے صفحہ ۷۵ میں یہ عبارت ملاحظہ کر لو۔

"سب سے پہلے عبد الرحمٰن بن عوف کو بلا کر پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ عمر کی قابلیت میں کیا کلام ہے لیکن مزاج میں سختی ہے حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ان کی سختی اس لئے تھی کہ میں نرم تھا۔ پھر حضرت عثمان کو بلا کر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں میں ان کا جواب نہیں جب اس بات کے چرچے ہوئے تو بعضوں کو تردد ہوا۔ چنانچہ طلحہ نے حضرت ابو بکر سے جا کر کہا آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے۔ آپ اب خدا کے ہاں جاتے ہیں۔ یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا۔" (حصہ اول صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶)

مجلس شوریٰ جو حضرت عمر کی وصیت کے بموجب ان کے وفات کے بعد منعقد ہوئی تو حضرت عبد الرحمٰن میر مجلس نے اپنا ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ کی طرف بڑھا کر فرمایا۔

"اقرار کرو کہ میں امور خلافت حسب کتاب خدا و سنت رسولؐ اور سیرت ہر دو خلفاء انجام دوں گا۔"

آپ نے سیرت شیخین پر چلنے سے قطعاً انکار فرمایا۔ اس لئے کہ سیرت شیخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت سے جدا تھی۔ جب جناب امیر علیہ السلام نے سیرت شیخین منظور نہ کی تو عبد الرحمٰن بن عوف نے آپ کو چھوڑ کر حضرت عثمان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور وہی شرائط ان سے کئے۔ حضرت عثمان نے فوراً سب شرطیں قبول کر لیں۔ (دیکھو مسند امام احمد بن حنبل و دیگر کتب سیر وغیرہ) چنانچہ محرم کے صفحہ ۲۰ میں جناب خواجہ حسن نظامی تحریر فرماتے ہیں:-

جب حضرت عثمان نے سیرت شیخین پر عمل کرنے کا اقرار کیا اور وہ خلیفہ ہو گئے تو حضرت علیؑ کھڑے کے کھڑے رہے۔ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے "مکر، مکر"! "فریب، فریب"!

اسی طرح بنت رسول اللہؐ کے جو عقائد و خیالات ان حضرات کی نسبت تھے وہ بھی کتب صحاح وغیرہ میں بہ تفصیل درج ہیں جو اہل سنت سے مخفی نہیں ہیں۔ انتہا یہ کہ وہ معصومہ ان حضرات سے اس قدر ناراض تھیں کہ وصیت فرما گئیں تھیں کہ یہ لوگ میرے جنازے پر بھی نہ آئیں اور نہ بعد قضیہ فدک ان حضرات سے ہمکلام ہوئیں۔ جیسا کہ بخاری شریف کی کتاب المغازی میں ہے کہ:-

لم تکلمہ حتی توفیت

(فاطمہؑ نے ابو بکر سے) اپنی وفات تک بات نہیں کی۔

بنت رسول کی ان حضرات سے ناراضگی

حضرت عثمان غنی کی نسبت ان مقدس مقامات کے رہنے والوں کے عقائد جیسے کچھ تھے وہ جلد سوم میں مفصل لکھے جائیں گے انشاء اللہ تاہم مجملاً جابجا حضرت کے ایمان و افعال کے صفات اوپر آ گئے ہیں کہ وہ بہ سبب ان بدعنوانیوں کے جو امور شریعت میں حضرت سے سرزد ہوئیں تھیں عام و خاص اصحاب کی نظر میں عزت و توقیر سے دیکھے نہ جاتے تھے۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت کے ایک بڑے عالم جید احسان اللہ عباسی گورکھپوری اپنی مصنفہ کتاب تاریخ الاسلام میں صفحہ ۲۷ باب چہارم فصل سوم پر یوں رقمطراز ہیں کہ:-

اہل مکہ و مدینہ کے خیالات حضرت عثمان کی نسبت۔

حضرت عثمان نے خطبہ پڑھا جس کا مطلب یہ تھا جب دشمن کو معلوم ہوا کہ مجھ پر بیجا تہمت لگائی گئی تھی۔ عمرو عاص بھی اس مجمع میں موجود تھا وہ بولا کہ عثمان خدا سے ڈرو اور توبہ کرو۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ عثمان نادم اور تائب ہو۔ حضرت عثمان نے گردن پھیری کہ تمام مسجد سے آواز بلند ہوئی کہ عثمان اللہ سے ڈر اور توبہ کر۔ لوگ عثمان نا ہی عثمان کہتے تھے امیر المومنین کوئی نہ کہتا تھا۔

اور صفحہ ۲۷۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

عثمان کی خلافت کا وہ زمانہ تھا کہ وہ تمام فتنہ فساد کے تخم اسی وقت بوئے گئے۔ آخر میں حضرت عثمان سے فاش پولیٹیکل غلطیاں سرزد ہوئیں اگر حالات کی یک رخی تصویر دکھائی جائے تو عام طور پر یہ رائے قائم ہوگی کہ

حضرت عثمان ہرگز اس تعریف کے لائق نہیں ہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

(باب چہارم فصل سوم)

کتب اہل سنت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ خلافت میں جب ان حضرت کی بدعنوانیاں بڑھ گئیں تو وہ قتل کر دیئے گئے۔ چنانچہ بعض علماء نے تو آپ کے قتل میں حضرت امیر علیہ السلام کی بھی شرکت بتائی ہے جیسا کہ ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب یعنی سوانح عمری امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ میں یہ روایت ہے۔

قال عبد الله بن مسلم بن	عبد اللہ ابن مسلم بن قتیبہ کتاب الامامۃ
قتیبة فی کتاب الامامة	والسیاسۃ میں لکھتے ہیں کہ قبیلہ ہمدان
والسیاسة ان رجلا من	کا ایک شخص جس کا نام برد تھا معاویہ
همدان یقال له برد قدم علی	کے پاس کسی کام سے گیا۔ اس نے سنا
معاویة فسمع عمرو بن العاص	کہ عمرو بن عاص جناب امیر علیہ السلام
یقع فی علی فقال له یا عمرو	کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ برد کہنے لگے
ان اشیاخنا سمعوا رسول الله	عمرو ہمارے بزرگوں نے جناب رسول
صلی الله علیه وسلم یقول	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ
من کنت مولاه فعلی مولاه	جس کا مولا میں ہوں اس کا مولا علیؑ
احق ذلک ام باطل قال عمرو	ہے آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ؟
حق وانا ازیدک انه لیس	عمرو نے کہا میں تجھے اس سے بڑھ کر سناؤں
احد من صحابة رسول الله	کہ آنحضرت کے کسی صحابی کے مناقب
له مناقب مثل مناقب	اتنے نہیں ہیں جس قدر کہ حضرت علیؑ
علی الا انه شارک فی قتل	کے ہیں۔ مگر کیا کریں کہ وہ حضرت عثمان
عثمان رضی الله تعالی عنه	رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک
(ارجح المطالب ص ۱۳۵ باب سوم)	ہوئے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ تو علانیہ لوگوں کو جناب خلیفہ صاحب کے قتل پر اکساتی رہتی تھیں۔ اور زبان معجز بیان سے بقول صاحب روضۃ الاحباب مندرجہ

جلد سوم صفحہ ۱۵۔

عائشہ در شان عثمان می گفت نعن اللہ نعثلا او قتل اللہ نعثلا

فرمایا کرتی تھیں۔ مورخین اہل سنت یہ بھی لکھتے ہیں کہ قتل کئے جانے سے قبل بیس دن تک مسلمانان مصر نے حضرت عثمان کو محصور رکھا۔ مگر اصحاب میں سے کسی نے بھی اعانت و حمایت نہ کی۔ البتہ جناب امیر علیہ السلام امام حسن کے ہاتھ پانی بھجوا دیا کرتے تھے۔ آپ کی لاش تین دن تک بے غسل و کفن پڑی رہی۔ اصحاب میں سے تو کسی نے تجہیز و تکفین کی فکر کی اور نہ کسی نے نماز جنازہ پڑھی۔ آخر گھر کے چار آدمی لاش ایک تختے پہ ڈال کر مسلمانوں کے قبرستان میں لے چلے تو بہت سے لوگ دفن کرنے میں مزاحم ہوئے ناچار یہودیوں کے قبرستان میں بغیر غسل و کفن دفن کر دئے گئے۔ ملاحظہ ہوں کتب سیر۔ مثل روضۃ الاحباب حبیب السیر تاریخ اعثم کوفی۔ تاریخ طبری وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کے ملاحظہ میں زحمت ہو تو کم سے کم رسالہ محرم نامہ میں جو جناب مولوی خواجہ حسن نظامی صاحب سلمہ کی تالیفات سے ہے اور خواجہ ممدوح اکابر مشائخ اہل سنت سے ہیں۔ یہ عبارت ملاحظہ فرما لیں۔

"دل لرزنے کی بات ہے کہ امیر المومنین جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تین دن تک بے گور و کفن پڑا رہا۔ آخر میں حضرت علیؑ کی کوشش سے چار آدمیوں نے جنازہ حضرت عثمان کا اٹھایا۔ اور قبرستان لے چلے حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصہ کا مالک ہو اس کی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اس پہ بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازہ پر پتھر مارتے تھے اور بیچارے جنازہ اٹھانے والے بھاگا بھاگ جا رہے تھے جب جنت البقیع میں حضرت عثمان کو لے گئے تو بلوائیوں نے سخت مزاحمت کی اور کہا کہ ہم مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن ہونے نہ دیں گے۔ آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں اس حامی اسلام مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا۔"

(صفحہ ۴۴)

جناب شاہ صاحب نے بھی اصحاب کے نماز جنازہ نہ پڑھنے سے جب انکار کا موقع نہ دیکھا تو یہ تاویل کی کہ

"ملائکہ بر جنازہ عثمان عوض آدمیان حاضر شدند (تحفہ صفحہ ۵۲۲ باب مطاعن"

ماتریدیہ کی گمنامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علماء حنفیہ نے علم کلام میں بہت کم تصانیف کیں، اس فن میں جس قدر مشہور معرکۃ الآراء کتابیں ہیں، وہ شافعیہ کی تصانیف ہیں۔ جو عموماً اشعریہ تھے۔ اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو اشعریوں کے نزدیک سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں۔ ان کو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ میں لکھتے ہیں۔

(۲) انہ یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق مالا یطیقونہ خلافاً للمعتزلہ"

خدا کو جائز ہے کہ انسان کو ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

(۳) ان اللہ عزوجل ایلام الخلق وتعذیبہم من غیر جرم سابق ومن غیر ثواب لاحق خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی پہلے سے جرم ہو یا ان کو ثواب لاحق ہے۔

(۴) انہ تعالیٰ یفعل بعبادہ مایشاء فلا یجب علیہ مراعاۃ الاصلح بعبادہ

خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہے۔

(۵) ان معرفۃ اللہ سبحانہ وطاعتہ واجبۃ بایجاب اللہ وشرعہ لا بالعقل خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کا پہچاننا اور اس کی اطاعت واجب ہے شرع کی رو سے نہ کی عقل کی رو سے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

یہ عقائد اپنی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں۔

(۶) قال اصحابنا دلت الآیۃ علی انہ تعالیٰ لا یراعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر) وآیہ ولیزیدن کثیرا منہم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً (سورہ مائدہ)

ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرآن سے ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ دین و دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھتا، اور یقیناً بہتوں کا کفر و سرکشی اس کلام سے جو تجھ پر نازل کیا گیا بڑھ جائے گی۔

(۷) ان البنیۃ لیست الشرط فی الحیوۃ فالنار علی ما ھی علیہ یجوز ان یخلق اللہ الحیوۃ والعقل والنطق فیہا وعند المعتزلہ ذلک غیر جائز لا تاثیر لقدرۃ العبد فی افعالہ"

زندگی کے لئے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً۔ مثلاً خدا آگ میں عقل اور زندگی و گویائی پیدا کر سکتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں، بندوں کے افعال میں ان کی قدرت و طاقت کو کوئی دخل نہیں۔

یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں۔ جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے سوا اور بھی ہیں جن کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں شروع میں نقل کیا۔ اور پھر ان کی تفصیل کی ہے

ملائکہ کے نماز پڑھنے کا تو علم حضرت شاہ صاحب ہی کو بذریعہ الہام و کشف ہوا ہوگا۔ مگر ہم کو تو اصحاب سے بحث ہے نہ کہ ملائکہ سے۔ پس اصحاب کے نماز نہ پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر حضرت عثمان اپنی بدعنوانیوں اور بدعتوں کی وجہ سے قتل کئے گئے تو وہ کب مستحق خلافت و فضیلت ہو سکتے ہیں۔ اور کیونکر خلفائے راشدین میں ان کا شمار ہو سکتا ہے۔ اگر بے قصور تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کا شعار تھا تو ان کو پاک جگہوں کے رہنے والے وہ اصحاب جنھوں نے خلیفہ برحق کی مدد کی نہ نماز جنازہ پڑھی اور نہ کفن و دفن میں شریک ہوئے۔ مورد طعن و تشنیع ضرور ہوتے ہیں اور وہ تمام صفات جو ان کے سربیت و فضیلت میں اہل سنت بیان کرتے ہیں نامعتبر و باطل ثابت ہوئے۔

الحاصل یہ عقائد اصحاب کبار بنی ہاشم اور آل رسول کے اصحاب ثلثہ کی نسبت تھے۔ اب اگر برادران اہل سنت چشم بینا و گوش شنوا رکھتے ہیں اور طالب حق ہیں تو اپنے ہی عقاید مندکرہ بالا کو اصل ایمان سمجھ کر بمقولۂ مصرع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

صحابہ ثلاثہ کی خلافت اور فضیلت کو باطل سمجھیں۔ اگر ان پاک جگہوں کے رہنے والوں میں سے مخصوص انھیں حضرات کے عقائد کو اصل ایمان سمجھتے ہیں جو بیت الشرف بنت رسول اللہ کے جلانے کو خلیفہ صاحب کے شریک تھے جنھوں نے دلی خواہے جنگ و پیکار کی جو برسوں بالائے منبر نفس رسول پر تبرا کرتے اور سنتے رہے جنھوں نے فرزند رسولؐ کے جنازہ کو تیروں سے غربال کیا۔ جن کے دست ظلم سے چمن رسولؐ کا پتہ پتہ اور بوٹہ بوٹہ تاراج ہوا تو یہ ایمان ان کو ہی مبارک ہو اہل حق کو تو ایسے ایمان کے نام سے لرزہ آتا ہے اور دل الامان الامان پکارتا ہے ؎

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد وائے گر از پس امروز بود فردائے

الحمد للہ کہ زمانہ اہل ایمان سے خالی نہیں ہے۔ آج بھی باوجود تیرہ سو برس گذر جانے کے خدا کے فضل سے ان پاک جگہوں کے باشندے بلکہ تمام عرب کے مومنین کا جو اعتقاد ان اصحاب کی نسبت ہے وہ ظاہر ہے۔ غرض جو فسق و فجور اور بدعات ایمان و اسلام کی آڑ میں ان پاک جگہوں کے رہنے والوں نے دین خدا میں کئے اسکی نظیر دنیا میں بھی نہ ملیگی اور جو ستم و جور اور تحقیر و توہین آل رسولؐ اور اولاد بتول پر ان مقدس مقامات کے رہنے والوں کے دست ظلم سے ہوئے وہ کفار و مشرکین سے بھی نہ ہو سکے حافظ ہیچ کا فرہ کند آنچہ مسلمانی کردند

خلافت خلفائے ثلاثہ ... عقائد ... اہل مکہ و مدینہ باطل

قال

اگر ہم موافق اعتقاد شیعوں کے یہ کہیں کہ وہ سب کے سب گمراہ تھے اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہیں تو اس سے مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے جہاں اپنے نبیؐ کو پیدا کیا۔ جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہوں کو عرش کے برابر رتبہ دیا۔ اور جہاں سے اسلام جاری کیا انھیں جگہ کے رہنے والوں کو خدا نے اب تک باطل اعتقاد پر قائم رکھا۔ اور لاکھوں اور کروروں آدمیوں کو جو اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں پیدا ہوئے اور وہاں رہے ان کو گمراہ رکھا اور گمراہی پر ان کا خاتمہ کیا۔ اور ایک مومن کا بھی وہاں گذر نہ ہونے دیا اور اب تک خدائے عزوجل کو وہی اصرار ہے کہ ان بد اعتقادوں سے مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت اب تک تمام عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذرنے اس قدر عرصہ دراز کے کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا۔ اور اپنے اعتقاد کو بخوف اپنی عزت و جان کے ظاہر نہیں کر سکتا۔

اقول

بعد رحلت جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں نے قرآن اور آل رسولؐ کو چھوڑ کر اپنا دین و مذہب قائم کیا۔ بلا شبہہ وہ گمراہ ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ نے جہاں اپنے نبی کو پیدا کیا۔ جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا۔ انھیں جگہوں کے رہنے والوں کے ایمان و اسلام کے بارہ میں سورۂ منافقون اور صدہا آیتیں شان اس کے نازل فرما دیں۔ اور انھیں پاک جگہ کے رہنے والوں میں جو منافقانہ اسلام لائے تھے ان کے ایمان و اسلام پر آیہ کریمہ۔

وممن حولکم من الاعراب	اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں
منافقون ومن اھل المدینة	گنواروں سے منافق ہیں۔ اور بعض لوگ
مردوا علی النفاق لا تعلمھم	مدینہ کے سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے
نحن نعلمھم الخ	تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں۔

نازل فرما کر شہادت دے دی کہ وہ ایسے پکے منافق ہیں کہ اے رسولؐ تم ان کو نہیں جانتے۔ افسوس جن جگہوں کو خدا نے عرش و کرسی کے برابر رتبہ دیا۔ جہاں سے ایمان و اسلام جاری کیا۔ انھیں جگہوں میں ان سچے اسلام لانے والوں نے قرآن اور آل رسولؐ کی بے حرمتی کی۔

شیعوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ان پاک جگہوں کے رہنے والے سب کے سب گمراہ تھے۔ اگر سب کے سب نعوذ باللہ گمراہ ہوتے تو اسلام و ایمان کون پھیلاتا؟ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔) کون کرتا؟

الحمد للہ کہ ان پاک جگہوں بلکہ کل عرب میں شیعیانِ علی بن ابی طالبؑ موجود ہیں۔ اور اپنے پیغمبر کی وصیت کے بموجب قرآن اور آل سے متمسک ہیں۔ اگر گمراہوں اور بداعتقاد

کے وجود سے مذہب اسلام پر کوئی الزام آتا ہے تو مطابق اعتقاد اہلسنت ہی آتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے جہاں اپنے نبی کو پیدا کیا۔ جن جگہوں کو عرش و کرسی کے برابر رتبہ دیا اور جہاں سے ایمان و اسلام جاری کیا انھیں جگہوں کے رہنے والوں میں سے سیکڑوں اور ہزاروں بندوں کو مثل ابوجہل و امثالہ گمراہ رکھا اور گمراہی پر ان کا خاتمہ کیا اور جو اصحاب ایمان لاچکے تھے ان میں سے بھی جماعت کی جماعت اور گروہ کے گروہ کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیا اور اپنے پیغمبر کی وفات کے وقت بقول شبلی صاحب

"تمام مدینہ منافقوں سے بھرا ہوا تھا۔ مدت سے جو اس بات کے منتظر تھے کہ آنحضرت کا سایہ اُٹھ جائے تو اسلام کو پامال کر دیں۔" (حصہ اول صفحہ ۱۶۳)

پس جبکہ خلفائے نامدار جو تیئس سال تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے اور رات دن حضرت سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جبرئیل کا آنا وحی لانا دیکھتے رہے انھیں پاک جگہوں پر پیدا ہوئے اور وہیں مرے مگر اس پر بھی ایمان و عقائد میں پاک نہ نکلے تو ان کے معتقدین کا ایمان و اسلام کس شمار و قطار میں ہے۔

سبحان اللہ! جو اہل مکہ و مدینہ ان اصحاب کے معتقد ہوں جو ہمیشہ اپنے پیغمبر کی مخالفت اور نافرمانی کرتے رہے جن کے احکام خلافت کا دارومدار

یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف — حکم دیتے ہیں بری بات کا اور روکتے ہیں اچھی باتوں سے۔

پر رہا ان سے تو ان پاک جگہوں کی حرمت و منزلت پر نہ داغ آئے اور نہ اسلام پر کوئی الزام۔ اور اگر امامیہ حسب احکام خدا و رسول و مطابق اقوال علمائے کرام اہل سنت خلفائے ثلثہ کی خلافت اور فضیلت کو باطل سمجھیں تو اسلام پر الزام آئے اور رسالت و نبوت پر بھی داغ لگے۔ اور خدا کی بھی غرض بعثت نبوی سے فوت ہو۔ حالانکہ لوگوں کے گمراہ رہنے سے نہ تو مذہب اسلام پر کوئی الزام آتا ہے اور نہ نبوت و رسالت پر اور نہ گمراہوں و بداعتقادوں کی سکونت سے ان پاک جگہوں کی پاکی اور حرمت میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ یہ رسالت اور نبوت ہے جس کی تصدیق ملائک و فلک و شجر و حجر و جن و انس سب نے کی ہے اگر ناکسوں نے اس کی قدر و منزلت نہ کی اور ایمان نہ لائے یا

ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تو یہ قصور خود ان کا ہے ؎

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ایسے ہی لوگوں کے باب میں خدا نے فرمایا ہے۔

ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون۔ — جو لوگ کہ کافر ہوئے ایمان لانے کے بعد پھر کفر میں بڑھ گئے ان کی توبہ قبول نہیں ہے اور وہی تو (بڑے) گمراہ ہیں۔

قولہ تعالیٰ

وما ارسلنٰک الا مبشرا ونذیرا۔ — اور ہم نے تم کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا قرار دیکر بھیجا ہے۔

پس ایمان لانا یا ایمان لانے کے بعد پھر کفر اختیار کرنا عباد کا فعل ہے۔ خدا اور رسول اس کے ہرگز ذمہ دار نہیں ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔

انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ — ہم نے اس کو راستہ دکھایا اب وہ خواہ شکر گذار ہو یا ناشکر

یہ امر بھی واضح نہیں ہے کہ :-

"ان پاک جگہوں میں ایک مومن کا بھی گذر خدا نے نہ ہونے دیا۔ اور کوئی مومن بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان و اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہیں کر سکتا"

حالانکہ ایک مومن کیا گروہ کے گروہ مومنین سے ان پاک جگہوں میں بلا تقیہ رہے اور اس وقت تک ہیں اور بغیر تقیہ طواف و زیارت کعبہ کا شرف حاصل کرتے رہتے ہیں بلکہ انھیں مومنین کو مناسک حج و طواف بجالانے کے لئے ایک بزرگ مومن وہاں متعین ہیں جو انھیں پاک جگہوں کے رہنے والوں میں سے ہیں۔ یہ بزرگ وہ ہیں جن کا اسم مبارک سید ابو الفضل عباس ہے جو بعہد شاہ دکن نواب میر محبوب علی خاں بہادر غفران مکان اور نواب لائق علی خاں بہادر عماد السلطنت مرحوم و مغفور کی وزارت کے زمانہ میں حیدرآباد

(حاشیہ: معترض ... ان پاک جگہوں میں ایک مومن کا بھی گذر نہ ہوا۔ / ان پاک جگہوں میں مومن ... رہتے ہیں۔)

تشریف لائے تھے اور سرکار عالی ہی کے مہمان رہے تھے جن کی تعظیم و تکریم اور مراعات شاہ و وزیر نے بہت کچھ کی تھی۔ اور بارگاہ شاہی میں خود آپ ہی نے ان بزرگ کو باریاب کرایا تھا۔ پس ہم کو تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اپنی عزت اور جان کا مطلق خوف و اندیشہ نہیں ہے کیونکہ خود معبود اپنے عباد کو ہر بلا سے بچاتا ہے اور دولت برطانیہ کے اثر سے ہم کو ادائے رسوم مذہبی میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ اور آج تو وہ جنوں شیعہ معلم ہیں جن کے بوڑھے پیر سڑک پر زمانۂ حج میں معلم الشیعہ کی سرخی کے ساتھ لہرایا کرتے ہیں۔ (ناشر طبع ثانی ۱۹۶۹ء)

البتہ ان پاک جگہوں کے رہنے والوں میں سے بعضوں کے ہاتھوں سے بلا شبہہ ہر طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ چنانچہ یہ حکایت تو آپ نے چھوٹے عمو جان مرحوم و مغفور سے سُنی ہوگی کہ جس زمانے میں ہمارے خاندان کے لوگ حج بیت اللہ کی غرض سے خاص مکہ معظمہ میں مقیم تھے ایک روز گھر میں پانی نہ رہا۔ عموی صاحب گھڑا لے کر مسجد الحرام کے حوض سے پانی لینے کے لئے گئے۔ جب پانی بھر کر لے چلے تو ایک عرب صاحب سامنے آ کر پوچھنے لگے کہ یہ پانی کس کام کے واسطے لے جا رہے ہو؟ مرحوم نے کہا کہ گھر میں پانی نہیں رہا ہے اور بچے پیاسے ہیں ان کو پلانے کے لئے لئے جا رہا ہوں۔ یہ سن کر اس پکے ایمان والے اور سچے اسلام لانے والے نے گھڑا آپ کے ہاتھ سے چھین کر سب پانی زمین پر پھینک دیا اور کہا یہ پانی پینے کے لئے نہیں ہے وضو کے لئے ہے۔

منافقین کو ان جگہوں کی سکونت سے فضیلت نہیں ملتی

غرض ان پاک جگہوں میں محض سکونت سے کفار اور منافقین کو کچھ

گر طہارت نبود کعبہ و بتخانہ یکیست
نبود خیر در آں خانہ کہ عصمت نبود

پاک جگہوں کی سکونت اور چیز ہے اور ایمان شے دیگر۔ قال اللہ تعالیٰ۔

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۝

کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد رکھنا اس شخص کے برابر کر دیا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور جس نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا۔

اسی طرح اس آیۂ شریفہ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل	یہ کوئی نیکی ہے کہ تم اپنے منہ مشرق و مغرب
المشرق والمغرب ولکن البر من	کی طرف کرو۔ بلکہ حقیقی نیکی تو اس کی ہے
اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ	جو اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں
والکتٰب والنبیین واٰتی المال	اور خدا کی کتابوں اور انبیاء پر ایمان لائے
علٰی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی	اور محبت خدا میں اپنا مال رشتہ داروں
والمسٰکین وابن السبیل والسائلین	اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور
وفی الرقاب واقام الصلٰوۃ	سوال کرنے والوں اور بندے آزاد
واٰتی الزکٰوۃ والموفون بعھدھم	کرنے میں صرف کرے اور نماز پڑھے
اذا عاھدوا والصابرین فی البأسآء	اور زکوٰۃ ادا کرے اور جب معاہدہ کرلیں
والضرآء وحین البأس اولٰئک	تو اپنے عہد کے پورے کرنے والے ہوں
الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون	اور تنگ دستی اور بیماری اور لڑائی کی

سختی کے وقت صبر کرنے والے ہوں یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی متقی ہیں۔ (پ ۲- سورۂ بقر ع ۲۲)

یہ صفات ایمان والوں کے ہیں۔ جن سے آپ کے اصحاب کورے رہے پس آپ کے آسمان پر چڑھانے اور مہر و ماہ فلک اسلام بنانے سے ان کو کوئی شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔

کچھ خار مغیلاں گل تر ہو نہیں جاتا ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
ٹھیکری سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے

خود صحابہ ہی کو آمنوا وعملوا الصلحت کے ذریعہ سے اپنے آپ کو مہر و ماہ فلک اسلام بننا چاہئے تھا۔ آپ کی لن ترانیوں سے کیا ہوتا ہے۔
مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

قال

خدا گمراہوں سے اپنے رسول اللہ کے گھر کو پاک نہیں کرتا۔

قیامت تو قریب آ گئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک آ گئے لیکن خدا ان ظالموں اور بداعتقادوں سے اپنے گھر اور اپنے رسولؐ کے گھر کو پاک نہیں کرتا۔ اور مومنین سے ان شہروں کو آباد نہیں کرتا اور گمراہوں کو ایسی پاک جگہوں سے نہیں نکالتا۔

اگرچہ جس قدر زمانہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام میں ضعف آتا گیا اور مذہب شیعہ ترقی پاتا گیا۔ اور ان کے عقاید باطلہ کا رواج ہوتا گیا۔ اور اکثر شہروں میں اور ملکوں میں ان کی حکومت ہو گئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہو گئی۔ بایں ہمہ مکہ و مدینہ میں جو دین پیغمبر خدا کے وقت میں تھا وہی جاری ہے۔

اور جو مذہب رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے ؎

ہست محفل بر آں قرار کہ بود دست مطرب ہماں ترانہ ہنوز

اقول

دنیا کے انتظامات خدائے پاک نے اپنی مصلحت و حکمت پر منحصر رکھے ہیں اگر اللہ جل شانہٗ گنہگاروں اور ظالموں کو اُن کی بد اعمالیوں کی سزا فی الفور دیتا تو ایک شخص بھی دنیا میں باقی نہ رہتا۔ ملاحظہ ہو آیۂ کریمہ۔

ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمہم ما ترک علیہا من دابۃ ولکن یؤخرہم الی اجل مسمی (پ سورہ النحل ع ۸)	اگر خدائے تعالیٰ آدمیوں کے ظلم کے سبب سے ان سے مواخذہ کرتا تو کسی زمین پر کسی چلنے والے کو باقی نہ رکھتا لیکن وہ تو ایک وقت مقرر تک ان کو ڈھیل میں ڈالے ہوئے ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔

ولو یعجل اللہ للناس الشر استعجالہم بالخیر لقضی الیہم اجلہم فنذر الذین لا یرجون لقاءنا فی طغیانہم یعمہون۔ (پ سورہ یونس ع ۲)	اور جس طرح لوگ اپنی بھلائی کے لئے جلدی کر بیٹھتے ہیں اسی طرح اگر خدا ان کی برائی میں جلدی کر بیٹھے تو ان کی مدت بہت جلد پوری کر دی جائے مگر ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ آپ ہی سرگرداں رہیں۔

اس پر بھی اگر سرکشوں۔ ظالموں اور گنہگاروں کو ان کی خطاؤں اور نافرمانیوں کی پاداشش میں فوری سزا دینا قرین مصلحت جانا تو فوراً ہی عذاب ان پر نازل کر دیا۔ جیسا کہ خاص عذاب کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ چھپا ملاحظہ ہو آیۂ کریمہ۔

الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ جو ستونوں والے

… بعض انبیاء کرام سلام اللہ علیہم … قاتلان امام حسین علیہ السلام کو فوری سزا دی۔

مثلها في البلاد وثمود الذين جابوا الصخر بالواد وفرعون ذي الاوتاد الذين طغوا في البلاد فاكثروا فيها الفساد فصب عليهم ربك سوط عذاب ان ربك لبالمرصاد۔

(پارہ ۳۰ سورہ الفجر۔ رکوع ۱)

ارم کے رہنے والے تھے۔ کہ ویسا شہر دن شہروں میں بنایا ہی نہیں گیا تھا اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے میدان میں چٹانوں کو تراشا اور ان کو گھر بنایا تھا اور فرعون کے ساتھ جو سزا کے لئے (میخیں) رکھنے والا تھا کیسا معاملہ کیا ان سب نے ملکوں میں سرکشی کی تھی پھر ان میں خرابی کو بہت بڑھا دیا پس تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا لگایا۔ بیشک پروردگار گھات میں ہے۔

اور اسی طرح واقعۂ موسیٰ میں نشانی ہے۔

وفي موسى اذ ارسلناه الى فرعون بسلطان مبين فتولى بركنه وقال ساحر او مجنون فاخذناه وجنوده فنبذناهم في اليم وهو مليم وفي عاد اذ ارسلنا عليهم الريح العقيم ما تذر من شيء اتت عليه الا جعلته كالرميم وفي ثمود اذ قيل لهم تمتعوا حتى حين فعتوا عن امر ربهم فاخذتهم الصاعقة وهم ينظرون فما استطاعوا من قيام وما كانوا منتصرين وقوم نوح من قبل انهم كانوا قوما فاسقين۔ (پارہ ۲۷ سورۃ الذاریات ع ۲)

جب کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون کی طرف کھلا ہوا معجزہ دے کر بھیجا پس اس نے اپنے لشکر کے برتے پر روگردانی کی اور کہنے لگا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو دھر پکڑا اور ان سب کو دریا میں ڈال دیا جس حال میں فرعون ذلیل و خوار تھا اور اسی طرح واقعۂ قوم عاد میں نشانی ہے جبکہ ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی کہ جس چیز پر وہ پہونچتی تھی اس کو چورا کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی اور واقعۂ ثمود میں بھی نشانی ہے جبکہ ان سے کہا گیا کہ ایک مدت معینہ تک نفع اٹھا لو۔ پھر انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو دیکھتے دیکھتے ان کو ایک کڑک نے آلیا پھر وہ کھڑے ہی نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے اور نوح کی

منقول از رد التحفہ صفحہ ١٤٧ تا ١٥٠ ۔

غرض اہل سنت کے یہ عقائد ہیں جو ان میں سے ایک کا بھی منکر ہوگا وہ یقیناً اپنے سچے مذہب سے خارج ہو جائے گا، حالانکہ عقائد مذکورہ بالا صریحاً احکام الٰہی کے خلاف ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ جابجا اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

(١) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها — خدا کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

(٢) وما اللہ یرید ظلما للعالمین، — اور خدا تمام عالم میں کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

(٣) انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ، — میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کے عمل کو برباد نہیں کرتا۔

(٤) فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم تعملون ۵ پ٢٣ سورہ یٰسین — آج کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا، اور تم لوگ جو دنیا میں کیا کرتے تھے اس کا عوض تم کو دیا جائے گا۔

(٥) فاما من ثقلت موازینہ فهو فی عیشة راضیة، واما من خفت موازینہ فامه هاویة وما ادراک ما هی نار حامیة — پس جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا، اور جس کے اعمال کا پلہ کم ہوگا اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے

(٦) وما ظلمنا هم ولکن کانوا هم الظلمین ۔ پ ٢٥ ۔ سورہ زخرف — اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے حق میں آپ ہی ظالم ہوئے۔

اس قسم کی متعدد آیات الٰہی اس بات پر شہادت دے رہی ہیں کہ بندے بروز قیامت اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، پس ایسے عقائد سے کہ جس سے خدائے عزوجل کا غیر عادل ہونا سمجھا جائے، شیعہ اپناہ مانگتے ہیں۔

غرض مذہب امامیہ میں عدل باری تعالیٰ عین اصول دین سے ہے، لیکن مذہب اہل سنت میں اس قسم کے عقائد سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے۔ (نعوذ باللہ منها)

اس سلسلہ میں صفات سلبیہ باری تعالیٰ کے متعلق ان کے جو عقائد ہیں وہ بھی نقل کئے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔

عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال تنزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر — ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترا کرتا ہے، جب ایک تہائی رات رہ جاتی ہے

قوم کو اس سے پہلے ہلاک کر چکے یقیناً وہ لوگ

نافرمان تھے۔

اسی طرح قاتلان جناب سید الشہداء علیہ السلام پر فوری عذاب نازل کیا گیا جس کا ذکر جناب شاہ صاحب نے اپنے رسالہ سر الشہادتین میں بایں الفاظ کیا ہے۔

"زہری سے روایت ہے جو لوگ قتل امام میں شریک اور اس امر سے راضی تھے قطع نظر عذاب اخروی طرح طرح کے بلاؤں میں مبتلا ہو کر اپنی سزائے اعمال کو دنیا ہی میں پہونچے اور عبرت روزگار ہوئے۔ بعض قتل ہوئے بعض اندھے بعض پیاس پیاس کہتے مرگئے۔

اور ترمذی سے روایت ہے کہ ایک جگہ ضیافت تھی وہاں لوگوں میں ذکر ہوا کہ جو کوئی قتل امام میں کچھ بھی دلبستہ تھا کسی نہ کسی بلا میں ضرور تباہی میں مبتلا ہوا۔ اہل مجلس کے منہ سے یکایک یہ کلام نکلا کہ وہ شخص معرکہ کربلا میں موجود تھا اور اب تک سب آفتوں سے بچا ہوا ہے۔ یہ بات اس کے منہ سے پوری نہ نکلی تھی کہ ایک شعلہ چراغ سے نکلا اور طرفۃ العین میں اس کو جلا کر کوئلہ کر دیا اور جس شقی کا تیر علی اصغرؓ کی گردن پر لگا تھا وہ اس عذاب میں گرفتار ہوا کہ اس کے اگلے دھڑ میں حد سے زیادہ جلن اور نیچے کے دھڑ میں حد سے زیادہ سردی اور پیٹھ کے نیچے انگیٹھی رہتی تھی اور برابر داویلا کرتا رہتا تھا۔ اور مشکوں پانی پیتا لیکن پیاس نہ بجھتی تھی"۔ (انتہا عن عز تہ و سر الشہادتین صفحہ ۵)

اس کے بعد جناب شاہ صاحب اس عذاب کا جو مختار کے ہاتھ سے قاتلان امام حسین علیہ السلام پر نازل ہوا تھا ذکر کرتے ہیں جس کو ہم نے بخیال طوالت چھوڑ دیا جس کو شوق ہو کتب تواریخ اور صحیفہ زین العابدین مطبوعہ پریس دہلی میں ملاحظہ کر لے۔ المختصر

دو برس تک نہ رہا ایک بھی قاتل باقی خون سادات نے تاثیر دکھائی کیسی

اور اب بھی فسق و فجور اور بداعمالیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے طاعون۔ سیلاب زلزلے وقحط دم جہازوں اور کشتیوں کا دفعتاً غرق ہونا۔ آگ سے جلنا وغیرہ وغیرہ مختلف شکلوں میں فوری عذاب الٰہی نازل ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس پر بھی خدا سے نہیں ڈرتے اور اپنے ایمان و عقاید کی اصلاح نہیں کرتے۔

قولہٗ تعالیٰ

اولا یرون انھم یفتنون	کیا نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا
فی کل عام مرۃ او مرتین	کہ ایک دوبارہ بلاؤں میں نہ ڈالے جاتے ہوں
ثم لا یتوبون ولا ھم	پھر بھی ان کی غفلت کا یہ حال کہ نہ توبہ کرتے
یذکرون۔ (پ ۱۱ ع ۵)	ہیں اور نہ مصیبتوں سے نصیحت پکڑتے ہیں۔

اب رہا یہ امر کہ :-

"جو دین مکہ و مدینہ میں پیغمبر خدا کے وقت میں تھا وہی جاری ہے اور جو سبب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے" ؎

ہست محفل بران قرار کہ بود — دست مطرب بر آن ترانہ ہنوز

اگر اس سے آپ کا مقصود بقاء دین حق ہے تو بقول حافظ ہم کو بھی اتفاق ہے ؎

از وجود آن قدم نام و نشانی ہست کہ ہست — ورنہ از ضعف در اینجا اثرے نیست کہ نیست

اس باغ کی بہار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئی ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا — ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا۔
خزاں کے بعد جو دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں — بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

جناب مولوی خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی بے بہا تالیف مسدس حالی میں تنزل اسلام کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ اس کے کچھ بند اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں :-

رہے جب تک ارکان اسلام برپا — چلن اہل دیں کا رہا سیدھا سادا
رہا میل سے شہد صافی مصفا — رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا

نہ تھا کوئی اسلام میں مرد میداں
علم ایک تھا شش جہت میں درفشاں

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا — گیا چھوٹ سررشتہ دین ہدیٰ کا
رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا — تو پورا ہوا عہد جو تھا خدا کا

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ قوم اپنی جب تک

قولہ جو دین کہ پیغمبر خدا کے وقت میں تھا وہی جاری ہے۔

بعد رسول اللہ دین و مذہب بدل گیا۔

بُرے ان پہ وقت آکے پڑنے لگے اب — وہ دنیا میں بس کر اجڑنے لگے اب
بھرے ان کے میلے بچھڑنے لگے اب — بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر — کہاں ہیں وہ علمِ الٰہی کے منظر
چلی ایسی اس بزم میں بادِ صرصر — بجھیں مشعلیں نورِ حق کی سراسر

رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت — گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت — مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

قطع نظر اس کے آپ خود بھی تو اس بات کے قائل ہیں کہ:-

"جس قدر زمانہ نبوت کا دور ہوتا گیا اسی قدر اسلام میں ضعف آتا گیا۔"

بلکہ اس تنزل اسلام پہ ایک رسالہ بھی آپ نے تصنیف فرمایا ہے جس کا نام اسباب ترقی و تنزل مسلمانان ہے۔ اس رسالہ کا اقتباس یہ ہے:-

"مسلمانوں کے متفرق ہو جانے میں سب سے بڑا اختلاف مذہبی انقلاب ہے جس کا تخم ابتدائی زمانہ میں بویا گیا اور امامت کا جھگڑا اس کا سبب ہوا۔ اسی سے مسلمان جن کی تعریف میں خدا فرماتا ہے فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یعنی تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے مگر پھر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور آپس میں لڑنے لگے۔ حقیقت میں وہ بغض و عداوت کا بیج جو امامت کے اختلافی مسئلہ سے عرب کی زمین اور مسلمانوں میں بویا گیا وہ اتنے بُرے تلخ اور زہریلے پھل لایا کہ اس نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں اور اس نے اسلام کی مستحکم بنیاد کو ایسا ہلایا کہ جب پر غیروں کو حملہ کرنے اور اسلام پر غالب آنے کی جرأت ہونے لگی باہمی محبت و اختلاط ہمدردی کا صفحۂ روزگار پر نام و نشان باقی نہ رکھا۔ پھر یہ اختلاف اسی پر نہ ٹھہرا بلکہ ایک

دوسری شکل اور نئے رنگ میں جلوہ دکھانے لگا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں اور خفیف سے خفیف مسئلوں میں اتنا اختلاف ہو گیا کہ اسلامی جماعت کی صورت بھی کہیں نظر نہیں آتی چونکہ دین ہی نے اتفاق کا سبق سکھلایا تھا اور یہی بڑی نعمت تھی جو خدا نے ہم کو عطا فرمائی تھی اور یہی بڑا احسان تھا جو ابتدا میں اس نے ہم پر کیا تھا جس کو اتنا نا خود ہی فرماتا ہے۔ الف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم ا لا یعنی ان لوگوں کے دل میں الفت دی (اے رسول!) اگر تم ساری زمین کی چیزیں صرف کرتے تب بھی ان کے دلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتے لیکن یہ الفت خدا نے ان کے قلبوں میں پیدا کی آخر دین ہی کے اختلاف سے اس کی بنیاد شروع ہوئی اور یہ نعمت ہم سے خدا نے لے لی۔ اور ہم کو اختلاف و فساد اور جھگڑوں میں ڈال کر نہ دنیا کا رکھا نہ دین کا (صفحہ ۵۵ و ۶۵)

اس کلام سے آپ کا یہ قول کہ:۔

" جو دین مکہ و مدینہ میں پیغمبر خدا کے وقت میں تھا وہی جاری ہے اور جو مذہب رسول خدا صلعم کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے "

ھباء منبثا ہو گیا کیونکہ آپ خود اس بات کے قائل ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایمان و اسلام کا یہ رنگ ہوا کہ ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی ایک اسلام کا رہ گیا نام باقی

افسوس کہ جن اسباب سے اسلام کی یہ نوبت پہونچی۔ کما قال

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

ان کو تو آپ نے چھپایا اور امامت کو جو خلفا کی آنکھوں میں مثل خار کھٹکتی تھی۔ باعث تنزل اسلام اور فتنہ و فساد ٹھہرایا۔ مگر جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرے اس کو کون بجھا سکتا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

[illegible]

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ؏ وہ چاہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کا نور منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا

ہے اگرچہ کافروں کو برا لگے۔ (سورہ الصف پارہ ۲۸)

یہ امامت ایسی مہتم بالشان ہے کہ جو حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے چار ہزار سال قبل قرار پا چکی ہے جیسا کہ ارجح المطالب میں مذکور ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال	ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	یہ روایت ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے
وآلہ وسلم انا وعلی من نور واحد	فرمایا کہ میں اور علی حضرت آدمؑ کی پیدائش
قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ آلاف	سے چار ہزار برس قبل ایک نور تھے۔
عام فلما خلق اللہ تعالی الخلق	جب خدا نے مخلوق کو خلق فرمایا تو ہمارے
رکب ذلک النور فی صلبہ فلم	نور کو صلب آدم میں جگہ دی یہ نور ہمیشہ
یزل فی شیء واحد حتی افترقا فی	ایک ہی شے میں برقرار رہا۔ یہاں تک
صلب عبد المطلب ففی النبوۃ	کہ عبد المطلب کے صلب کی طرف منتقل
وفی علی الخلافۃ	ہوا۔ پس مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت ہے۔

(اخرجہ السلیمی) صفحہ ۳۱ باب اول

یہی وہ امامت ہے جس کا اعلان رسول خداؐ نے اپنی نبوت و رسالت ہی کے ساتھ کر دیا تھا۔ چنانچہ کتب اہل سنت میں ہے کہ

اعلان رسالت کے ساتھ ہی ولایت کا بھی اعلان ہوا

"جب آیہ شریفہ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہو تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کی ایک دن دعوت کی اس دعوت میں چالیس آدمی شریک ہوئے۔ جن میں آپ کے چچا ابوطالب و حضرت حمزہ حضرت عباس بھی تھے۔ کھانے کے بعد آپ نے کچھ کہنا چاہا لیکن ابولہب نے فضول باتیں کہہ کے یہ جلسہ درہم و برہم کر دیا دوسری مرتبہ پھر آپ نے دعوت دی اور کھانے کے بعد ارشاد کیا کہ اے بنی عبد المطلب میں دین و دنیا کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور خدا کے حکم سے تم کو راستہ پہ چلاتا ہوں کوئی ہے جو میری مدد کرے۔ یہ سن کر سب نے منہ پھیر لیا۔ اور کوئی کچھ نہ بولا صرف حضرت علیؑ نے کہا۔ گو میں سب سے چھوٹا ہوں کمزور ہوں اور لاغر ہوں لیکن حاضر ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے حضرت علیؑ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا، اے لوگو آگاہ ہو کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور خلیفہ ہے، اس کی اطاعت کرو۔ (دیکھو رسالہ ذکر مبارک صفحہ ۳ مصنفہ جناب حبیب الرحمٰن صاحب المخاطب بہ نواب حیدر یار جنگ بہادر شروانی)

یہ تو ابتدائے بعثت نبوی کا زمانہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور وزیر کیا تھا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخلاف شاہ ولایت کا اظہار فرماتے رہے اور خاص و عام کو آگاہ کرتے رہے کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ۔ میں اپنے بعد قرآن اور اہلبیت کو چھوڑتا ہوں، اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ جس طرح نجوم اہل سما کے لئے باعث امان ہیں اسی طرح میرے اہلبیت زمین کے لئے باعث امان ہیں۔ اگر میرے اہلبیت باقی نہ رہیں اہل ارض ناپید ہو جائیں۔ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کے مانند ہے۔ جو اس پر سوار ہوا پار ہوا۔ اور جس نے اس سے کنارہ کیا وہ غرق ہوا۔

اپنی رحلت سے تین ماہ قبل بھی اس امامت کی تجدید کر دی تھی جیسا کہ متکلمین اور محققین اور محدثین اور مفسرین اہل سنت کا بیان ہے کہ جب بمقام غدیر خم آیہ دانی ہدایہ

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل	اے حبیب! جو تم پر حکم نازل ہوا ہے
الیک من ربک وان لم	ان لوگوں تک پہونچا دو اگر تم نے نہ
تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ	پہونچایا تو امر رسالت ہی ادا نہ کیا اور
یعصمک من الناس۔	خدا تم کو ان لوگوں سے بچائے گا۔

نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب سامنے بالائے منبر جناب امیر علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر فرمایا۔

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ	جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے

ابھی یہ مجمع منتشر نہیں ہوا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم	آج کے دن میں نے تمہارے دین کو
واتممت علیکم نعمتی ورضیت	کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کیا
لکم الاسلام دینا۔	اور تمہارے دین کو پسند کیا۔

ان جلسوں میں وہ لوگ بھی حاضر و موجود تھے جو بقول آپ کے فلک اسلام کے مہر و ماہ تھے اور جو نفس رسول کا خلیفہ اور امام ہونا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور خود اپنی زبان سے بایں الفاظ

"خوشا اے علی کہ آپ میرے اور مومنین اور مومنات کے آقا اور سردار ہوئے"

تہنیت بھی دے چکے تھے وقت رحلت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی امر خاص کے لئے دوات و قلم طلب فرمایا تھا۔ مگر وہی فرضی مہر و ماہ فلک اسلام تحریر وصیت میں حائل و مزاحم ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک کو معاذ اللہ ہذیان سے تعبیر کیا اور صرف حسبنا کتاب اللہ کہہ کر ثقل اعظم یعنی اہلبیت رسولؐ کو قطعاً چھوڑ دیا۔

غرض جس امامت کی ابتدا طلوع مہر رسالت کے ساتھ ساتھ ہوئی جس کی تکمیل و تجدید وقت غروب آفتاب نبوت کی گئی جس کو سب اصحاب مان چکے تھے۔ اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشم مبارک بند ہوتے ہی باستثناء خاص سب کے سب منحرف ہو گئے۔ اپنے پیغمبر کے احکام اور وصیت کا ایسا نسیاً منسیاً کر گئے گویا کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

جس امامت کو حضرت عمر تسلیم کر چکے تھے اس عہد سے انحراف کر گئے جس پر خود ہوا خواہان صحابہ طعنہ زن ہیں جیسا کہ امام غزالی صاحب کا یہ قول اوپر نقل کیا گیا ہے۔

"جب جاہ ریاست سے عہد غدیر کو توڑ کر راہ مخالفت اختیار کی تمام ہوا و کو پس پشت ڈال کر اپنا جوہر ایمان نہایت ارزاں اور کم قیمت شئے پر بیچ ڈالا اور اس کا عوض بہت بری شئے خریدی۔"

اسی طرح قلم و دوات کے بارے میں علامہ عبد الکریم شہرستانی کی یہ عبارت

"پہلی لعنت خدا کی شیطان نے کی اور پہلی نزاع جو اسلام میں ہوئی وہ حضرت [illegible] سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو ہذیان سے تعبیر کیا"

فمن الذی [illegible] وانی ہدایہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم

ولکن اللہ الف بینھم الخ یہ تفسیر کرتے ہیں۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعا
ما الفت بین قلوبھم المسئلۃ
الثالثۃ دلت ھذہ الایۃ
علی ان القوم کانوا قبل شروعھم
فی الاسلام ومتابعۃ الرسول
فی الخصومۃ الدائمۃ والمحاربۃ
الشدیدۃ یقتل بعضھم بعضا
ویغیر بعضھم علی البعض فلما آمنوا
باللہ ورسولہ والیوم الآخر
زالت الخصومات وارتفعت
الخشونات وحصلت المودۃ
التامۃ والمحبۃ الشدیدۃ و
اعلم ان التحقیق فی ھذا الباب
ان المحبۃ لا تحصل الا عند
تصور حصول خیر وکمال
فالمحبۃ حالۃ معللۃ بھذا التصور
المخصوص فمتی کان ھذا التصور
حاصلا کانت المحبۃ حاصلۃ
ومتی حصل تصور الشر والبغضاء
کانت النفرۃ حاصلۃ ثم ان الخیرات
والکمالات علی قسمین احدھما
الخیرات والکمالات الباقیۃ
الدائمۃ المبراۃ عن جھات
التغیر والتبدیل وذلک

ماحصل اس کا یہ ہے کہ خدا نے فرمایا اگر
تم دنیا کی کل چیزوں کو صرف کرتے تو بھی ان
کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر خدا
نے ان میں محبت پیدا کر دی اس کی تفسیر میں
مسئلہ ثالثہ میں فخر الدین رازی کہتے ہیں یہ
آیت دلالت کرتی ہے کہ اقوام عرب قبل
اسلام خصومت دائمہ اور جنگ شدید میں
بسر کرتی تھی، ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے
بعض بعض کو لوٹ لیتے تھے۔ بعد قبول ایمان
وہ باتیں زائل ہو گئیں اور تحقیق اس مطلب
میں یہ ہے کہ محبت اسی وقت ہوتی ہے
کہ جب کسی خوبی کا تصور کرتے ہیں اور جب
تصور شر ہوتا ہے تو نفرت ہو جاتی ہے پس
محبت وعداوت تابع اسی خوبی و برائی
کے ہے اب وہ خیر و خوبی دو طرح کے
ہیں۔ ایک وہ جو دائمی اور باقی ہیں ان
کو زوال نہیں کہ وہ کمالات نفسانی ہیں۔
دوسرے وہ جو ہر وقت معرض زوال و
تغیر و تبدل میں ہیں جن کو کمالات جسمانی
سے تعبیر کرتے ہیں کہ وہ مثل بادل کے
ڈھلتے ہیں کہیں قرار نہیں ہوتا۔ مثلاً
کسی آدمی نے یہ خیال کیا کہ ہم زید کی
صحبت میں رہیں گے تو دولت ملے گی
پس اس خیال سے محبت ہوتی ہے

تفسیر امام فخر الدین رازی صاحب سے جو حوالہ دیا ہے

وهو الكمالات الروحانية
والسعادات الالٰهية والثاني
وهو الكمالات المتبدلة
المتغيرة وهي الكمالات
الجسمانية والسعادات
البدنية فانها سريعة التغير
والتبدل كالزيبق ينتقل
من حال الى حال فالانسان
يتصور ان له في صحبة زيد
يحصل مالا عظيما فيحبه ثم
يظهر بيان له ان ذلك المال
لا يحصل فيبغضه ولذلك
قيل ان العاشق والمعشوق ربما حصلت
المحبة والبغضة بينهما في اليوم الواحد
مرارا لان المعشوق انما
يريد العاشق لماله والعاشق
انما يريد المعشوق لاجل اللذة
الجسمانية وهذه الامور
مستعدات للتغير والانتقال
فلا جرم كانت المحبة الحاصلة
بينهما والعداوة الحاصلة
بينهما غير باقيتين بل كانتا
سريعتي الزوال والانتقال
اذا عرفت هذا فنقول الموجب
للمحبة والمودة ان كان طلب

اور جب یہ خیال ہوا کہ ہم کو کوئی نفع
نہیں تو اس سے نفرت اور عداوت
ہو گئی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ
درمیان عاشق و معشوق کے ایک ہی
روز میں چند بار محبت و عداوت
ہو جاتی ہے۔ کیونکہ محبت عاشق
بغرض لذت جسمانی ہے اور محبت
معشوق بغرض مال۔ چونکہ یہ دونوں
چیزیں ہر وقت معرض تغیر و زوال
میں ہیں تو جو محبت اس کے تابع ہوگی
وہ بھی زوال و تغیر کے پھیر میں رہیگی
پس جو محبت و مودت تابع مال و
لذت جسمانی ہے وہ ہر وقت قابل
زوال و تغیر ہوگی کیونکہ جب خود
علت کا یہ حال ہے تو معلول کا
بدرجہ اولیٰ یہ حال ہوگا اور
جو محبت و مودت ان کمالات
باقیہ و منافع غیر زوال پذیر کے تابع
ہو پس وہ محبت و مودت بھی باقی
رہے گی اور زوال پذیر نہ ہوگی اور
یہی مضمون اس آیہ کا ہے جو خدا
فرماتا ہے کہ دوست روز قیامت
باہم دشمن ہوں گے مگر نیکوکار و
پرہیزگار لوگ۔ پس جب یہ سمجھ چکے
تو اب ہم کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ

الخیرات الدنیویۃ والعادۃ
الجسمانیۃ کانت تلک
المحبۃ سریعۃ الزوال و
الانتقال لان اجل المحبۃ
تابعۃ لتصور الکمال و
تصور الکمال تابع لحصول
ذلک الکمال فاذا کان ذلک
الکمال سریع الزوال والا
نتقال کان معلولاتہ
سریع التبدل والزوال
واما ان الموجب للمحبۃ تصور
الکمالات الباقیۃ المقدسۃ
عن التغیر والزوال کانت تلک
المحبۃ ایضا باقیۃ امنۃ
من التغیر لان حال المعلول
فی البقاء والتبدل تبع لحال
العلۃ وھذا ھو المراد من
قولہ الاخلاء یومئذ بعضھم
لبعض عدو الا المتقین اذا
عرفت ھذا فنقول العرب
کانوا قبل مقدم الرسول
طالبین للمال والجاہ والمفاخر
وکانت محبتھم معللۃ
بھذہ العلۃ فلاجرم کانت
تلک المحبۃ سریعۃ الزوال

قبل آمد رسول طالب مال وجاہ
وخواہان مفاخرت وعزت تھے
پس انکی محبت بھی انھیں اغراض پہ
مبنی تھی اس لئے یہ محبت جلد
زوال پذیر ہوتی کہ ہر وقت ذرہ
ذرہ سی بات پہ آمادۂ فتنہ وفساد
اور قتل پہ تیار ہوجاتے تھے جب
رسول نے ان کو دعوت اسلام
دی اور خدا کی عبادت کی طرف
رغبت دلائی اور ترک خواہشہائے
دنیا اور میل طرف آخرت کے
ترغیب دلائی تو وہ بغض وعناد
آپس کا دور ہوا اور مثل بھائی بند
کے ہوگئے جب رسول اللہ نے
وفات پائی اور ابواب دنیا ان
لوگوں پہ مفتوح ہوئے اور
اس کے خواہاں وجویاں ہوئے
تو پھر اپنی حالت سابقہ پہ عود
کر گئے۔ اور آپس میں جنگ و
جدل شروع کر دی۔ پس یہی
سبب حقیقی ہے۔ ان لوگوں
کی جنگ وجدال وحرب و
قتال کا۔

فیقول من یدعونی فاستجیب لہ ومن یسألنی فاعطیہ ومن یستغفرنی فاغفرلہ۔ بخاری[1]

اور فرماتا ہے جو شخص مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا اور جو مجھ سے طلب کرے گا اسے عطا کروں گا۔ اور جو استغفار کرے گا اس کو بخش دوں گا۔"

(۱) اور یہی روایت مشکوۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸۵ جلد دوم مطبوعہ لاہور ترجمہ مولوی وحید الزمان خاں صاحب۔

(۲) یا امۃ محمد ما احد اغیر من اللہ۔ کتاب الغیرۃ ص ۱۶۲

یعنی اے امت محمدؐ خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔

(۳) مشکوۃ المصابیح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

قالت فقدت رسول اللہ صلعم لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال انت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم وکلب۔ جلد دوم ص ۹۲

ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا دیکھا تو جنت البقیع میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم گمان کرتی ہو کہ خدا اور رسولؐ تم پر حیف و ظلم کرتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ ہم کو گمان ہوا آپ اپنی کسی زوجہ کے یہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور موئے سگ و گوسفند سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔

(۴) اہل سنت کی صحاح میں یہ بھی ہے (خود صحیح بخاری حصہ سوم ص ۱۱۹ پر تین طرح سے مروی ہے۔)

یضع الجبار قدمہ فی النار فتقول قط قط۔ بعزتک وکرمک۔[2]

جب خداوند عالم آتش جہنم میں اپنا پاؤں ڈالے گا تو جہنم کہے گی بس بس قسم ہے تیرے عزت و کرم کی اس قدر کافی ہے۔

(۵) دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ

یقول لجھنم ھل امتلأت وتقول ھل من مزید حتی یضع رب العزت فیھا قدمہ فتقول قط قط۔" روالتحفہ جلد اول ص ۲۲-۲۳-۲۴

کہ خدا جہنم سے دریافت کرے گا، تیرا پیٹ بھر گیا یا اور کچھ چاہیے تو وہ کہتا جائے گا، اور چاہیے اور چاہیے۔ یہاں تک کہ خدا اس میں اپنا پاؤں ڈالے گا، اس وقت جہنم کہے گا بس بس۔

[1] بخاری جلد ۴ باب الدعا نصف اللیل ص ۷۱ مصر [2] قدمہ سے اختلاف الفاظ کے ساتھ۔ بخاری جلد ۳ ص ۱۱۹ طبع مصر پر ہے۔

دکانو یادنی سبب یعقون فی الحروب والفتن فلما جاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ودعاھم الی عبادۃ اللہ تعالیٰ والاعراض عن الدنیا والاقبال علی الاخرۃ زالت الحفیۃ والخشونۃ عنھم وعادوا اخوانا متوافقین ثم بعد وفاتہ علیہ السّلام لما انفتحت علیھم ابواب الدنیا وتوجھوا الی طلبھا عادوا الی محاربۃ بعضھم بعضا ومقاتلۃ بعضھم مع بعض فھذا ھو السبب الحقیقی فی ھذا الباب ۔ انتھی ۔

قطع نظر ان شہادتوں کے خود حضرت عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ علیؑ کی جوشِ محبت میں خطا کر جاتے تھے ۔ اور دوات و قلم اسی غرض سے طلب فرمائی تھی کہ علیؑ کی خلافت کا حکم لکھدیں مگر میں نے لکھنے نہیں دیا ۔ (ان اقوال کی بابت اصل عبارات اوپر نقل کی گئیں ہیں)

[حاشیہ، غیر یقینی قراءت: معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا منشا خلافت علی کو روکنا مقصود تھا]

غرض یہ کہ اصحاب ان آیات و احادیث سے جو جناب امیر علیہ السّلام کی امامت و اطاعت کے بارے میں تھیں خوب واقف تھے ۔ مگر بقول علمائے اہل سنت دولت و سلطنت کی حرص و طمع ان پر غالب ہوئی آخر اس کے پیچھے احکام خدا و رسولؐ کو پس پشت ڈال کر امام منصوص من اللہ کی امامت اور اطاعت سے منہ موڑ بیٹھے اور خدائے پاک کے اس حکم :-

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔	سب مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسی پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو ۔

پر توجہ نہ کی ۔ آخر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں وہ تخم بویا جس کے تلخ اور زہریلے پھل نے اسلامی جماعت میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ اعضا ایک دیگر سے اعدائے یک دیگر ہو گئے ۔ اس نے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ آل رسولؐ و اولاد بتول کے خون کی ندیاں بہادیں حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیہ شریفہ :-

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا	کیا تم سے دور ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد اور قطع

ارحام کم رحمی کرو۔

(پ ۲۶ (سورہ محمد ع ۳)

نے ان کو متنبہ کر دیا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمیشہ حرص دنیا سے بچنے کی ہدایت ونصیحت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وقت رحلت جو خطبہ مسجد میں ارشاد فرمایا تھا اس میں حسب روایت مدارج النبوۃ خاص اصحاب سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :-

نمی ترسم از شما کفر و شرک را ولیکن می ترسم کہ در دنیا رغبت کنید و تقاتل کنید بہ یک دیگر (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۵ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)	اصحاب کے حق میں ارشاد کیا کہ مجھے تمہاری طرف سے یہ خوف تو نہیں کہ پھر کفر و شرک کرو گے لیکن اس کا اندیشہ ہے کہ دنیا کی رغبت کرو گے اور آپس میں جدال و قتال کرو گے۔

نادر ان احکام کے جن میں حق سبحانہ تعالیٰ نے حرص دنیا سے منع فرمایا ہے۔ اپنی حجت پوری کرنے کی غرض سے پچھلی امتوں کے واقعات اور حالات بھی سنائے تھے اپنے انبیاء اور مرسلین سے سرکشی و نافرمانی کر کے انھوں نے جو عذاب بھگتے تھے ان سے بھی تہدیداً و تخویفاً آگاہ و خبردار کر دیا تھا جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

الم یاتھم نبأ الذین خلوا من قبلھم قوم نوح وعاد وثمود وقوم ابراھیم واصحاب مدین والموتفکات اتتھم رسلھم بالبینت فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ پارہ ۱۰ سورہ توبہ (رکوع ۱۵)	کیا ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں ہے جو ان سے پہلے گذرے ہیں (یعنی) نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدائن والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح (روشن) معجزے لے کر آئے تھے (تو وہ مبتلائے عذاب ہوئے اور) خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

دوسری آیت

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیا ان لوگوں نے روئے زمین پر چل پھر کر

کیف کان عاقبۃ الذین کانوا من قبلهم کانوا هم اشد منهم قوۃ وآثارا فی الارض فاخذهم الله بذنوبهم وما کان لهم من الله من واق ذلک بانهم کانت تاتیهم رسلهم بالبینات فکفروا فاخذهم الله انه قوی شدید العقاب ○

(پارہ ۲۴ سورہ مومن رکوع ۸)

نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا (حالانکہ) وہ لوگ (شان و عمر سب میں) اور زمین پر اپنی نشانیاں اور (یادگار عمارتیں) وغیرہ چھوڑ جاتے ہیں۔ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے تو خدا نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو لے (گرفت کی اور خدا کے غضب سے) ان کا کوئی بچانے والا بھی نہ تھا یہ اس سبب سے کہ ان کے پیغمبر ان کے پاس واضح اور روشن معجزے لے کر آئے اس پر بھی ان لوگوں نے نہ مانا تو خدائے تعالیٰ نے انھیں لے ڈالا بلاشبہ وہ قوی اور سخت عذاب والا ہے۔

بہرحال خدا اور رسولؐ نے تو بہت کچھ سمجھایا۔ غفلت کی نیند سونے والوں کو بہتیرا جگایا۔ مگر اس پر بھی ان کو عبرت نہ ہوئی۔ قولہ تعالیٰ۔

ما تاتیهم من آیۃ من آیات ربهم الا کانوا عنها معرضین۔

(پارہ (۷) سورہ انعام ع ۱)

اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی ایسی نہ آئی جس کو دیکھ کر انھوں نے عبرت پکڑی ہو اور غفلت و سرکشی سے باز آئے ہوں۔

پس جس طرح پچھلی امتوں نے خدا اور رسول کی نافرمانی کر کے سزا پائی وہی حالت مسلمانوں کی ہوئی اور ہوگی ہے

نہیں قوم میں گرچہ کچھ جان باقی ابھی اور ہونا ہے پامال باقی ہے

بے شک جن لوگوں نے خدا کی رسی کو چھوڑ کر آپس میں پھوٹ ڈالی ان کا فیصلہ ضرور کیا جائے گا۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم فی

بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور گروہ گروہ ہو گئے

ثُمَّ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔	تم کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے بیہودہ جو کچھ (نیک و بد) دنیا میں کیا کرتے۔ وہ انھیں بتا دیگا۔
(پارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۴)	

اب انصاف فرمائیے کہ یہ مذہبی اختلاف جس کا بیج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے ساتھ ہی سقیفہ میں پڑا؟ کیا حضرت علیؑ نے بویا تھا؟ یا حضرت علیؑ اس قول کے مصداق ہیں؟ ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

کیا حضرت علیؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش چھوڑ کر سقیفہ گئے تھے۔ اور انصار سے آمادہ جنگ وپیکار ہوئے تھے؟ کیا حضرت علیؑ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کیا اور جلایا تھا۔ کیا حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے استحکام کی غرض سے ابوسفیان کو ملک شام کی حکومت دے کر ملا لیا تھا۔ کیا حضرت علیؑ نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی جس کے نتائج جو ہوئے وہ ظاہر ہیں۔ حالانکہ حسب روایات مندرجہ کتب اہل سنت وہ جناب تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں مصروف تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو دروازہ بند کر کے ترتیب قرآن مجید میں مصروف ہوئے لیکن اس پر بھی اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور دربار خلافت سے بیعت کرنے پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جلانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

یہ بھی کتب اہل سنت میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

"کہ ابوبکر کو خلافت کا کیا حق تھا اس کے مستحق تو آپ ہیں اٹھئے میں آپ کے اور قبیلہ سے آپ کی مدد کروں گا۔"

اگر آپ کو مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر خلافت پر قبضہ کرنا منظور ہوتا تو بزور شمشیر حاصل کر لیتے جیسا کہ آپ کے خطبہ شقشقیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے اسلام تلف ہونے کے خیال سے دعوت کو رد فرما دیا۔ جب جناب امیر علیہ السّلام ظاہری مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرات طلحہ وزبیر جنہوں نے خود ہی حضرت علیؑ کو خلیفہ کیا اور بیعت کی مگر جب دیکھا کہ علیؑ تو سیرت رسول پر چل رہے ہیں تو ان جناب سے منحرف ہو گئے اور سارے شہر مکہ کو پہنچ

ام المومنین حضرت عائشہ کو امیر الجیش بنا کر بصرہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ جنگ جمل اس بغاوت و عداوت پر شاہد ہے۔ حضرت علیؑ تو ان کی آنکھوں میں شروع ہی سے کھٹکتے تھے پھر ان صدیقہ کو علیؑ کی خلافت کب گوارا ہو سکتی تھی آخر ہزاروں مسلمانوں کے خون کی ندیاں ان معظمہ کی بدولت بہ گئیں۔

بھائیو! یہ وہ تخم فساد ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس پر معترض ہیں۔ چنانچہ کسی نے نپولین بونا پارٹ سے پوچھا کہ:

"اسلام کے تنزل و انحطاط کا باعث کیا تھا؟ اس نے کہا کہ بعض نفس پرست اور خود غرض اشخاص نے رخنہ اندازی کی اور اپنی نفسانیت کے لئے مسلمانوں کی متفقہ جماعت میں تفرقہ ڈالا۔ یہی تفرقہ باعث تنزل اسلام ہوا۔"

کیا یہ جدال و قتال اور حرص و ہوا و بغض و حسد اصحاب کا تمہارے چھپانے سے چھپ سکتا ہے بلکہ جتنا تم چھپاتے ہو اتنا اور کھلتا ہے۔

قولہ تعالیٰ

وما تفرقوا الا من بعد	اور لوگوں نے بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا تھا
ما جاءھم العلم بغیا	محض آپس کے حسد کے باعث فرقے
بینھم ولولا کلمۃ سبقت	فرقے بن گئے۔ اور اگر تمہارے پروردگار
من ربک الی اجل مسمی لقضی	کا حکم ایک مدت معینہ کے لئے نہ ہو چکا
بینھم۔ (پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ	ہوتا تو ان کے مابین کبھی فیصلہ ہو چکا
رکوع ۲)	ہوتا۔

المختصر ایک اسلام کے تہتر ٹکڑے ہونا، کتاب اللہ کا جلانا۔ خدا کے گھر میں چار مصلے بچھانا۔ بنت رسول اللہ کے گھر جلانے کا قصد کرنا۔ ان معصومہ کو میراث پدری سے محروم کرنا۔ فدک اور خمس ضبط کیا جانا۔ خلافت بنی امیہ و بنی عباس میں منتقل ہونا۔ وصی رسول اللہ کا شہید ہونا۔ امام حسن علیہ السلام کو زہر سے ہلاک کرنا۔ اور جنازہ پر تیروں کا مینہ برسانا۔ میدان کربلا میں مظلوم حسین علیہ السلام کا مع اولاد و اقرباء و اعوان انصار ظلم و ستم سے شہید ہونا۔ خیام ذوی الاحترام کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی نواسیاں بھیں جلانا۔ رسول اللہ کی نواسیوں کو ہندی بنا کر سر برہنہ بازاروں میں پھرانا۔ اور دربار کوفہ و شام میں کھڑا کرنا۔ اور دیگر سادات بنی فاطمہ کے خون سے گارا بنا کر بغداد کی دیواریں تعمیر ہونا۔ مسجد نبوی میں گھوڑوں کا باندھنا۔ منبر اور قبر شریف کا لید اور پیشاب سے نجس ہونا اور لباس خانہ کعبہ کا تنور میں جلانا۔ بے شمار اطفال کا نسل حرام سے پیدا ہونا۔ اسّی برس تک نفس رسول پر تبرا کرنا۔ یہ سب کچھ خاص انھیں اصحاب کی بدولت ہوا جنھوں نے اللہ جل شانہ کے احکام اور رسول اللہ کی حدیث کو مثل حدیث ثقلین۔ حدیث غدیر۔ حدیث منزلت۔ حدیث قرطاس۔ حدیث طیر وغیرہ وغیرہ سے صریح انحراف و اختلاف کیا کہنے کو تو حسبنا کتاب اللہ کہا لیکن عمل کے وقت اس کو بھی بالائے طاق رکھا۔

قولہ تعالیٰ

والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون
(پارہ اول سورۃ البقر رکوع سوم)

جو خدا سے عہد و پیمان کر کے پھر اسے توڑ دیتے ہیں اور جن عزیزوں کے وصل کا خدا نے حکم دیا تھا ان میں فصل کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان میں رہنے والے ہیں۔

پس یہ آگ انھیں حضرات کی لگائی ہوئی ہے جس کے بجھانے میں اہل سنت تیرہ سو برس سے سرگرم ہیں مگر کسی طرح نہیں بجھتی بلکہ جس قدر سعی کرتے ہیں اور بھڑکتی ہے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

الحاصل مکے مدینے میں مومنان بھی بستے ہیں اور منافقین و ضالین بھی۔ مومنین بفرمانِ اہلبیت کے پیرو ہیں۔ اور ضالین دوسروں کے۔ اگرچہ یہ زمانہ معصوم آل رسول سے بظاہر خالی ہے مگر اپنے پیشواؤں کی پیروی کر کے ان خاصان خدا کے نام ہی پر اپنے بغض و کینے کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان پاک جگہوں میں یارہ کو یوم عاشورہ محرم کو عید مناتے ہیں۔ اور بڑا مبارک دن سمجھتے ہیں۔

پس جو کدورت خلفاء کو آل رسول سے تھی وہی ان کے معتقدین کو اہلبیت رسول اور شیعیان علی سے ہے جو فسق و فجور ان کے وقت میں تھا وہی آج تک جاری ہے اور جو بدعتیں ان کے عہد میں تھیں وہی تمام مکہ و مدینہ بلکہ کل عرب میں اب بھی ہیں۔ ع

بست عقل بر آن قرار کہ بود   دست مطرب بر آن ترانہ ہنوز

قال

ہم حیران ہیں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایک بھی پاک اعتقاد نہ ہوا اور اس پاک جگہ میں کسی مومن کا گذر نہ ہوا تو پھر وہ کون سا مقام ہوگا جہاں کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہوں گے اور خدا کے اور رسول صلعم کے گھر کو چھوڑ کر ایمان والے رہتے ہوں گے۔ اے بھائیو! بجز اس کے کہ یہ امر قبول کیا جائے کہ اصل دین مذہب وہی ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں۔

[illegible]

اقوال

اصحاب مومنین اور بنی ہاشم انھیں پاک جگہوں کے رہنے والے تھے۔ آلِ رسولؐ کو خدائے تبارک و تعالیٰ نے ان پاک جگہوں سے بھی بڑھ کر شرف بخشا ہے وہ ایسے ہادی تھے جن کی ہدایت و نصیحت سے بت پرست خدا پرست بن گئے۔ انھوں نے اپنے دین کی ترویج کے پیچھے اپنی جانوں کی بھی قربانیاں کر دیں، وہ نفوس قدسیہ محرم اسرار الٰہی عارفِ رموز قرآنی تھے اور اپنے جدِ اعلیٰ کے قدم بقدم چلنے والے۔ خوئے رسالت بوئے نبوت ان خاصان خدا کے رگ و ریشے میں تاثیر کر گئی تھی۔ اگر خدا کے ان پیارے بندوں کا قدم بیچ میں نہ ہوتا تو نبوت اور رسالت ہی ختم نہ ہوتی۔ ان کو اللہ جل شانہٗ نے بجز نبوت و رسالت وہ جمیع کمالات و صفات عطا فرمائے جو ختم المرسلین و رحمۃ للعالمین میں تھے ؎

کہ بودند ہر یک بشانِ علیؑ — نبیؐ را وصی و خدا را ولی
در ایام خود ہر یکے شہر یار — بر اہل جہاں حجت کردگار
بقدر و بعز و بجاہ و شرف — ہمہ ہم ترازوئے شاہ نجف
ہمہ چوں محمدؐ منزہ صفات — ہمہ صاحب حکم بر کائنات
بقدر و شرف نور چشم رسولؐ — جگر گوشہ ہائے علیؑ و بتولؑ
جہاں را قیام از صفات ہمہ — سپہر بریں کم ز ذات ہمہ
بعلم و بقدرت ہمہ منتہی — ہمہ چوں محمدؐ ہمہ چوں علیؑ
ہمہ غنچہ ہا باغ شاہ نجف — بود یازدہ گوہر از یک صدف
نداند یقیں قدر شاں ہیچکس — خدا و پیمبر شناسند و بس
بترتیب امام زماں بودہ اند — نگہدار ایں خاکداں بودہ اند
نبی بود اگر ذات شاں درمیان — نبی بود بعد از پیمبر جہان
چناں عاجز از وصف شاں عقول — کہ از حمد یزداں و نعت رسول
چہ گویم کہ آں پیشوایانِ دیں — چہ دیدند از گمرہانِ لعیں

چہ کردند اعدا از رشک و حسد — وز ایشاں نیامد مکافات بد
ستم می کشیدند از ناکساں — دعا بود از ایشاں مکافات آں

ہزاراں درود و ہزاراں سلام
ز ما باد در خدمت ہر امام

اگرچہ خلفاء نے آلِ رسولؐ کی منزلت و مرتبت گھٹا کر اور ان کی میراث وغیرہ ضبط کر کے ان کو عامۃ الناس کی نظروں میں حقیر و ذلیل کر دیا تھا بمصداق۔

دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی — دنیا کے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گر فقر ہو عالی نسبی پر نہیں جاتی — بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہر ذاتی

محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے جو خالی نہیں ہوتا

ان بزرگوں کی عظمت و منزلت خاص و عام سب کی نگاہوں میں بڑھتی ہی گئی چنانچہ ان خاصانِ خدا کے علو مرتبت و جلالت قدر کی نسبت حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں ایک روایت لکھتے ہیں جس کی نقل ارجح المطالب میں اس طرح کی ہے۔

اخرج ابو نعيم انه لما حج هشام بن عبد الملك في حيوة ابيه فاجتهد ان يستلم الحجر فلم يمكنه من الازدحام فنصب منبر الى جانب زمزم وجلس ينظر الى الناس وحوله جماعة من اعيان اهل الشام فبينما هو كذلك اذ اقبل زين العابدين عليه السلام فلما انتهى الى الحجر تنحى له الناس حتى استلم فقال رجل من اهل الشام لهشام من هذا قال لا اعرفه

حافظ ابو نعیم راوی ہیں کہ جب ہشام بن عبد الملک اپنے باپ کی زندگی میں حج کرنے کے لئے گیا۔ اس نے حجر اسود کے بوسہ کے لئے نہایت زور مارا لیکن لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اس کو شرف حاصل نہ ہو سکا۔ پس ایک منبر پر زمزم کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور لوگوں کی آمد و رفت دیکھنے لگا۔ اس کے گرد اعیان اہل شام کی ایک جماعت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں جناب امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے جب حجر الاسود کے پاس پہنچے تو

نخاف ان یرغب اھل الشام فی زین العابدین فقال الفرزدق انا اعرفہ ثم انشاء۔

(ارحج المطالب)

صفحہ ۳۲۸

تو لوگ منتشر ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے حجر الاسود کو چوما۔ اہل شام میں سے ایک آدمی نے ہشام بن عبدالملک سے پوچھا کہ کون بزرگ ہیں جن کی لوگ اس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ ہشام اس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب گرویدہ ہو جائیں یہ کہنے لگا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں۔ ابو فراس فرزدق جو اس زمانے میں مشہور شاعر تھا کہنے لگا میں ان کو بخوبی جانتا ہوں اور اس نے فی البدیہ یہ قصیدہ پڑھ کر سنایا۔

یہ قصیدہ عربی میں ہے جس کے مفہوم کو جناب ملا جامی نے فارسی میں نظم کیا ہے اس کے چند اشعار بغرض دلچسپی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں (اردو) یہ ہیں:۔

آں کس ست ایں کہ مکہ و بطحا — زمزم و بو قبیس و خیف و منا
حرم و حل و بیت و رکن و حطیم — ناودان و مقام ابراہیم
مروہ مسعیٰ و صفا حجر عرفات — طیبہ و کوفہ، کربلا و فرات
ہر یک آمد بقدر او عارف — بر علو مقام او واقف
قرۃ العین سید شہدا است — زہرۂ شاخ دوحۂ زہرا ست
میوۂ باغ احمدِ مختار — لالۂ باغ حیدرِ کرار
چوں کند جائے درمیان قریش — رود از فخر بر زبان قریش
از چنیں عزّ و دولت ظاہر — ہم عرب ہم عجم بود قاصر
جد او در مسند تمکیں — خاتم الانبیاست نقش نگیں
لائح از روے او فروغ ہدا — فائح از خوے او شمیم وفا
طلعتش آفتاب روز افروز — روشنائی فضائے ظلمت سوز
جدّ او مصدر ہدایت حق — از چنیں مصدرے شدہ مشتق
در عرب در عجم بود مشہور — گو ندانند مغفلے مغرور
ہمہ عالم گرفتہ پرتو خور — گر ضریرے ندید آں چہ ضرر

الحمد للہ کہ شیعیانِ علیؑ ایسے عقائد سے کہ جس سے خدائے تعالیٰ کا مجسم اور اس کی ذات میں کسی طرح کا نقص و عیب ہونا لازم آئے محفوظ ہیں۔

شیعہ صفاتِ ثبوتیہ باری تعالیٰ کو عینِ ذات جانتے ہیں، اور اہلِ سنت خارج عن الذات امامیہ کے نزدیک اللہ جل شانہٗ نے براہِ فضل و کرم انبیاء کا مبعوث کرنا اپنی ذاتِ پاک پر واجب فرما لیا ہے۔ اس لئے جب تک وہ اپنے بندوں کو راہِ حق نہ بتائے اور اپنی حجت تمام نہ کرے اس وقت تک کسی کو جنت عطا کرنا اور کسی کو دوزخ میں ڈالنا صریح خلاف عدل ہوگا اور یہ شایانِ شانِ ربوبیت نہیں ہے جیسا کہ ان آیاتِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (پ ۱۵۔ س۔ بنی اسرائیل ع ۲)

جب تک ہم رسول بھیج کر حجت تمام نہ کرلیں کسی کو اس کے گناہ کی سزا نہیں دیتے۔

(۲) ولو انا اھلکنٰھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیٰتک من قبل ان نذل ونخزی (پ ۱۶ س طٰہٰ ع ۱۷)

اور اگر ہم ان کو اس رسول کے آنے سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیرے حکم کی پیروی کرتے۔

لیکن علمائے اہلِ سنت اس کے بھی خلاف ہیں جیسا کہ جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

دریں عقیدہ خللے و فسادے کہ ہست ظاہر و ہویدا است چہ ہیچ چیز بر ذمۂ باری تعالیٰ واجب نیست و مرتبہ الوہیت شایانِ آن ندارد۔ (تحفہ اثنا عشریہ صہ ۱۶۶)

اس عقیدے میں جو خلل اور فساد ہے وہ ظاہر ہے اس لئے کہ خدا پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ہرگز یہ امر اس کی شانِ معبودیت کے لائق نہیں۔

مسئلہ رویت باری تعالیٰ میں اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کالقمر فی لیلۃ البدر۔ (یعنی ہم اپنی آنکھوں سے اس طرح خدا کو دیکھیں گے جیسے چاند کو چودھویں رات میں دیکھتے ہیں) اور شیعہ اس رویت کے قطعاً مخالف ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ

اور جب موسیٰؑ ہمارے پاس آئے اور ان کے پروردگار نے ان سے باتیں کیں موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار تو مجھے دکھلا دے کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھو گے لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو

شد بلند آفتاب بر افلاک — بوم اگر زد نیافت بہرہ چہ باک
بر نکوں سیرتاں و بدکاراں — دست او ابر موہبت باراں
فیض آن ابر در ہمہ عالم — گر بریزد تہی نہ گردد کم
حب ایشاں دلیل صدق و وفاق — بغض ایشاں دلیل کفر و نفاق
قرب شاں پایۂ علو و جلال — بعد شاں مایۂ عتو و ضلال
گر شمارند اہل تقوےٰ را — طالبان رضائے مولا را
اندراں قوم مقتدا باشد — اندراں خیل پیشوا باشد
ذکر شاں سابق ست در افواہ — بر ہمہ خلق بعد ذکر اللہ

ہر سر نامہ را رواج افزائے
نام ایشاں ست بعد نام خدائے

ہشام یہ مدح سن کر آتش حسد سے جل گیا اور فرزدق کو قید کر لیا۔
آخر خلفائے وقت کے ظلم و جور سے وہ ہادیان دین اور وارثان خاتم النبیین خدا و رسول کا گھر چھوڑ کر متفرق ہو گئے اور جس سرزمین کو ان کے قدوم میمنت لزوم سے شرف حاصل ہوا۔ وہاں دین و ایمان کی شعاعیں پھیلتی گئیں۔ جس کے علمائے اہل سنت بھی معترف ہیں جیسا کہ تاریخ اسلام سے دلیل دوم میں منقول ہے کہ

"یہ امام نہایت باوقعت ہیں جن کو لوگ مذہبی امور میں اپنا مقتدا مانتے ہیں جن کی بدولت مسلمانوں کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مذہبی امور میں ان لوگوں کے بہت کچھ احسانات مسلمانوں کی گردن پر ہیں" (تاریخ اسلام، احسان اللہ عباسی صفحہ ۴۴۳ باب پنجم فصل اول)

بھائیو! بجز اس کے کہ یہ امر قبول کیا جائے کہ اصل دین و مذہب وہی ہے جس کے معتقدہ اہل مکہ و مدینہ ہیں جو اپنے پیغمبر کے ارشاد:۔

انی تارک فیکم الثقلین — میں تم میں دو چیزیں گراں قدر چھوڑے
کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی — جاتا ہوں یعنی کتاب خدا اور اپنے
ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا — اہلبیت، اگر تم ان کو پکڑو گے تو
بعدی — میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔

پر عامل اور اہلبیت علیہم السلام سے متمسک ہیں، دو کوئی علاج نہیں۔

قبل اس کے کہ میں اس جلد کو ختم کروں اس کا افسوس کرتا ہوں کہ جناب اخی المعظم نواب محسن الملک انتقال فرما گئے۔ ورنہ عرض کرتا کہ باوجودیکہ آپ نے باب النزاع مسئلہ فضیلت صحابہ قرار دے کر اصحاب ثلثہ کو تمام امت سے مرتبے میں اعلےٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل ٹھہرانے میں سعی بلیغ فرمائی مگر بالآخر ان کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ بوجہ ان بدسلوکیوں کے جو ان حضرات سے آل رسولؐ مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وقوع میں آئی تھیں۔ خود آپ ان کو دائرہ اسلام سے باہر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شان میں جو کچھ آپ نے آیات بینات کے جزو دوم میں تحریر فرمایا ہے اس کی نقل اس موقع پر پیش کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

"وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں اگر صحیح سمجھی جائیں تو ان سے مہاجرین اور انصار اور کل اصحاب نبوی کا اسلام اور ایمان نہ اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ شیخین کو غصب حقوق سے باز رکھنے اور اہلبیت اطہار پر ظلم کرنے میں ان کے شریک و معین نہ ہوتے یا وہ وہ السنتہ اعانت آل رسولؐ سے چشم پوشی نہ کرتے تو دو شخص اور چند ان کے ساتھی کیونکر ایسی جرأت کر سکتے تھے۔ اور انھیں اپنے ظلم و ستم میں کس طرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ (صفحہ جزو ثانی)

ف ۲ کسی نے دینی برحق امام مطلق کا ساتھ نہ دیا بلکہ خاص بضعۂ رسولؐ سیدۃ النساء تین چار رات برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں۔ اور سارے مہاجرین و انصار سے مدد چاہی۔ عمامۂ رسولؐ بھی دکھلایا۔ جامۂ نبوی بھی پیش کیا۔ حسنینؑ سے معصوم بچوں کے حال پر بھی ترحم کی خواہش کی۔ اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدمہ سے مجروح ہوئیں۔ اور ایک معصوم بچہ بھی شکم مبارک میں شہید ہوا۔ اور داماد رسولؐ کو بھی منافق رسی گلے میں ڈال کر کھینچتے ہوئے لے چلے اور حمزہ خدا و رسولؐ کا واسطہ دلاتے رہے۔ اور ادھر سیدہ پاک دروازے سے یہ سب حال زار دیکھ دیکھ کر وا ابتاہ وا محمداہ چلاتی رہیں اور وہ اور سیدہ کا کل ملائکہ نے سنا اس ہنگامۂ قیامت خیز دیکھنے کو سدرۃ المنتہی سے فرشتے دوڑے اور ان منافقوں نے کچھ

کچھ کیا اور ان معصوموں پر جو کچھ گذرا۔ پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے۔ دشمنوں کے دل موم ہو جاتے ہیں۔ جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وہ بھی مدد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ مظلوموں کو ظالم کے ظلم سے بچاتا ہے۔ مگر ایسی تکلیف و مصیبت کی حالت میں بھی نہ کسی نے وصی رسول کی امداد کی۔ اور نہ کسی نے بضعۂ نبوی کی اعانت کی۔ سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کیے۔

(آیات بینات جزو ثانی مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۵)

ف ۲ کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم مانی جا سکتی ہے کہ تیئیس برس کی مدت میں جو کوشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد قریب سوا لاکھ آدمیوں کے اسلام کے نام لینے والے چھوڑے۔ مگر ان میں چند عزیزوں اور چار آدمیوں کے سوا کوئی سچا مسلمان اور پکا مومن اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور ان کے حکموں پر چلنے والا نہ تھا۔ باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے بے بہرہ تھے۔ بلکہ ایسے ظالم۔ سفاک سنگدل بے رحم تھے کہ آپ کے وفات فرماتے ہی سب نے اسی سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جس کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ اسی کی اولاد پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ جن سے محبت رکھنے اور اطاعت کرنے کا اقرار ان سے بار ہا اقرار اور دعوے کیا تھا۔ اور ظلم بھی ایسے کیے کہ چشم فلک نے نہ دیکھے تھے۔ اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانوں کا ایک فرقہ رکھتا تھا منکرین نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملا کہ رسالت کا مقصود صرف دنیاوی سلطنت کو قائم کرنا تھا۔ اور لوٹ مار کی طمع اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خود غرض بد نفس طامع اور حریصوں کا اس کے بانی کے اردگرد جمع کر دیا تھا۔ (صفحہ ۴۴ جزو ثانی)

اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ باتیں جو خلاف حقوق و ایذا رسانی اہلبیت نبوی سے تعلق رکھتی ہیں صحیح ہیں تو آپ کے نزدیک بھی نہ صرف وہ حضرات بلکہ مہاجرین و انصار اور کل اصحاب نبوی دیانت و اسلام اور اخلاق بلکہ انسانی صفات

سے بھی بے بہرہ تھے۔ پس یہ کلام آپ کا احقاق مذہب امامیہ اور ابطال مذہب اہل سنت و الجماعت پر بخوبی دال ہے۔ اگر آپ ان باتوں سے باتباع جناب شاہ صاحب بفحوائے مصرع:۔

؎ عالم ہمہ افسانہ تو دارد و ما ہیچ

امامیہ کا بہتان بنا کر بلطائف الحیل گریز کرنا چاہیں تو کہاں ہے کیونکہ یہ سب باتیں خدائے پاک نے جمیع علمائے کرام و فضلاء عظام کی زبان قلم سے ثابت کرا دی ہیں:۔

ویحق اللہ الحق بکلماتہ	اور خدا سچی بات کو اپنے کلمات کی برکت
ولو کرہ المجرمون	سے ثابت کر دکھاتا ہے اگرچہ گنہگاروں
(پ ۱۱ سورہ یونس ع ۴)	کو ناگوار ہو۔

کاش اگر آپ حسب کلام بلاغت نظام حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و دولتہ سے

؎ ہر چہ بینی پر توے از حسن عالمگیر اوست جلوہ بسیار است اما دیدۂ بینا کم است

بنظر تحقیق ان کتب اہلسنت کو ملاحظہ فرمائے جو کہ تفصیل و توضیح ان دردانگیز واقعات سے مملو ہیں تو فقط امامیہ ہی کا نام نہ لیتے۔

ہر چند کہ یہ باتیں ہم نے اسناد کے ساتھ بتوضیح و تصریح آیات محکمات کی تیسری جلد میں لکھی ہیں۔ مگر اس موقع پر کچھ احوال مندرجہ کتب اہل سنت مجملاً تحریر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آیا وہ باتیں صرف امامیہ ہی بیان کرتے ہیں یا علماء کرام اہلسنت نے بھی اپنی کتابوں کو سقیفہ بنی ساعدہ کے مستند واقعات سے زینت دی ہے اور وہ یہ ہیں۔

اول۔ واضح ہو کہ علماء اہلسنت کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر سند نشین خلافت ہو چکے اور جناب امیر المومنین امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو چند مسلح لوگوں کے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کو دربار خلافت میں لانے کے واسطے بھیجا حضرت عمر نے اپنے ساتھ لکڑی اور آگ لے لی۔ جب یہ جماعت بیت الشرف سیدہ علیہا السلام پر پہونچے تو حضرت عمر نے دروازہ پر کھڑے ہو کر جناب امیر علیہ السلام کو آواز دی کہ باہر نکلو۔ اور چل کر بیعت کرو ورنہ میں گھر کو آگ لگا کر پھونک دوں گا۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی یہ بدعہدی ہے جو مجھ سے بیعت کے طالب ہو۔ جناب

سیدہ علیہا السلام نے قریب در آکر حضرت عمر سے فرمایا اے ابن خطاب یہ کیا ظلم ہے کہ ہم سوگواروں کو گھر میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ کیا تم کو رسول اللہ نے یہی وصیت کی تھی کہ ہمارا گھر جلادو۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم اگر تم لوگ بیعت نہ کروگے تو میں تمھارا گھر جلادوں گا۔ حضرت سیدہ یہ سن کر فرمانے لگیں اے پدر بزرگوار۔ اے رسول خدا دیکھئے کہ آپ کے بعد ہم پر کیا ستم ہو رہے ہیں۔ آخر کار جناب امیر علیہ السلام کو پکڑلے گئے۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے سامنے آپ کو کھڑا کر کے کہا کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر نہ کروں تو کیا کروگے۔ کہا قتل کریں گے۔ آپ نے فرمایا ایک بندۂ خدا اور برادر رسول کا خون کروگے۔ انھوں نے برادر رسولؐ ہونے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر خاموش بیٹھے یہ باتیں سنا کئے۔ حضرت عمر نے کہا کہ کیوں آپ علیؑ کے قتل کا حکم نہیں دیتے انھوں نے فرمایا کہ جب تک فاطمہ ان کے پاس ہیں میں علیؑ کو مجبور نہیں کر سکتا۔

پس جناب امیر علیہ السلام دربار خلافت سے نکل کر روضۂ رسولؐ پر آئے اور باول بریاں وچشم گریاں فرمایا۔

یا ابن ام ان القوم استضعفونی — یعنی اے بھائی قوم نے مجھے ضعیف کر دیا

و کادوا یقتلوننی۔ — اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔

اس واقعہ کے بعد خلیفہ ثانی صاحب سے خلیفہ اول نے فرمایا کہ آؤ فاطمہ کے پاس چلیں اور ان کو راضی کریں کیونکہ ہم نے ان کو ناراض وغضبناک کیا ہے۔ دونوں صاحب در خانۂ زہرا پہ تشریف لے گئے۔ دق الباب کیا اور اجازت چاہی۔ جناب فاطمہؑ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ دونوں حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کی۔ حضرت ان کو اندر لیگئے خلیفہ صاحب نے گفتگو شروع کی۔ اور محبت آمیز کلمات فرمانے لگے کہ میں تو میں اپنی بیٹی سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اور میں تمہارے حق اور تمہاری شرافت و فضیلت کو پہچانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میراث رسول کی تم وارث ہو۔ مگر میں نے اس لئے یہ لے لیا کہ میں نے یہ سنا تھا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہم انبیا درثہ نہیں چھوڑتے۔ اور جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک

جناب امیر کا دروازہ جناب سیدہ کا حضرت رسول اللہ کو جناب ابوبکر و عمر کا جناب سیدہ علیہا السلام سے ساتھ ناانصافی ان حضرات سے ناراض ہونا۔

حدیث رسول اللہ کی تم کو سناؤں جس کو تم جانتے ہو۔ پس تم اس پر عمل کرو گے اور تصدیق کرو گے۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا ہاں۔ ہم تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول خداؐ سے یہ نہیں سنا کہ وہ فرماتے تھے۔

رضاء فاطمۃ من رضائی — یعنی رضاء فاطمہ میری رضا ہے۔ اور
وسخط فاطمۃ من سخطی فمن — غضب فاطمہ میرا غضب ہے جس نے
احب فاطمۃ فقد احبنی — میری بیٹی فاطمہ کو دوست رکھا اس
ومن ارضی فاطمۃ فقد ارضانی — نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جس نے اس
ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی — کو خوش رکھا اس نے مجھ کو خوش رکھا اور
جس نے اس کو ناراض و غضبناک کیا اس نے مجھ کو ناراض و غضبناک کیا۔

دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے رسول اللہؐ سے سنا ہے جناب فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ:۔

فانی اشھد اللہ وملائکتہ — میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ کرتی
انکما اسخطتمانی وما — ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض و
ارضیتمانی ولئن لقیت النبی — غضبناک کیا ہے اور ہرگز مجھے خوش
لاشکونکما الیہ — نہیں کیا۔ اور اگر میں رسول خدا سے
ملوں گی تو ضرور ان سے تمہاری شکایت کروں گی۔

خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ فاطمہؑ میں تمہارے اور رسول خداؐ کے عتاب و غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس طرح رونے لگے قریب تھا کہ دم گھٹ جائے اور جناب فاطمہؑ یہی کہے جاتی تھیں۔

واللہ لادعون اللہ علیک — خدا کی قسم ہر ایک نماز میں جو میں
فی کل صلوٰۃ اصلیھا — پڑھوں گی اس میں تمہارے لئے بددعا
کروں گی۔

حضرت خلیفہ صاحب روتے ہوئے باہر نکل گئے۔ لوگ گرد جمع ہوئے آپ نے فرمایا۔ تم تو اپنے اپنے بستروں میں آرام سے سوتے ہو اور مجھ کو اس

مصیبت و آلام میں ڈال رکھا ہے۔ رکھو اپنی بیعت کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں
معاف رکھو۔ (دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ)

اسی طرح کم و بیش تاریخ ابو الفدا۔ کتاب سقیفہ ابو بکر جوہری۔ تاریخ طبری۔
جمع الجوامع امام سیوطی۔ کنز العمال۔ تاریخ اعثم کوفی۔ روضۃ الصفا۔ روضۃ
الاحباب۔ معارج النبوۃ۔ اور تاریخ الاسلام میں ہے۔

فاضل شہرستانی نے کتاب ملل و نحل بر حاشیہ الفصل الملل والنحل ابن حزم جلد اول صفحہ ۲۷ میں نظام سے جس ظلم کا حال تحریر فرمایا ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ (قول علمائے اہل سنت درباره ظلم و جور روز بیعت)

دوم: ان عمر ضرب بطن فاطمۃ یوم البیعۃ حتی اسقطت المحسن من بطنہا وکان یصیح احرقوا دارہا بمن فیہا وما کان غیر علی و فاطمۃ والحسن والحسین۔

روز بیعت عمر نے شکم اقدس فاطمہؑ پر ضرب پہونچائی جس سے حضرت محسن کا اسقاط ہوا۔ اور چلا رہے تھے کہ اس گھر کو مع گھر والوں کے جلا دو۔ حالانکہ گھر میں سوائے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے کوئی نہ تھا۔

سوم: ابن ابی الحدید نے کتاب سقیفہ میں احمد بن عبد العزیز جوہری سے جس کی علمائے اہل سنت توثیق و تمجید کرتے ہیں یہ لکھا ہے کہ :-

"معاویہ کی سختیاں مشہور ہیں کہ انھوں نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ کل کے روز معاملہ تھا کہ تم نے اپنی زوجہ کو اشتر پر سوار کر کے اور اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ تھام کر کسی نیک و بد کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ تم اپنی زوجہ اور فرزندوں کے ساتھ اس کے گھر کے دروازے پر گئے جب کہ لوگوں نے ابو بکر سے بیعت کی تھی اور تم نے ان لوگوں کو صاحب رسول خداؐ سے جنگ کرنے کے لئے جمع کرنا چاہا۔ مگر چار یا پانچ آدمیوں کے سوا ان میں سے کسی نے تمہارا قول قبول نہیں کیا۔ اور اگر تم حقدار ہوتے تو ضرور وہ لوگ تمہارا قول قبول کرتے اور اگر میں تمام چیزوں کو فراموش کر دوں مگر اس کو فراموش نہ کروں گا کہ تم نے میرے باپ سے کہا تھا کہ جب کہ ظلم کر ڈالنا اور بجز ہانا چاہتا تھا کہ اگر میں ایسے چالیس آدمیوں کو پاتا جو کہ صاحب عزم ہوتے تو ضرور ابو بکر سے جنگ کرتا۔"

چہارم: آلِ نبیؐ و اولادِ علیؑ پر جو ایذائیں ان حضرات کے ہاتھ سے پہونچیں ان کا تذکرہ اپنی کتابوں میں نصاریٰ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک پادری صاحب نے جو مطاعن اسلام اور ہادیِ اسلام پر کئے ہیں ان کے جوابات مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب محدث نے اپنی تفسیر حقانی مطبوعہ کوچہ تاراچند دہلی میں دئے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۹۶ پر پادری صاحب کا یہ طعن درج ہے ۔ ۱۵

"جب محمد صاحب مرگئے تو یہ سب لوگ ان کا گاڑنا ۔ دابنا بھی بھول گئے اور وراثت کی تقسیم میں ایسے مبتلا ہوئے کہ مار پٹائی ہونے لگی ۔ محمد صاحب کا باغ فدک جو انھوں نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو بخش دیا تھا چھین لیا۔ محمد صاحب کی بیٹی کی توہین کی۔ صرف محمد صاحب کے داماد علیؑ نے گو۔ گڑھا دیا۔"

جناب مولوی صاحب موصوف نے باتباع اپنے پیروں کے اس طعن کا یہ جواب دے کر کہ "یہ امام باڑہ کی گپ ہے" پادری صاحب سے اپنا دامن چھڑا لیا۔

پنجم: اگرچہ جناب شاہ صاحب نے چنال چنیں کے بعد ان واقعات کی بہت کچھ صورت بدل دی ہے تاہم اتنا تو حضرت بھی قبول کر گئے ہیں کہ:۔

"ایں تہدید و تخویف کرنے را بود کہ خانۂ حضرت فاطمہؑ زہرا را ملجا و ماوائے پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ در آنجا جمع می شدند ۔ برائے برہم زدن خلافت خلیفہ اول بہ کنکاش و مشورہ ہا فساد انگیز قصد میکردند۔ عمر خطاب بحال چوں براں منوال دید۔ گفت کہ خانہ را بر شما خواہم سوخت "۔ (تحفہ صفحہ ۴۶۴ - ۴۶۵)

ششم: تاریخ ابو الفداء جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں ہے۔

فاقبل بشیٔ من نار علی ان یضرم علیہم الدار فلقیتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا وقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم۔

عمرؓ آگ لے کر چلے۔ جناب سیدہؑ نے کہا۔ "کیا تم میرا گھر جلانے آئے ہو؟" انھوں نے کہا۔ "ہاں"۔

ہفتم: تاریخ طبری جلد سوم صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے۔

فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ۔

عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ضرور جلا دوں گا۔ یا آ کر بیعت کرو۔

ہشتم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وایم اللہ ما ذاک بمانعی
ان اجتمع ہولاء النفر عندک
ان امرتہم ان یحرق علیہم البیت
قال فلما خرج عمر جاؤہا فقالت
تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد
حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم
البیت وایم اللہ لیمضین لما
حلف۔

عمر کہتے ہیں قسم بخدا۔ اگر یہ لوگ جمع ہوئے
تو ہم اس گھر کو ضرور جلا دیں گے۔ جس
پر جناب سیدہؑ نے ان لوگوں سے
کہا کہ عمر نے ایسی قسم کھائی ہے۔
اور وہ ضرور پورا کر کے رہیں گے۔

نہم شمس العلماء شبلی نعمانی رقم طراز ہیں کہ
حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کی
قسم گھر میں آگ لگا دوں گا۔

دہم خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وقت رحلت منجملہ دیگر وصیتوں کے
جناب امیر علیہ السلام کو ان مصائب کے بارے میں یہ وصیت فرما گئے تھے۔

بعد فرمود برادر من علیؑ را بیارید علیؑ
آمد و بر بالین آنحضرت نشست و
سر مبارکش بر زانوئے خویش نہاد و
آں سرور فرمود اے علیؑ فلاں یہودی
پیش من چندین مبلغ دارد کہ از وے
برائے تجہیز لشکر اسامہ گرفتہ بودم
زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و
فرمود اے علیؑ تو اول کسے خواہی بود
کہ در لب حوض کوثر بمن برسی۔ و بعد
از من مکروہات بتو خواہد رسید۔
باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی وچوں بینی

اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا
میرے بھائی علیؑ کو لاؤ۔ علیؑ حاضر ہوئے
اور حضرت کے سرہانے بیٹھے اور سر مبارک
حضرت کا اپنے زانو پر رکھا حضرت
نے فرمایا اے علیؑ فلاں یہودی سے کچھ
رقم لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے میں
نے لی تھی۔ اس کو ادا کر دینا۔ پھر ارشاد
فرمایا۔ اے علیؑ! جو سب سے پہلے
حوض کوثر پر مجھ سے ملیگا وہ تم ہو گے۔ اور
میرے بعد تم پر مصائب گذریں گے۔ چاہیے
کہ تم ان سے مغموم نہ ہو اور صبر کرو اور

کہ مردم دنیا اختیار کردند باید کہ تو آخرت اختیار کنی۔

اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف جھک گئے تو تم آخرت اختیار کرنا۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۴ - ۵۵۵ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۵ء)

یازدہم کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:۔

ستبتلون فی اہلبیتی من بعدی — میرے بعد تم لوگ مبتلا ہوگے ہمارے اہلبیت کے بارے میں۔

جیسا کہ جناب مولوی جامی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت امیر المومنین علیؑ گفتہ است کہ با رسول صلعم بحدیقہ گذشتم گفتم یا رسول اللہ چہ خوش ست این حدیقہ رسول فرمود مر ترا در بہشت بہتر ازین خواہد بود ہمچنیں بر ہفت حدیقہ بگذشتم در ہمہ گفتم چہ خوب ست این حدیقہ رسول فرمود مر ترا در بہشت بہتر ازین خواہد بود۔ بعد ازان رسولؐ آواز برداشت وگریہ کرد گفتم یا رسول اللہ چہ میگریانند ترا گفت کینہا کہ در سینہ ہائے قومی ست از تو کہ آنرا اظاہر نخواہند کرد۔ مگر بعد از من۔

(شواہد النبوۃ رکن پنجم قسم ثانی صفحہ ۱۴۳/۱۴۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۵ء۔ ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ عمدۃ المطابع)

پس ان روایتوں سے حسب اقوال علمائے اہلسنت اصحاب کا اندرونی بخوبی روشن ہے کہ مہر رسالت اور ماہ نبوت کے غروب ہوتے ہی بجائے اس کے کہ ان مظلومہ وغم زدہ اور درد رسیدہ کو جو اپنے شفیق پدر کے غم میں سوگ نشین تھیں تسلی و تشفی دیتے اور دلداری وغمگساری کرتے۔ ان معصومہ کے زخم جگر پر بجائے تعزیت یہ نمک پاشی کی کہ اس بیت الشرف کے جو مہبط وحی ومحل نزول ملائکہ تھا جلا دینے کو گئے۔ اور ان معصومہ ومظلومہ کو وہ شدید ضرر پہونچایا جو آخر کار باعث وفات معصومہ ہوا۔ وصی رسولؐ و برادر رسول صلعم کو جبراً گرفتار کر لے گئے۔ بھرے دربار میں لے جا کر کھڑا کیا۔ بیعت نہ کرنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی۔ ان جناب کی اخوت رسولؐ سے انکار کیا۔ وہ جناب ان مصائب پر روضۂ مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ

دکا وخر موسیٰؑ صعقا فلما افاق قال سبحٰنک تبت الیک وانا اول المؤمنین ○
(پ ۹ ۔ س اعراف ۔ ع ۱۷)

اگر وہ اپنی جگہ پہ ٹھہرا رہا تو آئندہ تم مجھے دیکھ سکوگے پس جب موسیٰ کا پروردگار (اس کا پیدا کیا ہوا نور) پہاڑ والوں کے لئے جلوہ افروز ہوا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور حضرت موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے، کہنے لگے، تیری ذات منزہ ہے میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں اس بات پہ کہ تو دیکھا نہیں جا سکتا سب سے پہلے ایمان لانیوالا ہوں۔

مفسرین امامیہ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر بایں عنوان کی ہے۔

"انا اول المؤمنین۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے معنی یوں منقول ہیں کہ میں ان لوگوں سے پہلا ہوں جو اس بات پر ایمان لائیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے کہ تو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا اور نہ کبھی دیکھا جائے گا۔

عیون اخبار الرضا میں جو حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امام رضا علیہ السّلام سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ موسیٰ کلیم اللہ تھے کیا وہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ خدا سے رویت کا سوال کر بیٹھے، امام نے فرمایا کلیم اللہ بے شک اس بات کو سمجھتے تھے۔ لیکن واقعہ یوں گذرا تھا کہ جب موسیٰؑ کو شرف کلام حاصل ہوا ہے تو انھوں نے آکر بیان کیا، مگر لوگوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور کہہ دیا جب تک ہم خود اپنے کانوں سے سن نہ لیں گے اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے، وہ لوگ تعداد میں سات لاکھ تھے جب حضرت موسیٰؑ نے ان میں سے ستر آدمی منتخب کر لئے اور انھیں لے کر سینا پر گئے دامن کوہ میں تو ان کو چھوڑا، اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے، خدائے تعالیٰ نے ایک درخت میں قوت گویائی پیدا کردی تھی اب لوگوں کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ صاف انھوں نے کہہ دیا کہ جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھیں گے ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ بس بڑے بول کے سبب ان پر بجلی گری وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ پروردگارا بنی اسرائیل مجھ پر الزام رکھیں گے کہ تیرا دعویٰ غلط ہے اس وجہ سے تونے ان سب کو قتل کرا دیا۔ خدائے تعالیٰ نے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے موسیٰؑ سے کہا، اگر تم خدا سے سوال کرتے تو وہ ضرور یہ بات قبول کر لیتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایہاالناس! خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ وہ آیات اور علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا جب تک آپ سوال نہ کریں گے

والہ وسلم پر تشریف لاکر غمناک عرض کرنے لگے۔ اے آقا۔ اے میرے مولا۔ آپ کے بعد مجھے قوم نے ذلیل کیا۔ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔ باوجودیکہ جگر گوشۂ رسول مقبول صلعم نے عام طور پر مہاجرین و انصار کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! ایک مظلومہ اور غم رسیدہ کی فریاد تم سن رہے ہو مگر فریاد رسی نہیں کرتے۔ لیکن صد حیف کہ بقول آپ کے۔

"ایسی حالت میں غیر لوگوں کو بھی رحم آتا ہے۔ جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وہ بھی مدد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور مظلوموں کو ظالم کے ظلم سے بچاتے ہیں۔ مگر ایسی تکلیف و مصیبت کی حالت میں مہاجرین و انصار و اصحاب نبوی نے کسی نے وصی رسولؐ کی مدد کی۔ اور نہ کسی نے بضعۂ نبوی کی اعانت کی۔ سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کئے۔

علامہ مسعودی مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وقام المقداد فقال ما رأیت	حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر کہا
مثل ما اوذی به اهل هذا البیت	کہ جیسی ایذا اہلبیت رسالت کو بعد
بعد نبیهم فقال عبد الرحمن	رسول اللہ پہونچائی گئی کوئی ایسی ایذا
بن عوف وما انت وذاك یا مقداد	میں مبتلا نہیں ہوا۔ عبد الرحمن بن
فقال واللہ انی لاحبهم بحب	عوف نے کہا اے مقداد تم کو ان باتوں
رسول اللہ وان الحق معهم	میں کیا دخل ہے۔ مقداد نے کہا واللہ
وفیهم یا عبد الرحمن اعجب	ہم ان کو بسبب محبت رسول اللہ
لك من قریش وانت تطولهم	دوست رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حق کے
علی الناس اهل هذا البیت	ساتھ ہیں اور حق انھیں میں ہے۔ اے
قد اجتمعوا علی نزع سلطان	عبد الرحمن تعجب ہے قریش سے اور تم سے کہ
رسول اللہ بعده من ایدیهم	تم خاندان رسول پر اوروں کو غلبہ دے
اما وایم اللہ یا عبد الرحمن	رہے ہو اور تم لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے
لو اجد علی قریش انصارا	کہ سلطنت رسول اللہ کو بعد آنحضرت
لقاتلتهم کقتالی ایاهم	کے اہلبیت سے نکال لو

در بارۂ فدک

حالانکہ عائشہ خود روایت حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث نمودہ وسائر ازواج را طلب میراث مانع آمدہ چہ قسم ادعاء میراث می نمود و سوار شدن و برآمدن را چہ حاجت بود و مسکن عائشہ ہمان حجرہ خاص بود اگر ممانعت منظور داشت در حجرہ بند میکرد و جواب ابن عباس چہ قسم صحیح شود حالانکہ کل میراث آنحضرت صلعم بالقطع در دست او نبود و نہ او خود دخل کرد از پیش و پس و چپ و راست بر این افترا تودہ تودہ فضیحت و رسوائی می بارد و ہمیں است برہان الہی کہ کاذب را بزبان خود رسوا می کند۔

حالانکہ خود عائشہ نے "حدیث ہم انبیاء کوئی وارث نہیں چھوڑتے بیان کی ہے اور تمام ازواج کو طلب میراث سے مانع ہوئیں اس صورت میں عائشہ تو اسی حجرہ میں رہتی تھیں اگر ممانعت منظور ہوتی تو حجرہ کا دروازہ بند کر لیتیں۔ پس ابن عباس کا بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کل مال آنحضرت کا عائشہ کے ہاتھ میں نہ تھا۔ اور نہ کل پر تصرف کیا۔ غرض کہ چاروں طرف سے اس افترا پر فضیحت و رسوائی برس رہی ہے۔ اور دلیل الہی یہی ہے کہ جھوٹوں کو انہیں کی زبان سے رسوا کرتا ہے۔

(تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۵۷۵ سطر ۱ مطبوعہ نولکشور دسمبر ۱۸۹۶ع)

افسوس کہ جناب شاہ صاحب باوجود حفظ قرآن آیۂ کریمہ۔

یا اہل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون۔

اے کتاب والو! کیوں صحیح میں غلط ملاتے ہو۔ اور سچی بات جان بوجھ کر چھپاتے ہو۔

بے چشم پوشی کر کے اس مشہور واقعہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ جن کی صحت کا یقین خود حضرت بھی اپنے دل میں رکھتے ہیں مگر اپنے مذہب کی بقا کی خاطر واقعہ سے انکار فرماتے ہیں جو خود حضرت ہی کی مذہبی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ ام المومنین کے اشفاق کا حال جو وصی رسول پر تھے اون کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ خلافت جناب امیر علیہ السلام کہ سنتے ہی راستہ سے یہ فرما کر کہ:-

"اب مدینہ میری سکونت کے قابل نہ رہا کہ لوٹ گئیں۔ اور وصی و خلیفہ برحق

سے مخالف ہو کر بہ نفس نفیس اونٹ پر سوار ہو کر سپاہ غدار کی سپہ سالار بن کر میدان جنگ میں اس ہمت و شجاعت سے لڑیں کہ (بقول خواجہ صاحب ممدوح) مردوں کو اپنی شجاعت سے مات کر دیا۔"

بایں ہمہ جناب شاہ صاحب جناب امام حسین علیہ السلام کو متہم کرتے ہیں کہ امام حسین ع مسلح ہو کر اپنے اہالی موالی کے ساتھ جنگ و جدل پر آمادہ تھے۔ مگر ابوہریرہ نے سمجھا بجھا کر روک دیا۔ وہ عبارت یہ ہے:۔

حضرت حسین ع با اہالی موالی خود سلاح پوشیدہ مستعد مقاتلہ و پیکار شد۔ مروان شیطان با فوج کثیر گرداگرد مسجد مقدس نبوی و حجرۂ شریف مصطفوی انبوہ نمود۔ خوف قوی بود کہ چشم زخمی از دست آن اشقیا بحضرت امام و لواحق او برسد۔ ابوہریرہ مصالحہ و تسکین شدت غضب و جلال حضرت امام علیہ السلام نمود و مصلحت وقت را بجناب آن پاک سرشت عرض نمود۔

(تحفہ صفحہ ۵۳۲ (باب مطاعن در بیان مطاعن عائشہ طعن ہشتم)

حضرت امام حسین ع اپنے اہالی موالی کے ساتھ مسلح ہو کر جدال و قتال پر آمادہ ہوگئے۔ مروان نے فوج کثیر کے ساتھ حجرہ مصطفوی اور مسجد نبوی کے گرداگرد انبوہ کیا۔ قوی خوف تھا کہ ان اشقیاء کے ہاتھ امام حسین ع اور ان کے لواحقین کو ضرر پہنچتا مگر ابوہریرہ نے درمیان آکر امام حسین ع کے شدت غضب و جلال کو روک دیا۔ اور جو مصلحت وقت تھی عرض کیا۔

اگرچہ شاہ صاحب نے اصحاب اور ام المومنین کی خاطر اس واقعہ کو بہت کچھ چھپانا چاہا مگر بفحوائے

لا یصلح العطار ما افسدہ الدھر۔

جس چیز کو زمانے نے بگاڑ دیا ہو اس کو عطار درست نہیں کر سکتا۔

ان کے کارنامے ایسے نہیں ہیں کہ شاہ صاحب کے چھپانے سے چھپ سکیں۔ لہٰذا ہم ان باتوں کو ان کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جن کو شاہ صاحب نے تحفہ میں معتبر بتایا ہے۔ اور خود ان سے مستفید ہوئے ہیں۔

(پہلا ثبوت) جہت امیرالمومنین حسن ع نزد قبر حضرت رسالتمآب ص — جناب رسالتمآب کی قبر کے پاس جناب

کنند یدند و جنازہ آنجناب را بر سر قبر نہادند
و قبل از دفن عائشہ ازیں معنی وقوف یافتہ
بر استر سوار شدہ باں موقع رفت و بمنع
مشغول گشت شیعہ امیر المومنین علی بنیاد
غوغا کردہ گفتند اے عائشہ روزے بر شتر
نشستہ محاربت سکنی روزے بر استر
سوار شدہ بر جنازہ نبیرہ پیغمبر منازعت
آغاز نہی ومی گذاری کہ او را دفن کنند
چندانکہ سعی نمودند مفید نیفتاد و ہمہ مردم
بدو فرقہ متفرق شدند و بجانب یکدیگر
تیر انداختند و چند تیر بجنازہ رسید۔
آنگاہ امام حسینؑ بنا بر وصیتی کہ سابق
مذکور گشت جنازہ را بہ بقیع بردند۔
(روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ) ؎

امام حسنؑ کی قبر کھودی گئی۔ اور جنازہ قبر
پر لا کر رکھا گیا۔ عائشہ جو دفن سے پیشتر
اس حال سے واقف تھیں خچر پر سوار ہو کر اس
جگہ آئیں اور دفن کرنے سے مانع ہوئیں۔ شیعیان
علی نے شور و غل کیا۔ اور کہا اے عائشہ ایک
دن تو اونٹ پر سوار ہو کر لڑیں۔ آج خچر پر
بیٹھ کر نواسہ رسولؐ کے جنازہ پر جھگڑا کرتی
ہو اور گوارا نہیں کرتیں کہ وہ اپنے نانا کے پاس
دفن ہوں۔ اگرچہ بے حد کوشش کی مگر مفید
نہ ہوئی۔ اور آدمیوں کے دو گروہ ہو گئے۔
اور دونوں طرف سے تیر چلے۔ یہاں تک کہ
چند تیر جنازہ پر لگے۔ آخر کار امام حسینؑ نے بموجب
وصیت کے اپنے بھائی کو بقیع میں دفن کیا۔

(دوسرا ثبوت)

چوں طائر روح مقدس امام حسن
رضی اللہ عنہ بجانب ریاض دار السلام
پرواز نمود امام حسینؑ بعد غسل و تکفین
جنازہ را بر داشتہ بر جانب روضہ مقدس
روان شد تا برادر بزرگوار خود را نزد جد اعلیٰ
خود دفن نماید۔ عائشہ بر استرے سوار
شدہ بمنع مشغول شد بعضی از شیعہ آغاز
غوغا کردہ گفتند اے عائشہ روزے بر شتر نشستہ محاربت
کنی و روزے بر استر سوار شدہ بر نبیرہ پیغمبر منازعت میکنی

جب روح مقدس نے امام حسن رضی اللہ
عنہ کے جسم سے مفارقت کی تو امام حسینؑ بعد
غسل و کفن جنازہ کو روضہ اقدس کی طرف لائے
کہ اپنے بھائی کو اپنے جد اقدس و اعلیٰ کے نزدیک
دفن کریں۔ لیکن عائشہ صدیقہ ایک خچر پر سوار
ہو کر آئیں اور مزاحم ہوئیں۔ بعض شیعوں نے واویلا
کیا اور کہا اے عائشہ ایک دن تم اونٹ پر بیٹھ کر
حضرت علی سے لڑیں۔ آج کے دن تم خچر پر سوار
ہو کر نواسہ رسولؐ کے جنازہ پر جھگڑتی ہو۔ اور

؎ نیز صفحہ ۹۵ بمبئی

نمی گذاری کہ اورا نزد جدش دفن کنند مردم بر دو فرقہ متفرق شدند جمیع جانب صدیقہ گرفتند جمعے جانب حسین نزدیک بود قتال قوتیا آید در انگاہ امام حسین رضی اللہ عنہ بنابر وصیت مذکور برادر عالی گوہر، خویش را نزد جدہ خود فاطمہ بنت اسد بن ہاشم دفن فرمود۔

(حبیب السیر جزو اول جلد دوم صفحہ ۱۲)

ان کو اپنے نانا کے نزدیک دفن ہونے نہیں دیتیں۔ اس وقت آدمیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ تو صدیقہ کی طرف ہوا۔ دوسرا امام حسینؑ کی جانب۔ قریب تھا کہ باہم جدال و قتال ہو لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق امام حسنؑ کو اپنی مقدس دادی فاطمہ بنت اسد کے پاس دفن کیا۔

(تیسرا ثبوت) اسما زوجہ حسنؑ کے ذریعہ سے امام حسنؑ کو زہر دیا گیا۔ معاویہ کے اشارے سے ایسا ہوا۔ یا اس کے بیٹے یزید کے ایما سے حسنؑ کو مزار رسول اللہؐ کے قریب لوگوں نے دفن ہونے نہ دیا۔ حضرت عائشہ کے ایما سے ایسا ہوا۔ یا اس شخص کے حکم سے جو مدینہ میں معاویہ کے حکم سے متعین تھا۔ قبر کھد چکی تھی کہ فساد برپا ہوا۔ امام حسنؑ کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہوئی اور وہ مزار رسولؐ کے قریب دفن نہیں ہوئے۔ اس واقعہ سے امام حسینؑ بد دل ہو کر مع تمام اہلبیت مدینہ سے مکہ چلے آئے۔

(تاریخ الاسلام علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۳۴۷ باب پنجم فصل اول)

(شاہ صاحب کا قول بحوالہ امام حسن نے حضرت عائشہ سے دفن کی اجازت چاہی تھی۔)

اس جگہ پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جناب شاہ صاحب نے حجرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت عائشہ کی ملک بتایا ہے۔ اور یہ کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے وقت وفات ام المومنین سے حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت طلب کی تھی۔ اس عبارت کی نقل یہ ہے:۔

دلیل بریں دعوے آنکہ باجماع شیعہ و سنی ثابت ست کہ چوں حضرت امام حسن را وفات نزدیک شد از ام المومنین عائشہ استیذان طلبید کہ مرا ہم موضعے برائے دفن در جوار جد خود بدہند۔ اگر نہ حجرہ آں ام المومنین در ملک او بود ایں استیذان معنی نداشت۔

(تحفہ صفحہ ۲۸۷)

(تردید قول شاہ صاحب)

لیکن یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔ چنانچہ ملک کے متعلق تو مسئلہ میراث کے موقع پر بحث کی جائے گی۔ اجازت طلب کرنے کا حال یہ ہے کہ کتب شیعہ میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت امام حسنؑ

علیہ السّلام نے ام المومنین سے اجازت چاہی تھی۔

بالفرض اگر اہلِ سنت کی کسی کتاب میں یہ روایت ہو تو، اس کا بطلان بھی انہیں کی کتابوں سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب الاخبار الطوال ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔

ثم قال ادفنونی مع جدی فان منعتم فبالبقیع

امام حسنؑ نے وصیت کی کہ ہم کو ہمارے جد کے پاس دفن کرنا۔ اور اگر روکے جاؤ تو بقیع میں دفن کرنا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر ان جناب نے حضرت ام المومنین سے اجازت چاہی ہوتی تو پھر یہ ارشاد "خوف مزاحمت ہو" کیوں فرماتے۔

روض المناظر قاضی القضاۃ محب الدین ابن شحنہ حلبی۔ حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۲۲ میں ہے۔

وکانت وفاتہ بسم سقتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ وقیل بامر یزید وکان اوصی ان یدفن عند جدہ فمنعت من ذلک عائشۃ

امام حسنؑ کی وفات اس زہر سے ہوئی جو آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے پلایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اس نے حکم معاویہ اور بقولے بحکم یزید کیا تھا۔ امام حسنؑ نے وصیت کی تھی کہ ہم کو ہمارے جد امجد کے پاس دفن کرنا مگر عائشہ اس سے مزاحم ہوئیں۔

اور تاریخ ابو الفدا میں ہے جس کا نام المختصر فی اخبار البشر ہے۔

کان الحسن اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ فلما توفی ارادوا ذلک وکان علی المدینۃ مروان بن الحکم من قبل معاویہ فمنع ذلک وکاد ان یقع بین بنی امیۃ و بین بنی ھاشم بسبب ذلک فتنۃ فقالت عائشۃ البیت بیتی ولا اذن ان یدفن

یعنی امام حسنؑ نے وصیت کی تھی کہ ہم کو ہمارے جد رسول اللہؐ کے پاس دفن کرو۔ بعد وفات لوگوں نے دفن کرنا چاہا تو مروان مانع ہوا جو اس زمانے میں معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ اور قریب تھا کہ بنی امیہ و بنی ہاشم میں فتنہ ہو۔ اس پر عائشہ نے کہا گھر ہمارا ہے ہم اس میں دفن کی اجازت

فیہ مدفن فی البقیع نہیں دیتے ۔ لہٰذا بقیع میں جا کر دفن کیا۔

معزز ناظرین غور فرمائیں کہ جس واقعہ جاں گداز کو جناب شاہ صاحب نے شیعوں کا افترا بتایا ہے اس کی صحت خود انہیں کے علماء کس توضیح و تصریح سے تحریر کرتے ہیں ۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

حضرت ام المومنین کی عنایتوں کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ سبطِ رسول اللہ کے دفن میں تو ان معظمہ نے یہ حشر مچایا۔ اور حضرت عمرؓ کو اس جگہ دفن کرنے کی اجازت بطیب خاطر دی۔ جیسا کہ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت عمر نے فرزند عبد اللہ کو بلا کر کہا کہ عائشہ کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ یہ پیغام سن کر حضرت عائشہ نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن کہا میں عمر کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔ (حصہ اول صفحہ ۲۸۳ ۔ ملاحظہ ہو الفاروق صفحہ ۱۶۹)

اسی طرح عبد الرحمٰن بن عوف کو بھی پہلوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کرنے کی آرزو مند تھیں۔ جیسا کہ جذب القلوب صفحہ ۲۵۲ میں روایت ہے۔

چوں وقت رحلت عبد الرحمٰن رسید	جب عبد الرحمٰن کی موت کا وقت آیا
عائشہ نزد وے کسے فرستاد کہ اگر خواہی	تو عائشہ نے پیغام بھیجا کہ اگر تم چاہتے ہو تو
ترا در پہلوئے رسول اللہ و برادران تو	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بھائیوں
ابوبکر و عمر دفن کنند او گفت نمی خواہم کہ	ابوبکر و عمر کے پہلو میں دفن کئے جاؤ انھوں نے
کہ در خانہ را بر تو تنگ گردانم مرا با عثمان	کہا کہ میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا مجھ میں اور
بن مظعون عہدے بود کہ کدام از ما میرد	عثمان بن مظعون میں معاہدہ ہو چکا ہے کہ
پہلوئے دیگر دفن گردد۔	ہم میں جو مرے وہ ایک دوسرے کے پہلو میں
	دفن ہو۔

برادران من! اب آپ اپنے خاتم المحدثین حضرت شاہ صاحب کے اس قول کو

ہمچنے از شیعہ بطریق تہمت و افترا بر عائشہ از زبانی دبستان سرائی آغاز شدہ و گویند کہ عائشہ بر استرے سوار شدہ بر در مسجد بر آمد مانع دفن شد۔

(تحفہ صفحہ ۵۳ باب دوم ۔ جلاء ص ۹ و لعلی)

کو حضرت پیر مرشد ہی کے مقولہ و مسلمہ تاریخ روضۃ الصفا وغیرہ کے اس بیان

قبل از دفن عائشہ ازیں معنے وقوف یافتہ بر استر سوار شدہ بان موضع رفت و بہ منع مشغول گشت"

سے ملاؤ و نیز حضرت کے اس قول کی بھی۔

"سوار شدن و برآمدن را چہ حاجت بود کہ مسکن عائشہ ہماں حجرۂ خاص بود ممانعت منظوری داشت در حجرہ بند میکرد"

روضۃ الصفا کی اس عبارت سے۔

شیعہ امیر المومنین گفتند کہ اے عائشہ روزے بر شتر نشستہ محاربت کنی۔ و روزے بر استر سوار شدہ بر جنازۂ نبیرہ پیغمبر منازعت آغاز نہی و نمی گذاری کہ اورا نزد جدش دفن کنند"

سے مطابقت کرو کہ وہ اقوال خود آپ ہی کے محدثین و مورخین کے ہیں۔ پس ان میں سے جس کا قول غلط سمجھو اسی پہ اپنے پیر و مرشد کے اس کلام کو

غرض کہ از پیش و پس ندانست و چپ بریں افترا توده تو دہ فضیحت و رسوائی کہیارہ و ہمیں است برہان لمی کہ کاذبان را بزبان خود رسوا میکنند"

منطبق کرو۔

الحمد للہ شیعہ ان فتور و قصور اور بہتان و طوفان سے پاک ہیں۔

الغرض یہ وہ باتیں غصب حقوق و ایذاء اہلبیت رسالت کے متعلق ہیں جو کتب معتبرہ اہلسنت میں درج ہیں۔ جو ایک زمانہ دراز تک پردہ میں رہیں۔ لیکن وہ زمانہ گذر گیا کہ اصحاب اور خلفاء کے مداحوں کے تو منہ موتیوں سے بھرے جاتے تھے۔ اور محبان علیؑ کی زبانیں قطع کی جاتی تھیں مگر

"وہ اور زمانہ تھا، یہ اور زمانہ ہے۔

اب یہ باتیں ایک ایک بچے کی زبان پر ہیں

تمہارے چھپانے سے چھپ نہیں سکتیں

مصر میں حسن کو زلیخا نے کبھی دیکھا نہ تھا ۔۔۔ اب وہ جلوے سر بازار نظر آتے ہیں

الحاصل اصحاب اور مہاجرین و انصار نے اپنے پیغمبر کی اس وصیت پر

آنگاہ با فاطمہؑ فرمود کہ پسران خود را پیش آر۔ پس فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ را پیش

آن حضرت آوردو چوں اورا بآن حال دیدند گریہ آغاز نہادند چنان گریہ و زاری کردند کہ از گریہ ایشاں ہر کہ در خانہ بود بگریست آنحضرت ایشان را ببوسید و در باب تعظیم و تکریم و احترام و محبت ایشان صحابہ و تمامہ امت را وصیت فرمود۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۵۰) (نیز مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۵۲)

یہ عمل کیا کہ آل رسولؐ و اولاد بتولؑ کو خاک میں ملا دیا۔ اور کربلا میں تو باغیوں کے دست ظلم سے گلشن زہرا ایسا تاراج ہوا کہ پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا پامال ہو گیا۔

وہ باغ جو لگایا تھا حق کے رسولؐ نے
کی تھی ریاضت اس پہ بہت بی بی بتولؑ نے
پر حیف وہ چمن جو لگا پھلنے پھولنے
تیغوں سے قطع کر دیا قوم جہول نے

ایسی ہوا چلی چمن روزگار میں
پامال ظلم ہو گیا فصل بہار میں

اور اللہ جل شانہ کے حکم

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی	اے رسولؐ (ان سے) کہہ دو کہ میں تم سے اجرت بجز اسکے کہ میری آل سے محبت رکھو اور کچھ نہیں چاہتا۔

کی وہ تعمیل کی جس کو جناب بھائی صاحب نے ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:۔

"ایسے ظالم۔ سنگدل۔ بے رحم۔ طماع۔ منافق اور ایمان سے بے بہرہ تھے کہ آپ کی وفات فرماتے ہی سب نے اسی سردار کا گھر لوٹنا شروع کیا جس کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ اسی کی اولاد پر ظلم و ستم کرنے لگے جن سے محبت رکھنے اور اطاعت کرنے کا انھوں نے بارہا اقرار کیا تھا۔ اور ظلم بھی ایسے کئے کہ چشم فلک نے نہ دیکھے تھے"

غرض حضرت عمر نے بضعۃ رسولؐ کو ایسی تہدید کی جس کے اثرات کربلا تک پہنچے یعنی مدینہ میں تو خود بدولت نے بنت رسولؐ کے گھر جلانے کا قصد کیا۔ اور کربلا میں ان کے جانشین خلیفہ نے خیام سبط رسولؐ جن میں نواسیاں رسول اللہ کی تھیں جلوا دئے۔ مدینہ میں تو بنت رسولؐ سے فدک چھینا گیا۔ اور کربلا میں ان مظلومہ کی بیٹیوں کے اسباب و زیورات اس قدر لوٹے گئے کہ کہنہ چادر تک نہ چھوڑی۔ چنانچہ بعد شہادت جناب

وہی رسول آل اولاد یعنی بدولت امام حسین کے جو گھر کا حال سوائے کربلا تک پہنچا۔

سید الشہداء علیہ السّلام اشقیاء دردانہ اہلِ حرم کے خیموں میں گھس آئے۔ اور دخترانِ پیغمبر کے سروں سے چادریں اور مقنعے اتار لئے اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ اس غدر میں ایک شقی نے امام زین العابدین علیہ السّلام کی طرف نظر کی کہ وہ مریض حالتِ غشی میں ایک چمڑے پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس شقی نے اس بیمار پر کچھ رحم نہ کیا اس کو بھی مظلوم کے نیچے سے کھینچ لیا۔ اور اس بیمار کو زمین پہ ڈال دیا۔ مدینہ میں حضرت عمر وصی رسول نفس رسول کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اور اس جناب کے قرۃ العین جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کو قیدی بنا کر گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر پہنا کر کشاں کشاں اس صورت سے کہ ؎

سوار اہلِ ستم ہیں ترکی و تازی عراقی پر
نبی زادہ علیؑ زادہ جلو میں ان کے پیدل ہے

کربلے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے۔ اہلبیت نبوی کو جس میں بیٹیاں فاطمہ زہرا کی اور نواسیاں رسول اللہ کی تھیں جن کی منزلت اور مرتبت میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی مثل کنیزانِ ترک و دیلم اونٹوں پر سوار کر کے بے مقنعہ و چادر کربلا سے شام لے گئے۔ ان مخدراتِ عظمیٰ کو اس حیثیت سے کہ ؎

"رسن ایک اور اس میں بارہ گلے ہیں
یہ توقیر آلِ رسولِ خدا ہے"

دربارِ عام میں یزید کے تخت کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اُس شقی نے ہر ایک بی بی کا حال پوچھ کر حکم دیا کہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر میرے سامنے لاؤ۔ قاتل نے سرِ اطہر حاضر کیا۔ یزید نے اس سر کو زیرِ تخت رکھ دیا ؎

یزید تخت کے اوپر ہے اور تلے سرِ شاہ
انیسؔ دیکھ زمانہ کا انقلاب یہ ہے

وہ شقی چھڑی سے لب و دندانِ انور کو کھولتا تھا اور ہنستا تھا۔ اللہ اللہ ؎

سرِ حسینؑ کجا مجلسِ شراب کجا
ہجومِ عام کجا آلِ بوتراب کجا

اس حالتِ سرور میں ظالم اہلِ دربار سے فخریہ کہنے لگا کہ آج کے دن عیش و نشاط کا ہے ہم نے ان سرکشوں کا قلع قمع کر دیا ہے جو اپنے کو ہم سے افضل جانتے تھے۔ پھر حکم دیا کہ اہلبیت رسولؐ کو ایسے تنگ و تار مکان میں مقید کرو جس میں دن کو دھوپ میں جلیں اور رات کو اوس میں بھیگیں ؎

افسوس اہلبیت کہاں وہ مکاں کہاں
اُجڑی ہوئی زمین کہاں آسماں کہاں
کانٹے کہاں وہ فاطمہ کے بوستاں کہاں
وہ نخلِ گل کہاں وہ سعادت نشاں کہاں

پھولوں پہ دھوپ چھاؤں ہو خار ولب کے واسطے
وہ جائے تار۔ عرش کے تاروں کے واسطے

ہمارا ایمان لانا ناممکن ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا خدایا تو نے ان کا قول سن لیا، وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ جو کچھ یہ کہتے ہیں تم سوال کرو ہم ان کے جہل کے سبب سے تم سے مواخذہ نہ کریں گے، یہ طے ہوجانے پر موسیٰؑ نے وہ معجزات کی تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (ترجمہ قرآن، مقبول ترجمہ ص۲۶۶)

اب مسئلہ امامت پر غور فرمایا جائے کہ آیا بعد انقضائے زمانۂ نبوت نصب امام واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو خدا پر ہے یا بندوں پر؟ مذہب امامیہ میں امامت اصول دین میں داخل ہے، اور بدلیل "انی جاعل فی الارض خلیفہ" امام کو منصوص من اللہ سمجھتے ہیں، نیز عصمت کو شرائط امامت سے جانتے ہیں، بخلاف اس کے اہل سنت کے نزدیک امامت نہ اصول دین سے ہے اور نہ امام کا معصوم ہونا لازم آتا ہے، بلکہ اس کا دارومدار اجماع پر قرار دیتے ہیں کہ امت کو چاہئے خلیفہ یا امام بنالے، اور اگر کسی پر بوجہ اس کی ناقابلیت کے اجماع ممکن نہ ہو، لیکن وہ اگر اپنی قوت وطاقت سے لوگوں پر قابو پا جائے تو اس کو بھی امام کہتے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت امام شخصے را گویند کہ مسلط باشد بر مردم بطوع وتسلیم یا بقہر وغلبہ[۱] سیف مسلول ص۹ ۔

انھیں قاضی صاحب کو شاہ صاحب نے رسالہ بستان المحدثین میں بیہقی وقت بتایا ہے جو ایک بڑے عالم جید اہل سنت تھے، اور عصمت امام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی اور نہ خطا و معصیت اور فسق وفجور مانع امامت وخلافت ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے۔

"صلوا خلف کل بر و فاجر" یعنی ہر نیکو کار و بدکار کے پیچھے نماز پڑھو"۔

اس کو کتب عقائد میں برابر نقل کیا ہے۔ دیکھو شرح عقائد نسفی ص۱۱۵ مطبوعہ شوکت اسلام لکھنؤ، خاتم المحدثین کے نزدیک تو امام کا منصوص من اللہ ہونا باعث فتنہ و فساد ہے، جیسا کہ تحفہ کے باب ہفتم متعلقۂ امامت ص۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔

اگر بتامل نظر کنیم معلوم می توانیم کرد کہ نصب امامت از جانب خدا مقتضی مفاسد بسیار است[۲]

بشر و غور ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے امام کا تعین ہونا بڑے فتنہ و فساد پر مشتمل ہے۔

---

[۱] ترجمہ: اہلسنت والجماعت، امام اسی آدمی کو کہتے ہیں جو برضا یا بقہر وغلبہ سے لوگوں پر مسلط ہو جائے۔ ۱۲ عابد حسین رضی

[۲] تحفہ ص۲۳۲

کیوں چرخ پیر ایسا بھی ہوتا ہے انقلاب — ظلمت میں نورِ صبح سیاہی میں آفتاب
زندانِ اہلبیتِ رسولِ فلک جناب — رسی میں ان کی گردنیں جو مالک الرقاب
عابد یہ بیڑیوں کی مرض میں جفا ہوئی
حیرت ہے یہ کہ کیوں نہ قیامت بپا ہوئی

آفاق میں کبھی یہ ستم کا چلن نہ تھا — لاشہ کسی بشر کا کبھی بے کفن نہ تھا
قابل اجاڑنے کے علیؑ کا چمن نہ تھا — کنبہ نبیؐ کا لائقِ طوق و رسن نہ تھا
اس طرح دکھ میں ماؤں سے بچے چھٹے نہ تھے
آگے کسی نبی کے حرم یوں لٹے نہ تھے

حلے بہشت سے جنھیں حکمِ خدا سے آئیں — وہ ظالموں کی فوج میں بالوں سے منہ چھپائیں
حاکم کے آگے کھینچ کے سیدانیوں کو لائیں — یہ ظلم اور زمین کے طبقے الٹ نہ جائیں
صبر اس لئے فقط تھا کہ لطفِ آلہ ہو
تا ہم سے عاصیوں کی نہ کشتی تباہ ہو

مرقوم ہے کہ جب حاتمِ فیاض کا پسر — دربارِ مصطفےٰ میں ہوا جبکہ بہرہ ور
یہ اس پہ مہربان ہوئے سید البشر — زیرِ قدم بچھا دی عبا اپنی کھول کر
غل تھا کہ جن کا نقشِ قدم تاجِ عرش ہے
اس فخرِ انبیا کی عبا اس کا فرش ہے

بولے یہ خلق دیکھ کے اصحابِ نیک نام — نزدیک ہے کہ جامہ سے باہر ہوں اب غلام
کافر کا یہ لحاظ یہ خاطر یہ اہتمام — ملبوسِ پاک پہ نجس العین کا مقام
ہر تار اس کا موج ہے دریائے نور کی
سجادہ قدسیوں کا عبا ہے حضور کی

فرمایا مصطفےٰ نے نہ برہم ہو اس قدر — پاک و نجس کی تم سے سوا ہے ہمیں خبر
لاریب عیب کفر کا ہے اس میں سر بسر — پر حاتمِ سخی کا پسر ہے یہ خوش سیر
پابند گو نہیں ہے نماز اور صوم کا
لیکن بزرگ زادہ تو ہے اپنی قوم کا

یارو تمہیں بزرگی احمد کی قسم — عابد سا تھا بزرگ کوئی صاحبِ کرم

پھر جب گئے یزید کے آگے مع حرم دیکھا نہ آنکھ اٹھا کے بھی ظالم نے ہی ستم
مشغول جشن فتح میں چھوٹے بڑے رہے
یہ سر جھکائے چار گھڑی تک کھڑے رہے
ان کے لئے کسی نے عبا واں بچھا نہ دی رونے کی جا ہے ایک نے کرسی پہ جا نہ دی
حاکم نے بیٹھنے کی زمیں پر رضا نہ دی زینب کو رحم کھا کے کسی نے ردا نہ دی
شاہِ رسل کو سب کی کنیزوں کا پاس تھا
امت کو کچھ نہ ان کے عزیزوں کا پاس تھا

سبحانہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فاما الیتیم فلا تقھر "یتیم پر ستم نہ کرو۔"

اور رسول اللہ کا یہ حکم ہے کہ یتیم کو آواز درشت سے نہ پکارو اور ان پر رحم کرو۔
مگر وائے ان مسلمانوں پر کہ حضرت سکینہ بنت جناب سید الشہداء علیہ السلام جب اپنے باپ کی لاش سے لپٹ کر رونے لگیں تو شمر نے اس معظمہ کو باپ کی لاش سے طمانچہ مار کر چھڑایا۔ اور ایک تازیانہ ایسا مارا کہ وہ یتیمہ بلبلا گئی۔

وامحمدا۔ واعلیا۔ کہ قید خانہ میں بھی ایک کمسن یتیمہ پر جب وہ اپنے باپ کو یاد کر کے روتی تھی تو سختی کی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ بچی ایک شب روتے روتے سو گئی۔ خواب میں امام مظلوم کو دیکھ کر چونکی اور بے ساختہ ایک چیخ مار کے رونے لگی۔ اہل حرم نے تسلی دلاسا دیکر کہا اے بیٹی کیوں روتی ہو۔ وہ رو رو کہتی تھی ابھی بابا میرے پاس کھڑے تھے بتاؤ کہاں چلے گئے۔ اس یتیم کی ان باتوں سے اہلبیت میں شور گریہ و بکا اس قدر بلند ہوا کہ آواز گریہ یزید نے سنی۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بیٹی حسینؑ کی تین برس کی ہے۔ اس نے حسینؑ کو خواب میں دیکھا ہے۔ ان کو ڈھونڈھتی ہے اور طلب کرتی ہے۔ اس کے حال پر قیدی روتے ہیں۔

وہ سنگ دل بھی رونے لگا سن کے یہ خبر آخر کسی خواص سے بولا وہ بدگہر
بھیجا خزانہ دار کو یہ حکم دوڑ کر زنداں میں بھیجدے جو ہے طشتِ طلا میں سر
ڈوبے لہو میں چاند سے رخسار دیکھ لے
بیٹی پدر کی شکل پھر اک بار دیکھ لے

خازن سے بعد حکم یہ کہہ نہ بھیجیو مگر
لے آئے سر یتیم کو دکھلاکے اک نظر
کھویا ہے جب تمام خزانوں کا مال و زر
پایا ہے میں نے تب پسر فاطمہؑ کا سر
منت پہ بیبیوں کی نہ زاری پہ جائیو
گر کوئی مر بھی جائے تو سر لیکے آئیو

پہونچا خزانہ دار کو حکم یزید جب
صندوق آہنی سے نکالا سر اس نے تب
وہ سر رہا جو سینۂ زہراؑ پہ روز و شب
رکھا گیا خزانۂ ظالم میں ہے غضب
صندوق میں کبھی کبھی وہ سر لگن میں تھا
مدت سے آفتاب امامت گہن میں تھا

پس سر اقدس حضرت کا ایک طشت میں رکھ کے اور رومال دیبا سے ڈھانک کے سامنے اس یتیمہ کے رکھا گیا۔ اس یتیمہ نے رومال اٹھا کر سر اقدس اپنی گود میں رکھ لیا۔ یا ابتاہ من ذاالذی خضبک بدمائک ہائے لے بابا! میرے، کس ستمگر نے ریش مبارک تمہاری خون سے خضاب کی یا ابتاہ من ذاالذی قطع رامک ووریدک ہائے مظلوم بابا میرے! کس نے تمہارا سر اقدس بدن سے جدا کیا اور تمہاری گردن کی رگیں کاٹیں یا ابتاہ من ذاالذی ایتمنی علی صغر سنی ہائے بابا میرے۔ کس بے رحم نے مجھے چھوٹے سے سن میں یتیم کیا۔ یا ابتاہ لیتنی کنت قبل ھذا الیوم عمیا۔ کاش آج کے دن میں کور ہوتی اور تمہارا سر نہ دیکھتی۔ کاش میں ہم زمین ہوتی اور تمہاری ریش مبارک خون سے خضاب نہ دیکھتی۔ یہ کہہ کر اپنا منہ حضرت کے منہ پر رکھ دیا۔ وبکت بکاء شدیدا حتی غشی علیھا اور اس بیتابی سے روئی کہ آخر بیہوش ہوگئی۔ لوگوں نے چاہا کہ اس یتیمہ کو سر اقدس سے جدا کریں فلما حرکوھا فاذا قد فارقت روحھا الدنیا جب اہل حرم نے اسے حرکت دی دیکھا کہ طائر روح اس بے گناہ کا گلشن جنت کو پرواز کر گیا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

عرض بیان غم اہلبیت آسان نیست
حکایتیست کہ انداز شرح پایان نیست

اہدم برسر مطلب اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد

ایتونی بدواۃ و قرطاس اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدی

لاؤ مجھے دوات و کاغذ کہ میں لکھ دوں تمہارے لئے ایک نوشتہ تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو

کو ہذیان سے تعبیر نہ کیا جاتا تو نہ صحف ایمان کے اوراق کا شیرازہ بکھرتا نہ جہانہ آل نبی ص و اولاد علی ع بحر خون میں غلطاں ہوتا نہ بانی خلافت سقیفہ پر یہ قول "خون شہدا تمام بر گردن اوست" صادق آتا۔ چنانچہ ایک محرم راز کیا خوب یہ نکتہ فرما گئے ہیں ؎

کرد شخصے سوال از دانا — کہ بگو کشتہ شد حسین ع کجا"؟
گفت" اندر سقیفہ اش کشتند — بہر دنیا و جیفہ اش کشتند"

اور تاریخ بلاذری میں ہے کہ بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عمر نے یزید کو ایک خط لکھا تھا جس میں اس کو قتل سید الشہدا پر ملامت کی تھی اس کا جواب یزید نے یہ دیا کہ "ہم تو پیرو حضرت عمر ہیں۔"

ہم اس خط کی نقل مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین مطبوعہ محمدی کے صفحہ ۵۲ سے اس جگہ کرتے ہیں۔

لما قتل الحسین بن علی ع کتب عبداللہ بن عمر الی یزید بن معاویۃ اما بعد فقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ وحدث فی الاسلام حدث عظیم ولا یوم کیوم الحسین ع فکتب الیہ یزید۔ اما بعد یا احمق فاننا جئنا الی بیوت منجدۃ وفرش ممہدۃ ووسائد منضدۃ فقاتلنا عنہا فان یکن الحق لغیرنا فابوک اول من سن ھذا وابتز واستاثر بالحق علی اھلہ۔

جب امام حسین ع قتل ہو گئے تو عبداللہ بن عمر نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا۔ کہ حسین بن علی ع کے قتل ایک بڑی مصیبت واقع ہوئی اور اسلام پر سخت حادثہ گذرا اس کا جواب یزید نے عبداللہ کو یہ لکھا کہ اے نادان ہم ان مکانات تیار شدہ کی طرف آئے جن میں عمدہ عمدہ فرش بچھے ہوئے تھے۔ اور بڑے بڑے تکیے لگے ہوئے تھے تو ہم اسکے لئے جنگ کی۔ اگر اس فعل میں ہمارے مخالف حق پر تھے تو اس کا الزام تمہارے والد ماجد پر ہے کہ وہی اس کے بانی اول تھے جنھوں نے خلافت خاندان رسالت سے نکال کر ایسی ظلم کی سنت جاری کی۔

غرض بنی امیہ کو خلافت اول کی بدولت وہ قوت اور قدرت حاصل ہوئی کہ اپنے باپ دادا کے خوب بدلے لئے۔ چنانچہ بعد واقعہ کربلا جب اہلحرم دربار میں لائے گئے تو یزید نے یہ اشعار پڑھے

یزید کے اشعار

لیت اشیاخی ببدر شھدوا	کاش میرے بزرگ جو بدر کی لڑائی میں
جزع الخزرج من وقع الاسل	مارے گئے نیزوں کی طعنوں سے قبیلہ خزرج
قد قتلنا القرن من ساداتھم	کی بیقراری دیکھتے کہ ہم نے ان کے سرداروں
وعدلناہ ببدر فاعتدل	سے ایک جماعت کو قتل کیا اور بدر کی لڑائی
لعبت ھاشم بالملک فلا	سے جو نقصان ہوا تھا اس کو پورا کر لیا۔
خبر جاء ولا وحی نزل	بنی ہاشم نے مخلوق خدا میں ایک کھیل نکالا تھا
لست من خندف ان لم	کیسی وحی کہاں کی نبوت میں قبیلہ خندف
انتقم من بنی احمد ما کان	سے نہیں اگر اولاد رسول سے ان کے
فعل	افعال کا انتقام نہ لوں۔

(تذکرہ خواص الامۃ)

جناب خلیفہ صاحب کی گفتار و رفتار کا رنگ آج بھی ان کے معتقدین و متعلقین میں پایا جاتا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ ان کے خلفاء صاحب اقتدار تھے۔ لہذا آل رسول پر خاطر خواہ ظلم و ستم کر گئے۔ یہ مجبور ناچار ہیں۔ اس لئے بلحوائے شعر ؎

خلیفہ صاحب کی ہمرنگی

دست بیچارہ چون بجان نرسد چارہ جز پیرہن دریدن نیست

ان خاصان خدا کے نام ہی پر اپنی عقیدت کا اظہار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے فضائل اور مصائب چھپانے ہی میں سرگرم رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ شمس العلماء شبلی نعمانی باوجود اس کے کہ حضرت عمر کا بنت رسول اللہ کے گھر جلانے کا قصد کرنا باسناد معتبر بایں الفاظ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

ابن شیبہ نے مصنف میں۔ اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ "یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تاہم اگر آپ کے یہاں اس طرح لوگ مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا۔"
(حصہ اول صفحہ ۱۲۱)

اس پر بھی اپنے مہر ماہِ فلکِ اسلام کے ان افعال کو نظرِ استحسان سے دیکھتے ہیں اور اس کو اسلام کی بقا بتاتے ہیں۔ اور بفخر و مباہات "الفاروق" کو اس کلام سے زینت دیتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمرؓ نے نہایت تیزی اور گرمی سے جو کارروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ انھیں بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا۔ بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسی وقت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا۔"

(صفحہ ۵، حصہ اول) (صفحہ ۱۲۴ - ۱۲۵)

سبحان اللہ وہ بنی ہاشم جو تمام عرب میں ناشرِ احکام شریعت اور ماہرِ اصول عدالت و ملت تھے جنھوں نے غدر، مکر، کید، اور حرص و ہوا کے بجائے فضائلِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کی تعلیم دی۔ جن کا شعار ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر رہا۔ یعنی حکم کرتے تھے اچھی بات کا اور منع کرتے تھے بری بات سے جن کی منزلت و فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ از آنجملہ یہ ہے :-

عن طلحہ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ہاشم نفاق — طلحہ راوی ہیں کہ عہدِ صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم کا بغض علامتِ نفاق ہے۔

جن کی فیض صحبت سے اصحاب حیوان سے انسان اور کافر سے مسلمان بنے۔ جن کی بدولت سلطنت اور دولت پائی۔ ان پر جناب شمس العلماء سازش اور غدر کا بہتان رکھ کر ان کو اسلام و ایمان کا دشمن بتاتے ہیں۔ واہ! کیا خوب شمس العلماء نے

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان — احسان کا عوض احسان ہی ہے۔

پر عمل کیا ہے۔

ایہا المومنون! اس چرخ کج رفتار کی گردش پر غور کرو کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سایۂ مبارک اٹھتے ہی زمانہ آلِ رسولؐ اور بنی ہاشم سے کیسا منحرف اور مخالف ہو گیا ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

آہ - آہ ؎

جس گھر پہ گدا ان کے ہوتا تھا تو انگر ہے کل کی ابھی بات کہ آباد تھا کیا گھر

وہ فاطمہؓ کا جاہ و حشم شوکت حیدرؓ وہ مجمع اصحاب وہ دربار پیمبر

بے اذن چلا آئے یہ مقدور تھا کس میں

یا آج وہ گھر ہے کہ خاک اڑتی ہے جس میں

آل رسولؐ پر جو مصائب و آلام گذرے اُن کو ہمارے بھائی تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ بسبب محبت صحابہ ان باتوں سے اغماض و انکار کرتے ہیں۔ حتی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بھی منکر ہیں۔ اور یزید کو الزام قتل سبط رسولؐ سے بری کہتے ہیں۔ چنانچہ جناب امام غزالی اور دیگر علمائے کرام اہلسنت یزید بن معاویہ کے ایمان و اسلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ خلیفہ برحق ہے۔ [illegible]

کل مسلمانوں نے اس کی بیعت کی نیز اس کا باپ معاویہ خلیفہ برحق تھا۔ حسینؑ ابن علیؑ پر یزید کی بیعت واجب تھی۔ مگر حسینؑ نے اس سے بغاوت کی۔ لہذا حسینؑ اپنی جد کی تلوار سے مارے گئے۔ ثبوت کے لئے دو چار عبارتیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

ملاحظہ ہوں :-

(پہلی عبارت) حضرت ابن العربی مالکی ارشاد فرماتے ہیں :-

لم یقتل یزید الحسین الا بسیف جدہ — یعنی حسینؑ کو یزید نے ان کے نانا ہی کی تلوار سے قتل کیا

(دیکھو منح مکیہ ابن حجر مکی)

(دوسری عبارت) امام غزالی فرماتے ہیں کہ یزید پر رحمت بھیجنا اور اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنا مستحب ہے اس لئے کہ وہ مومن تھا۔ آپ کے اس قول کی نقل یہ ہے :-

اما الترحم علیہ فجائز بل ھو — یزید کے لئے طلب رحمت کرنا جائز

مستحب بل ھو داخل فی قولنا فی — بلکہ وہ مومن ہونے کی وجہ سے ہماری

کل صلوٰۃ اللھم اغفر للمومنین — دعا (اللھم اغفر الی آخرہ) میں

والمومنات فانہ کان مومنا — داخل ہے۔

(دیکھو تاریخ ابن خلکان جلد اول طبع مصر صفحہ ۳۱۲)

(تیسری عبارت) ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر المعالی کے صفحہ ۸۵ میں یزید کے باب میں لکھا ہے :-

علی ان الامر بقتل الحسینؑ بل — یعنی حکم دینا قتل حسینؑ کا بلکہ قتل کرنا

قتلہ لیس موجباً للعنۃ علی مقتضیٰ مذھب اھل السنۃ	ان کا موجب لعنت نہیں ہے بنا بر مقتضائے مذہب اہلسنت کے۔

(چوتھی عبارت) نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی اپنی کتاب حج الکرامہ میں رقمطراز ہیں :۔

ابن العربی۔ گفتہ کشت حسینؓ را اگر بہ سیف جدوے یعنی بیعت برائے یزید گردیدہ بود۔ پس حسینؓ بروے باغی شدوے را کسان بسیار اقدام بر بیعت وے نمودند باوجود استخلاف ایں چنیں بغاوت کہ حسینؓ کرد شرط بنا شد وشک نیست کہ پدرش معاویہ خلیفہ برحق بود باجماع مردم بروے کہ بعد امام حسنؓ واقع شد	ابن عربی کا قول ہے کہ یزید نے حسینؓ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے۔ یعنی یزید پر بیعت ہو چکی تھی پس حسینؓ باغی ٹھہرے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس کا باپ معاویہ خلیفہ برحق تھا۔ جس کی خلافت پر بعد امام حسنؓ اجماع امت ہو چکا تھا۔

(پانچویں عبارت) تکمیل الایمان مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۸۵ میں در باب یزید لکھا ہے :۔

بعض گویند کہ خاتمہ وی معلوم نیست شاید او بعد از ارتکاب معصیت توبہ کردہ باشد ونفس آخر بہ توبہ رفتہ باشد ومیل امام غزالی در احیاء العلوم باپں حکایت است	بعض کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ خاتمہ اس کا کیسا ہوا۔ شاید کفر اور گناہ سے اس نے توبہ کر لی ہو۔ اور توبہ پر دم نکلا ہو۔ چنانچہ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں اپنا یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

(چھٹی عبارت) ترجمہ صواعق محرقہ میں ہے کہ :۔

بعض دیگر علماء گفتہ اند یزید کافر نیست زیرا کہ اسباب موجب کفر او نزد ما ثابت نشدہ کہ حکم بکفر او کنم واصل آنست کہ بہ اسلام باقی باشد تاوقتیکہ از چیزے برما ظاہر شود کہ موجب خروج از اسلام ست۔	بعض علماء کا بیان ہے کہ یزید کافر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے کفر کے وجوہ ہم پر نہیں کھلے۔ تاہم اس پر کفر کا حکم دینا اور اصل یہ ہے کہ وہ اسلام پر باقی ہے تاوقتیکہ کوئی چیز اس سے ایسی ظاہر ہو جو موجب خروج ہو اسلام سے۔

(ساتویں عبارت) اصل صواعق محرقہ میں ہے کہ	
وقالت طائفۃ لیس بکافر لان	ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ یزید کافر نہیں
الاسباب الموجبۃ للکفر لم یثبت	ہے۔ اس واسطے کہ اسباب کفر ہم پر بالکل
عندنا منہا شئ والاصل بقاءہ	ثابت نہیں ہوئے۔ اور اصل یہ ہے کہ وہ
علی اسلام حتی یعلم ما یخرجہ عنہ	اسلام پر باقی تھا۔ تا آنکہ اس کا خروج
(صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر ۱۳۱۲ھ)	ثابت ہو۔

(آٹھویں عبارت) شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب امہات الامۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

مولوی نذیر احمد فرماتے ہیں کہ حسین نے ملک کی ہوس کے سبب سے یزید کی بیعت نہیں کی

پیغمبر صاحب نے خود فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی۔ اور وہ اس کو دوست رکھتے تھے اور اپنے حق میں ایسی ہی زندگی کی دعا کرتے تھے۔ اور اپنی نسل کے حق میں فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا۔ نسل سے قناعت نہ ہو سکی۔ لگے سلطنت کا خواب دیکھنے۔ اپنا ادب بھی کھو بیٹھے ؎

ایں ہم رفت آں ہم رفت — در پے جانان جاں ہم رفت

حضرت علیؓ ہی کو خلافت کی گدی پر بیٹھ کر کیا فتوحات حاصل ہو گئے۔ بیچارے پانچ برس تک خلافت کے ساتھ نامزد رہے۔ اور شروع ہی میں خانہ جنگیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس سے فارغ ہوئے تو معاویہ نے خلافت پر قبضہ کر لیا۔ اور اب وہ برائے نام خلیفہ رہ گئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند حسنؓ نے خلافت پر بہت زور دیا۔ مگر چھ مہینے کے اندر ہی خلافت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اب سلطنت کی باگ معاویہ کے ہاتھ میں رہی۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کی نسل میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس وقت نسل فاطمہؓ کو اپنے محترم نانا کی طرح چاہئے تھا صبر و قناعت مگر علیؓ کے دوسرے فرزند حسینؓ نے معاویہ کے بیٹے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور کوفہ میں اگر اپنی خلافت پر لوگوں سے بیعت لی۔ جس کا نتیجہ وہ ہوا جو سب کو معلوم ہے۔ فاطمہؓ کی آئندہ نسل کو اس نتیجہ سے عبرت پکڑنی چاہیے تھی۔ مگر ملک داری کی ہوس نے ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔"

معزز ناظرین! شمس العلماء کے بیان پر خود فرمائیں کہ آل رسولؐ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی توہین کی ہے۔ قولہ تعالیٰ:-

لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا
(پ ۱۶ سورہ مریم ع ۶)

تم نے اتنی بڑی سخت بات کہی ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔

خیر علمائے اہلسنت کو اختیار ہے۔ جیسی چاہیں آلِ رسولؐ کی توہین و تہجین کریں۔ مگر یہ خوب سمجھ لیں کہ جو ظلم و جور جناب فاطمہ زہراؑ، علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ اور جناب امام حسین علیہ السلام و دیگر اہلبیت اطہار پر کئے گئے وہ فی نفسہ جناب رسول اللہ صلعم پر کئے گئے اور جو کچھ اب ان خاصانِ خدا کی توہین کرتے ہیں۔ وہ خود رسول اللہ کی توہین کرتے ہیں۔

کیونکہ اس امر پر تو اجماع علماء ہے کہ علیؑ نفس رسولؐ ہیں جن کے حق میں رسول اللہؐ نے لحمک لحمی و دمک دمی فرمایا ہے اور فاطمہؑ بضعہ رسولؐ اور حسنؑ و حسینؑ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں جن کی شان میں ارشاد ہوا ہے کہ جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور وہ کافر ہوا۔

اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو حسنین علیہما السلام کو دو وجہوں سے فرزندانِ رسولؐ بتایا ہے اور جو وجوہ شہادت حسنین علیہما السلام کے بیان فرمائے ہیں ان سے مترشح ہوتا ہے کہ حسنین علیہما السلام شہید نہیں کئے گئے۔ بلکہ خود رسول اللہؐ شہید کئے گئے۔ جیسا کہ رسالہ سر الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو کہ جناب ممدوح کی تصنیفات سے ہے۔ ہم اس کا خلاصہ اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

شاہ صاحب کے قول سے مترشح ہوتا ہے کہ حسنین کی شہادت خود رسول اللہ کی شہادت ہے

"واضح ہو کہ جو کمالات اور خوبیاں جد اجداد اور پیغمبروں میں تھیں۔ وہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام میں بالکل یکجا جمع ہو گئیں۔ سوا اس کے اور کمالات۔ لیکن آپ میں ایک کمال باقی رہ گیا تھا۔ جو حضرت کی ذات میں حاصل نہ تھا۔ یعنی شہادت۔ اور آپ کی ذات میں اس کے حاصل نہ ہونے کا بھید یہ تھا کہ اگر حضرت صلعم جنگ میں شہید ہوتے تو شوکت اسلام کی ٹوٹ جاتی۔ اور دین میں عوام کے نزدیک خلل پڑ جاتا۔ اور اگر ناگہاں چپکے چپکے شہید ہو جاتے تو آپ کی شہادت شاہد نہ ہوتی بلکہ پوری شہادت ہی نہ ہوتی۔ اس واسطے کہ پوری شہادت اس کا نام ہے کہ بڑی مسافرت اور شقت

سبحان اللہ چند خود غرض لوگ خلاف احکام خدا اور رسولؐ، جس فاسق و فاجر کو چاہیں اپنا امام بنالیں، یا قابو پا کر خود بخود زبردستی کوئی امام بن جائے تو وہ موجب امن و امان ہو اور جو منصوص من اللہ ہو وہ، باعث وقوع فتنہ و فساد سمجھا جائے۔

اس کے برعکس ہم شیعہ انبیاء کرام کو معصوم جانتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کی نسبت ہمارا ان کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرتؐ من المھد الی اللحد معصوم ہیں۔ اور "ان اتبع الا ما یوحی الیّ" (تم کہو) میں وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے) کی روشنی میں آنحضرت کے ہر حکم کو خدا کی طرف سے سمجھ کر امتثال حکم کو اپنے اوپر واجب و لازم جانتے ہیں۔ اہل سنت نہ آئمہ اطہار کو معصوم مانتے ہیں اور نہ انبیاء کرام کو، یہاں تک کہ اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت سے پہلے چالیس سال کی عمر تک اپنی قوم کے دین پر رہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

چنانچہ فخر الدین رازی آیہ "ووجدک ضالا فھدیٰ" اور تم کو بھٹکا ہوا پایا پس منزل مقصود کو پہنچایا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فاعلم ان بعض الناس ذھب الی انہ علیہ السلام کان کافراً فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیا قال الکلبی ووجدک ضالا یعنی فی قوم ضلال، فھداک للتوحید، قال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ،

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۶۲

آگاہ ہو جاؤ کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ رسولؐ ابتداء میں کافر تھے، پھر خدا نے ان کی ہدایت فرمائی اور نبوت کا تاج دیا اور کلبی قائل ہیں کہ "ووجدک ضالا" سے مراد یہ ہے کہ تم کو گمراہ لوگوں میں پایا پھر موحد بنایا اور توحید کی ہدایت کی اور سدی قائل ہیں کہ رسولؐ عمر چالیس سال تک اپنی قوم کے دین پر رہے۔

اور مولوی عبدالعلی صاحب جو اہل سنت کے نزدیک بحر العلوم کہے جاتے ہیں، قائلین عصمت انبیاء کو رافضی اور بدعتی کہتے ہیں۔ چنانچہ شرح سلم الثبوت صفحہ ۳۶۹ جلد اول مطبوعہ نولکشور۔ میں لکھتے ہیں۔

ولا تسمع الی قول من یقول ان الانبیاءؑ کیف یخطؤن فی احکام اللہ فان ھذا القول صدر من شیاطین اھل البدعۃ کالروافض وغیرھم الم تر ان اھل الحق

یعنی تم ان کا کہنا نہ سنو جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کیونکر خطا کر سکتے ہیں، تبلیغ احکام خدا میں کیونکہ یہ قول ان کا ہے جو اہل بدعت و روافض سے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل حق سنت والجماعت

میں مارا جائے۔ اس کے گھوڑے کو پے کر ڈالیں۔ اور اس کی لاش میدان میں پڑی رہے۔ اور اس کے گرد اگرد بہت لوگ باعزت اس کے احباب و اقربا سے مارے جائیں۔ مال اس کا لوٹا جائے۔ اس کی بیبیاں اور یتیم لڑکے قید میں گرفتار ہوں۔ اور یہ مصیبتیں صرف اللہ کے واسطے ہوں۔ پس حکمت الہٰی اور اس کی کارسازی نے چاہا کہ یہ بڑا کمال حضرت کے کمال میں مل جائے۔ بعد آپ کی وفات کے یہ باتیں بواسطے بعض مردان اہلبیت کے بلکہ بواسطے اس شخص کے جو بہت ہی قریب حضرت کی اولاد میں ہو۔ اور جو کہ بمنزلہ آپ کے بیٹوں کے ہو تاکہ مل جائے ان کا حال حضرت کے حال میں اور داخل ہو کمال حضرت کے کمال میں پس متوجہ ہوئی عنایت الہٰی اس کمال کے ملانے پر تو نائب بنایا نانا کے مقام پر حسنین علیہما السلام کو ان پر درود اور رحمت ہو اور دونوں کو پرتو کمال محمدی کے دو آئینہ بنائے اور جمال مصطفوی کے دو رخسارے ٹھہرائے۔ چونکہ شہادت دو قسم پر تھی۔ ایک پوشیدہ اور دوسری ظاہری۔ لہٰذا دونوں پر منقسم ہو گئی اور پہلی قسم کے واسطے مخصوص ہوئے بڑے صاحبزادے۔ اور چونکہ وہ امر مخفی تھا اس لئے جبرئیلؑ نے کبھی اس کو مذکور نہیں کیا۔ اور اس واسطے جناب رسالت پناہ صلعم نے بھی اس کی خبر نہ دی۔ اور چھوٹے صاحبزادے حسینؓ دوسری قسم کی شہادت سے مخصوص ہوئے۔ اور چونکہ بنا اس کی شہرت اور اعلان پر تھی تو اول زبان جبرئیلؑ خبر فرشتوں پر اس کا مذکور ہوا۔ پھر پتہ مقام شہادت کا اور پتہ شہادت کے وقت کا یعنی سنہ ہجری معلوم ہوا پھر اس کا بہت شہرہ ہوا۔ اور امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے صفین کے سفر میں اس واقعہ عظمیٰ کا برملا ذکر کیا۔"

احادیث بابت شہادت و واقعہ کربلا

اس واقعہ عظمیٰ و سانحہ کبریٰ کی خبر جناب رسول اللہ صلعم کو حضرت جبرئیل و دیگر فرشتگان مقربین نے دی تھی اور مقتل حسینؓ کی بھی جگہ بتا دی تھی۔ شاہ صاحب نے سر الشہادتین میں اس امر کو متواتر فرمایا ہے لہٰذا اسی کتاب سے دو چار احادیث نقل کی جاتی ہیں:۔

(دلیل) واما اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہذہ الواقعۃ الہائلۃ من جہۃ الوحی بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ فمشہور ومتواتر

جبرئیل وغیرہ فرشتوں نے ذریعہ وحی پیغمبر خدا صلعم کو اس واقعہ ہولناک سے خبر دی۔ یہ مشہور متواتر ہے۔ از انجملہ وہ حدیث ہے کہ طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

من ذلك ما اخرجه الطبرانی عن عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال اخبرنی جبرئیلؑ ان ابنی الحسینؑ یقتل بعدی بارض الطف وجاءنی بهذه التربة فاخبرنی انها مضجعه

(دیر الشهادتین، کسی بھی شئی یا کسی بھی مطبع کا چھپا ہوا دیکھیے)

سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ میرے بعد زمین طف میں مارا جائے گا اور جبرئیل میرے پاس یہ مٹی لائے اور کہا کہ یہ ان کی خوابگاہ ہوگی

(دوسری) واخرج احمد ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال لقد دخل علی البیت ملك لم یدخل علی قبلها فقال لی ان ابنك هذا یعنی حسینا مقتول وان شئت اریتك من تربة الارض التی یقتل بها فاخرج تربة حمراء

(سر الشهادتین)

امام احمد حنبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے میرے پاس کبھی نہیں آیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کا بیٹا یعنی حسینؑ مارا جائے گا۔ اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس زمین کی مٹی جہاں یہ مارا جائے گا دکھا دوں۔ پھر اس نے تھوڑی سی مٹی سرخ نکالی۔

(تیسری) واخرج البغوی فی معجمه من حدیث انس رضی الله عنه قال استاذن ملك المطر ربه ان یزور النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاذن له والنبی صلی الله علیه وسلم فی بیت ام سلمة فقال یا ام سلمة احفظی علینا الباب لا یدخل احد فبینما هی علی الباب اذ دخل الحسینؑ علیه السلام واقتحم فوثب علی رسول الله

حضرت انس کی حدیث سے بغوی نے اپنی معجم میں روایت کی ہے کہ بارش کے فرشتے نے اپنے پروردگار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اذن چاہا۔ پس اس کو اجازت ملی۔ اس وقت رسول اللہ صلعم حضرت ام سلمیٰ کے گھر میں تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے ام سلمہ دروازے سے خبردار رہو کہ کوئی آنے نہ پاوے۔ اسی اثنا میں کہ وہ دروازہ پر نگہبان تھیں یکایک امام حسینؑ آئے اور اندر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یلتزمہ ویقبلہ فقال لہ الملک اتحبہ قال
نعم قال ان امتک ستقتلہ و
ان شئت اریک المکان الذی
یقتل بہ فاراہ فجاء بسہلۃ او
تراب احمر فاخذتہ ام سلمۃ
فجعلتہ فی ثوبہا قال ثابت
کنا نقول انہا کربلاء

(سر الشہادتین)

چلے گئے اور رسول اللہ صلعم کے اوپر کودنے
لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو
گود میں لے کر پیار کرنے لگے تب حضرت صلعم سے
اس فرشتہ نے کہا۔ کیا آپ ان کو دوست
رکھتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا، ہاں، اس
فرشتے نے کہا آپ کی امت عنقریب ان کو
مار ڈالے گی۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ جگہ
بھی دکھا دوں جہاں یہ مارے جائیں گے۔
پھر حضرت صلعم کو دردری بالو یا مٹی سرخ
دکھائی حضرت ام سلمہ نے اس کو اپنے کپڑے
میں رکھ لیا ابن ثابت کا بیان ہے کہ اس زمین
کو ہم کربلا کہا کرتے تھے۔

(چوتھی) اخرج الحاکم والبیہقی
عن ام الفضل بنت الحارث قالت
دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یوماً بالحسینؑ فوضعتہ
فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ
فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تہریقان من الدموع
فقال اتانی جبرئیلؑ فاخبرنی ان
امتی تقتل ابنی ہذا واتانی
بتربۃ من تربۃ حمراء

(سر الشہادتین)

حاکم و بیہقی راوی ہیں کہ ام الفضل بنت
حارث نے کہا کہ ایک دن میں حسینؑ کو
لے کر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس گئی اور میں نے حسینؑ کو حضرت کے
گود میں دے دیا۔ اور آنحضرت کی طرف نظر کی
تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں
حضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے جبرئیل
نے خبر دی ہے کہ میری امت اس میرے فرزند
کو شہید کرے گی اور مجھ کو جبرئیل نے اس کے
مقتل کی مٹی بھی دے دی ہے۔

(پانچویں) واخرج ابو نعیم عن ام سلمۃ
رضی اللہ عنہا قالت کان الحسن والحسین

روایت کی ابو نعیم نے حضرت ام سلمہ نے
فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ میرے گھر میں کھیلتے
تھے

یلعبان فی بیتی فنزل جبرئیل فقال یا محمدؐ ان امتک تقتل ابنک ھذا من بعدک واومی الی الحسینؑ واتاہ بتربۃ فشمہا ثم قال ما یم کرب و بلاء وقال یا ام سلمۃ اذا تحولت ھذہ التربۃ دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتہا فی قارورۃ ۔

کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے بعد آپ کی اُمت آپ کے اس بیٹے کو شہید کرے گی ۔ اور اشارہ کیا طرف حسینؑ کے اور آپ کو تھوڑی مٹی دی ، حضرت نے اس کو سونگھا ۔ اور فرمایا اس میں سے کرب و بلا کی بو آتی ہے ۔ اور فرمایا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لو کہ میرا بیٹا شہید ہوا ۔ پھر میں نے اسکو ایک شیشی میں بند رکھا ۔

اس کے بعد جناب شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

جب تمہید اس واقعہ کی ہو چکی تو ہم کو اس کا ذکر لازم ہوا جو اسی سے علاقہ رکھتا ہے ۔ پس کہم دونوں صاحبزادوں (حسنین) کو فرزندان پیغمبر کہتے ہیں اور اس دعوے کی دو دلیلیں بھی ہیں ۔

[illegible]

پہلی یہ کہ نواسہ خود بجائے بیٹے کے ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے کہلائے ۔

دوسری یہ کہ دونوں صاحبزادوں کو آنحضرت صلعم نے متبنی کیا تھا جیسا کہ متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں ۔ اور احمد نے اپنی کتاب مسند میں ابو اسحٰق سبیعی سے اور اس نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو آنحضرت صلعم تشریف لائے اور فرمایا کہ دکھلاؤ میرے بیٹے کو ۔ اور پوچھا کہ کیا نام رکھا ہے میں نے عرض کیا کہ حرب آنحضرت نے فرمایا کہ اس کا نام حسنؑ ہے ۔ پھر جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا دکھلاؤ مجھے میرے بیٹے کو اور نام کیا رکھا ہے اس کا ۔ میں نے عرض کیا کہ حرب ۔ آنحضرت نے فرمایا اس کا نام حسینؑ ہے ۔ پھر حسنین کا آئینہ ہونا یہ تو جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو دلیلوں سے ثابت ہے ۔

اول بوجہ مشابہت مطلقہ چنانچہ روایت کی نسائی نے اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے اور روایت کی ابو نعیم نے علی مرتضیٰ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں عمر

فاروق اور اسامہ بن زید سے۔ اور دیلمی نے انس سے اور روایت کی ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس سے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ سردار ہیں جوانان بہشتی کے۔ اور ابن ماجہ وغیرہ نے اتنی روایت زیادہ کی ہے کہ باپ ان کا بہتر ہے ان دونوں سے۔ اور اس آئینہ محمدی ہونے کا یہ اثر ہے کہ محبت حسینؑ بعینہ محبت رسول خدا صلعم کی ہے اور عداوت ان کی گویا آنحضرت کی عداوت ہے۔ چنانچہ ابن عساکر وغیرہ نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس نے حسینؑ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ اور جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ یہ ت اور دوسری وجہ مشابہت ظاہری ہے گویا حسینؑ ظاہر میں آنحضر صلعم کی تصویریں ہیں۔

(منقول از صفحہ ۱ تا ۸)

جن علمائے اہلسنت کے اقوال ہم نے اوپر نقل کئے ہیں ان کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ اگرچہ وہ حضرات یزید کو بہ شد و مد خلیفہ رسولؐ بتاتے ہیں اور جناب امام حسین علیہ السلام پر اس کی بیعت اور اطاعت واجب ٹھہراتے ہیں لیکن جناب شاہ صاحب "سر الشہادتین" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یزید فاسق و فاجر تھا اور وہ قابل لعن اور اہل دوزخ سے ہے"

چنانچہ اس کا خلاصہ رسالہ مذکورہ سے اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

لما تملک یزید تسلط بدمشق فی رجب سنة ستین کتب الی الآفاق لیأخذ البیعة له وکتب الی عامله بالمدینة الولید بن عقبة ان یاخذ البیعة من الحسین رضی اللہ عنہ فامتنع الحسین من بیعتہ لانہ کان فاسقا مدمنا الخمر ظالما ص۱۱

ماہ رجب سنہ ساٹھ ہجری میں جب یزید پلید شہر دمشق میں مالک اور بادشاہ ہوا تو اس نے سب ملکوں میں بیعت لینے کے واسطے نامے لکھے اور ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو حسینؑ علیہ السلام سے بیعت لینے کو لکھا پس حسین علیہ السلام نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ یہ بدمرد فاسق و شرابی اور ظالم تھا

چنانچہ اس کے فسق و فجور کی یہ تشریح کرتے ہیں۔

جس مسلمان کو رضائے انبیائے مرسلین اور آئمہ طاہرین کی منظور ہو اسے لازم ہے کہ امتثال امر الٰہی اور اجتناب منہیات اور بدعات کو شعار اپنا کرے۔ اور انہیں کے طریقہ پر چلے ورنہ انبیاء اور آئمہ فاسقوں اور فاجروں سے ایسا ہی بیزار ہوں گے جیسے یزید پلید سے

(دیکھو صفحہ ۱۲ کا حاشیہ)

پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۳۶ میں یزید کی بدعتوں کو اس تفصیل سے رقم فرماتے ہیں کہ

جب یزید پلید قتل امام حسین علیہ السّلام اور ہتک حرمت اہلبیت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فارغ ہوا تو اس غرور سے اس کی شقاوت اور قساوت اور زیادہ ہوئی۔ چنانچہ زنا اور لواطہ اور بھائی کا بہن سے بیاہ اور سود وغیرہ منہیات شرعیہ کو اس نے اپنے عہد میں علانیہ رواج دیا۔ مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ واسطے تاخت و تاراج مدینہ منورہ کے بھیجا۔ تین دن تک اس مقدس شہر کے رہنے والے قتل اور لوٹ کی بلا میں گرفتار رہے اور سات سو صحابی قریشی صاحب وجاہت اور عوام الناس اور لڑکے ملا کے دس ہزار آدمیوں سے زیادہ شہید کئے۔ اور لڑکوں کو بندی کر لیا۔ اور عورتوں کو شہر والوں پر مباح کر دیا۔ ام سلمہ کا گھر لوٹ لیا۔ مسجد نبوی کے ستونوں میں گھوڑے باندھے۔ چنانچہ گھوڑوں نے منبر اور قبر شریف کے درمیان کا مکان پیشاب اور لید سے نجس کیا۔ تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوئے۔ فقط سعید بن مسیب دیوانہ بن کے وہاں حاضر رہے اور کیا کیا کچھ اعمال قبیح اس مسجد مقدس اور شہر میں یزیدیوں نے نہیں کئے کہ زبان قلم اس کی تفصیل سے عاجز ہے۔ منجنیق سے مکہ معظمہ کو سنگسار کیا۔ صحن محترم کا پتھروں سے بھر گیا۔ اور ستون مسجد الحرام کے ٹوٹ گئے۔ اور لباس خانہ کعبہ کو جلا دیا۔ اور دروازہ کعبہ کے پردے اتار کے تنور میں جلا دئے کتنے دن بیت اللہ بے لباس اور وہاں کے رہنے والے نہایت ایذا و ہراس میں رہے بالجملہ وہ بدبخت تین برس اور سات مہینے تخت

حکومت پر سلطنت کرکے پندرھویں ربیع الاول ۶۴ھ ہجری میں جس دن اس پلید کے حکم سے کعبہ کی بے حرمتی ہوئی اسی دن شہر حمص میں انتالیس ۳۹ برس کی عمر میں واصل جہنم ہوا۔

جناب شاہ صاحب نے کچھ وہ حالات اور وہ واقعات بھی تحریر فرمائے ہیں جو بعد واقعہ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام واقع ہوئے تھے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

بعد شہادت امام حسین آسمان سے خون برسا

پھر جب واقعہ شہادت کا واقع ہوا تو اس کا شہرہ اس طرح پر ہوا کہ مٹی خون ہوگئی۔ اور آسمان سے خون برسا۔ اور آواز غیبی سے مرثیہ سنے گئے۔ اور اور نوحہ اور رونا جنات کا۔ اور گھومنا درندوں کا آپ کی لاش کی نگہبانی کے واسطے اور قاتلوں کے نتھنوں میں سانپوں کا گھسنا۔ علی ہذا القیاس اور بھی شہرت کے اسباب تھے تاکہ سب حاضر و غائب اس واقعہ جانکاہ سے آگاہ ہو جائیں بلکہ بقائے دائمی اس رنج و الم کا اور مذکور ہونا ان مصائب دردناک کا رسول اللہ صلعم کی امت میں ثمرہ اسی شہادت کا ہے۔ سو یہ تحقیق اس شہادت کا اتمہ عالم بالا اور عالم خاک اور عالم غیب۔ اور عالم شہادت اور جن و انس۔ اور اہل نطق و خموشی (اہل خموشی سے جانور اور درخت اور پتھر مراد ہیں) میں ظاہر ہوا ہے

جن و انس ارض و سما حور سے لے تا بملک
کون وہ دل ہے کہ اس درد سے آگاہ نہیں

جناب شاہ صاحب نے ان واقعات کی بابت بہت سی حدیثیں لکھی ہیں ان میں سے دو چار حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(بیہقی عامات) اخرج البیہقی وابی نعیم عن نضرۃ الازدیۃ قالت لما قتل الحسین مطرت السماء دما فاصبحنا وحبابنا وجرارنا وکل شیء لنا ملات دما	نضرہ ازدیہ سے بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو دیکھا تو ہمارے مٹکے اور گھڑے اور برتن خون سے لبالب ہو گئے تھے
(بیہقی عامات) واخرج البیہقی وابو نعیم عن	اور بیہقی اور ابو نعیم نے زہری سے روایت

الزهري قال بلغني انه يوم قتل الحسينؑ لم يقلب حجر من احجار بيت المقدس الا وجد تحته دم عبيط۔

کی کہ کہا زہری نے مجھ کو خبر پہونچی ہے کہ جس دن حسینؑ شہید ہوئے جو پتھر بیت المقدس سے اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ سرخ خون نکلتا تھا۔

(تیسری روایت) اخرج البيهقي عن ام حبان قالت يوم قتل الحسينؑ اظلمت علينا ثلاثا ولم يمس منا احد من زعفرانهم شيئا فجعله على وجهه الا احترق ولم يقلب حجر في بيت المقدس الا وجد تحته دم عبيط

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی کہ جس دن حسینؑ شہید ہوئے ہم پر تین دن اندھیرا رہا۔ اور جس نے زعفران اپنے چہرہ پر ملی اس کا منھ جل گیا۔ اور جو پتھر بیت المقدس کا اٹھایا گیا اوس کے نیچے سے تازہ خون نکلا۔

(چوتھی روایت) اخرج ابو نعيم عن حبيب بن ثابت قال سمعت الجنية تنوح على الحسين وهي تقول۔ شعر

مسح النبي جبينه
فله بريق في الخدود
ابواه في عليا قريش
جده خير الجدود

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ جنات یہ کہہ کر حسینؑ کو روتے تھے کہ اس کی جبین کو نبیؐ نے چوما تھا۔ اس کے رخسارے کیا ہی روشن ہیں۔ اس کے ماں باپ قریش کے بلند لوگوں سے ہیں اور ان کا نانا سب سے بہتر ہے

(پانچویں روایت) اخرج ابو نعيم من طريق حبيب بن ثابت عن ام سلمة قالت ما سمعت نوح الجن منذ قبض النبي صلى الله عليه وآله وسلم الا الليلة وما ارى ابني الا قد قتل تعني الحسينؑ فقالت لجاريتها اخرجي وسلي فاخبرت انه قد قتل واذا الجنية

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے اور انھوں نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا میں نے جنات کا رونا نہیں سنا۔ بجز آج کی رات کے۔ اس لئے میں نے جانا کہ میرا بیٹا حسینؑ شہید ہوا۔ پس میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ تو گھر سے نکل کر پوچھ تو۔

تنوح شعر

الا یا عین فابکی بجهد
ومن یبکی علی الشهداء بعدی
علی رهط تقودهم المنایا
الی متجبر فی ملک وغد

معلوم ہوا کہ حسینؑ شہید ہوئے اور جن یہ کہہ کر رونے لگے۔ (ترجمہ اشعار)

اے چشم تجھ سے جتنا ہو سکے گریہ و زاری کر ان شہیدوں پر
جن کو موت ظالم جبار ناکس کی طرف کشاں کشاں لے گئی

(معجزات) واخرج ابن عساکر عن المنهال بن عمرو قال انا والله رایت راس الحسینؑ حین حمل وانا بدمشق و بین یدی الراس رجل یقرء سورة الکهف حتی بلغ قوله تعالی ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباً فانطق الله الراس بلسان ذرب فقال اعجب من ذلک قتلی وحملی۔

ابن عساکر نے منہال ابن عمرو سے روایت کی ہے کہ میں شہر دمشق میں تھا کہ واللہ میں نے دیکھا کہ نیزہ پر سر مبارک حسینؑ کو لے جا رہے تھے۔ اور آگے سر مبارک کے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا تھا۔ جب اس آیت پر پہونچا (کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں سے عجوبہ تھے) تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویا کر دیا اور اس نے بزبان فصیح کہا کہ میرا قتل اور میرے سر کا نیزہ پر چڑھایا جانا اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے

(ساتویں روایت) اخرج احمد والبیهقی عن ابن عباس قال رأیت النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی النوم ذات یوم نصف النهار اشعث اغبر بیده قارورة فیها دم فقلت ما هذا قال دم الحسینؑ واصحابه لم ازل التقطه منذ الیوم فاحصینا ذلک الوقت فوجدت قد قتل ذلک الیوم

احمد اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ایک دن دوپہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ اور دست مبارک میں ایک شیشہ خون سے بھرا ہوا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا حسینؑ اور اس کے اصحاب کا خون ہے اس کو میں آج صبح سے جمع کر رہا تھا ابن عباس کہتے ہیں کہ اس وقت کو یاد رکھا گیا۔ آخر مجھے خبر

ملی کہ اسی دن حسینؑ شہید ہوئے۔

(آٹھویں روایت) اخرج ابو نعیم من طریق ابن لھیعہ عن ابی قبیل قال لما قتل الحسینؑ احتزو راسہ وقعد وافی اول مرحلۃ یشربون النبیذ فخرج علیھم قلم من حدید فکتب سطر ابدم شعر

اتوجو امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

ابو نعیم نے طریق ابن لہیعہ سے اور اس نے ابی قبیل سے روایت کی ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے اور اشقیا سر مبارک کاٹ کر شام کی طرف روانہ ہوئے پہلی منزل پر نبیذ پینے بیٹھے تھے ناگہاں غیب سے ایک آہنی قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ لکھا (ترجمہ شعر) "کیا وہ لوگ جو حسینؑ کو قتل کریں ان کے نانا سے روز محشر شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔"

بھائیو! جناب شاہ صاحب کے کلام اور ان احادیث کے ساتھ ان علماء کے اقوال پر بھی نظر کرو جو یزید بن معاویہ کو خلیفہ برحق بتاتے ہیں اور خود ہی انصاف کرو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی کی تعمیل یہی ہے۔ کہ یزید سے فاسق و فاجر کو تو تمہارے علماء امام مفترض الطاعت بتائیں۔ اور سبط رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام پر اس کی بیعت واجب ٹھہرائیں۔ اور بیعت نہ کرنے سے باغی بتائیں۔ یہ اقوال ان علماء اہلسنت کے ہیں جو علماء اعلام اور فضلاء اعظام میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جن کے احکام اور فتوؤں پر مذہب اہلسنت کا دار و مدار ہے۔

المختصر ان خاصان خدا کی مظلومی اور بے کسی۔ اور جور و تعدی کی روایتوں اور حکایتوں سے کتب سیر و اخبار و احادیث اہلسنت مملو ہیں۔ اور ان باتوں کو کل علمائے اہلسنت چھوٹے اور بڑے تسلیم بھی کرتے ہیں۔ مگر بمفوائے شعر

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

صرف اپنے مذہب کی بقا کے لئے مصائب آل رسولؐ سے چشم پوشی اور انکار کرتے ہیں اور ہمہ تن ان کے چھپانے میں ساعی اور کوشاں رہتے ہیں۔ اور یہ سب اہتمام محض اصحاب

اہل السنۃ والجماعۃ القامعین للبدعۃ کانہم یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما ظہر فی اساری بدر من سید العالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ وازواجہ اجمعین [۵]

کے جو قاطع بدعت ہیں، اکثر خطا کو انبیاء پر جائز جانتے ہیں جیسا کہ قیدیان بدر کے بارے میں خود سرور عالم سے خطا ظاہر ہوئی ہے

اور علامہ توشیحی کے نزدیک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجتہدین کے مانند ایک مجتہد تھے (ان کا قول آئندہ درج ہوگا) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صرف آیات قرآن جو آنحضرت امت کو سناتے تھے وحی ہیں نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول پیغام خدا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وحی ہوتا تو خود آنحضرت پر خدا اظہار عتاب کیوں فرماتا۔ جیسا کہ اکثر جگہ قرآن مجید میں ہے۔ شاہ صاحب کی بکواس ملاحظہ ہو۔

جمیع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست ہم بدلیل عقلی وہم بدلیل نقلی اما عقلی پس نزد ہر عاقل ظاہر ست کہ معنی رسول رسانندۂ پیغام ست و چوں اضافت بخدا کردیم رسانندہ پیغام خدا معنی این لفظ شد پس در ضمن رسالت ہمیں قدر داخل ست کہ بسوی او وحی آمدہ باشد وبواسطہ او پیغامی از جانب خدا بما برسد نہ آنکہ ہر قول او پیغام خدا باشد و آیہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہم خاص بقرآن ست بدلیل "علمہ شدید القوی" نہ عام در جمیع اقوال پیغمبر و این امر روشن ست کہ اگر کسی را بادشاہے یا امیرے رسول خود کردہ بجانب ملکے بفرستد ہرگز مردم آں ملک جمیع اقوال آں رسول را از جانب آں بادشاہ و آں امیر نخواہند

پیغمبر کی ہر بات کا وحی سمجھنا دلیل عقلی و نقلی سے باطل ہے دلیل عقلی تو یہ کہ ہر صاحب فہم پر ظاہر ہے کہ رسول کے معنی پیغام رساں کے ہیں اور جب اس لفظ کی اضافت خدا کی طرف ہوگی تو اس کے معنی خدا کا پیغام پہونچانے والا ہوگا۔ پس رسول کے مفہوم میں اسی قدر داخل ہے کہ رسول پر وحی آتی ہو اور اس کے وسیلے سے خدا کا پیغام ہم کو پہونچے، نہ کہ ہر کلام پیغمبر کا پیغام خدا ہے اور آیہ وما ینطق عن الھوی کی تخصیص جس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ بموجب وحی کلام کرتے ہیں نہ اپنی خواہش نفس سے، صرف قرآن کی حد تک ہے نہ کہ اس سے زیادہ اس کی دلیل علمہ شدید القوی کا جملہ ہے۔ یعنی آیات قرآنی کے علاوہ جو کچھ رسول کا ارشاد ہے اس سے وحی کا تعلق نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا امیر کسی کو اپنا رسول مقرر کر کے کسی ملک کو بھیجے تو اس ملک کے لوگ

---

[۵] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۳۶۹ جلد اول طبع لکھنؤ۔ ردیابین کمی ... معتمد حیدری

کی خاطر کئے جاتے ہیں تاکہ ان کا پردہ فاش نہ ہو۔ کیونکہ ان حالات کے ذکر اور اذکار سے سقیفہ بنی ساعدہ کے کارناموں پر روشنی پڑتی ہے۔ اور ان کا اثر فضیلت صحابہ اور خلافت اولے پر پڑتا ہے۔ اور یہ ہم نہیں کہتے بلکہ یہ قول بھی خود تمہارے ہی علماء اور فضلاء عظام کا ہے۔ جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں صاف صاف تحریر فرماتے ہیں۔

"آل رسولؐ پر جو ظلم و ستم ہوئے ہیں وہ طشت از بام ہیں جو کسی کے چھپائے سے چھپ نہیں سکتے۔ اور جن علمائے اہلبیت رسولؐ کے حالات اور واقعات کربلا بیان کرنے اور یزید کو برا کہنے کی ممانعت کی ہے اس کا قوی سبب یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنے میں قوی اندیشہ اور خوف اس امر کا ہے کہ اس کے اوپر والوں پر لعنت کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ جیسا کہ رافضیوں میں رائج ہے۔"

قول علامہ تفتازانی کہ یزید پر لعنت کرنے سے اوپر والوں تک لعنت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔

علامہ موصوف کے کلام کی نقل یہ ہے:۔

ان ما وقع بين الصحابة من المحاربات والمشاجرات على الوجه المسطور في كتب التواريخ والمذكور على ألسنة الثقات يدل بظاهره على ان بعضهم قد حاد عن طريق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وكان الباعث له الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملك والرياسة والميل الى اللذات والشهوات اذ ليس كل صحابي معصوم ولا كل من لقى النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالخير موسوما الا ان العلماء لحسن ظنهم باصحاب رسول الله ذكروا لها محامل وتاويلات بها تليق وذهبوا الى انهم محفوظون

جو نزاعات اور مشاجرات مابین صحابہ واقع ہوئے اور جو زبان زد خلائق ہیں نیز کتب تواریخ میں مندرج ہیں ان کا سبب بجز عناد و حسد و بغض اور طلب ریاست و خواہشات لذات نفسانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ کل اصحاب معصوم تھے نہ یہ ضرور ہے کہ جو پیغمبر خدا صلعم کی صحبت میں رہا ہو وہ خیر پر بھی ہو۔ علماء نے بسبب حسن ظن کے جو ان کو صحابہ سے ہے ان مشاجرات اور نزاعات کی تاویل کی ہے۔ اور دوسری باتوں پر ان کو محمول کر دیا ہے اور یہ انھوں نے اس وجہ سے کیا ہے کہ لوگوں کے عقیدے اصحاب خصوصاً مہاجرین و انصار و مبشرین بالثواب کے بارہ میں

عما یوجب التضلیل والتفسیق
صوناً لعقائد المسلمین عن الزیغ
والضلالة فی حق کبار الصحابة
سیما المهاجرین منهم والانصار
والمبشرین بالثواب فی دار القرار
واما ما جری بعدهم من الظلم
علی اهل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فمن الظهور بحیث
لا مجال للاخفاء ومن الشناعة
بحیث لا اشتباہ علی الآراء اذ
تکاد تشهد به الجماد والعجماء
ویبکی له من فی الارض والسماء و
تنهد منه الجبال وتنشق الصخور
ویبقی سوء عمله علی کر الشهور و
مر الدهور فلعنة اللہ علی من باشر
او رضی او سعی ولعذاب الآخرة
اشد وابقی فان قیل فمن علماء
المذهب من لم یجوز اللعن
علی یزید مع علمهم بانه یستحق
ما یربو علی ذلک ویزید قلنا تحامیا
علی ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما
هو شعار الروافض علی ما یروی
فی ادعیتهم ویجری فی اندیتهم
فرای المعتنون بامر الدین
الجام العوام بالکلیة طریقا الی

فاسد نہ ہو جائیں۔ رہا یہ امر کہ ان کے بعد
اہلبیت رسالت مآب پر جو ظلم وستم
کیا گیا (بعد کا لفظ صرف ابقاء مذہب
کی خاطر لایا گیا ہے۔ حالانکہ ظلم وستم
کی ابتداء تو انہیں سے ہوئی)
ایسا ظاہر از بام ہے کہ اس کا
اختفا ناممکن ہے۔ پس خدا کی لعنت
کی لعنت ہے اس شخص پر جو اس
امر کا مرتکب ہوا۔ یا جس نے اس
کا ارتکاب کیا جو اس پر راضی ہوا یا
جس نے اس میں سعی کی۔ اور یہ
امر کہ بعض علماء مذہب نے
یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز
قرار نہیں دیا۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں
کہ وہ لعنت سے بھی زیادہ کا مستحق ہے
اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اعمال
شنیعہ پر مطلع ہونے اور اس پر لعنت
کرنے سے یہ اندیشہ وخوف ہے کہ
اس کے اوپر والوں پر لعنت کا سلسلہ
قائم ہو جائے گا۔ جیسا کہ رافضیوں
کی دعاؤں اور محفلوں میں رائج ہے
پس بلحاظ دور اندیشی وپیش بندی
علماء نے یزید پر لعنت کرنے سے
منع کیا ہے تاکہ یہ سلسلہ اوپر والوں
کی طرف رہبری نہ کرے ورنہ یا تو

لا اقتصاد فی الاعتقاد بعیت — پوشیدہ نہیں ہے کہ باتفاق یزید پر
لا قول الا تقدام عن السواء — لعنت کرنا درست اور وہ اس
ولا تفضل الافہام بالاھواء — کا مستحق ہے۔ پھر کس لئے اس پر
والا فمن یخفی علیہ الجواز والا ستحقاق — اتفاق نہ کیا جائے۔
وکیف لا یقع علیہا الاتفاق

ابن حجر مکی صواعق (ص ۱۳۲ طبع مصر) میں لکھتے ہیں:-

قال الغزالی وغیرہ یحرم — امام غزالی وغیرہ کا بیان ہے کہ
علی الواعظ روایۃ مقتل الحسن — واعظ پر فرزندان رسولؐ یعنی حسنینؑ
والحسینؑ وحکایاتہ وما جری — کے قتل کا حال اور اصحاب کی باہمی عداوت
بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم — و دشمنی کے حالات بیان کرنا حرام ہے
فانہ یھیج علی بغض الصحابۃ — کیونکہ اس سے اصحاب کے حقیقی حالات
والطعن فیھم۔ — معلوم ہوتے ہیں اور اس سے لوگوں کو اصحاب
پر طعنہ زنی اور ان سے بغض رکھنے کا موقع ملتا ہے

بھائیو! یہ باتیں غصب حقوق و ایذا رسانی اہلبیت رسولؐ مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جو خود محدثین و محققین و متکلمین و مفسرین و آئمہ اہل سنت صغار و کبار کی زبان قلم سے پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہیں ان کو جھٹلانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اپنے ہی ہادیان مذہب و ملت بلکہ خدا اور رسولؐ کی تکذیب کرنی ہے و نعوذ باللہ من ذالک۔ و قال تعالیٰ

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذجاءہ (پ ۲۴ ع ۲) — پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو خدا کے برخلاف جھوٹ بولے۔ اور سچ کو جب اس کے پاس آئے جھٹلائے۔

غرض جب کہ اہل سنت کے مذہب کی حقیت اور بطلان کا دار مدار اصحاب ممدوحین کی بھلائی اور برائی پر ہے تو جو کچھ ان کے حالات و واقعات اسناد کے ساتھ اس جلد میں لکھے گئے ہیں۔ ان کو چشم انصاف سے ملاحظہ کریں کہ خود انھیں کے علماء اصحاب کبار کے حالات جو منافی ایمان و اسلام ہیں کس شد و مد اور توضیح و تصریح سے قلم بند کر گئے

[illegible]

ہیں اور ان کی حرمت فضیلت اور ایمان واعتقاد پر کیسے کیسے گل کھلائے گئے ہیں۔ اور قطع نظر اقوال دیگر علماء صرف اپنے ہی پیر و مرشد زبدۃ العارفین خاتم المحدثین جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے اس ارشاد۔

"مذہبی کہ مخالف ایں دو عظیم القدر یعنی قرآن واہلبیت" باشد عقیدۃً عملاً باطل و نامعتبر ست وہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین ست

(تحفہ باب چہارم صفحہ ۲۰۱ سطر ۱۳)

پر غور کریں۔ تو حضرت پیر و مرشد کے قول سے ان کے مذہب کا بطلان ثابت ہے۔ اس لئے کہ اس کا دار و مدار صرف اصحاب کی پیروی پر ہے۔ جن کی اتباع کا حکم نہ خدا نے دیا نہ رسول نے اور جب کہ خود اصحاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرکے آل رسولؐ سے منحرف ہو گئے۔ تو پس

قولہ تعالیٰ

ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا

جس شخص نے خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی یقیناً کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا

ان کی پیروی میں خطا ہے ؎

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

علی ہذا نواب محسن الملک نے بھی صاف صاف ان الفاظ میں کہا۔

"جو باتیں غصب حقوق اہلبیت کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر وہ صحیح سمجھی جائیں۔ تو ان سے کل مہاجرین وانصار اور اصحاب نبوی کا اسلام و ایمان سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے"

اصحاب عام و خاص کو اسلام سے خارج کر گئے ہیں۔ اور جن اصحاب کی جانب سے وہ باتیں جو باعث ایذا اور رنج و ملال اہلبیت رسالت ہوئیں۔ وقوع میں آئیں وہ خود کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہیں۔ جن کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس نے آل رسولؐ کو ایذا دی۔ اس نے رسول اللہؐ کو ایذا دی۔ جس نے رسول اللہؐ کو ایذا دی۔ اس نے خدا کو ایذا دی۔ جس پر متعدد حدیثیں شاہد ہیں۔ از آنجملہ تین ہیں۔

(پہلی حدیث) روی عن مجاهد قال خرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اخذ ابید فاطمة فقال من عرف هذه فقد عرفها ومن لم یعرفها فهی فاطمة بنت محمد وهی بضعة منی وهی قلبی وهی روحی من اذاها فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله اخرجه ابن عساکر

(ارجح المطالب ص۳۱۹)

مجاہد کہتے ہیں۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا جو شخص اسکو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو کوئی نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ یہ فاطمہ میری بیٹی اور میرے جگر کا ٹکڑا، میرا دل اور میری روح ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔

(دوسری حدیث) عن علی قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لفاطمة یا فاطمة ان الله یغضب لغضبك ویرضی برضاك اخرجه ابو یعلی والطبرانی والحاکم وابو نعیم ط (ایضا باب سوم ص۲۴۹)

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بتحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ علیہا السلام سے فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تیرے غضب کی وجہ سے غضب میں آتا ہے اور تیری خوشی سے خوش ہوتا ہے۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایذا دینے والوں کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے

(۱) ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعد لهم عذابا مهینا

یعنی جس نے خدا اور اس کے رسول کو ایذا دی اس پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار ہے اور اسکے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے

(۲) والذین یؤذون الله ورسوله لهم عذاب الیم

اور جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے عذاب دردناک ہے

جو کچھ اصحاب کی نسبت جناب مولائی صاحب نے فیصلہ فرمایا ہے۔ یہی فیصلہ شمس العلماء شبلی نعمانی کا بھی ہے یعنی

"اگر حضرت عمران باتوں میں جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں دخل دیتے تو بزرگ ماننا درکنار ہم ان کو اسلام کے دائرہ سے بھی باہر سمجھتے"۔

(الفاروق حصہ دوم صـ۱۸)

اور حضرت عمر کا امور رسالت میں دخل دینا بھی ہم حسب اقوال علمائے کرام اہلسنت ثابت کر آئے ہیں۔ اور آئندہ بھی بہت کچھ ثبوت پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انحراف واختلاف اور مخالفت ومزاحمت کرنے والوں کی نسبت اللہ جل شانہ یہ ارشاد فرماتا ہے:-

(۱) ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب (پ ۲۸ س حشر)

یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور رسولؐ کی مخالفت کی اور جس نے اللہ کی مخالفت کی تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔

(۲) الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالداً فیھا ذلک الخزی العظیم (پ ۱۰ س توبہ)

کیا انھیں معلوم نہیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں ان کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت ہی بڑی رسوائی ہے۔

پس جبکہ اصحاب ممدوحین کا کچا چٹھا آپ پر کھل گیا اور جن علماء پر آپ کو ناز ہے جن کی تصنیفات وتالیفات کو آپ اپنے دین ومذہب کا ستون سمجھتے ہیں وہی اصحاب کے متعلق یہ قول فیصل کر گئے۔ اور ایسے ایسے فتوے دے گئے کہ جن سے کوئی مسلمان انکار ہی نہیں کر سکتا تو ان کے اقوال پر عمل کرو اور ایسی کھلی شہادتوں کے بعد اپنے ان علماء کی ہدایت کو ضلالت سمجھو جو خدا اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال کر تم کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ:-

"روش اہلسنت والجماعت آنست کہ صحابہ را جز خیر یاد نہ کنند وآنچہ از ایشاں در مشاجرات ومحاربات وتقصیر در حقوق اہلبیت نبوی ورعایت ادب نقل کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار از آں اغماض کنند وتغافل ورزند گفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ انگارند۔"

اگر خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہو تو حق وباطل کھل جانے کے بعد ایسی نصیحتوں پر

عمل کر کے اپنے آپ کو آیہ کریمہ :-

(۱) اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ | انھوں نے اپنے پیروں اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا۔

کا مصداق نہ ٹھہراؤ۔ آخر کار ایک دن خدا کے سامنے جانا اور حساب دینا ضرور ہے۔
قولہ تعالےٰ

(۲) واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون۔ | اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ تم اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

وہاں پیری مریدی کے یہ راز و نیاز کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ اس دن مرید اپنے پیروں سے اور پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کریں گے۔ قولہ تعالےٰ

اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا وراوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب (پ ۲ سورہ بقرہ ع ۲) | کیا وہ شدید وقت ہوگا جب پیشوا لوگ اپنے پیروں سے پیچھا چھڑائیں گے اور ان کے باہمی تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

اور مرید اپنے پیروں کی نسبت یہ کہیں گے۔

وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ہ (پ ۲۲ س احزاب ع ۸) | اور کہیں گے اے پروردگار ہمارے ہم نے اپنے یقیناً سرداروں اور اپنے بڑے بڑوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہم کو راہ راست سے بہکایا۔

اگر چاہتے ہو کہ بیڑا پار ہو تو اس حدیث پہ

مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی | میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے۔ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے کنارہ کیا غرق اور ہلاک ہوا۔

عمل کر کے اس جماعت سے جس کی بدولت جہاز آل رسولؐ اور اولاد بتولؑ غرق ہوا جس سے آئینہ ایمان و اسلام کو زنگ لگا۔ الگ ہو جاؤ اور زمرۂ مومنین میں جس کو خدائے پاک نے اپنے فضل و کرم سے اولئک ھم المفلحون فرمایا ہے مل جاؤ۔

آل رسولؑ کو اپنا ہادی و امام نہ سمجھے اور ان سے تمسک نہ ہونے کا تاسف اور غم
آپ کو اس وقت ہو گا۔ جس وقت آپ پر یہ حالت طاری ہو گی۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ
وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ
وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلَٰكِن
كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ
أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ
ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ (پ قیامت)

"جب کہ جان ہنسلی تک پہنچیگی"۔ اور کہا
جائیگا کہ کون افسوں کرنے والا ہے"
اور آدمی سمجھے گا۔ کہ اب جدائی ہوئی"
"پنڈلی پر پنڈلی لپٹی ہو گی"۔
تیرے پروردگار کی طرف اس دن کھیچ جانا
ہو گا"۔ "نہ تو نماز پڑھی نہ تصدیق کی"۔
"بلکہ جھٹلایا اور منہ موڑا"۔ "پھر اپنے لوگوں
کی طرف اینٹھتا ہوا گیا" "ویل ہے تیرے لئے
پھر ویل ہے تیرے لئے"۔

اس وقت اس خواب غفلت سے ہوشیار ہو گے۔ اور حسرت سے کہو گے کاش
خدا پھر ہم کو دنیا میں لوٹا دے۔ تاکہ ہم حدیث رسولؐ قرآن اور آل رسولؐ سے متمسک
ہو کر زمرۂ مومنین میں شریک ہو جائیں۔ جیسا کہ خداوند متعال ہم کو آگاہ فرماتا ہے۔

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا
لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ
مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ
أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ
لَا تَشْعُرُونَ ۝ أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ
عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن
كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ
أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ
الْمُتَّقِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى
الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ

اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو جاؤ۔
اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ مگر اس سے
پہلے کہ تم پر غضب نازل ہو۔ پھر تم کو کسی طرف
سے مدد نہ پہنچ سکے۔ تمہارے پروردگار
کی طرف سے جو اچھی باتیں نصیحت کی تم پر
نازل ہوئی ہوں پیرو چلے۔ قبل اس کے کہ
یکایک تم پر عذاب نازل ہو۔ جبکہ تم کو اس
کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر کار
تم میں سے کوئی کہنے لگے کہ افسوس میری اس
کوتاہی پر جو میں نے پاس خدا رکھنے میں کی اور میں
تو ان باتوں پر ہنستا ہی رہا۔ عذاب کو آتا دیکھ کر

المحسنین ہ بلی قد جائتک ایاتی وکذبت بہا واستکبرت وکنت من الکافرین ہ (پ ۲۴ س الزمر)

اگر کہنے لگے کہ کاش مجھ کو دنیا میں پھر لوٹ کر جانا نصیب ہو تو میں بھی نیک بن کر نیکوں کے زمرے میں ہوں اس وقت خدا اس سے فرمائے گا ہاں ہمارے احکام تجھ کو پہونچے اور تو نے جھٹلایا اور اکڑ بیٹھا اور کافروں میں سے ایک تو بھی ہو گیا۔"

پس لازم ہے کہ اس سفر سے پہلے حسب ارشاد باری تعالیٰ

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ہ (پارہ ۶ س مائدہ ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے حضور میں وسیلہ بہم پہونچاؤ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

ایسا وسیلہ پکڑو جس کے ساتھ حق ہو۔ اور وہ حق کے ساتھ ہو۔ جو نہ قرآن سے جدا ہو۔ اور نہ جس سے قرآن جدا ہو۔ وہ وسیلہ حبل المتین نفس رسول رب العالمین خاتم الوصیین۔ امام المتقین۔ قائد الغر المحجلین۔ سید العارفین امام البررہ۔ قاتل الکفرہ۔ مظہر العجائب والغرائب علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں جن کی شان میں رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

انا مدینۃ العلم و علی بابہا

اسی وسیلہ سے تمہاری ڈوبتی ہوئی کشتی پار لگے گی۔ اور تم کو بروز حساب حسب آیہ شریفہ

ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

"نہ کسی طرح کا ڈر ہوگا۔ اور نہ کچھ غم و ملال" کچھ غم نہ ہوگا۔

اگر یہ وسیلہ چھوڑ دیا تو بروز حشر دست تاسف ملوگے اور بحسرت و ندامت یہ کہوگے۔

یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلتی لم اتخذ فلانا خلیلا ہ (پ ۱۹ س الفرقان ع ۳)

کاش رسول اللہ کے ساتھ میں بھی (سیدھا) راستہ پکڑتا۔ ہائے افسوس کاش فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا۔

آگاہ ہو کہ وہاں یہ سوال و جواب بھی ہوں گے۔

کلما القی فیھا فوج سألھم	جب ایک فوج جہنم میں ڈالی جائے گی۔
خزنتھا الم یاتکم نذیر	نگہبان اللہ سے پوچھیں گے کہ آیا تمہارے
قالوا قد جاءنا نذیر فکذبنا	پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ
وقلنا ما نزل اللہ من شئی ان	کہیں گے کہ ہاں ہمارے پاس آیا تو تھا۔
انتم الا فی ضلال کبیر	ضرور مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہہ دیا
(پارہ ۲۹۔ سورہ الملک)	تھا کہ اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری ہے۔
	تم خود ہی گمراہی میں ہو۔
من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم	تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

قولہ تعالیٰ

قد جاءکم بصائر من	بتحقیق تمہارے پروردگار کی طرف سے
ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن	دلیلیں آ چکی ہیں پس جس نے (انھیں)
عمی فعلیھا وما انا علیکم	دیکھا اس کا فائدہ اسی کے لئے ہے اور
بحفیظ ۵	جو (اس سے) اندھا ہوا (اس کا ضرر) اسی
(پ ۷۔ سورۃ الانعام۔ ع ۱۳)	پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ کہ اس کی توفیق سے آیات محکمات کی پہلی جلد ختم ہوئی۔ اگرچہ یہ جلد آیات بینات کے صرف نو صفحوں کے جواب میں ہے مگر مضامین مندرجہ کے ملاحظہ سے معزز ناظرین پر روشن ہوگا کہ میں نے صرف آیات بینات ہی کے جواب پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ ضمناً ان تاریخی واقعات اور حالات پر بھی نظر ڈالی ہے جن سے ناواقف لوگوں کو آگاہ کرنا ضرور تھا۔ یعنی اللہ جل شانہ کی جو غرض

والسنت اما نقلی پس برائے آنکہ اگر اقوال آنحضرت
تمام وحی منزل من اللہ می شد در قرآن مجید چرا بہ
بعضے اقوال آنحضرت عتاب می فرمودند حالانکہ
دو جا با عتاب شدید نازل شد عفا اللہ عنک
لم اذنت لھم قولہ تعالیٰ ولا تکن للخائنین
خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیما
ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم الی
آخر الآیۃ و در اذن دادن بگرفتن فدیہ از
بندیان بدر این قدر تشدد و چرا واقع
می شد کہ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم
فیما اخذتم عذاب عظیم ۔
تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲۹۶ [1]

اس سفیر کی ہر بات کو بادشاہ یا امیر کی جانب سے تصور نہ کریں گے
اور دلیل نقلی یہ ہے کہ اگر آنحضرت کی سب باتیں بمنزلہ وحی
خدا ہوتیں تو قرآن مجید میں آنحضرت کی بعض باتوں پر کیوں
عتاب فرماتا۔ حالانکہ چند مقامات میں آنحضرت پر سخت
عتاب نازل ہوا ہے جیسا کہ آیۂ عفا اللہ عنک میں ہے
کہ خدا تم کو معاف کرے تم نے ان کو کیوں اجازت دی"
اور "تم خیانت کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے ہو، خدا
سے طلب آمرزش کرو اور بہ تحقیق خدا غفور و رحیم ہے" اور
جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے جدال
نہ کرو۔ قیدیان بدر سے فدیہ لینے کی اجازت دے دینے پر
اتنا تشدد کیوں ہوتا۔ (اگر خدا پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو جو کچھ تم
نے لیا اس کی بابت تم پر ضرور سخت عذاب نازل ہوتا)

جناب شاہ ولی اللہ والد ماجد شاہ صاحب اور ان کے مرید رشید شمس العلما شبلی نعمانی
بھی یہی تفریق کرتے ہیں جیسا کہ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹ میں ہے۔ جس کی نقل یہ ہے۔

"سب سے پہلا مرحلہ تھا کہ آنحضرت سے جو اقوال و افعال منقول ہیں وہ
کلیۃً مسائل کا ماخذ ہو سکتے ہیں یا ان میں کوئی تفریق ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے
اس بحث پر حجۃ اللہ البالغہ میں ایک نہایت مفید مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے جو افعال و اقوال مروی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک
وہ جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت خدا کا ارشاد ہے کہ
وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا (یعنی پیغمبر جو
چیز تم کو دے وہ لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو) دوسرے وہ جن کو منصب
رسالت سے تعلق نہیں چنانچہ ان کے متعلق خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے انما
انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیٔ من رائی فانما
انا بشر (یعنی میں آدمی ہوں اس لئے جب میں دین کی بابت کچھ حکم دوں تو اس کو لو۔ اور جب

(حاشیہ) [1] ایضاً صفحہ ۴۵۷ و ۴۵۶ ۔ عابد حیدری

بعثت سید الاصفیا خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا یہی تھی۔ کہ لوگ شرک و کفر کی تاریکی سے نکالے جائیں۔ ایمان و اسلام کی روشنی میں لائے جائیں اور کتاب خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اتاری گئی ہے۔ اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا ہے۔ اس پر اور روز آخرت پر صدق دل سے ایمان لائیں۔

(۱) الٓرٰ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید (پ ۱۳ س ابراہیم)

اے رسول یہ کتاب ہم تمہارے پاس اس غرض سے اتاری ہے۔ کہ خدا کے حکم کے بموجب لوگوں کو کفر کی تاریکی سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال دو (یعنی) اس زبردست لائق تعریف خدا کے راستے کی طرف لوگوں کو نصیحت اور ہدایت کی جائے۔

(۲) ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (سورہ جمعہ)

وہ تو ہے۔ جس نے جاہلوں میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا۔ جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے یہ لوگ صریحی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

یہ غرض اس کی باحسن الوجوہ آپ کی ہدایت و نصیحت سے حاصل ہو گئی۔ کہ دنیا ایمان و اسلام کے نور سے روشن و منور ہو گئی۔ مگر افسوس ہے کہ کتب و تواریخ وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی اصحاب نے احکام خدا اور رسولؐ کے خلاف ورزی کر کے اپنی غرض و ہوا کو ایسا دخل دیا۔ کہ جس سے ایک دین اسلام کے تہتر ٹکڑے ہو گئے۔ جن میں صرف ایک ہی فرقہ ناجی ہے۔ باقی ناری۔

لہٰذا اس امر کے تحقیق کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ اس تنزل کے اسباب کیا ہیں اور کون لوگ اس تفرقہ اندازی اور خرابی کا باعث ہوئے۔ نیز یہ اہم مسئلہ بھی قابل غور تھا۔ کہ آیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کسی جانشین کو جو حافظ شریعت ہو ضرورت تھی۔ اگر تھی۔ تو جانشین منصوص من اللہ ہونا چاہیے تھا یا جماعت

متعلق ہے کیا خود جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حین حیات میں کسی کو اپنا جانشین کر گئے تھے۔ اگر کر گئے تھے تو کیا کل امت نے اس کی اطاعت و متابعت کی ہر چند کہ بعد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تا وقت زوال سلطنت تعلیہ عثمانیہ خلافت و حکومت خود مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ مگر تمام خلفاء و سلاطین بالخصوص آلِ رسول اور اولاد بتولؑ ہی کے دشمن کیوں رہے جس کا اثر اب تک باقی ہے۔

علاوہ بریں دیگر واقعات و حالات مثل خلافت سقیفہ و اتلاف حقوق اہلبیت نبویؐ مثل ضبطی و فدک و خمس و میراث و جنگ جمل و نہروان اور واقعات کربلا وغیرہ معرکتہ الآرا مسائل ایسے ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ ان امور میں سے کچھ تو اس جلد میں مذکور ہوئے ہیں اور باقی دیگر مجلدات میں لکھے جائیں گے انشاء اللہ۔

اگرچہ اس جلد میں جو حالات اور واقعات از روئے کتب اہل سنت درج کئے گئے ہیں وہ اجمالاً لکھے گئے ہیں تاہم ان سے بھی مذہب اہلسنت وجماعت کا بجائے قرآن و حدیث اصحاب کے اقوال پر قائم ہونا۔ اصحاب کا امور شریعت میں اپنے قیاس پر عمل کرنا۔ احکام رسالت سے عدول کرنا۔ امور رسالت و نبوت میں حجت و تکرار کرنا۔ وصی رسولؐ و بضعۂ رسولؐ کو ایذا دینا۔ حقوق اہلبیت نبویؐ ساقط کرنا۔ ان خاصان خدا کی توہین کرنا۔ ان کو تباہ و تاراج کرنے کے اسباب فراہم کرنا۔

یہ سب باتیں خود انہیں کی کتابوں سے اور انہیں کے علماء کرام و فضلائے عظام کے اقوال سے بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ بخوبی ثابت ہو چکی ہیں۔ پس جو چشم بینا اور گوش شنوا رکھتا ہے اور جس کے دل میں ایمان کا درد ہے اس سے تو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ حالات اور واقعات مندرجہ پر غور کر کے اپنے ایمان اور اعتقاد کی اصلاح کرے گا۔ کما قال عز و جل۔

فذکر ان نفعت الذکری — جہاں تک سمجھانا مفید ہو سمجھاتے رہو
سیذکر من یخشی — جو ڈرتا ہے وہ جلد سمجھ جائے گا۔
البتہ جو آیہ کریمہ :۔
کلا بل ران علی قلوبھم ما کانو یکسبون — ہرگز نہیں بلکہ ان کے کرتوتوں نے ان کے دلوں میں زنگ لگا دیا ہے۔

کے مصداق ہیں۔ اور اپنی حرص و ہوا کے پیچھے نہ خدائے پاک کی شہادتوں کو مانتے ہیں نہ جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو سنتے ہیں۔ نہ اپنے ہی آئمہ کرام و علمائے عظام کے اقوال کو دیکھتے ہیں اور نہ پچھلی امتوں ہی کے حالات سُن کے جو خدا اور انبیاء مرسلین سے سرکشی اور نافرمانی کر کے عذاب شدید میں مبتلا ہوئیں کچھ عبرت حاصل کرتے ہیں اور جملہ اصحاب کی مودت و محبت میں آیہ کریمہ

وما یاتیھم من ذکر من الرحمٰن	ان کے پاس خدا کی طرف سے کوئی تازہ
محدث الا کانوا عنہ معرضین۝	نصیحت ایسی نہیں آئی کہ اس سے روگرداں
فقد کذبوا فسیاتیھم انبٰؤا	نہ ہوتے ہوں۔ انھوں نے یقیناً جھٹلایا تو
ما کانوا بہ یستھزءون۝	عنقریب جس چیز کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اس
(پ ۱۹ س الشعراء ع ۱)	کی خبریں ان کے پاس آجائیں گی۔

کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ ان کی توجہ خدا و رسول کے احکام کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے۔ ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس — در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

اگرچہ جو حالات اور واقعات اس جلد میں لکھے ہیں اور جو دلائل اس کے متعلق پیش کئے ہیں وہ ایک طالب حق کے لئے بہت کافی ہیں۔ تاہم ابھی ہم کو بہت کچھ لکھنا اور پیش کرنا ہے چونکہ حضرت شاہ صاحب نے بعض آیات پاک سے مثل محمد رسول اللہ والذین معہ، کنتم خیر امۃ، فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم، والسابقون الاولون، لقد رضی اللہ عن المؤمنین، و دیگر آیات سے اصحاب ممدوحین کے فضائل کا استدلال کیا ہے۔ اور ان آیتوں کو انھیں کی شان میں بتایا ہے۔

اور جناب بھائی صاحب بھی برادران اہلسنت کو خوش کرنے کے لئے بلا تحقیق اس امر کے کہ ان آیات پاک کا مصداق ان حضرات کے حالات کے لحاظ سے ان پر صادق آتا ہے یا نہیں، جناب شاہ صاحب کے رنگ میں مل گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی رد بہ تائید ایزدی حسب اقوال محدثین کرام و مفسرین عظام اہل سنت آیات محکمات کی دوسری جلد میں کی گئی ہے۔ نیز علمائے اہلسنت نے ان آیتوں کو اصحاب ممدوحین کے حق میں منطبق کرنے میں جو کچھ تحریفات اور توجیہات و تلبیسات کئے ہیں ان کا بھی انکشاف اس طور سے ہوا ہے۔ ناظرین جو لئے بے ساختہ

؎ جیسے کہ تجربہ ہو رہا ہے۔ ناشر

قل جاء الحق وزهق الباطل ان — "کہ حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہوگیا

الباطل کان زهوقا — بے شک باطل مٹنے والا ہی ہے"

کئے جائیں گے۔ دوسری جلد جس میں یہ معرکۃ الآرا مباحث مذکور ہیں قابل ملاحظہ ہوگی۔ انشاء اللہ

المستعان ہرچند کہ اس جلد اور دیگر مجلدات کی تالیف میں سالہا سال سے بمصداق ع

سختی سہی کہ دم پہ بنی اس کے عشق میں — کرتا رہا ہوں کوہ کنی اس کے عشق میں

جانفشانی اور جانکاہی کر رہا ہوں مگر الحمد مشرح

"شاد از زندگی خویش کہ کارے کردم"

اور یہ محض تائید غیبی ہے کہ مجھ ہیچمداں کی زبان و قلم سے یہ عظیم اور اہم کام انجام کو پہونچا ورنہ:

"من آنم کہ من دانم"

متوقع ہوں کہ بمصداق

انظر الی ما قال ولا تنظر الی — "یہ دیکھو کہ کیا کہا ہے۔ اس کو نہ دیکھو کہ

من قال — کس نے کہا ہے۔"

بنظر تعمق ملاحظہ فرمائیں۔

حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ معزز ناظرین و سامعین کو عمل کی اور مجھے باقی مجلدات کے

طبع اور اشاعت کی جن کے مسودے تیار ہیں توفیق عطا فرمائے۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

"خدا ہمارے لئے کافی اور اچھا کارساز اور اچھا مالک اور اچھا مددگار ہے۔"

تمت بالخیر

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنہ کہ اس زمانِ میمنت اقتران میں اُوہ دُرِ بے بہا جس کے ضو کی اطراف مدت
سے آنکھیں مشتاق تھیں صدفِ خمول و بحر کمولی سے باہر آ کر کحل البصر اولی الابصار ہوا اور وہ
آفتاب جہاں تاب جس کے خفا سے قلوب اہل دل مضطر و بے تاب تھے افقِ ظہور پر جلوہ گر ہوا
اور وہ ماہِ شب چہاردہ جس کے نظارہ کا ولولہ ناظرین کو ہمہ تن تصویر کئے ہوئے تھا رونق بخش
اہل انتظار ہوا اور وہ آب حیات جو تشنگان حیات جاودانی کو جاں بلب کئے ہوئے تھا دستیاب ہوا۔ یعنی کتاب
آیات محکمات بجواب آیات بینات چھپ کر شائع ہوئی۔ ہرچند آیات بینات کا جواب
ہو چکا تھا اور چھپ بھی چکا تھا۔ لیکن اس جواب کا اشتیاق اس وجہ سے زیادہ تھا کہ جس
گھر سے آیات بینات شائع ہوئی تھی اسی گھر سے جواب بلکہ جس شجر کی ایک شاخ سے آیات
بینات نکلی اسی شجر کے دوسری شاخ سے آیات محکمات پیدا ہوئی۔ یعنی جناب حاوی الفضائل
والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل ذو المجد الراسخ والفضل العلی الشامخ جناب مولوی سید امیر حسن
صاحب دام مجدہم المستطاب نے نہایت جانفشانی اور کوشش بلیغ سے جواب اپنے بڑے بھائی کی کتاب کا
تحریر فرمایا اور ایک عرصۂ دراز سے چھاپنے کا قصد تھا۔ لیکن عوائق زمانہ سے اور کل امر مرہون ب
بوقتہ کے اثر قوی سے آج تک ملتوی رہا۔ لیکن اس زمانے میں بحمد للہ جناب مصنف نے بصرف زر کثیر
کمال اہتمام سے خوشخط و تصحیح کامل کرا کے شائع کیا۔ اس کتاب کی خوبی قسمت یہ ہے کہ اس کے
بعض مقامات کو حسب فرمائش مصنف ناصر الملۃ دام ظلہم العالی نے ملاحظہ فرمایا اور پسند کیا
مومنین کو چاہئے کہ اس جلد کو براہ قدردانی بعجلت تمام خرید فرمائیں تاکہ مصنف دام ظلہم کی ہمت
بڑھے اور جو قیمت مومنین سے وصول ہو وہی وسیلہ باقی مجلدات کی اشاعت کا قرار پائے اور کتاب
پوری شائع ہو جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا ونبینا ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاہرین
الراقم الاثم الاحقر شیخ جعفر حسین عفی عنہ

قطعۂ تاریخ نخبۃ البلغاء العظام واسوۃ الادباء الفخام سباق غایات الادب ومالک ازمۃ لسان العرب جناب سید حامد حسین صاحب ادیب دام فضلہم العالی

مصحح کتاب ہذا

اے مولوی امیر حسن صاحب یقیں — وے دُرّۂ خزانۂ عزت بسے ثمیں

ذوالمجد والمفاخر والزہد والتقی — داری نشان سجدۂ خلاق بر جبیں

بنوشتۂ کتاب بہ ہم کلام نغز — ہر حرف حرف دیکھے دجلالت چو انگبیں

تاریخ طبع کرد بہجری قوی ہم براو — سید کہ بہ لعجت و طبعش ترا معیں

اے آسمان عز و جلالت بکن نگاہ

آیات محکمات نماید چو مہر و ماہ

سنہ ۱۳۲۶ھ

خاتمۂ طبع ثانی۔ خدا کا شکر ہے کہ باوجود بے سروسامانی اور عہد حاضر کی ہوش ربا گرانی کے ہم نے [illegible] اصل کے ذریعے قرار دہ [illegible] شائع کر دیئے، ضرورت ہے کہ صاحبان استطاعت، اب علماء کی کتاب کو نشر کریں۔ ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں آپ اپنے فریضہ کو انجام دے کر نصرت حق فرمائیں۔ والسلام

فہرست مضامین آیات محکمات جلد اوّل

مسئلہ فضیلت صحابہ

اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں[1]

شاہ ولی اللہ صاحب نے احادیث کے مراتب میں جو فرق بتایا ہے اور جس سے کوئی صاحب نظر انکار نہیں کر سکتا۔ اس تفریق مراتب کے موجد دراصل حضرت عمر ہیں[2]

غرض یہ توجیہات و تلبیسات خاص صحابہ کی خاطر کی گئی ہیں کہ کسی نے تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو مثل ایک بشر کے سمجھا۔ کسی نے اس مہبط وحی الٰہی کو مجتہد جانا کسی کا قول ہے کہ جیسے ہم بشر ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ بلکہ شبلی صاحب کے بیان سے تو حضرت عمر کو آنحضرتؐ پر ترجیح ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی بلکہ متعدد معاملات میں حضرت عمرؓ کی رائے کو اختیار فرمایا اور بعض موقعوں پر تو خود وحی الٰہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی۔ قیدیان بدر۔ حجاب ازواج مطہرات۔ نماز بر جنازۂ منافق ان تمام معاملات میں وحی جو آئی وہ حضرت عمر کی رائے کے موافق آئی۔ (الفاروق) صہ ۹۲ حصہ دوم۔[3]

بھائیو! غور کرنے کا مقام ہے کہ جب علامہ تو شبلی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثل دوسرے مجتہدوں کے ایک مجتہد بتاتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب ایک پیغام رساں اور ذریعۂ نبوت و رسالت صرف اسی پر محدود کرتے ہیں کہ

در ضمن رسالت ہمیں قدر داخل ست کہ بسوی او وحی آمدہ باشد و بواسطۂ او پیامے از جانب خدا بما برسد نہ آنکہ ہر قول پیغمبر قول خدا باشد[4]

رسالت کی خصوصیت میں صرف اسی قدر ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہو اور اس کے توسط سے ہم تک خدا کا پیغام پہونچے نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول خدا کا قول ہے۔

تو پھر بخاری شریف کو کس بنا پر اصح الکتاب بعد کلام الباری کا خطاب دیا گیا ہے حالانکہ اس میں تو کل اقوال رسول اللہؐ ہی سے منسوب کئے گئے ہیں نہ کہ خدا سے، اور وہ بھی اس صورت سے کہ زید سے روایت ہے کہ اس نے بکر سے اور بکر نے عمرو سے اور عمرو نے خالد سے اور خالد نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے یہ ارشاد آنحضرت کا سنا تھا اور جب آنحضرت کے احکام میں مذکورہ بالا تفریق قرار دی گئی تو جناب خاتم المحدثین کے قول سے بخاری شریف کی سب حدیثیں عموماً اور حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث وما ترکناہ صدقۃ خصوصاً۔ ناقابل عمل

(حاشیہ) [1] الفاروق حصہ دوم۔ صہ ۵۸۹ [2] ایضاً حصہ دوم صہ ۵۸ [3] ایضاً صہ ۵۸ و صہ ۵۸ حصہ دوم [4] تحفہ باب دوم صہ ۲۵۶ عابد حیدری

فہرست مضامین آیات محکمات جلد دوم

ثابت ہوئیں اور حضرت ابوبکرؓ کا ایک ایسی حدیث بیان کر کے جو قرآن کی آیت کے بھی بالکل خلاف تھی جناب سیدہؑ سے فدک چھین لینا کیونکر جائز ہوا۔ پس اہل سنت نے بخاری شریف کو جو اپنے مذہب کا محفوظ قلعہ سمجھ رکھا ہے وہ شاہ صاحب کے قول کی بنیاد سے منہدم ہوا جاتا ہے۔ ؎

نازم کہ با رقیباں دامن کشاں گذشتی　　گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

اگرچہ شاہ صاحب کے بیان سے حدیثوں کی کوئی مرتبت و عظمت باقی نہیں رہی مگر اس پر بھی ہم ایک ایسی معتبر سند پیش کرتے ہیں جس سے اہل سنت کسی طرح انکار نہیں کر سکتے، اور ان کو بجز اس کے کوئی چارا ہی نہیں ہے کہ بخاری شریف کی حرمت و منزلت سے دست بردار ہوں۔ یعنی اہل سنت نے محض اپنا مذہب قائم رکھنے کی غرض سے اس کو کتاب خدا کے ہم پایہ بنا رکھا ہے ورنہ ان کے خلفا حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ تو اپنے اپنے عہد خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ اور توجہات مخصوصہ اس امر خاص پر مبذول رکھتے تھے کہ کوئی صحابی قرآن کے سوا حدیث کا نام بھی زبان پر نہ لائے بلکہ اس معاملہ میں ان کو یہاں تک جدّ و کد تھی کہ جو کوئی حدیث بیان کرتا اس کو دُرے لگتے اور قید کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں جو کچھ شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروق میں رقم طراز ہیں اس کی نقل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سب سے بڑا کام جو حضرت عمرؓ نے اس فن کے متعلق کیا وہ حدیثوں کی تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ آج کل بلکہ مدت مدید سے یہ حالت ہے کہ جو چیز آنحضرت کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے گو صحیح نہ ہو اس کو فوراً رواج اور قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر یہودیوں کی تمام مزخرفات احادیث نبوی کے مجموعہ میں شامل ہو گئیں۔ محدثین نے اتنا کیا کہ جرح و تعدیل کی روک ٹوک سے تعمیم کو روک دیا لیکن جب کسی راوی کی تعدیل ان کے نزدیک ثابت ہو جاتی تھی تو پھر ان کو زیادہ جستجو نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ قرن اول کی نسبت انہوں نے یہ عام کلیہ قائم کر لیا کہ کسی روایت میں ضعف کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمرؓ اس نقطہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری سے ہیں ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ احادیث کی چھان بین میں تمام وہی احتمالات ملحوظ رکھتے تھے جو محدثین نے زمانۂ مابعد میں پیدا کئے ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری ان سے ملنے آئے اور تین دفعہ استیذان کے طور پر کہا السلام علیکم ابو موسیٰ حاضر ہے۔ حضرت عمرؓ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لئے متوجہ نہ ہو سکے۔ کام سے

(حاشیہ) ؎ الفاروق حصہ دوم ص ۵۵۹ طبع کراچی۔ ۱۲ عابد حیدری

فارغ ہو چکے تو فرمایا ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس چلے گئے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ تین دفعہ اذن مانگو اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس روایت کا ثبوت دو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری صحابہ کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی، چنانچہ ابو سعید نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی ہے حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ عمر تم رسول اللہؐ کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو، فرمایا میں نے ایک روایت سنی ہے اس کی تصدیق کرنی چاہی۔ نفقہ کا ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے جس عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کو عدہ کے زمانے تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہئے یا نہیں، قرآن مجید میں ہے۔ اسکنوا ھن من حیث سکنتم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملنا چاہئے۔ اور مکان کے ساتھ نفقہ خود ایک لازمی چیز ہے۔ فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھ کو نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ فاطمہ نے یہ روایت حضرت عمر کے سامنے بیان کی تو حضرت عمر نے کہا کہ ہم قرآن کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں اس کو حدیث یاد رہی کہ نہیں، حضرت عمر کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ روایت میں خواہ مخواہ کمی و بیشی ہو جاتی ہے اس لئے روایت کے بارے میں سخت احتیاط شروع کی، اس کے متعلق انھوں نے جو بندشیں کیں آج کل لوگوں کو ان پر مشکل سے یقین آسکتا ہے اس لئے میں اس موقع پر خود کچھ نہ لکھوں گا بلکہ بہت بڑے بڑے محدثوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نقل کر کے ترجمہ کر دوں گا۔

علامہ ذہبی[1] جن سے بڑھ کر ان کے بعد کوئی محدث نہیں گذرا، اور جو حافظ ابن حجر بخاری وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہؐ سے کم روایت کریں تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر قرآن کو یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائیں قرظہ بن کعب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشایعت کو نکلے اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ ساتھ آتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہماری عزت بڑھانے کو۔ فرمایا کہ ہاں لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تم لوگ ایسے مقام میں جاتے ہو جہاں کے لوگوں کی آواز شہد کی مکھی کی طرح قرآن پڑھنے میں گونجتی رہتی ہے تم ان کو حدیثوں سے

ذھبی کہتے ہیں کہ عمر نے حکم دیا کہ رسول ص کی حدیثیں کم بیان کی جائیں

(حاشیہ: [1] اصل عربی عبارت الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶۲ و ۶۳ پر درج ہے۔ ۱۲ عابد حیدری

نہ پھنسا لینا، قرآن میں آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ صلعم سے کم روایت کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔
پس جب قرظہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ حدیث بیان کیجئے، انھوں نے کہا کہ عمر نے ہم کو منع کیا
ہے۔ ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ آپ عمر کے زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت
کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو عمر مجھ کو درے سے مارتے۔ حضرت عمر نے عبداللہ
بن مسعود۔ ابوذر۔ ابومسعود کو محبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت سے بہت سی روائیتیں کرنی
شروع کیں۔ حضرت عمر کا خود مقصد انھیں کی تصریح سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مورخ بلاذری نے جو محدث
بھی ہیں انساب الاشراف میں روایت کی ہے کہ لوگوں نے ان سے (حضرت عمر سے) کوئی مسئلہ پوچھا
تو فرمایا لولا انی اکرہ ان ازید فی الحدیث او انقص لحدثتکم بہ (یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا
کہ حدیث کی روایت کرنے میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں اس بارے میں حدیث بیان کرتا) مورخ
مذکور نے اس روایت کو بسند متصل روایت کیا ہے۔ اور اس کے رواۃ یہ ہیں۔ محمد بن سعد۔ عبدالحمید
بن عبدالرحمن الحمانی۔ نعمان بن ثابت یعنی امام ابوحنیفہ۔ موسیٰ بن طلحہ۔ ابوالحوتکیہ حضرت عمر کو
اپنی نسبت جو ڈر تھا وہی اوروں کی نسبت بھی ہونا چاہئے تھا اس خیال کی تصدیق اس سے اور
زیادہ ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے۔
ان کی نسبت محدثین نے لکھا ہے یعنی وہ روایت میں سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ڈانٹتے
رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں بے پروائی نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ
کم حدیثیں روایت کرتے تھے، یہاں تک کہ سال سال بھر قال رسول اللہ صلعم نہیں کہتے تھے۔ حضرت
عمر کو روایت کے بارے میں جو احتیاط تھی اگرچہ ان سے پہلے بھی اکابر صحابہ کو تھی۔ جیسا کہ علامہ
ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابوبکر کے حال میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب
میں احتیاط کی وہ ... حضرت ابوبکر تھے۔ علامہ موصوف نے حاکم سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت
ابوبکر نے پانچ سو حدیثیں قلم بند کی تھیں لیکن پھر ان کو آگ میں جلا دیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ میں نے
ایک شخص کو ثقہ سمجھ کر اس کے ذریعہ سے روایت کی ہے اور وہ درحقیقت ثقہ نہ ہو لیکن حضرت
عمر کی روک ٹوک اور ضبط احتیاط سے اگرچہ یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ حدیثیں کم روایت کی گئیں لیکن
جس قدر روایت کی گئیں وہ ہر قسم کے احتمالات سے بے داغ تھیں۔ ان کے بعد اگرچہ احادیث
کو بہت وسعت ہو گئی لیکن اعتماد وحق کا وہ پایہ نہ رہا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت سچ لکھا ہے۔
ہرچند کہ جمیع صحابہ عدول اند و روایت ہمہ مقبول
ہرچند کہ کل صحابہ عادل ہیں اور ان سب کی روائیتیں

دعمل بموجب آنچہ بروایت صدوق از ایشان ثابت شود لازم اما درمیان آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم بود آنچہ بعد از وے حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است۔

مقبول اور واجب العمل ہیں بشرطیکہ ان کی صحت ثابت ہو مگر زمانہ عمر فاروق میں جو کچھ حدیث وفقہ کا حال تھا اور جو ان کے بعد احداث ہوئے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۲ له

بھائیو! شبلی صاحب کی اس روایت کو جس کے راوی وہ اصحاب ہیں جو امام محمد اسمٰعیل بخاری کے بھی پیشوا و امام تھے پڑھو، اور غور کرو کہ جب خود آپ کے خلفاء جو آپ کے عقیدوں کے مطابق فلک اسلام کے شمس و قمر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان و گوش اور محرم اسرار خفی و جلی تھے۔ جن کی رائے پر اللہ جل شانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں ان اصحاب کبار کی بیان کی ہوئی حدیثوں کی صحت میں جو شب و روز اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہے، نمازوں اور جہادوں میں شریک اور خلوت و جلوت میں انیس و جلیس، سفر میں ہمرکاب، حضر میں ہم کلام، جنھوں نے بلاواسطہ خود صاحب شریعت سے تعلیم و ہدایت پائی اور بلاواسطہ مصحف ناطق سے علم قرآن حاصل کیا، شک و شبہہ کریں، حضرت عمر ان جلیل القدر اصحاب کو حدیث بیان کرنے سے روکیں، اس جرم میں ان کو محبوس کریں، درے لگائیں، خود افضل الصحابہ حضرت ابوبکر اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں، اور حضرت عمر جن کا سینہ مخزن علوم و فنون سمجھا جاتا ہے اپنی زبان مبارک سے مسئلہ کے جواب دینے میں یہ عذر کریں کہ

"اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیثوں کی روایت میں مجھ سے کمی و بیشی ہو جائے گی تو میں حدیث بیان کرتا۔" تو محل استعجاب ہے کہ امام بخاری نے دو سو چھتیس ۲۳۶ برس کے بعد ان لوگوں کی بیان کی ہوئی حدیثوں پر کیوں کر اعتبار کر لیا، جو اپنے پیغمبر اور اپنے خلفاء کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے تھے نہ ان اصحاب کبار اور تابعین کے ہم پلہ راویان احادیث بخاری، اکثر وہ ہیں جو بعہد امیر معاویہ و بعہد عبدالملک خلفائے بنو امیہ وضع حدیث پر مامور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اس صورت میں امام صاحب موصوف نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے صحیح بخاری مرتب کی اور راویان حدیث میں ان لوگوں کو بھی شامل کر لیا جو اس زمانے میں خوارج و ناصب مشہور تھے۔ جیسا کہ جناب فاضل جلیل محمد بن عقیل جو مشاہیر علمائے حیدرآباد سے ہیں اپنی

حاشیہ: ۱ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۵۹ تا صفحہ ۵۶۰ ۲ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶۳ "مجلد حیدری"

کتاب نصائح کافیہ میں ایک طولانی روایت ان احادیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، ہم اس کا خلاصہ بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں، .... ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ حدیثوں کے راوی جن کے کلام سے امام بخاری نے حدیثیں اخذ کی ہیں، کس درجہ اور مرتبہ کے تھے۔ نیز ان کے ایمان تو ایمان بلکہ اسلام کی کیا حالت تھی۔

الا ترى ان من رواة الصحيح غير الذى عدّدتهم من الصحابة واصطلح على تعديلهم .... مروان بن الحكم (القائل للحسن بن على انكم اهل البيت ملعونون) وعمران بن حطان الخارجى القائل الابيات المشهورة يثنى بها على اشقى الاخرين ابن ملجم ويثلب الامام على بن ابى طالب وحريز بن عثمان الرحبى الذى نقل عنه صاحب التهذيب انه كان ينقص عليا وينال منه وقال اسمٰعيل بن عياش عادلت حريز بن عثمان من مصر الى مكة فجعل يسب عليا ويلعنه وقال ايضا سمعت حريز بن عثمان يقول هذا الذى يرويه الناس عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم انه قال لعلى انت منى بمنزلة هارون من موسى حق ولكن اخطا السامع، قلت فما هو قال انما هو انت بمنزلة قارون من موسى وذكر الازدى ان حريز بن عثمان روى ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم لما اراد ان يركب جاء على بن ابى طالب فحل حزام البغلة ليقع النبى صلى الله عليه وآله وسلم ... قيل يعنى

کیا تم نہیں دیکھتے کہ منجملہ راویان صحیح بخاری کے علاوہ ان اصحاب کے جن کو یہ لوگ عادل سمجھتے ہیں مروان بن حکم بھی ہے جس نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم ان اہلبیت سے ہو جو (معاذ اللہ) ملعون ہیں (قرآن مجید میں شجرۂ ملعونہ بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوا ہے) انھیں میں عمران بن حطان خارجی بھی ہے جو ان اشعار کا قائل ہے جن میں ابن ملجم (ملعون) کی تعریف اور جناب امیرؑ کی مذمت کی گئی ہے انھیں میں حریز بن عثمان رحبی بھی ہے جس کی نسبت (تہذیب التہذیب) ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ وہ جناب امیرؑ کی تنقیص کرتا اور (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتا تھا۔ اسمٰعیل بن عیاشی کہتے ہیں کہ ہم مصر سے مکہ تک اس کے ساتھ رہتے وہ جناب امیرؑ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا اور لعنت کرتا تھا وہی اسمٰعیل بن عیاشی حریز بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ جو لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، علیؑ منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ یہ صحیح تو ہے لیکن سننے والے کو دھوکا ہوا، میں نے کہا سننے میں کیا غلطی ہوئی کہا انت منی بمنزلۃ قارون من موسیٰ ازدی کہتے ہیں کہ حریز بن عثمان نے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ خچر پر سوار

امام بخاری کے راویوں کا حضرات اہلبیتؑ سے بغض

صالح لسم لا تکتب عن حریز فقال کیف اکتب عن
رجل صلیت معہ الفجر سبع سنین فکان لا
یخرج من المسجد حتی یلعن علیا بالغداۃ سبعین
مرۃ و بالعشی سبعین مرۃ فقیل لہ فی ذالک فقال
ہو القاطع رؤس آبائی و امثال ہؤلاء الرواۃ
کثیرون و لکن ہؤلاء الثلاثۃ مروان، و
عمران، و حریز عنوان و مثال لا نہم من رواۃ
صحیح البخاری الذی قالوا عنہ اصح کتب الحدیث
وقال الذہبی فی ترجمۃ المعصبی انہ انصاح
الزمان للسنۃ لہ ثم قال ولکنہ یضع الحدیث
وقال فی ترجمۃ الجوزجان انہ من الحفاظ الثقات
وکان یتحامل علی علی وفیہ انحراف عنہ (فلاحظ)
من الثقات الذین یحتج بہم فی دین اللہ لا و اللہ
ثم لا و اللہ ثم لا و اللہ"

ہوں تو جناب امیرؑ نے آکر اس کی زین اس غرض سے کھول
دی کہ حضرت گر پڑیں یحیی بن صالح سے کسی نے پوچھا تو
حریز کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتا تو اس نے کہا کہ میں کیوں
کر ایسے شخص سے روایت کروں جس کے ساتھ میں نے
سات برس نماز صبح پڑھی اور دیکھا کہ وہ مسجد سے جب
تک جناب امیر پر ستر بار لعنت نہیں کر لیتا باہر نہیں نکلتا
تھا۔ اور ابن حبان لکھتے ہیں کہ ستر مرتبہ صبح اور ستر مرتبہ شام
لعنت کرتا تھا کسی نے وجہ پوچھی تو کہا انہوں نے ہمارے باپ
داداؤں کے سروں کو تن سے جدا کیا ہے ایسے راویان حدیث بہت
کثرت سے ہیں ہم نے بطور مثال و عنوان ان تینوں ناموں
کو پیش کیا ہے ایک مروان دوسرے عمران بن حطان
تیسرے حریز بن عثمان کیونکہ یہ سب راویان صحیح بخاری کے
ہیں جس کی نسبت دعوی کیا جاتا ہے کہ تمام کتب احادیث
میں وہ سب سے زیادہ صحیح ہے امام ذہبی ترجمہ معصبی میں کہتے
ہیں کہ وہ اپنے زمانے میں بقائے سنت کے لئے بڑا نامور تھا۔
حالانکہ جیسا وہ تھا ویسا تھا چنانچہ کہنا پڑا کہ یہ ضرور ہے کہ جھوٹی
حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ترجمہ جوزجان میں کہا کہ وہ حفاظ
ثقات سے تھا مگر جناب امیرؑ کا دشمن تھا اور ان سے منحرف
تھا پس دیکھو کہ یہ وہ ثقات ہیں جن کی حدیثوں سے دین
خدا میں احتجاج کیا جاتا ہے۔ لا و اللہ ثم لا و اللہ۔

روایت مذکورہ میں عمران بن حطان کے وہ اشعار جن میں اس نے ابن ملجم ملعون کے محاسن بیان
کئے ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

یا ضربۃ من تقی ما اراد بہا . . . . .
(ترجمہ) یعنی کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم ملعون) کی

لہ جناب عمر کے زمانہ میں حدیث و فقہ باد انداز تھا۔ اور جو اس کے بعد پیدا ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ الفا. دق حصہ دوم ص ۲۶۶

الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی کذکرہ حینا فاحسبہ
ادنی البریۃ عند اللہ میزانا،

جس سے کوئی غرض اس کے سوا اس کی نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے، میں جب اسے یاد کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہوں"۔ (آیات بینات حصہ ۲ صفحہ)

بھائیو کیا یہ بات توجہ کے قابل نہیں ہے کہ جن راویان حدیث کے ایمان و اسلام کا یہ رنگ ڈھنگ ہو جن حدیثوں کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب محدث یہ فرمائیں۔

آنچہ درمیان از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم بود و آنچہ بعد از وے حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است

اور خود افضل الصحابہ اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں با ایں ہمہ آپ اسی بخاری کی حدیثوں پر ایسا ایمان لائیں کہ اپنے خلیفہ صاحب کے قول

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ ..

ہم انبیا کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے"

کو تو اصل ایمان سمجھیں اور خدا کے ارشاد

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

خدا تم کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

سے انحراف کریں باوجودیکہ دعویٰ ہے حسبنا کتاب اللہ ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم پ ۲۶ سورہ محمد

شاید اسی لئے خدا کا ارشاد ہے، یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے خدا ناخوش ہے اس کی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں خدا کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر دیا ہے۔

القصہ یہ مختصر ذکر تو ان اختلافات کا تھا جو اصول دین میں تھے اب فروع دین میں بھی دو چار مسائل پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) واعلم انہ لیس الکلب نجس العین عند الامام وعلیہ الفتویٰ وانہ صحح بعضھم النجاسۃ وعلی الطہارۃ فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا ولو اخرج حیا ولم یصب فاہ الماء لا یفسد الماء

مسئلہ: کتا نجس العین نہیں ہے یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ ابن عابدین نے توضیح کی ہے پس اس صورت میں اس کا بیچنا اور اجرت پر لینا یا دینا سب جائز ہے اس کی کھال کی جانماز اور ڈول بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کتے کو زندہ نکال لیا گیا ہو اور اس کے

غزالی نے کہا ہے کہ بخاری کے راوی ابن ملجم ہیں حضرت علی کو تلوار ماری

البئر ولا الثوب بانتقاضه ولا يعضه مالم
يرايقه ولا صلوٰة حاملة ولو كبيرا۔
ردالمحتار - درشرح درالمختار ص۱۳۹

منہ تک پانی نہ پہونچا ہو تو کنوئیں کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس
کا چھینٹا لینے سے کپڑا نجس نہیں ہوتا جب تک اس کا لعاب
دکھائی نہ دے اور اگر اس کو گود میں لے کر نماز پڑھیں تو
نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ بڑا ہو۔

شاہ صاحب بھی تحفہ میں یہی تحریر کرتے ہیں۔
وارے نزد ابوحنیفہ بر پوست مدبوغ کلب کہ رطوبت
آن باستعمال ادویہ ومصالحہ بالکلیہ رفتہ باشد
جائز است۔ تحفہ اثنا عشریہ ص۱۱ مطبوعہ فخر المطابع

ہاں ابوحنیفہ کے نزدیک کتے کی کھال پر جو دباغت کی گئی
ہو اور جس کی رطوبت مصالح اور دوا سے بالکل دور ہوگئی
نماز پڑھنا جائز ہے۔"

(۲) واذا ذبح ما لا يوكل لحمه طهر جلده ولحمه سوى
الآدمي والخنزير۔ هدايه ص۲۳۰ مطبوعه كلكته

جس حیوان کا گوشت کھانا حرام ہو ذبح کرنے سے
اس کا گوشت اور پوست پاک ہے، سوائے آدمی اور خنزیر کے

(۳) وفي الخانية في معنى قوله ان الله لم يجعل
شفاءكم فيما حرم عليكم كما رواه البخاري
ان ما فيه شفاء لا باس به كما يحل الخمر للعطشان
في الضرورة وكذا اختاره صاحب الهداية
في التجنيس فقال لو رعف فكتب الفاتحة بالدم
على جبهته وانفه للشفا جاز للاستشفاء
الدر المختار شرح رد المختار جلد اول مطبوعه
مصر ص۱۵۴ جلد ۱ ص۱۱۲ مطبوعہ دہلی، فتاوی قاضی خان جلد ۴
ص۲۶۳ مطبوعہ مصطفائی ص۲۵۹ مصر

اور خانیہ میں ہے کہ بخاری میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ
آنحضرتؐ نے فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام فرمایا ہے
ان میں شفا نہیں ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ جن چیزوں
میں شفا ہے وہ حرام نہیں ہیں جیسا شراب پیاسے کے لئے
حلال ہے اسی طرح صاحب ہدایہ تجنیس کے بارے میں اس
بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی کو نکسیر پھوٹ جائے اور سورہ
فاتحہ کو حصول شفا کی غرض سے خون یا پیشاب سے پیشانی
اور ناک پر لکھے تو جائز ہے۔" مطبع نولکشور لکھنؤ، فتاوی
عالمگیری جلد ۵ ص۱۳۲ مطبوعہ دہلی۔

(۴) من تزوج امراة لا يحل له نكاحها (ست المحارم)
فوطيها لا يجب عليه الحد عند ابي حنيفه"
فيعزر" هدايه ص۲۹۱

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے شادی کرلے جس سے شادی
کرنا حرام ہو (مثلاً ماں، بیٹی وغیرہ) اور اس سے مباشرت
بھی کرلے (منہ کالا کرلے) تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد
واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف تادیب کردی جائے گی۔

ایسے ہی صدہا مسائل ہیں، جن کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ امام غزالی نے اپنی کتاب منخول میں
امام ابوحنیفہ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے کہ "امام ابوحنیفہ نے تو شریعت کو الٹ دیا۔"

امام غزالی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے شریعت کو الٹ دیا۔

اگرچہ اس قول سے امام صاحب موردِ طعن و تشنیع ہو گئے، لیکن الفاروق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمِ فقہ کے موجد عمر ہیں اور آئمہ اربعہ نے انھیں کی تقلید کی ہے، چنانچہ اس فن میں شبلی صاحب نے حضرت عمر کی جو تعریف کی ہے وہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:۔

فقہ کا فن تمام تر حضرت عمر کا ساختہ و پرداختہ ہے، اس فن کے متعلق ان کی قابلیت اور فضیلت کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا۔ مسند دارمی میں ہے، کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتوی دینا اس شخص کا کام ہے۔ جو امام ہو یا قرآن کے ناسخ و منسوخ جانتا ہو، لوگوں نے پوچھا ایسا کون شخص ہے؟ حذیفہ نے کہا، عمر بن الخطاب"، ہے، عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام علم عرب کا ایک پلہ میں رکھا جائے اور حضرت عمر کا دوسرے پلہ میں تو عمر کا پلہ بھاری رہے گا، فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں، سب کا مرجع حضرت عمر کی ذات بابرکات ہے، الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۸۱ لہ

اگرچہ شمس العلماء اپنے مہر و ماہ فلک اسلام حضرت عمر فاروق کے علم کا پلہ کل عرب سے بھاری بتلاتے ہیں مگر جناب خلیفہ صاحب موصوف کا معیارِ علم اور جناب شمس العلماء کی صدق بیانی خود حضرت عمر کے اس قول سے بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے جناب امیرؑ شیخین کو اکثر امور شریعت میں غلطی کرنے سے روکا کرتے تھے، جو بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہو جایا کرتی تھیں، چنانچہ اکثر حضرت عمر، لولا علی لھلک عمر" (یعنی اگر حضرت علی علیہ السلام کا وجود نہ ہوتا تو یقیناً عمر ہلاک ہو جاتا۔ ٢ اور اعوذ باللہ من معضلۃ لیس فیھا ابو الحسن" پناہ مانگتا ہوں، اللہ سے ان مسائل دشوار میں جن میں ابو الحسن نہ ہوں اور لا ابقانی اللہ بعدک یا علیؑ۔ اے علیؑ آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے"، فرمایا کرتے تھے، دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۲ "شمس العلماء رقمطراز ہیں کہ

فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر سے بروایت صحیحہ منقول ہیں، ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور ان تمام مسائل میں آئمہ اربعہ، نے ان کی تقلید کی ہے ٣ حضرت عمر نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے جدید قاعدہ بکثرت وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں برخلاف اس کے امام شافعی نے یہاں تک گرد سے کہ ترتیب فوج تعین شعار تخصیص محاصل وغیرہ کے متعلق بھی

حاشیہ) لہ ایضاً حصہ دوم صفحہ ۵۶۸ طبع کراچی، ٢ـ ارجح المطالب صفحہ ۱۵۵/۱۶۱ باب سوم

سہ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶۸ طبع کراچی۔

آنحضرت کے اقوال کو تشریعی جانتے ہیں اور حضرت عمر کے اقوال کی نسبت لکھتے ہیں کہ رسول کے قول کے سامنے کسی کے قول و فعل کی کچھ اصل نہیں[۱] ۔ فقہ کی توسیع اور تمام ضروریات کے لئے اس کا کافی ہونا قیاس پر موقوف ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ان جزئیات کا فیصلہ کرنے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جائے اسی ضرورت سے آئمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ امام شافعی، امام مالک امام احمد حنبل سب قیاس کے قائل ہوئے ہیں ۔ اور ان کے مسائل کا بڑا ماخذ قیاس ہے لیکن قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ عمر فاروق ہیں (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۵۲ ۔ ۱۶۳)[۲]

شبلی صاحب کا یہ ارشاد بھی ۔

"قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں"، یہ خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ہے ۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی چیز فروگذاشت نہیں ہوئی ۔ جس پر آیات الٰہی شاہد ہیں ۔

پہلی آیت :۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ ۔ ہم نے کتاب میں کچھ کمی نہیں کی

(پ ۷ س انعام ع ۲)

دوسری آیت :۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۔ ہم نے کوئی رطب و یابس اس کتاب میں متروک نہیں کیا ۔

تیسری آیت :۔ تبیانا لکل شیئ ۔ (قرآن میں ہر شے کا بیان ہے)

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کوئی کلی جزئی نہیں چھوڑا جو زبان مبارک سے نہ فرمایا ہو، بلکہ خود اس پر عمل کر کے بتادیا ۔ چنانچہ عیون اخبار الرضا میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگ علی العموم جاہل ہیں انھوں نے اپنے دین کے بارے میں دھوکا کھایا ہے اللہ نے اپنے نبی کو اس وقت تک نہیں اٹھایا جب تک دین کو کامل نہیں کر دیا اور ان پر پورا قرآن نازل نہ کر لیا جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں خدائے تعالیٰ نے حرام و حلال اور حدود و احکام اور ان سب چیزوں کو جن کی بشر کو ضرورت ہوتی ہے پورا پورا بیان فرمایا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ما فرطنا فی الکتاب من شئی ۔ (مقبول ترجمہ صفحہ ۲۱)

---

[۱] الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵ [۲] الفاروق حصہ دوم صفحہ ۹۹

شمس العلماء شبلی نعمانی نے جس قیاس کو مستحسن مانا ہے اس کی مذمت خود انھیں کے علماء کے قول سے ہوتی ہے کہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایک قوم ظاہر ہوگی جو امور فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل دے گی جس سے اسلام گویا منہدم ہو جائے گا اس کے متعلق کتب صحاح وغیرہ میں بہت روایات اور حدیثیں ہیں۔ منجملہ ان کے چند اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

(اوّل) عن جابر قال رسول اللہ صلعم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدیٰ ھدیٰ محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ المسلم (مشکوٰۃ شریف منقول از مجمع البحرین صفحہ ۵۲۶)

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمسک اور عمل کے لئے قرآن و حدیث ہے اور بجز اس کے جو کچھ اختراع کیا جائے وہ محدثات اور بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

(دوم) وبحدیث عوف بن مالک الاشجعی عن النبیؐ انہ قال ستفترق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ اشرھا علی امتی قوم یقیسون الامور بآرائھم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال

عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میری امت ستر فرقہ سے زیادہ متفرق ہوگی اور اس میں بدترین وہ فرقہ ہے جو قیاس کرے اور جس نے قیاس کیا اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبد الحئی لکھنوی ایضم صفحہ ۵۲)

(سوم) فاعلم ان الائمۃ الطاھرین یحرمون الرای والقیاس ولھذا المناظرۃ ابی حنیفہ علی جعفر ابن محمدؑ علی ماحکاہ الشعرانی فی اللواقح وال یلنبغی انک تقیس لا تقس فان اول من قاس ابلیس) (درا سات اللبیب صفحہ ۲۳ ایضم)

آگاہ ہو کہ آئمہ طاہرین رائے اور قیاس کو دین میں حرام جانتے تھے لہذا جب ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے جیسا کہ امام شعرانی نے لواقح الانوار میں بیان کیا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم قیاس سے کام لیتے ہو۔

(چہارم) کان الامام جعفر الصادق رحمہ اللہ یقول من اعظم فتنۃ یکون علی الامۃ قوم یقیسون فی الامور برائھم فینھدم الاسلام بذالک (مقدمہ ہدایہ از مولوی عبد الحئی لکھنوی ایضم صفحہ ۵۳)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدترین فتنہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو امور دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے پس دین منہدم ہو جائے گا۔

(پنجم) وانما سموا اصحاب الرای لان عنایتھم بتحصیل وجوہ من القیاس والمعنی المستنبط من

اور وہ امام ابو حنیفہ وغیرہ اس لئے اصحاب الرائے کہلائے کہ ان کی توجہ قیاس کی ترتیب استنباط کی طرف ہوگئی یہ لوگ

الاحکام وبناء الحوادث علیها وربما یقدمون القیاس الجلی علی آحاد الاخبار وقد قال ابو حنیفه رحمة الله علیه هذا رأی وهو احسن ما قدرنا علیه (ملل[1] و نحل ص۲۰۳) وقال امام الشعرانی ان علة ابی حنیفه فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة فی زمنه قال العلامه احمد بن عبد السلام فی کتاب رفع الملام بعد ما عد جملة من الاحادیث التی لم تبلغ الخلفاء الاربعة الراشدین وبلغت غیرهم من الصحابة (دراسات اللبیب ص۲۳۵)

بسا اوقات اپنے قیاس جلی کو حدیث و خبر واحد پر مقدم کرتے ہیں (پس رد کرنا حدیث رسول اللہ کا اور ترجیح دینا اپنی رائے کو گویا شریعت رسول کو منسوخ کر دینا ہے) اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ میری رائے ہے اور وہ بہتر ہے کہ جس کو معین کیا ہم نے یعنی جو ہمارا خیال ہے وہ بہتر ہے۔ اور امام شعرانی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے کثرت سے قیاس کرنے کا یہ سبب ہے کہ (مسائل میں) ان کو صحیح حدیثیں نہیں ملیں، علامہ احمد بن عبد السلام نے کتاب رفع الملام میں ان حدیثوں کو گن کر بتایا ہے کہ جو خود خلفائے راشدین تک نہیں پہونچیں اور دوسرے اصحاب کو نہیں۔

جناب مولانا مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی اے ترجمان دار الترجمہ دولت آصفیہ نے ایک مفید رسالہ نصوص الحکم در بیان معنی اصول واخبار" تالیف فرمایا جس میں آیات و احادیث اور کتب اہل سنت کے حوالے سے بخوبی ثابت کیا ہے کہ امور دین میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہ اور اقوال ائمہ معصومین سے احکام حاصل کرنا چاہئے۔ جائز الخطا انسانوں کی رائے اور قیاس پر عمل کرنا حرام ہے، چنانچہ لکھتے ہیں اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بجز وحی کے فتویٰ نہ دیتے تھے۔

چنانچہ بخاری میں منقول ہے کہ جب حضرت سے کوئی بات دریافت کی جاتی تھی اور اس کے باب میں نزول وحی نہ ہوتا تھا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے، ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت سے روح کے باب میں سوال کیا گیا تو آپ نے سکوت فرمایا۔ جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی، قل الروح من امر ربی" (کہہ دو روح میرے خدا کا حکم ہے) اسی طرح حضرت جابر سے روایت ہے کہ وہ بیمار ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے حضرت ابوبکر بھی ہمراہ تھے، حضرت جابر غش میں پڑے تھے، آنحضرت نے وضو کیا، اور آب وضو ان پر ڈالا، حضرت جابر ہوش میں آگئے، حضرت جابر نے دریافت کیا کہ میں اپنے مال کو اپنے وارثوں میں کس طرح تقسیم

---

[1] ملل ونحل برحاشیہ فصل جز ثانی ص۳۵۔

کر دوں، پس آنحضرت نے حضرت جابر کو کوئی جواب نہیں دیا، جب تک کہ آیت میراث نازل نہ ہوئی۔
قرآن مجید میں متعدد آئتیں قیاس اور ظن کی مذمت میں موجود ہیں، منجملہ ان کے یہ ہیں۔

(۱) "لا تقف ما لیس لک بہ علم" پ ۱۵ ع بنی اسرائیل۔
جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی پیروی کا نہ کر۔

(۲) "وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا" پ ۱۱۔ سورہ یونس۔
اور ان میں کے اکثر تو بس اپنے گمان پر چلتے ہیں (حالانکہ) گمان یقین کے مقابلہ میں ہرگز کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔

(۳) "ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن" پ ۶ سورہ نساء
انہیں کسی چیز کی خبر ہی نہیں مگر اٹکل کے پیچھے (پڑے)

(۴) "قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون" پ ۸ سورہ انعام۔
ہیں تم ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمیں نکال کر دکھاؤ، تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم کچھ نہیں ہو مگر اٹکل پچو باتیں بناتے ہو۔

(۵) "یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم" پ ۲۶ س الحجرات ع ۲
اے ایمان لانے والوں پرہیز کرو گمانوں سے بے شک بعض گمان گناہ ہے۔

(۶) "ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی" پ ۲۷ س النجم
یہ لوگ گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں اور تحقیق ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔

غرض خدا و رسول نے ہم کو علم و یقین حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اور ظن و قیاس پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر بقول شبلی نعمانی صاحب فلک اسلام کے مہر و ماہ حضرت عمر نے ظن و قیاس کا طریقہ جاری کیا، اور تمام مسائل میں ائمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے، منجملہ ائمہ اربعہ کے جناب امام اعظم ابو حنیفہ نے اس طریقہ کو کمال عروج پر پہونچا دیا جس کی وجہ سے اجتہاد کا مرتبہ پایا۔ اور اس قدر فروغ حاصل کیا کہ دوسرے ائمہ کی شہرت کے چراغ ٹمٹمانے لگے، ان کے شہرۂ آفاق ہونے کے متعلق جناب نواب مولوی سید امداد امام صاحب اپنی قابل قدر کتاب "مصباح الظلم" میں حالات تحریر کر گئے، ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔

"امام صاحب نے اپنے اجتہادات میں قیاس کو زیادہ دخل دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بقول امام غزالی آپ کو علم حدیث میں بہت کم دخل تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کوئی کتاب علم فقہ میں تصنیف نہیں فرمائی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ امام علیہ السلام کے

مخالف تھے اگرچہ امام صاحب دو تین سال امام علیہ السّلام کے پہلے پیدا ہوئے تھے اور وفات بھی امام علیہ السّلام کے دو تین سال بعد ہوئی ہے۔ گویا پورا زمانۂ حیات آپ کا امام علیہ السّلام کے ساتھ گذرا ہے مگر کسی طرح کی ارادت امام برحق کے ساتھ نہیں رکھتے تھے، بلکہ مد مقابل کی حیثیت سے امام برحق کا مقابلہ کیا کرتے تھے، آپ کے فروغ کی وجہ یہ ہوئی کہ منصور خلیفۂ وقت کو جناب امام علیہ السّلام سے دلی عناد تھا یہاں تک کہ امام عالی مقام مسموم ہو کر شہید ہوئے۔ منصور نے امام اعظم صاحب کے اجتہادات رائج کرنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی، چنانچہ جو کوئی امام برحق علیہ السّلام سے کسی مسئلہ کو دریافت کرتا . . . . . . تو خلیفہ مذکور ایک اشرفی جرمانہ کرتا تھا۔ بخلاف اسکے جو کوئی امام اعظم کی طرف رجوع ہوتا تو اس کو ایک اشرفی انعام دیتا تھا۔ امام اعظم صاحب کے دربار خلافت میں رسائی ہونیکی سرگذشت یہ ہے کہ جب آپ خلیفۂ وقت کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا ہے، آپ نے جواب دیا، عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب ع، عبداللہ بن عباس کے ذریعہ سے اور آخر میں فرمایا کہ ابن عباس اپنے عہد میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے منصور اس فقرے سے پھڑک اٹھا۔ آخر امام صاحب کے مذہب کو روز بروز نمایاں ترقی نصیب ہوتی رہی، امام صاحب کا پہلی ہی حاضری میں خلیفۂ وقت کو اپنا مرید بنا لینا آپ کی کمال ہوشیاری و دانائی پر دلالت کرتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے آپ کی عظمت اور منزلت قائم کرنے کیلئے احادیث فضیلت بھی وضع کی گئیں جیسا کہ ہدایہ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال النبی صلعم ان آدم افتخر بی و انا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی و روی ایضًا۔ قال النبی صلعم ان سائر الانبیاء یفتخرون بی و انا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی، وقال ابن الجوزی ان ھذہ الاخبار موضوعۃ واتفق معہ الحافظ الذھبی والحافظ السیوطی والحافظ ابن حجر العسقلانی والشیخ قاسم الحنفی۔ (منقول از مجمع البحرین صفحہ ۵۳)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حضرت آدمؑ نے میرے وجود پر فخر کیا اور میں اپنی امت کے اس شخص پر فخر کرتا ہوں جسکا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے، نیز یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، تمام انبیاء میرے سبب سے فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ کے سبب فخر کرتا ہوں جس نے اس کے ساتھ محبت کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، مگر ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گڑھی ہوئی ہیں۔ حافظ ذہبی، حافظ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ قاسم حنفی ان سب محدثین نے ابن جوزی کے ساتھ اتفاق کیا ہے (یعنی ان کے نزدیک بھی یہ حدیثیں وضعی ہیں)

خلاصہ یہ کہ جو فریق کتاب اور سنت سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرے، باری تعالیٰ کو ظالم سمجھے، خطا کو اس کی ذات پاک کی طرف منسوب کرے، خلافت کے لئے اپنا انتخاب مستحسن اور موجب امن و امان بتائے، خدائے علیم و حکیم کے انتخاب کو برا اور باعث فتنہ ٹھہرائے، ہر گز ہرگز ناکس کو وارث

نبی قرار دے، پیغمبر خدا کے اقوال و احکام میں تفریق کرے جن کے لئے خدا کا ارشاد ہے۔ " وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" (یعنی بغیر وحی کے اپنی خواہش نفس سے پیغمبر کلام ہی نہیں کرتا) اور اس نور خدا اور ہادی دین کو بعثت سے پہلے گمراہ بتائے، اس محرم اسرار الٰہی کی تجویز پر اپنے خلفاء کی رائے کو ترجیح دے۔ آیات عتاب آمیز کا مصداق (معاذ اللہ) رسول اللہ کو قرار دے، خلاف رائے رسول اللہ حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول وحی کا معتقد ہو، خدا کی جسمانیت اور رویت کا قائل، کتے کی کھال پر اور اس کو گود میں لے کر نماز پڑھنا جائز، قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے و قیاس کو دخل دیکر حرام کو حلال، اور حلال کو حرام بتائے، تو کیا ان اختلافات عظیم کے باوجود بھی مذہب اہلسنت اور مذہب امامیہ میں فقط ایک مسئلہ فضیلت صحابہ ہی کا اختلاف ہے؟ کیا انھیں اصول و فروع پر مصداق "برعکس نہند نام زنگی کافور" آپ نے مذہب اہلسنت کو مطابق کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی کے سمجھا پایا۔ بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اب ہم ان مسائل سے قطع نظر کر کے مسئلہ فضیلت صحابہ کی طرف جس کو آپ نے اختلافی قرار دیا ہے، رجوع کرتے ہیں۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔

"ہر عقیدے کی تحقیق اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اللہ اور حدیث رسول ؐ سے کرنا ضروری ہے" تو یہ تحریر فرمائیے کہ آپ نے کس کتاب خدا، اور کس حدیث رسول اللہ ؐ سے مسئلہ فضیلت صحابہ کی تحقیق کر کے ان دونوں مذاہب کی حقیت و بطلان کا انحصار اس پر کیا ہے۔ یہ تو اہلسنت کی مدعی ایجاد بندہ" ہے۔ انھوں نے برخلاف احکام خدا و رسول، ہادی برحق کو چھوڑ کر اصحاب کو اپنا خلیفہ و پیشوا بنایا۔ ورنہ خدا و رسول نے تو امور دین اور احکام شریعت میں کہیں بھی ان کا حوالہ نہیں دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ۔ پ ۲۷۔ سورہ النجم۔

یہ تو بس صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گڑھ لئے ہیں۔ خدا نے تو اس کی کوئی سند نازل نہیں کی، یہ لوگ تو بس اٹکل اور اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف

پس اگر صحابہ اچھے ہیں تو اصحاب الجنۃ ہیں۔ اور برے تھے تو "اصحاب النار" ہیں "نبشرھم بعذاب الیم" میں داخل ہیں۔ لیکن ان کی فضیلت سے مذہب اہلسنت و الجماعت کی سچائی یا ان کی منقصت سے مذہب امامیہ کے جھوٹے ہونے کو کیا علاقہ۔ سنئے، ارشاد ہوتا ہے۔

تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون" پ ۱۔ سورہ بقرہ ع ۱۶

یہ لوگ (اپنے وقت میں) ہو گزرے جو انھوں نے کیا وہ ان کے لئے اور جو تم نے کیا وہ تمہارے لئے اور جو کچھ وہ کر گذرے تم سے اس کی پرسش نہیں۔

بلکہ تحقیق طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا ہادی و مقتدا منصوص من اللہ کون ہے؟ کس کی اطاعت اور پیروی خدا نے ہم پر واجب کی ہے۔ کس کی مودت و محبت دلیل صداقت ہے اور کس کی عداوت دلیل کفر و نفاق ہے۔ پس جس مسئلہ پر نہ صرف ان دونوں بلکہ کل مذاہب کی حقیقت یا بطلان میں امتیاز منحصر ہے۔ وہ مسئلہ تمسک بالثقلین یعنی قرآن اور عترت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متمسک ہونا ہے۔ مسئلہ فضیلت صحابہ نہیں ہے۔ پس اگر موافق مذہب امامیہ قرآن و عترت کا مفترض الطاعۃ ہونا ثابت ہو گیا۔ تو بلاشبہ شیعوں کا مذہب حق اور سنیوں کا مذہب باطل اور اگر خلاف اس کے نعوذ باللہ معلوم ہوا تو سنیوں کا مذہب سچا اور شیعوں کا مذہب جھوٹا۔ لہذا پہلے ہم اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں پھر آپ کی خلافت راشدہ کو باطل کریں گے، پھر مطاعن صحابہ پر علماء اہلسنت نے جو پردہ پوشی کی ہے اس کی پردہ دری کریں گے۔ یقین کیجئے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی تمام امت کو قرآن اور اہلبیت اطہار سے تمسک و اتباع کا حکم دیا ہے۔ نہ کہ قرآن اور صحابہ سے۔ ملاحظہ ہوں ارشادات نبوی ؐ۔

(۱) قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

جناب رسول خدا نے فرمایا، میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب دوسری میری عترت اور اہلبیت اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ہرگز یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہ آئیں۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی۔

جناب رسول خدا نے فرمایا، اے میرے اہلبیت کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف ہوا وہ غرق ہوا اور ہلاک ہوا۔

یہ دو معتبر احادیث مسلمہ فریقین ہیں، جن کی خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی نہ صرف تصدیق و توثیق کی ہے، بلکہ منکر حدیث ثقلین کو خارج از اسلام اور گمراہ بتایا ہے۔ اور جو مذہب ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے خلاف ہو اس کو غیر معتبر اور جھوٹا ٹھہرایا ہے، ملاحظہ ہو ان کا بیان۔

"باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی۔ پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر

یقین کیجئے کہ باتفاق شیعہ و سنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے ایک خدا کی کتاب اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں

شاہ عبدالعزیز کے نزدیک حدیث ثقلین کی اہمیت

فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً وعملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است،

تحفہ اثنا عشریہ صـــ ۱۳۹ مطبوعہ فخر المطابع[1]

پس معلوم ہوا کہ دینی مقدمات اور شرعی احکام میں پیغمبر خدا نے ہم کو ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ فرمایا ہے، پس جو مذہب ان دونوں چیزوں کے خلاف ہوگا وہ احکام شریعت میں عقیدۃً اور عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو کوئی ان دونوں عظیم القدر چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے

جناب شاہ صاحب کی اس تصریح و تشریح سے نہ صرف مسئلہ فضیلت صحابہ باطل ہوا بلکہ خود صحابہ کا تمام امت سے افضل اور ایمان و اسلام میں کامل ہونیکے بجائے انکا صراط مستقیم سے پھر جانا ثابت ہوا، کیونکہ جناب رسول خدا نے اصحاب ہی سے مخاطب ہو کر انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الخ ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہی تو لفظ "فیکم" ہے جسمیں قیامت تک تمام امت داخل ہے مگر افسوس ہے کہ ان صحابہ نے دنیا کی محبت میں اپنے پیغمبر کے اس فرمان کا مطلق لحاظ نہیں کیا چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات گمراہی سے بچانے کیلئے جب ارشاد فرمایا تھا۔

ایتونی بدوات وقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ یعنی تم دوات اور کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھدوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو

تو اصحاب نے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا اور اپنے پیغمبر کو یہ جواب دیا کہ حسبنا کتاب اللہ (یعنی ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے) پس محض حسبنا کتاب اللہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب دوم منجملہ ان دو گرانقدر چیزوں کے عترت رسول اللہؐ سے آنحضرت کی زندگی ہی میں دست بردار ہو گئے تھے اور فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم کو ان کی اطاعت و متابعت کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا، اور آنحضرت کی وفات کے بعد مسند شریعت پر امت کے حاکم بن بیٹھے اور عترت رسولؐ کو اپنا محکوم و تابع سمجھنے لگے، یہی نہیں بلکہ طرح طرح کے رنج دینے لگے۔ (جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی) اب رہی کتاب خدا، اسکے ساتھ بھی یہ کیا گیا کہ احکام الٰہی میں اپنے قیاس و رائے کو دخل دیکر حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کر دیا جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے، متعۃ الحج اور متعۃ النساء جو جناب رسالتمآبؐ کے زمانہ میں حلال تھے انکو اپنی رائے سے منسوخ کر دیا۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ جلد دوم میں ہوگی، اس جگہ دو ایک روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمراً فجئناہ فی منزلہ فسألہ القوم عن اشیاء ثم ذکر المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ وابی بکر وعمر۔

مسلم صـــ ۴۵۱[2]

عطا کہتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ عمرہ کی غرض سے (مکہ) آئے پس ہم انکی قیام گاہ پر آئے تو کچھ لوگوں نے ان سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا، پھر متعہ کا ذکر کیا، جابر بن عبد اللہ نے کہا، ہاں ہمنے رسولؐ اور ابو بکر اور عمر کے (ابتدائی) زمانے میں متعہ کیا۔

(۲) عن ابی عباس سمعت عمر یقول واللہ انی لانہاکم عن المتعۃ وانہا لفی کتاب اللہ ولقد فعلہا رسول اللہ یعنی العمرۃ فی الحج باب التمتع من کتاب المناسک نسائی صحیح جلد ۲ صـــ ۱۶

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمر کو یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم کو متعہ سے روکتا ہوں، باوجودیکہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور رسول اللہؐ نے بھی اسکو کیا، یعنی عمرہ حج کے ساتھ

[1] محرم باب چہارم صـــ ۲۸۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۲ عابد حیدری

(۳) فصل فی اولیات عمر قال العسکری ھو اول
من سمی امیر المومنین واول من کتب التاریخ
من الھجرۃ واول من اتخذ بیت المال واول
من سن قیام شھر رمضان واول من عس
باللیل واول من عاقب علی الھجاء واول من
ضرب فی الخمر ثمانین جلدۃ واول من حرم
المتعۃ واول من نھی من بیع امھات الاولاد
واول من جمع الناس فی صلوۃ الجنازۃ علی
اربعۃ تکبیرات۔ (الی اخرہ) تاریخ الخلفاء سیوطی

اولیات عمر کا بیان، عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے
عمر نے اپنا نام امیر المومنین رکھا، سب سے پہلے انہوں نے
تاریخ کی ابتدا ہجرت سے کی، سب سے پہلے انہوں
نے بیت المال قائم کیا، سب سے پہلے انہوں نے تراویح
کی سنت قائم کی، رات کو چھپ کر گشت لگانے کی ابتدا
عمر ہی نے کی، سب سے پہلے ہجو کرنے والے کی سزا عمر نے دی،
سب سے پہلے شراب پینے پر اسّی کوڑے کی حد عمر نے جاری کی،
سب سے پہلے متعہ کو عمر نے حرام کیا۔ ام ولد کی بیع کو عمر ہی نے
سب سے پہلے روکا، اور سب سے پہلے عمر ہی نے نماز جنازہ میں
چار تکبیروں پر لوگوں کو متفق کیا۔

اس قسم کی بہت سی روائتیں ہیں جن کو طول کے خوف سے ترک کرتے ہیں، اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایسا کرنے والوں کا انجام کیا ہے، اور خدا کا ارشاد کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) یاایھا الذین امنوا لاتحرموا طیبات
ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا
یحب المعتدین۔ پ سورہ مائدہ ع ۱۲
(۲) ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ
ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم
ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا
مبیناہ

اے ایماندارو! جو چیزیں تمہارے لئے خدا نے حلال کی ہیں
ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور حد سے زیادہ نہ بڑھو۔
کیونکہ خدا حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔
جب خدا اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی
مومن اور مومنہ کو ان کے کسی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے
اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلم
کھلا گمراہ ہے۔

اب دو ایک حدیثیں بخاری شریف کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم
من احدث فی امرنا لیس منا فھو رد
بخاری جلد چہارم

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جس نے
دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ
مردود ہے۔

(۲) اذا اجتھد العامل والحاکم فاخطأ
خلاف الرسول من غیر علم فحکمہ مردود

جس وقت عامل یا حاکم اجتہاد کرے اور بغیر علم کے حکم
رسول کے خلاف غلطی کرے تو اس کا حکم مردود ہے۔

یقول النبیؐ من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو مردود"۔ بخاری جلد ۴ ص۱۱۷۱
نیز آنحضرت فرماتے ہیں "جو شخص کوئی عمل کرے اور ہم نے اسکے بارے میں حکم نہ دیا ہے وہ عمل ناقابل قبول ہو۔

غرض جن اصحاب نے حدیث ثقلین کو بالائے طاق رکھ کر احکام الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دیا اور عترت رسول ؐ کو چھوڑ بیٹھے، ان پر "فقد ضل ضلالاً مبینا" اور ارشاد نبوی "غرق و ھوی" صادق آتا ہے جس کی تصریح شاہ صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است[1]
جو شخص ان دونوں (قرآن و عترت) بزرگ چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے۔

اور یہ قول مسلم ہے کہ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" اس صورت میں حد سے زیادہ حیرت کی بات ہے کہ آپ انھیں حضرات کی فضیلت و خلافت پر مذہب اہل سنت و الجماعت کو سچا جانیں جن کا بطلان بقول شاہ صاحب ثابت ہے۔

مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است[2]
جو مذہب کہ ان دونوں (قرآن و عترت) کے خلاف ہو امور شرع میں بروئے اعتقاد اور عمل باطل اور ناقابل اعتبار ہے

یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب نے اہلبیت اطہارؑ کو چھوڑ دیا تھا، اسی طرح اہلسنت بھی ان کی پیروی میں اہل بیت کو چھوڑے ہوئے ہیں، اور ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ ان میں سے اکثر افراد کو اہلبیت اطہارؑ کے اسماء مبارکہ تک بھی یاد نہیں، ہاں زبان سے تولائے اہلبیتؑ کا دعوی بہت کچھ کر کے مندرجہ ذیل آیت کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

"یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ عملاً اور قولاً کسی طرح بھی مودت اہل بیتؑ ان سے ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک "صلوۃ" ہی میں امتحان کر لیجئے کہ بقول امام فخر الدین رازی اور دوسرے علماء کبار، اہل بیت اطہار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صلوۃ میں شریک ہیں، اور جو مسلمان نماز میں تشہد میں اللھم صل علی محمد" کے ساتھ "آل محمدؐ" نہ کہے تو اس کی نماز ہی باطل ہے، یہی تو امام شافعی صاحب بھی فرماتے ہیں: "من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ" یعنی جو شخص اے آل محمد تم پر صلواۃ نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود تمام اہل سنت نے "باستثنائے چند" آل محمد کا لفظ اپنی تحریر و تقریر سے بالکل خارج کر دیا مگر افسوس کہ خدائے علیم و حکیم نے جس ولی کی

---

[1] تحفہ باب چہارم ص۱۳۰ سطر ۱۴ [2] ایضاً ص۱۳۰ باب چہارم سطر ۱۳۔ [3] حملہ حیدری

امامت و خلافت پر دین اسلام کو مکمل کرے جس کو خدا کا رسول اپنے بعد تمام امت پر خلیفہ اور ہادی مقرر کر کے اعلان عام کر جائے۔ امت اس کی یہ منزلت کرے کہ بجائے پیروی و اطاعت کے طنز کریں کہ حضرت علیؑ سے دین خدا کا کام اچھی طرح انجام نہیں پا سکا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"اکثر اہل اسلام مالکیان، حنفیان و حنبلیان و شافعیان اند اصل مذہب ایشان معتمد ست بر مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل بر آثار مرتضیٰ فتح اسلام واقع نہ شد، و در ہیچ فنے از فنون شرعی مدار کلی بر آثار مرتضوی نہ نہادہ و بر دست ایشان خلافت منتظم نہ گشت" (قرۃ العینین)

اہل اسلام زیادہ تر مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی ہیں اور ان کا مذہب فاروق کے اجماعی مسائل پر مبنی ہے اور حضرت مرتضیٰ کے آثار پر بجز چند مسائل کے اسلامی فتح واقع نہیں ہوئی اور فنون شرعی میں سے کوئی فن، کلی طور پر آثار مرتضوی پر موجود نہیں ہے، اور ان کے ہاتھوں خلافت کا انتظام منظم نہیں ہو سکا۔"

موصوف ہی اپنے رسالہ تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں۔

"مہمات مذاہب اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر بن خطاب و فتاوی ابن مسعود ست۔"

چاروں مذہب کے اہم مسائل حضرت مرتضیٰ کے آثار پر نہیں ہیں، بلکہ عمر بن خطاب کے اجماعیات اور ابن مسعود کے فتوے پر ہیں۔

شاہ صاحب موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ "باب مدینۃ العلم" کے اوپر اس طرح کا ناروا حملہ کر بیٹھے۔

"از حضرت مرتضیٰ در مسئلہ فقہ غلط واقع شد، و از عجائب آنست کہ مثل ابوہریرہ کہ صحبت او با آنحضرت قلیل ست در مذہب ما پنج ہزار حدیث روایت کردہ اند و حضرت مرتضیٰ با وجود صحبت دائمہ و کمال فقاہت و تمام حفظ و انضمام استماع از صدیق و فاروق بسیارے از حدیث با مسموعات خویش و عدم مانع از روایت کہ عبارت از قلت بقاء است بعد آنحضرت چنانچہ در صدیق بودہ است یا اشتغال در امور خاص چنانچہ در فاروق

مسئلہ فقہ میں حضرت مرتضیٰ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ابوہریرہ جو بہت کم آنحضرت کی صحبت میں رہے اس کے باوجود ہمارے مذہب (اہل سنت) میں ان سے پانچ ہزار حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور حضرت مرتضیٰ آنحضرت کے ساتھ دائمی صحبت رکھنے اور اعلیٰ درجے کے فقیہ ہونے کے باوجود اور ارشادات نبوی کو محفوظ رکھنے اور صدیق و فاروق سے حدیث سننے کے انضمام ہونے کے ساتھ۔ نیز بہت سی اپنی سنی ہوئی حدیثیں، اور ان کے لئے روایت کرنے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی، یعنی آنحضرت کے بعد ان کو

حضرت علی خلافت اور فنون شرعی میں پورے نہ اترے۔ شاہ صاحب کا فرمان

بودہ ست، یا قلت اشتغال در مسائل فقہیہ، چنانچہ در طلحہ و زبیر بود مدتے دراز در مدینہ باشد و روایت نہ نکنند مردمان از وے حدیث و یاد نگیرند از وے ہیچ مسئلہ باز در کوفہ چوں روایت کند حدیث او تا پانصد نہ رسد، و آں نیز محتمل گردد بشرط صحت نہ رسد الا قلیلے (تفصیل الشیخین)

کم موقع نہیں ملا۔ جیسے کہ صدیق کو کم موقع ملا۔ یا لوگوں کے معاملات میں مشغول رہے، جیسے کہ فاروق کے لئے تھا۔ یا یہ بھی آپ کے لئے نہیں ہوا کہ طلحہ و زبیر کے مانند مسائل فقہیہ میں مشغول ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔ ان چیزوں کے باوجود آپ ایک مدت تک مدینہ میں رہے، اور ایک روایت بھی لوگوں نے آپ سے نہیں کیا۔ اور نہ کوئی مسئلہ پوچھا ہاں جب کوفہ پہونچے تو حدیث بیان کرنا شروع کیا پھر بھی آپ کی روایت کی تعداد پانچ سو تک بھی نہیں پہونچی، اور وہ بھی کمزور اور ناقابل اعتبار جو صحت کی شرائط پر پوری نہیں اترتیں سوائے چند حدیثوں کے“

اسی طرح یہ لوگ ائمہ طاہرین علیہم السلام کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ان کو خاطی سمجھتے ہیں جیسا کہ مولوی عبد العلی صاحب شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

”اجماع اھل البیت لیس بحجۃ خلافا للشیعۃ فانھم قد یصیبون وقد یخطئون ویجوز علیھم الزلۃ وھی وقوعھم فی الذنب من غیر تعمد کما وقع من سیدۃ النساء من ھجر انہ خلیفۃ رسول اللہ حین منعھا فدک“[1]

یعنی اہلبیت کا اجماع حجت نہیں ہے۔ برخلاف شیعہ کے (کہ ان کے نزدیک حجت ہے) کیونکہ اہلبیت کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی صواب۔ ان سے لغزش ہونا درست، غیر ارادی طور پر ان سے گناہ واقع ہو جاتا ہے، جیسے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے، کہ انھوں نے رسول کے خلیفہ (ابو بکر) سے بولنا ہی چھوڑ دیا، جبکہ ابو بکر نے ان سے فدک چھین لیا“

اسی طرح ذہبی نے کتاب [illegible] میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو ”مجہول الحال“ اور ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور کہا [illegible] کہ لم یخرج بہ البخاری (امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی ہے نیز میزان الاعتدال [illegible] ہے۔

لم یخرج بہ البخاری [illegible] یحیی بن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئا وکان مالک لا یروی من حدیثہ حتی یضمہ الی احد“۔ بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی روایت

---

[*] پیش نظر کتاب میں خط کشیدہ الفاظ کی جگہ یہ جملہ ہے۔ ”فی امر غیر مناسب“

[1] فواتح الرحموت [illegible] مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۵ طبع نول کشور۔ ۱۲ عابد حیدری

نہیں لیا، یحیی بن سعید قطان شیخ بخاری کا بیان ہے کہ ہم اپنے دل میں آنجناب سے کچھ خلش پاتے ہیں اور امام مالک آنجناب سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے، جب تک آپ کے ساتھ کسی اور راوی کو شریک نہیں کر لیتے تھے، جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو عقیلی نے ضعیف لوگوں میں شمار کیا ہے، اور کہا ہے کہ حدیث غیر محفوظ "یعنی ان حضرت کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (یعنی صحیح نہیں ہے) اور جناب امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔ قال ابو الحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال علی بن موسی الرضا یروی عن ابیہ عجائب یھم ویخطی، "یعنی دارقطنی نے روایت کی ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں مجھے خبر دی کہ علی بن موسی رضاؑ اپنے باپ سے عجیب عجیب باتیں وہم وخطا کی بیان کرتے ہیں۔ اور امام حسن عسکریؑ کے بارے میں رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تنزیہ الشریعت میں لکھا ہے۔ لیس شئی یعنی (معاذ اللہ) وہ حضرت کوئی چیز نہیں ہیں"۔

ابن تیمیہ، منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔

فان علماء المعروفین بالروایۃ الذین کانوا فی زمن ھذا الحسن العسکری لیس لھم عنہ روایۃ مشھورۃ فی کتب اھل العلم شیوخ اھل کتب السند البخاری ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ کانوا موجودین فی ذلک الزمان قبلہ وبعدہ وقد جمع الحافظ ابو القاسم بن عساکر اسماء شیوخ الکل عن شیوخ ھؤلاء الائمہ۔ فلیس من ھؤلاء الائمہ من روی عن الحسن العسکری مع روایتھم عن الوف مؤلفۃ اھل الحدیث

علم حدیث کے مشہور علماء امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں موجود تھے۔ انھوں نے امام حسن عسکریؑ سے کوئی مشہور روایت علمی اہل علم کی کتابوں میں نہیں درج کیا، شیوخ اہل کتب سند بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ یہ سب امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں اور ان کے پہلے اور بعد موجود رہے۔ نیز حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے مذکورہ تمام آئمہ حدیث کے مشائخ کے اسماء کو لکھا، مگر ان میں سے کسی امام نے بھی امام عسکریؑ سے روایت نہیں کیا، حالانکہ انھوں نے ہزاروں راویوں سے روایتیں لی ہیں۔

منقول از تنقید بخاری حصہ دوم صفحہ ۶۶

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایت العقول میں لکھتے ہیں:۔

والعجب انھم یزعمون فی النقی والتقی والحسن ... بڑے تعجب کی بات ہے کہ شیعہ گمان کرتے ہیں کہ امام

العسکری انهم کانوا عالمین بجمیع المسائل الاصولیة والفروعیة وجملها وتفاصیلها مع انهم کانوا فی زمان خواص العلماء فی اصناف العلوم وکثرة تصانیفهم مع ذلك لم یظهر من احد منهم شیٔ من العلوم لا القلیل ولا الکثیر ولم یحضروا محفلا ولا تکلموا فی شیٔ من المسائل مع المخالفین ولم یظهر منهم تصنیف تنتفع به کما یظهر من الشافعی و محمد بن الحسن من الفقهاء والمتکلمین و المجتهدین"

تقی علیہ السلام وامام نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام تمام اصولی و فروعی مسائل کے جاننے والے تھے اور ان کے اجمال اور تفصیل سے بھی واقف تھے اس کے باوجود یہ حضرات ایسے زمانہ میں تھے کہ اس وقت ہر علم کے علماء موجود تھے اور ان علماء کی بہت سی تصنیفات تھیں۔

پھر بھی مذکورہ تینوں امام سے کوئی علم کی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور نہ کبھی یہ حضرات اہل علم کی صحبتوں میں آکر بیٹھے۔ اور نہ مخالفین سے کبھی کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کی، اور نہ ان حضرات سے کوئی تصنیف ظاہر ہوئی جس سے لوگ نفع اٹھاتے، جیسے امام شافعی اور محمد بن الحسن اور دوسرے فقہاء و متکلمین و مجتہدین سے تصانیف وجود میں آئیں۔

اب سنئے، اگر آپ حضرات کتب اہل سنت کو غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ صحیح بخاری سنن ابی داؤد، سنن نسائی، وابن ماجہ وغیرہ کی اکثر روائتیں خارجیوں کی روایتوں سے مزین ہیں۔ مثلاً حصین بن نمیر جس نے شہزادہ علی اکبر شبیہ پیغمبر کو نیزہ مار کر شہید کیا تھا، سمرہ بن جندب جس نے آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کرایا، شبث بن ربعی جو معرکہ کربلا میں سپاہ شام کا سپہ سالار تھا، جس نے امام حسین علیہ السلام کو نیزہ و شمشیر سے صدمات پہونچائے تھے، شمر ذی الجوشن جس کی شقاوت اظہر من الشمس ہے۔ ابن سعد، مروان بن حکم طرید رسول وغیرہ۔ بخاری کے رواۃ میں داخل ہیں۔ غور کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میری آل سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور آپ کے علماء، ناصبیوں، خارجیوں سے حدیثیں، روائتیں لیں، اور آل رسول جو تمام امت کے ہادی و پیشوا ہیں ان کی حدیث پر اعتبار نہ کریں۔ اس پر ان کتابوں کو خدا کی کتاب سے بڑھ کر سمجھا جائے۔ اس روشنی میں تو ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ تمہارا اصلی مدعا یہ ہے کہ آل رسول کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے، چنانچہ تحریر و تقریر سے تو آل کے لفظ مٹا ہی چکے ہو، یعنی صرف "صلی اللہ علیہ وسلم" اور صرف "صلی علی رسولہ الکریم" بکتے اور لکھتے ہو، البتہ حدیث ثقلین میں لفظ آل باقی ہے، مگر اب اس کو بھی مٹانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک کتاب "تاریخ الامۃ حصہ اول سیرۃ الرسول" مصنفہ حافظ مولوی اسلم صاحب جیراج پوری استاد تاریخ اسلام جامعہ اسلامیہ، مطبوعہ علی گڑھ شائع ہوئی ہے جس کے صفحہ ۱۴۱ پر کچھ سرسری طور پر جناب رسول خدا کے اس خطبہ کا ذکر کر دیا ہے

سنی کتب کے راویوں کی پوزیشن

جو آپ نے غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ سے آل کا لفظ خارج کر دیا۔ ملاحظہ ہو ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"حج (حجۃ الوداع) کے بعد آپ نے مسلمانوں کو جہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا مخاطب کر کے ایک موثر خطبہ پڑھا پھر فرمایا، اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔" وہ قرآن ہے۔"

حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی جو فریقین کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر افسوس کہ تعصب کی وجہ سے مولوی صاحب نے اس حدیث سے انکار کر دیا، جن کو ان کے پیشوا تسلیم کرتے ہیں، اب تمھیں بتاؤ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کھلم کھلا تحریف نہیں ہے؟ اب سچ بتاؤ کہ خدا و رسولؐ کے احکام کی پیروی کرتے ہو۔ یا اپنے خلفاء کی، پھر لطف کی بات یہ کہ ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، مگر سنو! کوئی خدا کے نور کو نہیں بجھا سکتا یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ انھیں لوگوں کی زبان و قلم سے حق بات کہلوا دیتا ہے۔ اور لکھوا دیتا ہے۔ جو اصحاب ثلاثہ کی فضیلتوں میں رات دن رطب اللسان ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عقیل صاحب نصائح کافیہ آئمہ اربعہ اور دوسرے علماء پر طنز کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے تابعین کے مناقب میں مستقل رسالے لکھ ڈالے مگر آل محمدؐ علیہم السلام جو افضل التابعین ہیں ان کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ ان کو تابعین میں بھی شمار نہیں کرتے۔ ان کی اصل عبارت حسب ذیل ہے۔

بعض اصحابنا بعد ذکر تفاضل الصحابۃ ذکر تفاضل التابعین فقال بعضھم افضل التابعین اویس القرنی وقال بعضھم الحسن البصری وقال اخرون سعید بن المسیب ولم یقل احد بافضلیۃ الامام زین العابدینؑ ابن الحسین علیہما السلام وھو واللہ افضلھم واعجب من ھذا ان بعض علماء الشافعیۃ افرد فی مؤلف له

ہمارے مذہب کے بعض علماء نے صحابہ کی ایک دوسرے پر فضیلت کو بیان کرنے کے بعد تابعین کے ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر کیا ہے، پس بعض علماء کہتے ہیں کہ سب سے افضل تابعی اویس قرنی ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسن بصری ہیں۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ افضل تابعی سعید بن مسیب ہیں۔ مگر ان علماء میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ سب سے افضل تابعی امام زین العابدینؑ بن الحسین علیہما السلام ہیں۔

علامہ محمد بن عقیل مرحوم کی حق گوئی فضائل اہلبیتؑ چھپنے نہیں دیتے۔ علمائے ناراض۔

امام زین العابدین افضل ترین تابعی

فضلا فی ذکر کبار التابعین وعد منهم نحو العشرة ولم یذکر فیهم زین العابدینؑ ولا الحسن المثنی ولا محمد بن الحنفیه ولا ادری ما الصارف له عن ذلک والحال انه من کبار العلماء المطلعین وتالیفه کان بعد انقضاء الدولة الامیة والعباسیة والله ان هذا القریب من الجفاء وان لم یکن الجفاء بعینه۔" نصائح الکافیه ص۱۹۱

حالانکہ خدا کی قسم امام زین العابدینؑ تمام تابعی سے افضل ہیں۔ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ شافعی مذہب کے بعض علماء نے کبار تابعین کے تذکرہ کے لئے مخصوص کتابیں لکھی ہیں اور کبار تابعین کی دس تک تعداد بیان کی، مگر ان میں کہیں امام زین العابدین علیہ السلام اور حسن مثنیٰ اور محمد بن حنفیہ (وغیرہ) کا ذکر نہیں، اور میں اس کی وجہ نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں نے ان حضرات کا تذکرہ کرنے سے کیوں روگردانی کی، حالانکہ ان کتابوں کے مصنف بڑے وسیع النظر اور جید عالم ہیں، نیز ان کی تالیف (جس میں صرف کبار تابعین کا ذکر ہے) بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سلطنت ختم ہو جانے کے بعد وجود میں آئی۔ (جب کہ کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔) خدا کی قسم اگر یہ اہل بیت پر صریحی ظلم نہیں ہے تو قریب بہ ظلم ضرور ہے۔"

مختصر یہ کہ خداوند عالم نے ہدایت کرنے کا منصب صرف آلِ محمدؐ کو عطا فرمایا تھا۔ صحابہ کو نہیں دیا تھا، آل محمد ہی ہادی اور مقتدا ہیں، اور کتاب اللہ اور عترت رسول اللہؐ دونوں پر مذہب کی حقیقت و بطلان کا دار و مدار ہے۔ لہٰذا انھیں حضرات (آل محمدؐ) ہی کی پیروی واجب ہے، کسی اور کی نہیں، ارشاد ہوتا ہے۔

افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون۔ پ ۱۱ سورہ یونس ع ۳

کیا وہ جو تم کو حق تک پہونچائے، وہ اس امر کا مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جس کو راستہ نہیں ملتا جب تک کہ اور کوئی اس کو راستہ نہ بتائے، پس تم کو کیا ہو گیا ہے اور کیسے فیصلہ کرتے ہو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔ علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ (حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن حضرت علیؑ کے ساتھ ہے) اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو خود ہدایت نہیں پاتے جب تک کہ ان کو ہدایت نہ کی جائے، وہ قریش اور غیر قریش سب ہیں جنھوں نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی۔" تفسیر قمی (مقبول ترجمہ)

اگرچہ مذکورہ بالا وجوں سے دعوائے (فضیلت صحابہ) ہوا ہو گیا، اور "بنا الفاسد علی الفاسد" کی بنا پر مذہب اہل سنت والجماعت حسب ارشاد شاہ صاحب اچھی طرح باطل اور نامعتبر ہو گیا۔ اور اب اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں مگر چونکہ آپ نے آیات بینات کی بناء اس مسئلہ خاص پر قائم کی ہے اس لئے ہم بھی بقول شاہ صاحب اسی مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہیں۔

چوں بنائے کلام بر اصول گروہے دیگر نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا دادہ ہرجا کہ کشیدہ برند میرود و بہر رنگ کہ رنگین کنند می شود[1]

چوں کہ کلام کی بناء ایک دوسرے گروہ کے اصول پر رکھی گئی ہے، اس لئے مجبوراً عنان اختیار ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ جہاں کھینچ کرلے جائیں چلا جاتا ہے۔ اور جس رنگ سے رنگیں رنگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (جس طرح اہل سنت اصحاب کو تمام امت سے مرتبے میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ ان کو برا اور خراب حتیٰ کہ کافر و مرتد کہتے ہیں) درست نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو چار یا دس بیس نہ تھے۔ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں تھے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب ہی سچے اسلام لانے والے اور پکے ایمان والے نہ تھے۔ بلکہ ان میں فاسق اور منافق بھی تھے۔ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ خدا بھی یہی فرماتا ہے، "منھم المومنون واکثرھم الفاسقون" (ان میں مومنین ہیں اور اکثر ان میں فاسقین ہیں) پس شیعہ کلام الٰہی کے مطابق صرف منافقین صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔ مومنین صحابہ کی فضیلت و منزلت کو دل و جان سے مانتے ہیں۔ کتب امامیہ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اقوال صحابہ کبار کی تعریف میں جا بجا موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین، مومنین صحابہ کو جن الفاظ میں یاد فرماتے تھے، وہ درج ذیل ہے۔

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوه وقرءوا القرآن فاحکموه، وھیجوا الی القتال فولھوا ولہ اللقاح الی اولادھا وسلوا السیوف من اغمادھا واخذوا باطراف الارض زحفا زحفا وصفا صفا بعض ھلک وبعض نجا لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی، مرہ العیون من البکاء

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے اس کو قبول کیا۔ اور قرآن کو ان کے سامنے پڑھا گیا تو مان گئے، اور جہاد کے لئے انھیں آمادہ کیا گیا تو اس کی طرف اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے اونٹنی اپنے بچوں کی طرف، اور تلواروں کو باہر نیام سے کھینچ رکھ لیا۔ اور زمین کے اطراف کو گروہ گروہ، صف باندھ باندھ کر لے لیا۔ کچھ ان میں سے شہید ہو گئے، اور کچھ زندہ رہے مگر زندوں کی زندگی

---

[1] تحفہ صفحہ ۲ دیباچہ۔ ۲ عالم حیدری

حضرت امیر نے نہج البلاغہ میں اصحاب کی تعریف اس طرح ادا کی ہے۔

خمص البطون من الصیام، ذبل الشفاہ من الدعاء، صفر الالوان من السھر، علی وجوھھم غبرۃ الخاشعین اولئك اخوانی الذاھبون فحق لنا ان نظمأ الیھم ونعض الایدی علی فراقھم،

نہج البلاغہ ص۲۳۳ جزو اول، مطبوعہ مصر

پر خوش نہیں کئے گئے۔ اور مرنے والوں پر انھیں تعزیت نہیں دی گئی۔ (خوف خدا سے) روتے روتے ان کی آنکھیں خراب ہوگئی تھیں۔ زیادہ روزہ رکھنے سے ان کے شکم پشت سے مل گئے تھے۔ دعا کرنے سے ان کے ہونٹ خشک ہوگئے تھے، شب بیداری کی بنا پر رنگ زرد ہوگیا، خشوع کرنے والوں کی مانند ان کے چہرے گرد آلود ہوگئے تھے، یہی لوگ میرے بھائی ہیں جو گذر گئے، لہذا ہمیں حق ہے کہ ان کے دیدار کے پیاسے بنیں اور ان کی جدائی پر کف افسوس ملیں۔

(نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ولقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدا منکم یشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا تا آخر۔ نہج البلاغہ مذکورہ ص۱۶۱ اس عبارت کا حاصل بھی تقریبا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

امام زین العابدین نے اصحاب رسول کی تعریف ان الفاظ میں کی

اللھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ وکانفوہ واسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ، واستجابوا لہ حیث اسمعھم حجۃ رسالاتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظھار کلمتہ وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوتہ وانتصروا بہ ومن کانوا منطوین علی محبتہ یرجون تجارۃ لن تبور فی مودتہ والذین ھجرتھم العشائر اذ تعلقوا بعروتہ وانتفت منھم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ فلا تنس لھم اللھم ما ترکوا لك وفیك وارضھم من رضوانك وبما حاشوا

پالنے والے! جناب محمد (مصطفی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پر (رحمت نازل فرما) خاص کر ان اصحاب پر جنھوں نے حق صحبت خوب اچھی طرح ادا کیا، جنھوں نے اپنے پیغمبر کی نصرت اور مدد کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں اور آنحضرت کی حمایت کی اور ان تک پہونچنے میں جلدی کی، آنحضرت کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کی، اور جب پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی حجتیں انھیں سنائیں تو انھوں نے بغیر کسی تردد کے قبول کرلیا۔ اور حق بات ظاہر کرنے کے لئے اپنی ازواج اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے، اپنے باپ بیٹوں سے جنگ کیا اور آنحضرت کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا اور ان کی محبت دل میں لئے ہوئے تھے۔ وہ اس تجارت کے امیدوار تھے

الخلق علیک وکانوا مع رسولک دعاۃ
لک الیک واشکرھم علی ھجرھم فیک
دیار قومھم وخرجھم من سعۃ
المعاش الی ضیقہ ومن کثرت فی اعزاز
دینک من مظلومھم اللھم واوصل
الی التابعین لھم باحسان الذین
یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا
سمتھم وتحروا وجھتھم ومضوا علی
شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم
ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم
والائتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین
لھم یدینون بدینھم ویھتدون
بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم
فیما ادوا الیھم اللھم وصل علی التابعین
من یومنا ھذا الی یوم الدین وعلی ازواجھم
وعلی ذریاتھم وعلی من اطاعک منھم
صحیفۂ کاملہ ص۲۰

جس سے آپ کی محبت میں گھاٹا نہ ہوتا۔ اور جب
انھوں نے پیغمبر اسلام کا دامن تھام لیا تو ان کی قوم
قبیلے نے انھیں چھوڑ دیا۔ اور جب وہ آپ کی قربت
کے سائے میں آگئے تو اُن کے رشتہ داروں نے ان سے
تعلقات کو توڑ دیا۔ لہٰذا اے میرے خدا فراموش نہ کرنا۔
ان کے لئے ان چیزوں کو جن کو انھوں نے تیرے لئے اور
تیری راہ میں ترک کر دیا۔ اور اپنی خوشنودی سے ان کو
شاد کر دے، انھوں نے مخلوق کو تیری طرف متوجہ کر دیا۔
اور تیرے رسول کے ساتھ رہے، تیری خوشنودی کے لئے لوگوں
کو تیری طرف دعوت دی، ان کی کوشش کو مشکور فرما۔
کیونکہ انھوں نے تیرے لئے اپنی قوم اور کنبہ کے وطن کو چھوڑا۔
اور عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر تکلیف کی زندگی
بسر کرنے چلے آئے، اور جن کی مظلومی سے تو نے اپنے دین
کو تقویت پہونچائی۔ خداوندا! ان کی اچھی پیروی کرنے
والوں کو ان کے ساتھ اپنی بہترین جزا کو وابستہ کر دے۔
جو دعا کرتے ہیں کہ پالنے والے! ہم کو اور ہمارے بھائیوں
کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی۔
ایسے پیروی کرنے والے جو ان صحابہ کرام کے نقش قدم پر
چلے اور ان کے طور کو اختیار کیا اور ان کے انداز پر گامزن
ہوئے، جن تابعین کو ان صحابہ کی بصیرت میں کوئی شک نہیں جن کے دل میں ان کی پیروی کے بارے میں کوئی
شبہہ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کی ہدایت کے منارہ کی اقتدا کرنے میں کوئی تامل ہوا ہے جو ان کے ناصر ہیں، ان کے
مددگار ہیں۔ اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت سے ہدایت پاتے ہیں، وہ اصحاب
پر اتفاق رکھتے ہیں اور انھیں متہم نہیں کرتے اس کام میں جو ان تک پہونچایا۔ خدایا! تابعین پر آج سے
قیامت تک رحمت نازل فرما۔ اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر اور ان پر جو ان لوگوں میں
سے تیری فرماں برداری کریں۔

یہ ہیں وہ اصحاب جن کی محبت شیعوں کے دل میں ہے، ہر صحابی سے عقیدت نہیں، چنانچہ اس کے آپ بھی معترف ہیں۔ آیات بینات میں لکھتے ہیں۔

"مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول صلعم نہیں ہیں، اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا، بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علماء نے قبول فرمایا، چنانچہ صاحب نزہۂ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ اس کو تسلیم کیا ہے کہ "امامیہ جمیع اصحاب را ممدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیارے از صحابۂ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ اولیائے کرام می دانند، و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفۂ کاملہ۔ فرقہ حقہ ان را ز بور آل محمد می گویند دعائیکہ از حضرت سید الساجدین ماثور است شاہد عادل ایں دعویٰ است"

آیات بینات صفحہ

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں سمجھتے، یہ تو علماء اہل سنت کی خاص عنایت کا سبب ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے طرح طرح سے ہم کو متہم کر کے لوگوں کو مذہب امامیہ سے مستفید نہیں ہونے دیتے اور کہتے ہیں کہ خدا تو اصحاب رسول صلعم کی صفات میں صاف صاف فرماتا ہے کہ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ الآیۃ	محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں تا آخر۔

اور شیعہ ان کو برا کہتے ہیں۔ اور قرآن کو بیاض عثمانی بناتے ہیں، پس اگر آپ کو شاہ صاحب کی تائید مقصود نہ ہوتی تو آپ خود ہی ان کو قائل کر دیتے کہ نہ شیعہ کل صحابہ کو برا کہتے ہیں، اور نہ خدا نے تمام صحابہ کی شان میں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ الآیۃ (فرمایا ہے جس کی توضیح انشاء اللہ جلد دوم میں آئے گی)

جس طرح شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں کہتے، اسی طرح اہل سنت بھی "کل صحابہ عادل ہیں" کے دعوےٰ کے باوجود سب کو اچھا نہیں سمجھتے، چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب میں مہاجرین ممتاز تھے، اسی طرح انصار بھی تھے۔ اور ان دونوں گروہوں میں جو اصحاب مومن ہیں ان کی عزت اور منزلت مسلم ہے، ان کے ایمان ان کی جان نثاری وغیرہ کے بارے میں خود خدا شاہد ہے۔ اور ان کے حق میں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" فرمایا ہے، مگر بعد

وفات رسول مقبولؐ خلفاء ثلاثہ نے انصار کی فضیلت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا، جیساکہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تاکہ خلافت کے لئے کسی کا انتخاب کریں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر و عمر بھی آپہونچے اور اس انتخاب پر سخت مزاحمت ہوئی۔ جناب عمر نے حضرت ابو بکر کو خلافت کا مستحق قرار دیا۔ انصار نے آپ کے استحقاق سے قطعاً انکار کیا۔ اس پر انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہوا، اور قریب تھا کہ تلواریں چل جائیں۔ حضرت عمر نے سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، سخت کلامی کی، بلکہ بروایت طبری ان کو منافق بھی کہا، اور پکار پکار کر کہنے لگے "قتل اللہ سعدا قتل اللہ سعدا" (یعنی اللہ سعد کو ہلاک کرتے، اللہ سعد کو ہلاک کرے) حالانکہ سعد اصحاب بدر سے تھے۔ اور اصحاب بدر کے درجے اور مرتبے اہل سنت کے نزدیک بہت بلند ہیں۔ آنحضرت انصار کے لئے دعاء مغفرت فرمایا کرتے تھے، اور سعد بن عبادہ کے بارے میں خاص طور سے فرمایا ہے کہ

اللھم اجعل صلواتک و رحمتک علی سعد بن عبادہ" (خداوندا! سعد بن عبادہ پر اپنی رحمت اور بخشش نازل فرما)" اس صورت میں اہل سنت کے لئے تو ضروری تھا کہ "قتل اللہ سعدا" کہنے والے کو خدا اور رسول کا مخالف سمجھ کر اس کو ناقابل اعتبار سمجھتے کہ ایسے جلیل القدر صحابہ کو مجمع عام میں منافق اور برا بھلا کہا۔ اور جس صحابی کی شان میں آیات و احادیث ہیں ان کی توہین و تحقیر کی۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کو فلک اسلام کا مہر و ماہ بتاتے ہیں اور انصار کو دین اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں، اور صاف صاف لکھتے ہیں۔

"اگر خدانخواستہ خلافت انصار میں چلی جاتی تو کشتی اسلام ایسی غرق ہوجاتی کہ ایک تختہ کا بھی پتہ نہ چلتا"

اسی طرح علامہ محمد احسان اللہ عباسی صاحب وکیل عدالت گورکھپور سنی المذہب اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں

"خلافت کا انصار کے ہاتھ میں جانا غضب ہو تھا اسلام کی تمام امیدیں خاک میں مل جاتیں" "تاریخ اسلام باب چہارم، فصل اول صـ ۲۰۲"

نیز کتب اہل سنت میں ہے کہ جب اصحاب کبار حضرت ابو بکر کی بیعت سے انکار کرکے حضرت فاطمہ زہرا کے بیت الشرف پر آگئے۔ تو حضرت عمر دروازے پر آکر کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ گھر سے

نہ نکلیں گے اور بیعت نہ کریں گے تو میں گھر میں آگ لگا دوں گا"، اس کے باوجود شاہ صاحب عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور خاصان خدا اور اصحاب کبار پہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام رکھتے ہیں۔ اور مقربان خدا کو "ابن خطل" (جو شعرا کفار میں تھا، اور کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپ کر پناہ گزیں ہوا تو آں حضرت نے حکم دیا کہ اس کو وہیں قتل کر دو) کے مثل قرار دیکر فرماتے ہیں۔

ہرگاہ ایں قسم مردودان جناب الٰہی را در خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانۂ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد (تحفہ باب مطاعن طعن دوم بر عمر ص۲۶۵)	جب اس طرح کے خدا کے مردود بندوں کو خانۂ خدا (کعبہ) میں پناہ نہ ملی تو فاطمہ زہرا کے گھر میں پناہ کیوں دی جائے گی۔

اسی طرح حضرت عثمان نے صحابۂ کبار پر طرح طرح کے ظلم و جور کیے، اور ان کی توہین و تذلیل کی حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے مرتبے اور بزرگی پر یہ نکتہ شاہد ہے کہ وہ محرم اسرار نبوی تھے۔ شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں۔

"یہ بڑے مرتبے کے صحابی اور رازدار پیغمبر تھے۔"

اس پر شاہ صاحب کا ان کے حق میں حضرت عثمان کی بدسلوکیوں کو جائز سمجھ کر ایسے جلیل القدر صحابی کی شان میں فرماتے ہیں۔

"خوب شد کہ بسزائے خود رسید۔	اچھا ہوا کہ اپنی سزا کو پہونچے۔ (نعوذ باللہ)

اسی طرح جن صحابہ نے (جیسے سعد بن عبادہ انصاری وغیرہ) حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اہل سنت ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت ثلاثہ را نیز در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ۔"	نیز خداوند عالم نے قرآن مجید میں آیۂ استخلاف میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے منکر کو کافر فرمایا ہے۔

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کہتے ہیں:۔

منکر خلافت صدیق اکبر را در اکثر کتب فقہ کافر نوشتہ اند" صدیق اکبر کی خلافت کے منکر کو اکثر فقہ کی کتابوں میں کافر لکھا ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

من انکر خلافۃ ابی بکر و عمر فقد کفر"	جو ابوبکر و عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

قطع نظر اس کے بہت سے اصحاب ایسے ہیں، جن کو اہل سنت علانیہ کافر و مرتد کہتے ہیں اور شاہ صاحب تو ان اصحاب کو اتنا برا کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو لفظ صحابہ سے منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے، جس

پر آپ کی یہ تحریر صاف دلالت کرتی ہے۔

"ہیچکس از اہل سنت آں جماعت را صحابہ نمی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست"

اب فرمائیے کہ اہل سنت کہاں کل صحابہ کو سب امت سے مرتبے میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ حضرت عمرؓ سر مجمع سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق کہیں، حضرت عثمانؓ صحابہ کبار کی توہین کریں، شاہ صاحب اس شد و مد سے اصحاب کو مرتبہ صحابیت سے خارج کریں، اور اصحاب فاطمہ زہرا کے بیت الشرف پہ آئیں تو ان کو مفتری و فتنہ پرداز بتائیں، اور مردود ان خدا سے نسبت دیں۔ اور آیات و حدیث سے چشم پوشی کر کے حضرت عمر کی پیروی میں انصار کو ایمان و اسلام کا دشمن ٹھہرائیں، تو یہ سب مباح اور جائز ہو جائے، اور امامیہ انھیں اقوال اور اسناد کی بنا پر اگر منافقین و فاسقین اصحاب کی نسبت یہی عقیدہ رکھیں کہ

"ہیچ کس از امامیہ آں جماعت را صحابہ نمی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست"

تو اہل سنت اس کا نام تبرا رکھیں اور منافقین صحابہ کو برا سمجھنے پر شیعوں کو زمرۂ اسلام سے خارج کر دیں۔ اور تحفہ اثنا عشریہ کے ہر ورق پر لکھیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
"اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں، تو تم کہو کہ تمھارے شر پر خدا کی لعنت۔

حالانکہ کتب اہل سنت میں حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو کسی "کلمہ گو" کو کافر کہے تو دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، یعنی جسے کافر کہا اگر وہ واقعی کافر تھا تو خیر ورنہ خود کہنے والا کافر ہو گا۔

غرض مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت تمام صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس صورت میں آپ کا بالاجمال صحابۂ کرام فرمانا مصلحت سے خالی نہیں۔ لہذا صاف کیوں نہیں فرماتے کہ مابہ النزاع مسئلہ اصحاب ثلاثہ کی فضیلت ہے، یعنی اہل سنت کثیر التعداد اصحاب رسول میں سے صرف انھیں حضرات کو تمام امت سے افضل اور اعلیٰ وغیرہ جانتے ہیں، حالانکہ خود انھیں کے علماء کرام نے ان کے اعمال، افعال اور کردار، رفتار و گفتار کی پردہ دری کی ہے، اور ایمان و عمل صالح "و امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کو پیش نظر رکھ کر ان کے پوست کندہ حالات اپنی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔ مگر اہل سنت خواہ مصلحت دنیا سے خواہ تعصب کی بنا پر یا لاعلمی کی وجہ سے صحیح روایتوں

گڑھی ہوئی احادیث کا اقرار

سے چشم پوشی کرکے اب تک انھیں جھوٹی روایتوں اور ضعیف حدیثوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں، جو ان ہر سہ حضرات کو "لاشئی" سے "شئی" بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ جیسا کہ شرح مشکوۃ کی جلد چہارم صفحہ ۲۵۱ پر ہے۔

احادیث در مناقب و فضائل ابو بکر از صحاح و حسان و ضعاف بسیار وارد شدہ و بعضے محدثین بر بعض آنہا حکم بوضع کردہ اند۔

اور ابو بکر کی منقبت اور فضیلت میں بہت سی صحیح حسن، ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض محدثین نے ان میں بعض حدیثوں کو وضعی قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود ان کے دماغ انھیں کاغذی پھولوں سے بسے ہوئے ہیں، جن میں نام کو بھی بو نہیں۔ اور انھیں شمع کے پروانے بنے ہوئے ہیں، جن میں کہیں نور کا پتہ نہیں، بخلاف اس کے امامیہ اس اندھیرے کا سبب انھیں صحابہ کی ذات کو ٹھہراتے ہیں۔ جس کو آپ تمہید میں ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے بھر کر تاریک کر دیا۔ اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ "آیات بینات" جس پر اہل سنت کے اقوال شاہد ہیں کہ دین خدا میں جس قدر اعتراضات اور شبہات پیدا ہوئے وہ سب صحابہ کی وجہ سے۔ کیونکہ بظاہر آنحضرت کی زندگی میں وہ لوگ مسلمان تھے۔ مگر باطن میں منافق، اور آپ کے احکام پر ایسے ایسے اعتراضات کرتے تھے جو ایمان کے منافی تھے۔

رسول خداؐ کی آل پاک سے دشمنی کا نتیجہ یہی تھا کہ جناب رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد اکثر مسلمانوں کے دل باطل عقیدوں سے تاریک ہو گئے اور بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، یہی اصحاب ہی تو ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کی وصیت کی کھلم کھلا مخالفت کی، ہم ذیل میں چند مثالیں لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں ثلاثہ کی فضیلت و خلافت نہ ماننے میں بھی شیعہ خدا اور رسولؐ کے فرماں بردار ہیں۔

غور کیجئے۔ آنحضرتؐ نے امت کو نجات دلانے کی غرض سے بطور وصیت آخری تحریر فرمانے کی غرض سے دوات و قلم طلب فرمایا، اور آپ کے پکے مومن، مسلمان، صحابی نے، نبوت و رسالت کی بات کو ہذیان کہہ دیا۔ چنانچہ علامہ محمد عبد الکریم صاحب شہرستانی اپنی مشہور کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں:۔

اعلم ان اول شبهة وقعت فی الخليقة شبهة ابليس لعنه الله عليه مصدرها استبداده بالرای فی مقابلة النص و

یقین کرو کہ پہلا شبہہ جو مخلوق میں واقع ہوا۔ وہ ابلیس ملعون کا شبہہ ہے، اور یہ شبہہ اس وجہ سے صادر ہوا کہ نص کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے پر شدت سے باقی رہا۔

واختیارہ بالھوی فی معارضۃ الامر
واستکبارہ بالمادۃ التی خلق وھی النار
علی مادۃ آدم علیہ السلام وھی الطین[1]
الی آخرہ

فاول تنازع وقع فی مرضہ علیہ السلام
مارواہ محمد بن اسمٰعیل البخاری باسنادہ
عن عبداللہ بن عباس، قال لما اشتد
بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم مرضہ الذی
مات فیہ قال ایتونی بدوات وقرطاس
اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی فقال عمر ان
رسول اللہ قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب
اللہ وکثر اللغط فقال النبی علیہ السلام
قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع ملل
ونحل[2]

اور حکم کے مقابلہ اپنی خواہش کو اختیار کئے رہا۔ اور
ابلیس نے تکبر اس مادہ کی وجہ سے کیا جس سے پیدا ہوا تھا
یعنی آگ کی بناء پر، حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ
مٹی پر۔

پہلا اختلاف جو اسلام میں واقع ہوا آنحضرت کے
مرض موت میں واقع ہوا، جس کو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے
روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عباس کی سند سے ہے کہ
(ابن عباس نے) کہا کہ جب آنحضرت کا مرض الموت
بہت سخت ہو گیا، حضرت نے فرمایا۔ کاغذ دوات
لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس
کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ لیکن عمر نے
کہا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے (معاذ اللہ بک رہے
ہیں)" ہمارے لئے تو خدا کی کتاب کافی ہے۔ اس پر
حاضرین میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ پس آنحضرت
نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے پاس جھگڑا اچھا نہیں۔"

اسی روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس طرح لکھتے ہیں۔

در کتب صحاح مذکور است کہ آن حضرت در حین
اشتداد مرض کہ اصحاب در حجرۂ شریف مجتمع
بودند فرمود کہ دوات وصحیفہ برائے من بیارید
تا برائے شما وصیتے نویسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ
نشوید، پس اصحاب اختلاف کردند۔ بعض
گفتند آنچہ فرمود عمل باید کرد و دوات وصحیفہ
باید داد، ہرچہ خواہد بنویسد، بعضی گفتند مناسب
نیست آن سرور را دریں محل مشغول بہ کتابت

کتب صحاح میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت پر
مرض کی شدت طاری ہوئی اور اصحاب حجرۂ شریف
میں جمع تھے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے لئے دوات
اور کاغذ لاؤ تاکہ تم لوگوں کے واسطے ایک وصیت نامہ
لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہو (یہ سن کر)
اصحاب نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے حضرت جو کچھ فرماتے
ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اور دوات اور کاغذ دیدینا
چاہیے جو کچھ چاہیں تحریر فرمادیں، اور بعض کہتے تھے مناسب

---

[1] ملل ونحل شہرستانی برحاشیہ الفصل ابن حزم صفحہ ۱۰
[2] ملل ونحل شہرستانی برحاشیہ الفصل فی الملل والنحل ابن حزم اندلسی صفحہ ۲۰

داریم کہ وقت وے تنگ ست، عمر دریں جانب بود، گفت درد و الم بر حضرت مستولی ست و قرآن مجید در میان ما ہست ما را بس است و در بعضی روایات ایں نیز آمدہ است کہ از دائرہ اختیار او بیروں ست، شاید کہ ایں سخن از آں سخنان باشد، بعضے مردم خیال کنند کہ ہزیان می گویند، دیگر نیز موافق عمر بودند جمعے از مخالف تا اختلاف افتادہ آوازہا بلند شد آنحضرت فرمود برخیزید از پیش من کہ اصوات بحضور رسول خدا جائز نیست۔[1] مدارج النبوۃ صفحہ ۸۷ مطبع نظہر العجائب

نہیں ہے کہ آں حضرت کو اس وقت ہم کچھ لکھنے دیں آپ کا وقت نازک ہے، عمر اسی دوسرے خیال والوں کی طرف تھے کہنے لگے، حضرت پر درد و الم کا غلبہ ہے، قرآن ہمارے پاس ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضور اپنے اختیار سے باہر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی انھیں باتوں میں ہو۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں، نیز دوسرے لوگ بھی عمر کے موافق تھے۔ اور کچھ لوگ ان کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ایک اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں آنحضرت نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ رسول خدا کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں۔"

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کتاب الخلائف و الحقوق اور امہات الامۃ میں لکھتے ہیں۔

"جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی، اس کا بھانڈا دوات قلم طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا، پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی کچھ صراحت نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے، مگر جن کے دلوں میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی، انھوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں ہیں۔ کاغذ، دوات و قلم کا لانا کچھ ضرور نہیں، خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے۔"

اگرچہ مذکورہ بیانات کافی ہیں مگر چونکہ اہل سنت کو شمس العلماء شبلی نعمانی پر بڑا اعتبار ہے اس لئے اس جگہ ان کا قول بھی درج کرتے ہیں۔

واقعہ قرطاس (رسول اللہ ص کی) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو، اس پر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

(حاشیہ) [1] مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۵۲۳ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۱ء ۱۳۳۲ھ۔

روایت میں "ہجر" کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ یہ واقعہ بظاہر تعجب خیز ہے، ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی اور کیا ہوگی۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے، یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اس میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے، ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا) یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ پیغمبر سے ہذیان ہونا ممکن ہے، کیونکہ ہذیان انسانی عوارض سے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی عوارض سے بری نہ تھے، الفاروق حصہ اول صفحہ ۹۶ - ۹۴ [1]

شبلی نعمانی کی پردہ پوشی

شبلی صاحب کی اس تحریر سے پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے صفحہ ۲۹۶ پر جو پردہ پوشی حضرت عمر کی مندرجہ ذیل لفظوں میں کی اس کا پردہ چاک ہو گیا۔

از کجا بہ یقین ثابت شد کہ گوینده ایں لفظ (ہجر) عمر بود در اکثر روایات قالوا واقع است [2]

یقینی طور پر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ لفظ ہجر کا کہنے والا عمر ہی تھا، اکثر روایات میں قالوا کا لفظ آیا ہے۔

کیونکہ شبلی صاحب کے قول سے معلوم ہو گیا کہ "قالوا" نہیں تھا بلکہ "قال" تھا اور کہنے والے حضرت عمر ہی تھے۔ جن کی شان میں شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی کیا ہوگی"۔ شبلی صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کی اور اپنے "ہیرو" کو بچانے کے لئے، صاحب "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کی نسبت اپنا یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ "پیغمبر سے ہذیان ہونا ممکن ہے"۔ اس کے بعد تو شبلی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اور بھی گل کھلتا ہے۔ یعنی جس واقعہ کی صحت پر امام بخاری، مسلم، اور تمام محققین محدثین اور متکلمین اہل سنت متفق ہیں، اور صاحب ملل و نحل حضرت عمر کی اس خطا کو شیطان کی مخالفت سے مثال دیتے ہیں۔ موصوف حضرت عمر کی خاطر اس واقعہ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

حاشیہ۔ [1] الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۱ مطبوعہ کراچی۔ [2] تحفہ صفحہ ۲۹۶ باب مطاعن طعن اول عمر ابن خطاب

یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح بھی سمجھی جائے تب بھی بہر حال اس قدر تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہو کہ آنحضرت ہوش میں نہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب فرما رہے ہیں، پس ایسی روایت سے کہ جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت چھوڑ دی کسی واقعہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں صرف عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں اور ان کی عمر اس وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہہ کرتا کہ وہ واقعہ کی پوری حیثیت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ تر آسان ہے کہ رسول اللہؐ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۵۰-۱۵۱[1]

اگرچہ شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس کو واقعہ کے وقت غیر حاضر بتایا ہے لیکن خود ہی اسی کتاب کا صفحہ ۹ پر ان کا واقعہ کے وقت موجود ہونا ان الفاظ میں لکھا ہے!!

"بخاری باب کتابۃ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اس واقعہ کے وقت موجود تھے"[2]

یہ لکھ کر بر بنائے روایت فتح الباری فرماتے ہیں کہ

"محدثین نے بدلائل قطعی ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس موجود نہ تھے"[3]

غرض شبلی صاحب نے فتح الباری کی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس کی عدم موجودگی پر زور دیا ہے اس سے بمصداق "مطلب سعدی دیگر است" ایک صحیح واقعہ سے اپنے مذہب والوں کے خیالات کا پھیرنا مقصود ہے اور چونکہ بخاری سے ابن عباس کا موجود ہونا اور حضرت عمر کا ہذیان کہنا بخوبی ثابت ہے اس لئے انھوں نے فتح الباری سے بخاری کی روایت کو جھوٹی ٹھہرانے کی کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے ہماری "اصح الکتب" کی بنیاد منہدم ہو جائے گی۔

---

[1] ایضاً حصہ اول صفحہ ۱۱۴-۱۱۵ مطبوعہ کراچی۔ [2] ایضاً (فٹ نوٹ میں) حصہ اول صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ کراچی۔
[3] الفاروق صفحہ ۱۱۳ حصہ اول (فٹ نوٹ کے درمیان)

پھر جس واقعہ کو بخاری اور جملہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے، ایک شبلی کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے " البتہ ان بیجا تاویلات سے ان کا مبلغ علم معلوم ہو گیا، اگر اس پر بھی ہمارے سنی بھائی شبلی صاحب کی تحریر کو قرآنی آیت کے برابر سمجھیں تو لازم ہے کہ بجائے بخاری کے فتح الباری کو اصح الکتب بعد کلام الباری قرار دیں۔ یاد رکھیں شبلی صاحب نے بخاری کی روایت کو صرف اس خیال سے غیر معتبر بتایا ہے کہ اس سے جناب عمر کے ایمان و اسلام پر حرف آتا ہے۔ حالانکہ سیرۃ النبیؐ میں بخاری کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے:

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث و آیات میں بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا، رسول اللہؐ کے ساتھ جو ان کو عقیدت اور خلوص اور شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے، باوجود اس کے فضائل و مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روائتیں بیہقی، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، بخاری اور مسلم میں ان کا پتہ نہیں لگتا۔[1]

نیز شبلی صاحب نے اس روایت میں حضرت عمر کے لحاظ سے جناب عبداللہ بن عباس کی موجودگی سے جو انکار کیا ہے وہ صریحاً کتابۃ العلم بخاری اور اہل سنت کے دوسرے راویوں کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ اول تو خود انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تسلیم کی ہے، اور یہ زمانہ عمر رشد کا زمانہ ہے، عرب میں اس عمر کے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں، نیز مستند روایتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کے زمانہ میں بھی اس غمناک واقعہ کو فراموش نہیں کیا۔ ہمیشہ یاد کر کے روتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کی آخری وصیت کو ہذیان کہہ کر روک دینا ان پر عمر بھر شاق رہا۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب "منقول از تشئید المطاعن جلد اول صد ۲۶۹

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس، قال اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب

سلیمان بن ابو مسلم الاحول کی روایت میں ہے کہ ابن عباس ہائے پنجشنبہ، پنجشنبہ کتنی مصیبت کا دن تھا (یہ کہہ کر) خوب روئے، یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے (وہاں کے سنگریزے) تر ہو گئے۔ میں نے پوچھا ابن عباس یہ پنجشنبہ کیا ہے اور (معاملہ کیا ہے؟) کہنے

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۔۔ طبع دوم

لکم کتابا لن تضلوا بعدی ابدا، فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ۔

لگے کیا پوچھتے ہو، اس دن آنحضرت پر سخت تکلیف تھی۔ اسی دن آنحضرتؐ نے فرمایا، میرے پاس سامان تحریر (قلم دوات) لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ سن کر اصحاب آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا امر نامناسب ہے،

اصحاب نے اس کلام کو ہذیان سمجھ کر پوچھا کہ حضور کیا چاہتے ہیں؟ اور سب آنحضرت سے سوال وجواب کرنے لگے۔ اس پر حضرت نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اس حال میں بہتر ہوں اس سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان، عبداللہ ابن عباس کے مذکورہ بیان سے ہوا ہو گیا مگر مزا تو جب ہے کہ خود شبلی ہی کی تحریر سے ان کا بیان غلط ثابت کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موصوف نے اس جگہ تو عمرؓ کی پاسداری کے لئے حضرت عبداللہ کو صغیر سن کہہ کر فرطاس کی روایت کو غیر معتبر کہہ دیا، مگر دوسری عام روایتوں میں انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو باوجود کمسنی کے ان کی قابلیت اور فہم و فراست کی بناء پر کبیر السن صحابہ پر فضیلت دی، اور دوسرے اصحاب شیوخ کے مقابلہ میں معتبر بتایا، جیسا کہ الفاروق حصہ اول صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں۔

"عبداللہ بن عباس کو حضرت عمر نے گویا اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، خود حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے، حضرت عمر نے فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔"

اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے

کان عمر یحب (ابن عباس) ویدینہ و یقربہ ویشاورہ مع اجلۃ الصحابہ[1]

حضرت عمر ابن عباس کو دوست رکھتے تھے اور ان کو ہمنشینی اور تقرب کا مرتبہ دیتے تھے، اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ ان کو مشوروں میں شریک کرتے تھے۔

---

[1] استیعاب، جلد اول صفحہ ۳۶۳ سطر ۱۵ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۱۸ھ

عابد حیدری

"اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو عبد اللہ بن عباس اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمر ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں"

سبحان اللہ! خود ہی تو شبلی صاحب حضرت عمر کی زبان سے جناب عبد اللہ بن عباس کے اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"علم سن کی کمی و بیشی پر موقوف نہیں ہے، اور ان کے اقوال کو صحابہ شیوخ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں"

اس پر بھی جناب عمر کی خاطر بدیہات سے انکار کرتے ہیں، اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے،

"لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون" (بقرہ - آیت ۴۲)

حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو"

یہ حضرت عمر کے ساتھ شبلی کے عشق کا حال تھا، اب خاتم المحدثین شاہ صاحب اور حضرت عمر کی محبت کا بھی حال سنئے اور دیکھئے۔

وہ ہذیان کا انکار تو نہیں کرتے مگر محبت فاروقی میں ڈوب کر عمر کی دانشمندی پر صد آفریں اور ہزار تحسین کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اگر رسول کو قلم و دوات دے دیا گیا ہوتا تو آنحضرت کوئی ایسی نئی بات لکھ جاتے کہ آیت الٰہی کی صریح تکذیب ہوتی، ان کے الفاظ پڑھئے۔

نزد عقلا صد آفریں و ہزار تحسین بر دقت نظر عمر ست زیرا کہ قبل ازیں واقعہ سہ ماہ آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا نازل شد و ابواب تنسیخ و تبدیل و زیادۃ و نقصان را در دین مطلقاً مسدود ساختہ مہر ختم بر آں نمودہ گذاشتہ در ہمیں آیہ اشارت کرد عمر دریں عبارت حسبنا کتاب اللہ اگر آنحضرت دریں حالت چیزے جدید کہ سابق

عقل مندوں کے نزدیک حضرت عمر کی باریک بینی پہ صد آفریں اور ہزار تحسین ہے اس لئے کہ اس کے تین مہینے قبل آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم (آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا۔ اور تمہارے دین اسلام سے خوش ہوا) نازل ہو چکی تھی۔ اور منسوخ اور تبدیلی نیز کمی اور زیادتی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، اور آیۃ کے ذریعہ مہر کر دی گئی تھی، اس بنا پر عمر نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب

در کتاب شریعت نیامدہ بود نویسانند موجب تکذیب ایں آیہ خواہد شد" تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ فخر المطابع ص ۲۹۴ ۱؎

کافی ہے کیونکہ اگر ایسی حالت میں آنحضرت کوئی جدید بات جو کتاب شریعت میں پہلے نہ رہی ہو، لکھا دیتے تو اس آیہ کی تکذیب ہوتی ہے

غور کیجئے شاہ صاحب نے عمر کی حمایت میں رسالت و نبوت پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے حالانکہ خود ہی تحفہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ہذیان وغیرہ سے پاک ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حق تعالیٰ انبیاء را بجہت کرامت و بزرگی ایشان در حالت غشی و بیہوشی نیز از آنچہ خلاف مرضی تعالیٰ باشد معصوم می دارد، قولاً و فعلاً ہر چہ مرضی حق ست از ایشاں صادر می شود، در خواب نیز دل ایں بزرگان آگاہ و خبردار می باشد، تحفہ ص ۲۱

خداوند عالم نے انبیا کو ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے بیہوشی اور غشی کی حالت میں ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں، قولاً اور فعلاً ان سے وہی امور صادر ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ خواب میں بھی ان بزرگوں کے دل ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔

اب آپ علماء اہلسنت کی دیانت اور صداقت کو دیکھئے کہ اپنی غرض کی خاطر، رسالت اور نبوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قلم و دوات نہ دینے میں جو راز پنہاں تھا وہ فاش نہ ہو، مگر حضرت عمر نے خود ہی اپنا راز فاش کر دیا۔ ابن ابی الحدید کا بیان دیکھئے حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلعم حضرت علیؑ کی محبت میں اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرما جاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم دوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علیؑ کے نام خلافت لکھ دیں مگر میں نے نہ لکھنے دیا۔

اصل روایت کا ترجمہ ہم اس جگہ تشئید المطاعن ص ۳۷۱ - ۳۷۲ سے ناظرین کی دلچسپی کیلئے نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ابن عباس) ایک بار شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تنہا کہیں جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس میں تم سے تمھارے

بھائی (علیؑ) کی شکایت کرتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں؟ مجھ سے فرمائیے۔ انھوں نے کہا میں نے علیؑ سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ آئیں مگر نہ آئے اور میں ہمیشہ ان کو اپنی طرف سے ناراض پاتا ہوں، اس غصہ اور ناراضگی کا سبب مجھے تم بتاؤ۔ میں نے جواب دیا اس کا سبب آپ بھی جانتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے، میں نے کہا یہی وجہ ہے ان کا خیال ہے کہ جناب رسول خداؐ ان کو خلیفہ کرنا چاہتے تھے۔ عمر نے کہا خدا نے چاہا کہ علیؑ خلیفہ ہوں تو پیغمبر خدا کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رسولؐ نے جس امر کو چاہا اس کو خدا نے کچھ اور چاہا۔ پس پیغمبر کا چاہا کچھ نہ ہوا۔ پیغمبر خدا نے بہت چاہا کہ ان کے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں مگر چونکہ خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول خدا اپنے مرض موت میں ان کو (حضرت علیؑ کو) خلیفہ کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ خیال کر کے کہ اُن کی خلافت سے فتنہ و فساد برپا ہوں گے اور اسلام برباد ہو جائے گا) مانع ہوا۔ رسول اللہؐ میرے خیال کو سمجھ گئے اور جو منظور خدا تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے پاس ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں گیا، اس وقت وہ ایک حصیر پر بیٹھے ہوئے اور ان کے کھانے کے لئے ایک صاع (سوا تین سیر) خرمے رکھے ہوئے تھے، اور وہ کھاتے جا رہے تھے۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے ایک دانہ اٹھا لیا اور وہ سب کا سب کھا گئے۔ اور گھڑے میں جو پانی رکھا ہوا تھا اسے بھی پی گئے۔ پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر اللہ کی حمد کی، اور مجھ سے پوچھنے لگے کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا مسجد سے، کہنے لگے اپنے بھائی کو کہاں اور کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں، میں نے کہا اپنے ہم سنوں میں کھیل رہے ہیں، کہنے لگے، ان کو نہیں پوچھ رہا ہوں، تم سے اہل بیت کے بزرگ کو دریافت کر رہا ہوں، میں نے کہا باغ میں پانی دے رہے ہیں، اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے، عبداللہ تم کو قسم دیتا ہوں کہ خون شتر ہو اگر سچ نہ بتاؤ۔ کہ حضرت علیؑ کے دل میں اب بھی خلافت کا دعویٰ ہے؟ میں نے (برجستہ) کہا، ہاں۔ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کو خیال ہے کہ حضرت رسول خداؐ ان کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے، میں نے کہا واقعی سچ ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں نے اپنے باپ سے اس معاملہ میں دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر کہنے لگے حضرت رسول خداؐ سے کبھی کبھی ایسے امور صادر ہو جاتے

تھے جو ٹھیک نہیں ہوتے تھے، اور کبھی علیؑ کی محبت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جاتے تھے، چنانچہ مرض موت میں وہ حضرت علیؑ کے نام خلافت کرنا چاہتے تھے مگر میں اہل اسلام کی محبت اور شفقت کی بنا پر اس امر سے مانع ہوا، کعبہ کی قسم۔ کہ قریش حضرت علیؑ کی خلافت پر متفق نہ ہوتے، اور اگر وہ خلیفہ ہوتے تو چاروں طرف سے ان پر یورش کرتے، رسول اللہؐ مونی یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اس سے واقف ہو گیا ہوں خاموش ہو گئے، اور حضرت علیؑ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، پس جو کچھ خدا کی مشیت میں تھا وہی ہوا۔" ابن ابی الحدید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ذکر ھذا الخبر احمد بن طاھر صاحب کتاب تاریخ بغداد فی کتابہ مسند" یعنی اس روایت کو احمد بن طاہر صاحب تاریخ بغداد نے اپنی کتاب "مسند" میں درج کیا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب رسول خداؐ کی اس وصیت میں مزاحمت کی گئی، اور جو بے وحی کے کلام نہ کرے اس پیغمبر خدا کو "ہذیان" سے نسبت دی گئی۔ جس وصیت پر قیامت تک کل امت کی ہدایت اور گمراہی کا دار و مدار ہے۔ آخر یہی مخالفت بہتّر فرقوں کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ نیز صرف عمر نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ آداب رسالت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ طٰہٰ، یٰسین، مدثر، مزمل وغیرہ القاب سے خدا جن کو پکارے، جناب عمرؓ "ھذا الرجل لیھجر" کہیں، حالانکہ آنحضرت کے سامنے آواز بلند کرنے کو خداوند عالم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم	اے ایمان دارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبر کی
فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر	آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک
بعضکم لبعض، ان تحبط اعمالکم	دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے
وانتم لا تشعرون ہ	نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے
سورہ حجرات[1] پ ۲۶ - آیت ۲	اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی باتوں سے جناب رسول خداؐ کو اذیت پہونچانے والے ہیں، ایسے لوگ ظالم بھی ہیں جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، ارشاد ہوتا ہے۔

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم ہم خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی بک بک تم کو صدمہ

---

[1] یہ آیت جناب ابوبکر و عمر کے بارے میں نازل ہوئی، ملاحظہ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۶ طبع مصر ۱۳۴۳ھ ۱۲ عابد حیدری

لا یکذبونک ولکن الظلمین بآیت اللہ یجحدون ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ماکذبوا واوذوا حتی آتٰھم نصرنا۔

سورہ انعام - آیت ۳۳/۳۴

ہو جاتی ہے تو (تم کو سمجھنا چاہئے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم حقیقتاً خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور کچھ تم ہی پر انحصار نہیں، تم سے پہلے بھی بہتیرے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، تو انھوں نے اس جھٹلائے جانے اور اذیت و تکلیف پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی۔

اصحاب کی اس گستاخی پر حضور کو صبر کا حکم تھا، مگر اس گستاخی کرنے والوں کا انجام اس آیت میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیھا ذلک الخزی العظیم"

پ ۱۰ - سورہ توبہ - آیت ۶۳

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار رکھی ہے) جس میں وہ ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا۔ یہی تو بڑی رسوائی ہے۔

پس ایسے لوگوں کو ایمان و اسلام میں کامل کہنا حکم خدا و رسول کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے، ملاحظہ ہو قرآنی بیان،

فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین۔

پ ۲۰ - سورہ قصص - آیت ۵۰

اگر یہ لوگ (اس پر بھی) نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ بس اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں، اور جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا، بے شک خدا سرکش لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہونچایا کرتا۔

یہی نہیں کہ صرف ان لوگوں نے اس تحریر کے بارے میں آنحضرت کی مخالفت کی تھی، نہیں بلکہ اس سے دو چار دن پہلے یہ حضرات لشکر اسامہ میں جانے سے کتراتے رہے! اور آنحضرت کو اس قدر ناراض کیا کہ اس نازک حالت میں بھی حضور نے مسجد میں آکر خطبہ ارشاد فرمایا، اور لشکر اسامہ سے پہلوتہی کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے علاوہ آپ کے تمام بڑے بڑے صحابہ کو جانے کا حکم تھا، یقین نہ آئے تو ذیل کے بیانات پڑھئے کہ آپ کو لشکر اسامہ کے ہمراہ جانے کا حکم نہیں تھا۔

حکم عالی چنیں نافذ شد کہ اعیان مہاجرین و

جناب رسول خدا نے سوائے حضرت علیؑ کے اعیان مہاجرین

انصار مثل ابو بکر و عمر و عثمان و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ جراح الا علیؑ مرتضیٰ کہ ہمراہ آن نہ کردزان لشکر ہمراہ اسامہ باشند"[1]

انصار جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ جراح وغیرہ) کو حکم دیا کہ لشکر اسامہ میں شامل رہیں۔ اور اسامہ کے ساتھ رہیں۔

(۲) جھزوا جیش اسامہ لعن اللّٰہ من تخلف عنھا۔[2]

لشکر اسامہ تیار کرو خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے علیحدگی اختیار کرے۔

(۳) اس واقعہ پہ شاہ صاحب تحفہ میں بہت کچھ چناں چنیں کر چکنے کے بعد لفظ لعن اللہ کے یہ معنی بتاتے ہیں۔

(جملۂ لعن اللہ) اگر صحیح ہم باشد معنیش آنست کہ اسامہ را تنہا گذاشتن و از جہم لو میان برائے انتقام زید بن حارثہ پہلو تہی کردن حرام است۔[3]

"لعن اللہ" کا جملہ اگر صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کے لئے اسامہ کو تنہا چھوڑنا حرام ہے۔

اس غم و غصہ کا اثر ہنوز مزاج مبارک سے زائل ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ ان جاں نثاروں نے اس زخم پر نمک پاشی کی آخر حضور نے ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ اور ان حضرات سے ناراض دنیا سے گئے، اب آپ کا ذہن جہاں تک کام کرے سوچئے اور غور کیجئے کہ پھر ایسے لوگوں کا کیا حشر ہو گا، اور کہاں ٹھکانہ ہو گا۔

الغرض آپ نے اچھا مسئلہ اٹھایا کہ شروع ہی میں مذہب اہلسنت کا بھانڈا پھوٹ گیا، اور فضیلت صحابہ کی قلعی کھل گئی۔ علامہ شہرستانی کے اس بیان کو ایک بار پھر پڑھئے۔ دیکھئے موصوف صحابہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

-: اول شبہہ جو عالم میں واقع ہوا وہ ابلیس علیہ اللعن کے تکبر کا نتیجہ تھا، اور اول نزاع جو اسلام میں واقع ہوئی قضیۂ قرطاس سے ہوئی اور صحابہ کی بدولت ہوئی۔[4]

اور اس کے بعد شاہ صاحب کا حسب ذیل بیان پڑھئے اور بار بار پڑھئے، ابطال مذہب

---

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۰ سطر ۱۲ مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲ عابد حیدری

[2] ملل و نحل برحاشیہ الفصل و ملل و نحل، ابن حزم اندلسی ص ۲۰ ۱۲ منہ،

[3] تحفہ باب دہم مطاعن طعن سوم بر ابو بکر ص ۲۲۳ مطبوعہ نولکشور ۱۲ منہ،

[4] اصل عبارت گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہے، اس جگہ صرف ترجمہ کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ دیکھئے ملل و نحل شہرستانی بحاشیہ الفصل حزم اندلسی ص ۱۹۔ ۱۲ عابد حیدری

اہل سنت کی روشن دلیل ہے۔

مذہب کہ مخالف این دو (قرآن وعترت) باشد عقیدۃً وعملاً در امور شرع عبرنا معتبر است"[ل]

بھائیو! اگر تحقیق حق مطلوب ہے تو کتب امامیہ سے اپنے اصحاب محمد وحین کے معائب کی تلاش میں کیوں وقت برباد کرتے ہو۔ اپنے گلستان کی سیر کیوں نہیں کرتے۔

سوئے چمن نہ جا نہ سوئے لالہ زار دیکھ　　تو آپ باغ حسن ہے اپنی بہار دیکھ

چونکہ آپ نے دونوں مذہب کی حقیقت وبطلان کا دارومدار اصحاب کی برائی بھلائی پر رکھا ہے جس کو ہم نے آپ ہی کی کتب سے ثابت کر دیا کہ یہ پھول بے بو کے ہیں۔ اور یہ ستارے بے نور ہیں۔ ان سے اور ایمان واسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ لہذا اب تو سچے مذہب کے پہچاننے میں دشواری نہیں ہے۔ گذشتہ بیان کی روشنی میں مذہب امامیہ اختیار کرنے میں کیا رکاوٹ ہے مگر نہیں ہے مشکل اور بہت مشکل۔ کیونکہ یہ تو علماء اہل سنت قطعی طور سے طے کر چکے ہیں کہ اگرچہ اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور عقاید میں نقائص اور محمدؐ وآل محمدؐ سے منازعات ومشاجرات اور ان کے حقوق کا تلف کرنا ثابت ہے، پھر بھی ہم کو مطاعن صحابہ سے چشم پوشی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے اصحاب رسول خداؐ سے بغض پیدا ہوتا ہے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے مذہب والوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے اور بیان کرنے سے روکا ہے جس میں صحابہ کے فسق وفجور اور مشاجرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ ذیل کے بیانات پڑھئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب تکمیل الایمان صـ۶۹ پر لکھتے ہیں:۔

(۱) "روش اہل سنت والجماعت آن ست کہ صحابہ پیغمبر را جز بخیر یاد نکنند، ولعن وسب دشنام واعتراض وانکار بر ایشان نہ کنند وبا ایشان براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہ صحبت آنحضرت صلعم وانچہ ایشان در مشاجرات ومحاربات وتقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی ورعایت ادب با ایشان نقل

اہل سنت والجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کو سوائے بھلائی کے (برائی کے ساتھ) یاد نہیں کرتے، اور لعنت نیز سب وشتم اور ان کے افعال پر اعتراض وانکار نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی نہیں کرتے صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو آنحضرتؐ کی صحبت کا شرف حاصل ہے، اور اصحاب سے جو کچھ مشاجرات اور محاربات، اور اہلبیت نبوی کے

[ل] اصل حوالہ گذر چکا ہے۔ ۱۲ منہ

کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار از آں اغماض کنند و تغافل ورزند و گفتہ ناگفتہ و شنیدہ ناشنیدہ انگارند تکمیل الایمان ص۷۹[1]

حق کی حفاظت، ان کے ادب کی رعایت میں کمی ہوتی ہے اور جس کی روایت کی جاتی ہے، ان خبروں اور روایتوں کو صحیح ماننے کے بعد بھی اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور غفلت برتتے ہیں اور گفتہ کو ناگفتہ اور شنیدہ ناشنیدہ سمجھتے ہیں۔

(۲) علماء نامدار و اہل سیر کہ نظر بصحت اخبار دارند کار از کتب معتبرہ انتخاب کردہ اند کہ برہمیں اقوال اکتفاء و اعتبار نمودہ اند کہ در مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بجز سکوت و ذہول خیال و تصورے نباید نمود۔ روضۃ الاحباب۔

علماء نامدار اور اہل سیرت جو واقعات کی صحت پر نظر رکھتے ہیں، اور انھیں کتب معتبرہ سے منتخب کیا ہے انھیں باتوں پر اکتفاء اور اعتبار کیا ہے کہ صحابہ کرام کے مشاجرات کے بارے میں سوائے خاموشی اور فراموشی کے اور کوئی تصور نہ کرنا چاہیئے۔

اسی طرح مولوی خواجہ حسن نظامی کی تالیفات محرم نامہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو محمدؐ و آل محمدؐ سے عقیدت ہے۔ اور آل رسولؐ پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کا باعث در پردہ خلفاء ثلاثہ ہیں۔ نیز موصوف نے اپنی کتاب محرم نامہ میں جناب عثمان کی بدعنوانیوں کو بہت تفصیل سے لکھا ہے پھر بھی حضرت عثمان کی بدعتوں سے چشم پوشی کرگئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

محرم نامہ ص۲۹

حضرت عثمان کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے، ویسا ہی پیچیدہ ہے، ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرتا ہو، جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اس کو بہت مشکل ہوگی کیونکہ وہ ایک طرف دیکھے گا کہ حضرت عثمان، رسول خداؐ کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے اور ان کا ادب اس کے دل میں حد درجہ کا ہوگا، دوسری طرف تاریخی واقعات سے اس کو حضرت عثمان کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئیں گی جو ان کی شہادت کے اسباب میں معاون ہوئیں۔ ایسی حالت میں اس کو چاہیئے کہ واقعات سب لکھ دے اور اپنا ادب نہ چھوڑے، میں سنی ہوں مجھ پر حضرت عثمان کی عزت و حرمت لازم ہے۔ ان کی خلافت اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں ہے خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا تھی مگر

عثمان کے بارے میں خواجہ حسن نظامی کی تحریر

---

[1] تکمیل الایمان قلمی موجودہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ پیش نظر ہے، حوالہ درست ہے۔ ۱۲ عابد حسینی

اسی طرح حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر وغیرہ کی لڑائیوں کو جو انھوں نے رسول خدا کے جانشین سے کی تھیں توضیح و تصریح سے اس طرح لکھتے ہیں۔

"خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے، ذرا دیکھنا بصرے کے سامنے لوگ کھڑے ہیں، اور کیا چاہتے ہیں۔ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقبول یار و اصحاب ہیں۔ جنھوں نے اس دن سے کچھ دن پہلے آدھی دنیا کو اسلام کے آگے سرنگوں کیا تھا، جن کی تلوار کی دھاک سے، روئے زمین کے بادشاہ لرزتے تھے، ایک طرف حضرت علی، بنت رسول کے شوہر اور خود رسول کے بھائی، اور تمام خوبیوں سے بھرپور جنھوں نے دنیا میں روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دوسری طرف ہتی کی ستی حضرت عائشہ حبیب خدا صلعم کی محبوبہ بیوی جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہیں۔ اور جن کی پاکی کو قرآن شریف نے ثابت کیا، اور دونوں کے ساتھ بڑے بڑے اصحاب رسول ہیں۔ طلحہ و زبیر وہ لوگ ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی، مگر آج انھوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی ہے، آج یہ آپس میں خون بہانے کو جمع ہوئے ہیں" اس کا سبب بھی جانتے ہو کیا ہے؟

خدائے تعالیٰ اپنی شانیں دکھاتا ہے اور اپنے رسول کی پیشن گوئی پوری کرانی چاہتا ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ عثمان شہید ہوں گے، اور ان کے بعد تمھارے آپس میں خوب تلوار چلے گی، خدا کی حکمت میں کون دخل دے سکتا ہے اسی کو معلوم ہے کہ اس نے یہ تماشے کس مقصد سے دکھائے، ہم لوگوں کو چاہئے کہ ان لڑائیوں میں دخل نہ دیں اور ہم ان کو برا نہ کہیں، کیونکہ ہم کو دونوں برابر ہیں۔ اس لئے حق و ناحق کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں"

ان اعتراضات کے باوجود خلاف حکم خدا، قاتل اور مقتول کو ایمان و اسلام اور درجے مرتبے میں برابر سمجھتے ہیں۔ مگر دیکھئے شاہ صاحب کا بیان۔

"ہمین ست مذہب اہل سنت کہ حضرت امیر در مقاتلات خود برحق بود و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔ اور خدا کا ارشاد ہوتا ہے ...... دونوں برابر نہیں۔

(فمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن) "کیا مومن اور فاسق برابر ہیں؟

نہیں ہرگز برابر نہیں،

مذکورہ بیانات سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو آیات و احادیث اور روایات بتاتی ہیں کہ سب اصحاب مومن نہیں تھے، علماء اہل سنت انھیں صحیح سمجھ کر بھی، صحابہ کے ہی دام محبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ

وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا۔ اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دئے ہیں کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔

اور جب ان کے حقیقی ایمان و اعتقاد کا پتہ نہیں چلتا تو اپنے مذہب کا رنگ جمانے کے لئے جو فضائل خدا و رسول نے مومنین صحابہ کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں ان کو اپنے اصحاب پر کھینچ تان کر فٹ کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بصرہ کے سامنے جو لوگ وصی رسولؐ سے باغی ہوئے جنگ کے لئے آ کھڑے ہوتے تھے انھوں نے دنیا کی ایک چپہ بھر زمین کو بھی اسلام کے آگے سرنگوں نہیں کیا تھا۔ البتہ دنیا سے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ پس جو لوگ وصی رسولؐ کے مخالفین و معاندین کی نسبت نیک اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کھلم کھلا خدا اور رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علیؑ سے لڑنے والا رسول خداؐ سے لڑنے والا ہے۔ احادیث اہل سنت خود بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا گوشت و پوست رسولؐ کا گوشت و پوست ہے۔ حضرت علیؑ کا دوست، رسول خدا کا دوست ہے وغیرہ وغیرہ ـــــ ملاحظہ ہوں ذیل کے احادیث۔

(۱) عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ (اخرجہ الدیلمی و الطبرانی ارجح المطالب ص۵۲۱)

جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا، جس نے علیؑ سے محبت کی مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا۔

ایضاً صفحہ ۷۷ چوتھا باب " مطبوعہ لاہور ۱۲ عابد حیدری

(۲) عن ابی سعید الخدریؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؑ حبک ایمان و بغضک نفاق اول من یدخل الجنۃ محبک ومن یدخل النار مبغضک۔

(اخرجہ ابن خالویہ) ایضاً ص۱۳ [1]

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا، تیری محبت ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے۔ جنت میں تمہارا دوست سب سے پہلے جائے گا۔ اور دوزخ میں تم سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ من سب علیاً فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ ادخلہ اللہ النار ولہ عذاب مہین۔

(اخرجہ الدیلمی) ایضاً ص۱۶ [2]

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا، جس نے خدا کو برا کہا خدا اس کو دوزخ میں ڈالیگا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

(۴) اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وفاطمہ قال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم وعن الترمذی عن زید بن ارقم انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم ومحب الطبری فی الریاض عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ۔" ارجح المطالب ص۱۲ [3]

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں اس سے لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے صلح کرے، اور امام ترمذی نے زید بن ارقم سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو ان سے لڑے، اور صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے، محب طبری نے ریاض النضرہ میں اس حدیث کو ابو بکر سے روایت کیا ہے۔

---

[1] ص۳۱ چوتھا باب مطبوعہ لاہور - ۱۲ عابد حیدری

[2] ص۱۱ " " " " - ۱۲ - منہ

[3] ص۱۷ " " " " - ۱۲ - منہ

یہ وہ مستند احادیث ہیں جن سے شاہ صاحب کو بھی انکار نہیں، وہ بھی حضرت علیؑ سے لڑنے والے کو مفسد اور کافر بتاتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں۔

(۱) وجہ تخصیص مرتضیٰ ایں خواہد بود کہ آنحضرت صلعم را بوحی معلوم شد کہ در زمان مرتضیٰ بغی و فساد خواہد شد، و بعض مردم انکار امامت او خواہند نمود“[۱] صـ ۲۲۲

حضرت علیؑ کے لئے خصوصیت کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت کو وحی خدا سے معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں فساد اور بغاوتیں ہوں گی، اور کچھ لوگ آپ کی امامت سے انکار کریں گے۔“

(۲) محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض است نزد علماء اہل سنت کافر ست بالاجماع وہمیں ست مذہب ایشاں در حق خوارج و اہل نہرواں صـ ۳۹۵[۲]

اگر حضرت علیؑ سے بغض اور عداوت کی بناء پر جنگ کی ہے تو لڑنے والا، بالاجماع علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔ اہل سنت کا خوارج اور اہل نہروان کے بارے میں یہی مذہب ہے (کہ وہ کافر ہیں)

اہل سنت کا.... عجیب و غریب اصول ہے۔ حضرت علیؑ سے لڑنے والوں کو کافر بھی بتاتے ہیں اور انھیں کو جنتی بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ ممدوح الصدر، طلحہ و زبیر کے بارے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

”ان کو خود رسول اللہ صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔“

اور لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اسی رسالہ محرم نامہ کے صـ ۶۶ پر اس حدیث کے خلاف یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے زبیر کو ظالم بتایا ہے۔ ان کے الفاظ پڑھئے۔

”رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اے زبیر اس دن سے ڈر کہ تو علیؑ پر فوج لے کر چڑھے گا، اور اس دن تو ظالم ہوگا۔“

اور یہ ظاہر ہے کہ ظالم جنتی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ظالموں کے حق میں خداوند عالم نے صاف کہہ دیا ہے۔ لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظالمین“ ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے (یعنی رحمت خدا سے دور)

یاد رکھئے، حضرت علیؑ کی مودت کے بغیر تمام عبادت اور اطاعت بیکار ہے۔ سرکار دو عالم کا ارشاد پڑھئے۔

---

[۱] تحفہ صـ ۳۳۰ - ۳۳۱ باب ہفتم در ذکر حدیث غدیر مطبوعہ نولکشور۔ ۱۲ عابد حیدری

[۲] ایضاً صـ ۳۶۶ سطر ۶ باب دوازدہم ۱۲ منہ

شاہ صاحب نے حضرت علیؑ سے لڑنے والے کے خصوصی محبت کا سبب تحریر کیا ہے

(۱) عن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو ان عبد اعبد اللہ عز وجل مثل ما قام نوح فی قومہ وکان لہ مثل احد ذھبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد عمرہ حتی حج الف حج علی قدمیہ ثم قتل بین الصفا والمروۃ مظلوما ثم لم یو الک یا علی لم یشم رائحۃ الجنۃ ولم یدخلھا (اخرجہ الدیلمی) ارجح المطالب ص۵۲۱ [۱]

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر کوئی بندہ خدا کی اتنی عبادت کرے جس قدر نوحؑ اپنی قوم میں ہدایت کرتے رہے اور کوہ احد کے برابر راہ خدا میں سونا خرچ کرلے، پھر اس کی عمر اس قدر بڑھے کہ پیادہ پا ہزار حج کرے، پھر کوہ صفا و مروہ کے درمیان ظلم قتل کیا جائے پھر بھی اے علیؑ اگر تجھے دوست نہ رکھتا ہو تو وہ نہ جنت کی بو سونگھ سکے گا اور نہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔

شاہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت فرض ہے، ان کے الفاظ پڑھئے۔

(۲) "محبت علی فرض مثل محبت پیغمبر و دشمنی علیؑ حرام است مثل دشمنی پیغمبر وہمیں ست مذہب اہل سنت والجماعت" [۲]

پیغمبر خدا کی دوستی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دوستی فرض ہے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دشمنی حرام ہے یہی اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے۔

یہی محبت علی جزو ایمان ہے، اور اگر محبت نہیں ہے تو نفاق کی پہچان ہے۔

(۳) عن ام سلمہ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علیؑ لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق (اخرجہ النسائی) ارجح المطالب ص۵۱۲ [۳]

جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔"

اور منافق کی نسبت خدا کا یہ کھلا ہوا ارشاد ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا" پ ۵۔ سورہ نساء ع ۱۔

اس میں شک نہیں کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے" اور (اے رسولؐ) تم وہاں کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔"

اس صورت میں شاہ صاحب کا جو حضرت علیؑ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بالکل غلط

(حاشیہ) [۱] ایضاً ص۱۱۰ چوتھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ [۲] تحفہ ص۳۳۰ باب ہفتم در ذکر حدیث غدیر۔ ۱۲ [۳] ایضاً ص۱۰۸ چوتھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲۔ عابد حیدری